کربل کتھا

فضل علی فضلی

کربل کتھا

سلسلہ مطبوعات ادارہ تحقیقاتِ اردو — ۸

کربل کتھا

تالیف

فضل علی فضلی

ترتیب

مالک رام

و

مختار الدین احمد

ادارہ تحقیقاتِ اردو، پٹنہ

کربل کتھا از فضلی

مرتب: مالک رام و مختار الدین احمد

تاریخِ اشاعتِ اول: اکتوبر ۱۹۶۵ء

تعدادِ اشاعت: ایک ہزار

مطبع: دیال پرنٹنگ پریس، دلّی

ناشر: ادارۂ تحقیقاتِ اردو، پٹنہ

قیمت: ساڑھے سات روپے

قسم اعلیٰ: بارہ روپے

مقدّمہ

ملا حسین واعظ کاشفی[1]

کمال الدین حسین بن علی واعظ کاشفی، نویں صدی ہجری کے نصف اوّل میں شہر سبزوار میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر والد کی نگرانی میں پائی، جو اپنے زمانے کے جید علما میں تھے۔ تحصیلِ علم سے فراغت کے بعد وعظ و ارشاد کا کام شروع کیا۔ کچھ دن سبزوار میں گذارنے کے بعد وہ نیشاپور پہنچے۔ اور پھر مختصر قیام کے بعد یہاں سے مشہد چلے گئے۔ مشہد میں وہ مدّتِ دراز تک مقیم رہے۔ جس زمانے میں جامی ہرات میں تھے، کاشفی نے ان کی خدمت میں رہ کر ان سے استفادہ کیا اور انھیں کے مشورے سے وہ سلسلۂ نقشبندیہ میں داخل ہوئے۔ ہرات میں تالیف و تصنیف کی مشغولیتوں کے ساتھ ساتھ انھوں نے وعظ و خطابت کا سلسلہ بھی جاری رکھا وہ بلند پایہ عالم اور اچھے مصنّف ہونے کے علاوہ خوش گفتار اور زبان آور خطیب بھی تھے۔ ان کے علم اور خطابت کی شہرت وہاں کے امرا اور شہزادوں اور پھر خانوادۂ تیمور کے آخری نام لیوا ابوالغازی سلطان حسین میرزا بایقرا (۸۷۳-۹۱۱ھ) تک پہنچی۔ انھوں نے سلطان کے دربار میں بڑا رتبہ پایا اور مزید برآں انھیں اس کے صاحبِ فضل و کمال وزیر امیر علی شیر نوائی (۸۴۴-۹۰۶ھ) کی سرپرستی بھی حاصل ہوئی۔ کاشفی نے طویل عمر گذار کر ہرات ہی میں ۹۱۰ھ میں وفات پائی۔[2] "مخدوم محمد حسین" مادہ تاریخ ہے۔

۱۔ کاشفی سے متعلق چند سطروں کا ایک مضمون آرنلڈ نے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (لائڈن، ۱۹۲۷ء) ۲: ۷۸۹ میں سپردِ قلم کیا تھا، یہ بہت مختصر اور غیر تشفی بخش ہے۔ یہاں دوسرے مآخذ کے ساتھ روضۃ الشہدا (چاپخانۂ خاور، تہران، ۱۳۳۴ شمسی) کے ناشر کا دیباچہ بھی پیش نظر رکھا گیا ہے۔

۲۔ علی شیر نوائی، ۸۹۶ھ (سالِ تالیفِ مجالس النفائس) میں لکھتے ہیں: "مدّتِ بیست سال است کہ در شہر ہرات ساکن است" (مجالس النفائس: ۹۳) گویا وہ ۸۷۶ھ میں ہرات وارد ہو چکے تھے۔

کچھ تذکرہ نویس کاشفی کو حنفی اور بعض انھیں شافعی لکھتے ہیں۔ چونکہ ان کی بعض تصانیف مدحِ ائمۂ معصومین سے بھری ہوئی ہیں، اس لیے کچھ لوگ انھیں شیعی سمجھتے ہیں اس سلسلے میں دلچسپ بات یہ ہے کہ ہرات اور بلادِ ماوراء النہر میں انھیں شیعی اور رافضی خیال کیا جاتا تھا۔ اور سبزوار اور دوسرے شیعی ممالک میں سنّی اور حنفی۔ ہرات وغیرہ میں انھیں شیعی سمجھے جانے کا سبب یہ تھا کہ وہ سبزوار کے تھے، جہاں کے باشندے حضرت علیؓ اور اہلِ بیت کی محبت و پیروی کے لیے مشہور ہیں؛ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اصولاً کوئی سبزواری سنّی نہیں ہو سکتا، بہر حال اُن کے مذہب کے بارے میں ہمیں علی شیر نوائی کا بیان ضرور پیشِ نظر رکھنا چاہیے جس سے زیادہ کوئی اور ان کے معتقدات سے واقف نہیں ہو سکتا۔ وہ لکھتا ہے[۳]:

"مولانا سبزواری است، ولیکن از رفضِ ایشاں عاری است واز مذہبِ باطلِ ایشاں بری ولیکن از تہمت بری نیست۔"

کاشفی کا مقام مذہبیات اور علومِ ریاضیات میں بہت بلند ہے، ان کے تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ وہ اصنافِ علومِ معقول اور انواعِ فنونِ منقول میں بہرہ تمام رکھتے تھے اور دیارِ خراسان میں ان کے برابر کا کوئی مفسر نہ تھا۔ قاضی نور اللہ شوستری لکھتے ہیں[۴]: "در بلاغت فصیحِ عہد و مسیحِ مہد و سحبانِ زمان و حسانِ دوراں بودہ، و در سائر علوم نیز با امثال واقران دعوئ برابری می نمود۔"

خود کاشفی کا مربی اور سرپرست امیر علی شیر نوائی ان کا کس درجہ معترف ہے، اس کا اندازہ اُس کی اِس رائے سے ہو سکتا ہے[۵]: مولانا بغایت ذو فنون و پُرکار واقع شدہ، وکم فنے باشد کہ او را دراں دخلے نباشد، خصوصاً وعظ وانشا و نجوم کہ حقِ اُوست، و در ہر یک ازیں کارہائے مشہور و متعین وقوفے تمام دارد۔"

کاشفی کی تصانیف میں ۳۰ سے زائد کتابیں بتائی جاتی ہیں، دہخدا نے ۲۵ کتابوں کے نام گنائے ہیں[۶]۔

۳۔ نوائی، مجالس النفائس (تہران، ۱۳۲۳ شمسی) : ۲۶۸

۴۔ نور اللہ شوستری: مجالس المومنین (تہران، ۱۲۹۹ھ) : ۲۲۵-۲۳۶

۵۔ نوائی: مجالس النفائس: ۹۲، نیز دیکھیے: ۲۶۸

۶۔ علی اکبر دہخدا: لغت نامہ: ۵۱ : ۱۹۰

ان میں جواہر التفسیر، تفسیرِ حسینی، اخلاقِ محسنی، انوارِ سہیلی بہت مشہور ہیں۔ لیکن جس کتاب سے ان کی شہرت علوم تک پہنچی اور جس نے لاکھوں قلوب مسخر کیے، وہ بلاشبہ ان کی کتاب روضۃ الشہدا ہے۔

روضۃ الشہدا

یہ کتاب کاشفی نے ہرات کے ایک شہزادے "مرشد الدولۃ والملۃ والدین عبداللہ المشتہر بسید مرزا" کی فرمائش پر ۹۰۸ھ میں مرتب کی تھی۔[۸] یہ اپنے موضوع پر بہت کامیاب تصنیف ہے، اگرچہ اس میں بعض ضعیف روایتیں بھی داخل ہو گئی ہیں، لیکن اس کی مقبولیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

ایران اور پھر ہندوستان میں روضۃ الشہدا مجالسِ عزا میں اس کثرت سے پڑھی جاتی رہی ہے کہ ایسی مجلسوں کے لیے "روضہ خوانی" اور پڑھنے والوں کے لیے "روضہ خوان" کی اصطلاحیں بن گئیں۔ رضازادہ شفق لکھتے ہیں:[۹]

"روضۃ الشہدا در ذکرِ مصائب حضرت امام حسین و یارانِ اوست و میتواں گفت قدیم ترین کتابیست کہ بدیں تفصیل مصیبتِ ائمہ را ذکر کردہ۔ مدتہا در مجالسِ عزا از آں کتاب نقل می کردند، و گویا اصطلاحِ "روضہ خوانی" از نام ہمیں کتاب آمدہ باشد۔"

سید محمد کاظم استادِ دانش گاہِ تہران بھی یہی لکھتے ہیں: "کتاب روضۃ الشہدا کہ بعدہا کلمہ "روضہ خوانی" از نام ایں کتاب گرفتہ شدہ۔"[۱۰]

ہندوستان میں بعض مقامات میں ابھی حال تک روضہ خوانی کا رواج رہا ہے لیکن جوں جوں لوگ شیعی علما کے مواعظ و ارشادات میں زیادہ دلچسپی لینے لگے، روضہ خوانی کی رسم ختم ہوتی گئی۔

روضۃ الشہدا کی مقبولیت کا کچھ اندازہ اس کے نسخوں کی کثرت سے کیا جا سکتا ہے۔ ایران، ہندوستان اور

۱۔ کاشفی: روضۃ الشہدا (تہران ۱۳۳۴ شمسی): ۲۔ بعض نسخوں میں سید مرزا کا ذکر موجود نہیں مثلاً متحفِ بریطانی کا نسخہ سید مرزا کے نام سے خالی ہے۔

۸۔ روضۃ الشہدا: ۲۸۲

۹۔ رضازادہ شفق: تاریخ ادبیاتِ ایران (تہران، ۱۳۲۱ھ): ۳۳۲

۱۰۔ اسفزاری: روضات الجنات فی اوصاف مدینۃ ہرات (تہران ۱۳۳۸ھ): ۲۰۸ حاشیہ

اور یورپ کے تقریباً تمام اہم کتاب خانوں میں اس کے خطی نسخے ملتے ہیں[11]۔ یہ کتاب ہندستان اور ایران میں بار بار چھپی ہے۔ یہاں اس کے کچھ مطبوعہ ایڈیشنوں کا ذکر مفید ہوگا (ممکن ہے ایک آدھ اور ایڈیشن بھی تلاش سے نکل آئے جس کا علم نہ ہو سکا):

لاہور: ۱۲۸۷ھ/۱۸۷۰ء: ۱۸۷۳ء، ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء

بمبئی: ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء، مطبع حیدری ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۲ء

لکھنؤ: ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء (مطبع نولکشور)

کان پور: (مطبع نولکشور) طبع اوّل ۱۸۹۱ء، (طبع دوم سالِ طباعت نامعلوم) طبع سوم ۱۹۱۱ء

تہران: ۱۲۷۴ھ، ۱۳۷۵/۱۳۳۳ شمسی (چاپخانۂ خاور، تہران) ۱۳۴۴ شمسی (کانون معرفت تہران)

روضۃ الشہدا کے تراجم

کتاب کی مقبولیت کو دیکھ کر لوگوں نے اس کے ترجمے تیار کیے، چنانچہ ترکی میں اس کا ترجمہ محمد بن سلیمان بغدادی فضولی (م ۹۶۳ھ یا ۹۷۰ھ) نے حدیقۃ السعدا کے نام سے کیا۔ فضولی نے اس ترجمے کے ساتھ مطالب و فوائد کا جابجا اس قدر اضافہ کیا ہے کہ بقول حاجی خلیفہ[12] یہ ترجمہ بجائے خود ایک مستقل تالیف کا درجہ رکھتا ہے۔ یہ ترکی ترجمہ مطبع بولاق (مصر) میں دو مرتبہ ۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷ء اور ۱۸۴۵ء میں چھپا۔ تیسرا ایڈیشن ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶ء میں استنبول سے شائع ہوا[13]۔

ترکی میں دوسرا ترجمہ حاجی قیصری نے سعادت نامہ کے نام سے کیا۔ اس میں بھی مترجم نے بہت اضافے کیے اور موقع بموقع خود اپنے اشعار درج کیے ہیں[14]۔

۱۱۔ نسخوں کی تفصیلات کے لیے دیکھیے: اسٹوری: فارسی ادب [بزبان انگریزی] (لندن ۱۹۲۵ —) ۱: ۱۲

۱۲۔ چارلس ریو: فہرستِ مخطوطاتِ ترکی در متحف بریطانی [بزبان انگریزی] (لندن، ۱۸۸۸ء)

۱۳۔ اسٹوری: فارسی ادب ۱: ۲۱۳

۱۴۔ حاجی خلیفہ: کشف الظنون (استانبول، ۱۳۱۱ھ) ۱: ۵۸۳؛ نیز ۲: ۲۶

روضۃ الشہدا ہندستان کے مصنفین و شعرا کے نزدیک بھی بہت مقبول رہی ہے۔ غالباً سب سے پہلے گلبرگہ کے ایک شخص سیوا نامی[۱۵] نے ۱۰۹۲ھ میں اس کا دکنی نظم میں ترجمہ کیا[۱۶]۔ سیوا علی عادل شاہ ثانی (م ۱۰۸۳ھ) کا ہم عصر تھا۔ سیوا کے علاوہ محمد فیاض ولی ویلوری نے بھی دکنی میں اس کا منظوم ترجمہ کیا۔ اس ترجمے کا زمانہ ۱۱۳۰ھ بتایا جاتا ہے[۱۷]۔ اس کے بعد حسن بیگ نے اس کا دکنی نثر میں ترجمہ کیا اور وسیلۃ النجات اس کا نام رکھا۔ اس کا صرف ایک ہی نسخہ اب تک ملا ہے، جو کتاب خانۂ سالار جنگ (حیدرآباد) میں محفوظ ہے[۱۸]۔ سید احمد علی کا کیا ہوا ایک اور منظوم ترجمہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے کتاب خانے میں ہے؛ اس کا سالِ تصنیف ۱۱۸۲ھ ہے۔

بیدر کے سید میر ولی خاں مونس نے ۱۱۹۰ھ میں روضہ کا ترجمہ نثر میں ریاض الطاہرین کے نام سے کیا۔ اس کا دوسرا نام انھوں نے حادثات کربلا رکھا ہے[۱۹]۔ سید ہدایت علی واسطی بلگرامی نے ایک ترجمہ ۱۲۰۶ھ میں دہ مجلس کے نام سے کیا؛ اس کا ایک نسخہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے کتاب خانے (ذخیرۂ احسن مارہروی) میں ہے۔ سید حیدر بخش حیدری دہلوی (م ۱۲۳۸ھ) نے پوری کتاب کا گلشنِ شہیداں کے نام سے زبانِ ریختہ میں ترجمہ کیا۔ لیکن چونکہ یہ کتاب بہت طویل تھی، عام پڑھنے والوں کی سہولت کے لیے انھوں نے

۱۵۔ شمس اللہ قادری، اردوئے قدیم: ۸۰۔

۱۶۔ مولوی کریم الدین اس سے متعلق لکھتے ہیں: یہ ایک مصنف دکھنی ہے۔ اس نے دکھنی زبان میں روضۃ الشہدا امام حسین کی شہادت میں لکھی ہے۔ یہ کتاب ۱۶۸۱ء میں اس نے تصنیف کی تھی۔ اس کے مرثیے بھی امام باڑوں میں پڑھے جاتے ہیں۔ (طبقات شعرائے ہند: ۲۸)

۱۷۔ نصیر الدین ہاشمی: فہرست کتب خانۂ سالار جنگ (حیدرآباد، ۱۹۵۷ء) ص ۵۰۳۔ ہاشمی مرحوم نے لکھا ہے کہ اکثر نسخوں پر ۱۱۳۰ سالِ تصنیف درج ہے، ایک نسخے پر ۱۱۲۹ ملتا ہے۔ اس کے برعکس بمبئی کے دو مطبوعہ نسخے جو ہماری نظر سے گزرے ہیں، ان میں صراحتاً ۱۱۱۹ لکھا ہے:-

کیا ہوں ختم جب درد کا حال   گیارہ سو پہ تھا انیسواں سال

۱۸۔ ایضاً: ۵۳۶۔ (سالِ تصنیف کی بحث یہاں دیکھی جائے)

۱۹۔ نصیر الدین ہاشمی: فہرست کتب خانۂ سالار جنگ (حیدرآباد، ۱۹۵۷ء) ۵۴۴۔

۱۲۲۷ھ میں اس کا انتخاب گلِ مغفرت کے عنوان سے تیار کیا۔ یہ کتاب بارہ مجلسوں میں تقسیم کی گئی ہے اور مجلسوں کی ترتیب وہی ہے، جو روضۃ الشہدا میں ہے۔[20] روضۃ الشہدا ہی کے نام سے ایک ترجمہ عبداللہ اور علاء الدین نے مل کر ۱۲۸۷ھ میں کیا تھا۔[21] ایک اور ترجمہ منشی علی احمد کی خامہ فرسائی کا نتیجہ بھی ملتا ہے۔ پہلی کتاب کا ایک نسخہ کتاب خانۂ آصفیہ (حیدر آباد) میں اور دوسری کا مولوی عبدالحق کے ذاتی کتاب خانے (کراچی) میں محفوظ ہے۔[22] اگر تلاش کی جائے تو غالباً اور ترجمے بھی ملیں گے، یہاں استقصا منظور نہیں۔

اردو کے بعض مصنفین اور شعرا نے روضۃ الشہدا کے طرز پر بطورِ خود بھی کتابیں لکھی ہیں، بظاہر کچھ ان میں سے کاشفی کی کتاب سے مستفاد ہیں۔ ان میں سے روضۃ الشہدا مصنفہ میر حسن جعفری (تصنیف بعد ۱۲۱۵ھ) ہے۔[23] روضۃ الاطہار مصنفہ نوازش علی شیدا (تصنیف ۱۱۷۳ھ)[24]، ضیاء الابصار مصنفہ مرزا اکبر علی (تصنیف ۱۲۳۲ھ)[25]، بستانِ شہادت مصنفہ سید احمد مدراسی (تصنیف ۱۲۵۴ھ)[26] نفحات الشہادت مصنفہ سید سلطان محی الدین بادشاہ قادری (تصنیف ۱۲۸۵ھ)[27] قابلِ ذکر ہیں۔

روضۃ الشہدا میں دس باب ہیں اور ایک خاتمہ۔ پہلے اور دوسرے باب میں "ابتلائے بعضے از انبیاء" اور "جفائے قریش با حضرت رسالت پناہ" کا حال ہے، تیسرے سے نویں تک سات ابواب میں بالترتیب (۱) رحلتِ سید المرسلین، (۲) وفاتِ حضرت فاطمہ، (۳) شہادتِ حضرت علی، (۴) شہادتِ امام حسن، (۵) مناقب امام حسین، (۶) شہادتِ مسلم بن عقیل، (۷) شہادتِ امام حسین و اولاد و اقربا و سائر شہدا، کے واقعات

۲۰۔ اس کا پہلا ایڈیشن کلکتے سے ۱۲۲۷ھ/۱۸۱۲ء میں شائع ہوا تھا۔ ایک ایڈیشن مطبع حیدری بمبئی میں ۱۲۸۰ھ میں چھپا، ابھی حال میں گلِ مغفرت کا ایک خوبصورت ایڈیشن مجلسِ ترقیِ ادب لاہور نے (۱۹۶۵ء میں) شائع کیا ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ بہت زمانہ ہوا، فرانسیسی زبان میں بھی ہوا تھا۔

۲۱۔ نصیر الدین ہاشمی: فہرستِ کتب خانۂ آصفیہ (حیدر آباد ۱۹۶۱) ۱: ۲۷۸

۲۲۔ قاموس الکتب ۱: ۹۷۸ نمبر کتاب ۲۹/۷/۳۰

۲۳۔ فہرست سالار جنگ: ۵۵۲ ۲۴۔ ایضاً: ۵۳۷

۲۵۔ ایضاً: ۵۵۷ ۲۶۔ ایضاً: ۵۵۹ ۲۷۔ ایضاً: ۵۶۳

درج ہیں۔ دسواں باب "وقائع کہ بعد از حرب کربلا بر اہلبیت واقع شدہ و عقوبات مخالفان" کے لیے مخصوص ہے۔ خاتمے میں سلسلۂ سبطین کی اولاد اور ان کا سلسلۂ نسب درج ہے۔

روضۃ الشہدا کے خلاصے

یہ کتاب مختصر نہیں کہی جا سکتی۔ بعض ابواب بھی خاصے طویل ہیں مثلاً پہلا باب چالیس صفحوں کو محیط ہے اور نواں نوّے صفحوں کو۔ ایک ہی مجلس میں پورا ایک باب سننا اور سنانا سہل نہ تھا، خاص طور پر جب کہ ان مجالس میں ساتھ ہی مرثیہ خوانی، نوحہ خوانی بھی ہوتی ہو۔ اسی لیے لوگوں کی آسانی کے لیے فارسی روضۃ الشہدا کے اختصار اور خلاصے تیار ہونا شروع ہوئے۔ یہ خلاصے کبھی خلاصۂ روضۃ الشہدا کہلائے اور کبھی انھیں دہ مجلس کا نام دیا گیا۔ بلکہ دہخدا نے تو ان کی فہرستِ تصانیف میں خود کاشفی کی ایک تلخیص کا ذکر کیا ہے، جس کا نام دہ مجلس بتاتے ہیں۔ منتخبِ روضۃ الشہدا کے نام سے ۹۹۶ھ کا لکھا ہوا، ایک قلمی نسخہ دفترِ وزارتِ ہند (لنڈن) کے کتاب خانے میں محفوظ ہے، جس کے انتخاب کرنے والے کا نام معلوم نہیں۔ دوسرا نسخہ ۱۰۴۰ھ کا مکتوبہ، مکتبۂ ملّی پیرس میں موجود ہے۔ ایک اور اختصار بھی وزارتِ ہند لنڈن کے کتاب خانے میں ہے، جس پر دہ مجلس نام درج ہے۔ کتابخانۂ بوڈلین آکسفورڈ میں بھی دہ مجلس نام کے ۱۰۵۸ھ اور ۱۰۸۰ھ کے لکھے ہوئے دو نسخے پائے جاتے ہیں۔ رفتہ رفتہ ایران اور ہندستان دونوں جگہ مرثیہ خوانی اور نوحہ خوانی کے علاوہ ان انتخابات اور اختصارات کی بھی ایک خاص مجلس منعقد کرنے کا رواج ہو گیا۔ یہ انتخاب مختلف زمانوں میں مختلف اصحاب نے اپنے اپنے ذوق اور پسند کے مطابق کیے، ایران میں بھی اور ہندستان میں بھی؛ اور ان کے بیسیوں نسخے متعدد کتاب خانوں میں ملتے ہیں۔ لیکن عجیب اور قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ ہندستان ہو یا یورپ، کہیں بھی، ان میں سے کسی نسخے پر خلاصہ یا انتخاب کرنے والے کا نام نہیں ملتا۔

اُردو میں بھی یہ خلاصے دہ مجلس، یازدہ مجلس، دوازدہ مجلس، کے نام سے ملتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اربابِ قلم صاحبِ مجلس کی ضرورت اور خواہش کے مطابق ابواب میں کمی بیشی کر کے ایسی کتابیں تیار کر دیتے تھے، جنھیں لوگ عشرۂ محرم یا سیوم کی مجلسوں میں پڑھتے تھے۔ یہاں ایسی چند کتابوں کا ذکر بے محل

نہیں ہوگا۔ یقیناً تلاش سے اور بھی مل جائیں گی:۔

ده مجلس[۲۸] مصنف نامعلوم (نثر) زمانۂ تصنیف بعد از ۱۲۰۰ھ (فہرست کتب خانہ سالار جنگ حیدرآباد: ۵۵۱)

ده مجلس از فاضل (نظم) تصنیف ۱۲۴۲ھ (فہرست کتب خانۂ ادبیات اُردو حیدرآباد ۱: ۱۴۲)

ده مجلس از حامد علی خاں (قاموس الکتب ۱: ۹۶۹)

ده مجلس از ہر پرشاد در عہد آصف الدولہ بعد ۱۱۸۸ھ (کتب خانۂ سالار جنگ حیدرآباد: ۵۴۲)

ده مجلس از میر عالم (نظم) ۱۲۳۰ھ (قاموس الکتب، ۱: ۹۸۵)

ده مجلس[۲۹] از فدا ۱۲۰۱ھ (قاموس الکتب، ۱: ۹۷۹)

یازده مجلس (مولوی عبدالحق کتاب خانۂ شخصی ـــ الف ۹۷ ۲/۲۴)

دوازده مجلس[۳۰] (قاموس الکتب، ۱: ۹۷۱)

دوازده مجلس[۳۱] از محکم دکنی (نظم) ۱۲۱۷ھ (کتب خانۂ سالار جنگ، حیدرآباد: ۵۴۸)

۲۸۔ اگرچہ مرتب فہرست نے اس کا نام ہشت مجالس لکھا ہے لیکن قریب بہ یقین ہے کہ اس میں دس مجلسیں ہوں گی۔ یہ نسخہ ناقص ہے اس میں مجلس ہشتم شہادت حضرت عباسؓ پر کتاب ختم ہو جاتی ہے۔ اس قسم کی کسی کتاب میں امام حسین کی شہادت کا سرے سے ذکر ہی نہ ہو، یہ بات تصور میں بھی نہیں آ سکتی۔

۲۹۔ مولوی عبدالحق کے ذاتی کتاب خانے میں محفوظ ہے نمبر ۲۵۲: ۸۔

۳۰۔ اس کتاب کا دوسرا نام ریاض الازہار بھی ہے۔ یہ مطبع نول کشور، لکھنؤ میں ۱۸۶۸ء میں چھپ چکی ہے۔

۳۱۔ اس کتاب کے کئی نام ہیں۔ مجلس دوازدہم، روضۂ ہندی، روضۂ درد، روضۃ الشہدا، دوازدہ مجلس، کتاب بارہ مجلسوں پر مشتمل ہے۔

دوازدہ مجلس[۳۲] از عطا (نثر) (یورپ میں دکنی مخطوطات: ۵۸۲)

دوازدہ مجلس زمانۂ تصنیف بعد از ۱۲۰۰ھ (کتب خانۂ سالار جنگ، حیدرآباد: ۵۹۱)

غرض روضۃ الشہدا کے اتباع میں متعدد شاعروں اور ادیبوں نے دہ مجلس، دوازدہ مجلس وغیرہ کے عنوان سے شہدائے کربلا کے حالات قلم بند کیے۔ کسی شخص کی تقلید اور تتبع اس کی تعریف و توقیر کا سب سے بہتر طریقہ ہے۔ اتنے سارے ترجموں اور مستقل تصنیفات کا وجود میں آجانا روضۃ الشہدا کی ہر دل عزیزی اور کامیابی کی بہت بڑی دلیل ہے۔

اسی سلسلے کی ایک اہم اور قدیم کتاب فضل علی فضلی کی لکھی ہوئی یہ کربل کتھا ہے۔

— ۲ —

کربل کتھا

کربل کتھا کا نام ہمارے علمی، ادبی حلقوں میں بہت دن سے معروف ہے۔ سب سے پہلے اس کا تذکرہ مولوی کریم الدین نے کیا جن کے پاس اس کا ایک قلمی نسخہ تھا[۳۳]۔ وہ لکھتے ہیں[۳۴]:

"فضل علی نام تخلص فضلی، محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں وہ موجود تھا۔ اوس نے ایک کتاب "دہ مجلس" اردو زبان میں قدما کے محاورات پر لکھی ہے۔ وہ خود کہتا ہے کہ اون ایام میں میری عمر بائیس برس کی تھی۔ اوس کتاب کا نام اوس نے کربل کتھا رکھا ہے۔ سبب تصنیف اوس کتاب کا جو اوس نے بیان کیا ہے، بعینہٖ اوس کی عبارت بے کم و کاست لکھتا ہوں:"

اس کے بعد انھوں نے طویل اقتباس دیا ہے جو اس نسخے کے صفحہ ۲۶ سے لے کر ۴۲ تک چلا گیا ہے۔

۳۲۔ اس کا ایک نسخہ دفتر وزارتِ ہند، لندن کے کتاب خانے میں محفوظ ہے۔

۳۳۔ کریم الدین: طبقات شعرائے ہند، (مطبع العلوم مدرسہ دہلی ۱۸۴۸ء): ۶۱

۳۴۔ ایضاً، ص ۵۸

اس کے بعد مرتب فہرستِ ذخیرۂ اشپرنگر،[۳۵] دتاسی،[۳۶] محمد حسین آزاد،[۳۷] فرزند احمد صفیر بلگرامی،[۳۸] احسن مارہروی،[۳۹] شمس اللہ قادری،[۴۰] نصیر حسین خیال،[۴۱] حامد حسن قادری[۴۲] ——— غرض جس کسی نے بھی، جو کچھ اس کتاب سے متعلق لکھا، وہ طبقات شعرائے ہند کے اسی اندراج پر مبنی ہے۔

کربل کتھا کی تالیف سے متعلق خود فضلی کا بیان بہت مفصل اور مستند ہے، لکھتے ہیں:[۴۳]

"باعثِ تصنیف اس نسخۂ مسعودہ کا کہ ہر حرف اس کا ایک گلدستۂ بوستانِ ولایت کا ہے .... موسوم بہ کربل کتھا اس سبب ہوا کہ قبلۂ حقیقی اور کعبۂ تحقیقی میر النواب مستطاب .... اعنی نواب بابا امام نواب شرف علی خاں سلمہ الملک المنان .... تعزیہ دار سید الشہدائے کربلا کا کہ حق تعالیٰ .... سایۂ بلند پایہ اوس غلامِ دوازدہ امام کا مجھ عاصی رہی کے سر پر سلامت رکھے، ہر سال تعزیہ حضرت ابا عبداللہ الحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بخلوص نیت اندرونِ محل مخفی بموجب حدیث شریف کہ التقیۃ دینی و دین آبائی والتقیۃ جنۃ بوجہِ احسن بجالاتا تھا، اور بندۂ پُر تقصیر حسب الارشاد اوس قبلہ گاہ کے خلاصِ روضۃ الشہدا کا سوناتا تھا۔ لیکن معانی اوس کے نسار و عورات کی سمجھ میں نہ آتے تھے اور فقراتِ پُر سوز و گداز اوس کتابِ مذکورہ

۳۵. Bibliotheca Orientalis Sprengeriana (1857)

اس فہرست میں نام "دہ مجلس" درج ہے اور کتاب کا نمبر ۱۷۳ ہے۔

۳۶. گارساں دتاسی: تاریخ ادبیات ہندوی و ہندوستانی [بزبان فرانسیسی] پیرس، ۱۸۷۰ء (دوسرا ایڈیشن)، ۱: ۵۷۴

۳۷. محمد حسین آزاد: آبِ حیات (سرفراز پریس، لکھنؤ): ۳۴

۳۸. صفیر بلگرامی: جلوۂ خضر، (نور الانوار، آرہ۔ ۱۸۸۵ء)، ۲: ۹۵

۳۹. احسن مارہروی: تاریخ نثر اردو (نمونۂ منثورات)، (مسلم یونیورسٹی پریس، علی گڑھ۔ ۱۹۳۰ء)، ۱: ۶۴-۶۸

۴۰. شمس اللہ قادری: اردوے قدیم، ص ۱۳۰

۴۱. نصیر حسین خیال: مغل اور اردو (کلکتہ، ۱۹۳۳ء): ۷۵-۷۸

۴۲. حامد حسن قادری: داستانِ تاریخ اردو، (عزیزی پریس، آگرہ۔ ۱۹۵۷ء۔ دوسرا ایڈیشن)، ص ۴۷-۴۹

۴۳. کربل کتھا: ۳۶-۳۸

کے بسبب لغاتِ فارسی اون کوں نہ رولاتے تھے۔ اکثر اوقات بعد کتاب خانی (کذا) کے سب یہ مذکور کرتے کہ صد حیف و صد ہزار افسوس جو ہم کم نصیب عبارتِ فارسی نہیں سمجھتے اور رونے کے ثواب سے بے نصیب رہتے۔ ایسا کوئی صاحبِ شعور ہووے کہ کسی طرح من و عن ہمیں سمجھاوے اور ہم سے بے سمجھوں کو سمجھا کر رولاوے۔ مجھ احقر احقر (کذا)[۴۴] کی خاطر میں گذرا کہ اگر ترجمہ اس کتاب کا برنگینیٔ عبارت و حسنِ استعاراتِ ہندی قریب الفہم عامۂ مومنین و مومنات کیجیے، تو بموجب اس کلامِ بانظام کے کہ من بکا علی الحسین او تبا کا وجبت لہ الجنۃ بڑا ثواب باصواب لیجیے:

فضلی کے اس بیان سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ کتاب کا صحیح نام کربل کتھا ہے، نہ کہ دہ مجلس۔ کریم الدین نے اس کا نام دہ مجلس اپنی طرف سے لکھا اور غلط لکھا، کیونکہ اس میں مجلسیں دس نہیں، بارہ ہیں۔ بعد کے ناقلوں نے کریم الدین کی تقلید میں اسے دہ مجلس کہا، اور انھوں نے بھی غلطی کی۔ دوسرے یہ کہ فضلی محرم کی ان مجلسوں میں پوری کتاب روضۃ الشہدا نہیں، بلکہ اس کا اختصار یا تلخیص (خلاصہ روضۃ الشہدا) سنایا کرتے تھے۔ اس سے ہمیں کم از کم ایک خلاصہ کرنے والا کا نام معلوم ہو گیا۔ غالباً کربل کتھا اُن کے اُسی خلاصے کا ترجمہ ہے۔

بے شک، فضلی نے روضۃ الشہدا کے مضامین کو عام فہم اُردو (ہندی) میں منتقل کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ لیکن روضۃ الشہدا اور کربل کتھا کے باہمی مقابلے سے معلوم ہوتا ہے کہ فضلی نے لفظی ترجمہ نہیں کیا، بلکہ اس کے مضمون اور مفاد کو اُردو کے قالب میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔ اس پر اضافہ بھی کیا ہے اور کہیں کہیں انحراف کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ ایسے مقامات کی حواشی میں نشان دہی کر دی گئی ہے۔ بحیثیتِ مجموعی کربل کتھا کی عبارت روضۃ الشہدا سے اتنی مختلف ہے کہ اسے بجا طور پر فضلی کی مستقل تالیف قرار دیا جا سکتا ہے۔

۴۴۔ یہاں "احقر" کی تکرار غالباً کتابت کی غلطی ہے۔

فضلی نے بتائیدِ ایزدی کام شروع کیا اور ۱۱۴۵ھ/۳۲-۱۷۳۲ء میں اس کا پہلا مسودہ تیار ہو گیا۔ خود ہی اس کی تاریخ کہی :-

یہ جو نسخہ ہوا ہے اب تصنیف ۔۔۔ بہرِ کسبِ ثواب و فیضِ بشر
چاہا تاریخ اوس کی، بولا سروش ۔۔۔ شیعیوں کی نجات کا "مظہر" (۱۱۴۵)

لیکن یوں معلوم ہوتا ہے کہ فضلی نے اس پہلے مسودے کو پندرہ سولہ برس تک عام نہیں کیا۔ عین ممکن ہے کہ اس دوران میں وہ اسے صرف ذاتی مجالس میں پڑھنے ہی کے لیے استعمال کرتے رہے ہوں۔ بہرحال انھوں نے ۱۱۶۱ھ (۴۸-۱۷۴۸ء) میں اس پر نظرِ ثانی کی، اس کے مضامین میں حذف و اضافہ کیا، عبارت کی نوک پلک درست کی، اور یوں کتاب اپنی موجودہ شکل میں تیار ہوئی۔ اس کی انھوں نے دوسری تاریخ کہی :

ہر کس از من کند بہ نیکی یاد ۔۔۔ بجہاں نامش[45] ہم بہ نیکی باد[46]
(۵۶۹ + ۶۰۱ = ۱۱۷۰)

مصنف

فضلی سے متعلق ہماری واقفیت کا ماخذ صرف یہی کتاب ہے، اور کسی جگہ ان کا تذکرہ دیکھنے میں نہیں آیا۔

(۱) وہ اپنا نام اور تخلص یوں لکھتے ہیں[47]: "المسمی بفضل علی و المتخلص بہ فضلی"۔ ایک شعر میں نام اور تخلص دونوں آ گئے ہیں[48]:

۴۵۔ شعرِ مذکور میں اگر "نامش" کے میم کو بسکون پڑھا جائے گا، تو وزنِ عروضی صحیح رہے گا۔ ورنہ بحالتِ اصلی (بتحریک) اگلے لفظ "ہم" کی ہائے بوزن ساقط الوزن سمجھی جائے گی اور غالباً یہی تلفظ صحیح ہوگا کہ زمانۂ قدیم میں "مَن" اور "ہ" کو الف وصل کی طرح اکثر شعراء گرا دیتے تھے۔ (احسن مارہروی: تاریخ نثرِ اردو، ص: ۱۰)

۴۶۔ کربل کتھا، ۲۰۸۔ فضلی نے پورے شعر یعنی دونوں مصرعوں سے ۱۱۶۱ تاریخ نکالنا چاہی ہے۔ لیکن اس شعر سے ۱۱۷۰ برآمد ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کے نقل ہونے میں کچھ سہو ہو گیا ہے۔ اگر اسے یوں لکھا جائے: "ہر کس از من کند بنیکی یاد۔ بجہاں نامش ہم بنیکی باد"۔ تو اس سے ۱۱۶۰ حاصل ہوں گے۔ چونکہ تاریخوں میں ایک عدد کی کمی بیشی جائز رکھی جاتی ہے اس لیے یہ صحت سے قریب تر ہوگا۔

۴۷۔ کربل کتھا، ۳۶ ۔۔۔ ۴۸۔ ایضاً، ۱۱۔

نام اوس کا جو ہیگا فضل علی
اور تخلّص کرے ہے وہ فضلی

(۲) اس کتاب کی تحریر کے وقت ان کی عمر ۲۲-۲۳ برس کی تھی۔[۴۹] چنانچہ لکھتے ہیں:[۵۰]

"ابتدائے سنِ رُشد و تمیز سے تا اب لگ کہ سنِ عزیز اوس کے نے حدودِ عشرین سے دو تین منزل تجاوز کیا ہے۔"

چونکہ یہ کتاب انھوں نے ۱۱۴۵ھ/۱۷۳۲-۳۳ء میں لکھی تھی، اس لیے ان کا سالِ ولادت ۱۱۲۲ھ-۱۱۲۳ھ ہونا چاہیے۔ (۱۷۱۰-۱۱ء) اور چونکہ انھوں نے اس پر ۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸-۴۹ء میں نظرِ ثانی کی، کم از کم اس سال تک تقریباً ۳۸-۳۹ برس کی عمر تک وہ ضرور زندہ تھے۔

(۳) وہ محمد شاہ اور اس کے بیٹے احمد شاہ کے ہمعصر تھے۔ محمد شاہ رنگیلے کے عرف سے مشہور ہے۔ وہ اورنگ زیب عالمگیر (م ۱۱۱۸ھ/۱۷۰۷ء) کا پرپوتا، اور معظم شاہ عالم، بہادر شاہ اوّل (م ۱۱۲۴ھ/۱۷۱۲ء) کا پوتا تھا۔ اسے شاہ گر ساداتِ بارہہ نے ۱۱۳۱ھ/۱۷۱۹ء میں تخت پر بٹھایا اور وہ لشتم پشتم ۱۱۴۸ھ/۱۷۴۸ء تک حکمراں رہا۔ نادر شاہ نے ۱۱۵۱ھ/۱۷۳۹ء میں اسی کے عہد میں دلی کو تاراج کیا تھا۔ فضلی نے محمد شاہ کا ذکر نثر اور نظم دونوں میں دیباچے میں، جو روایت اولیٰ میں بھی شامل تھا، کیا ہے۔

احمد شاہ، ۱۱۳۵ھ/۱۷۲۲-۲۳ء میں پیدا ہوا، وہ محمد شاہ کی وفات کے بعد تخت پر بیٹھا۔ ۱۱۶۷ھ/۱۷۵۴ء میں عماد الملک نے اس کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی اور قید ہی میں اس کی وفات ہوئی۔

فضلی نے جب ۱۱۶۱ھ میں اپنی کتاب پر نظرِ ثانی کی، اس وقت محمد شاہ وفات پا چکا تھا اور احمد شاہ سریر آرائے سلطنت تھا، اس لیے کتاب کے ابتدائی دونوں فاتحوں میں اس نے نظرِ ثانی کے وقت اضافہ کیا اور احمد شاہ کا ذکر بڑھا دیا۔ چنانچہ فاتحۂ نہم (سلسلۂ اوّل) میں بطرزِ دعا لکھتے ہیں:[۵۱]

بعد ازیں از برائے ظلِّ اللہ — بادشاہِ بہادر احمد شاہ
بادشاہت کے تخت پر قائم — سلطنت بخش وہ رہے دائم

۴۹- کریم الدین نے عمر ۱۲ برس لکھی ہے (طبقات، ص ۱۸)، اور دتاسی نے ۲۱ (تاریخِ ادبیاتِ ہندوی و ہندستانی، ص ۴۵۰)، دونوں کا تعین بے بنیاد ہے۔

۵۰- کربل کتھا: ۳۶ ۵۱- ایضاً: ۱۰

رہنت ظفریاب رہے وہ براعدا اوس کے اعدا اتمام ہوویں فنا

دوسری جگہ یوں لکھا ہے[52]:

باز بہرِ قیامِ ظلّ اِلٰہ بادشاہ بہادر احمد شاہ

بہرِ دفعِ اعادیِ اسلام بہرِ حاجاتِ مومنیں آں گاہ

... ...

پڑھو سب کر کے ترکِ گفت و شنید

فاتحہ باسہ سورۂ توحید

البتہ دیباچے کے اخیر میں محمد شاہ کی مدح جس طرح لکھی تھی جوں کی توں رہنے دی۔ اس کے چند شعر ہیں[53]:

محمد شاہ، شاہِ عدل گستر کمینہ چاکرش دارا، سکندر

ہے عدل اوس کے سینے آفاق معمور ہوا ظلم و ستم اوس دور سے دور

سراپا زیبِ تختِ کامرانی باُو زیبا شدہ صاحبقرانی

سپہرِ سلطنت کا مہرِ انور خلافت کے فلک کا روشن اختر[54]

الٰہی تا جہاں پائندہ بادا براورنگِ شہی زیبندہ بادا

(۴) یہ کتاب فضلی نے نواب شرف علی خاں کے اہلِ خانہ کی فرمایش پر لکھی تھی[55]۔ نواب شرف علی خاں سے متعلق ہماری معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ فضلی کے ایک شعر سے خیال ہوتا ہے کہ انھیں "امین الدولہ" کا خطاب ملا تھا۔ لکھا ہے[56]:

امینِ دولت و خانِ زمانہ بحُسنِ خُلق در عالم فسانہ

خاندانِ مغلیہ کے حکمرانوں کی اکثریت اہلِ سنّت والجماعت کے مسلک کی پیرو تھی۔ لیکن دربار میں صاحب اثر و

۵۲۔ کربل کتھا: ۱۰

۵۳۔ کربل کتھا: ۳۵-۳۶۔ اس سے پہلے ایک صفحہ میں محمد شاہ کی نثری مدح بھی دیکھنے کے لائق ہے۔

۵۴۔ یہاں قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ محمد شاہ رنگیلے کا اصلی نام روشن اختر تھا۔

۵۵۔ مولوی نے صراحت کی ہے کہ یہ کتاب شرف علی خاں کی ماں کے لیے لکھی گئی تھی۔ اس کا کوئی ثبوت موجود نہیں۔

۵۶۔ کربل کتھا: ۳۰

نفوذ شیعی امیروں کی تعداد بھی کم نہیں تھی۔ یہ اثرات ہمایوں کے عہد ۹۳۷ھ۔۹۶۳ھ/۱۵۳۰ء۔۱۵۵۶ء میں شروع ہوئے۔

ہم عصر مؤرخ اس بات پر متفق ہیں کہ سُور فرماں رواؤں کے خلاف جنگ کے لیے شاہِ ایران طہماسپ نے مدد دیتے وقت ہمایوں کے سامنے بعض شرطیں پیش کی تھیں۔ ایک ان میں سے یہ تھی کہ وہ شیعیت قبول کر لے بظاہر ہمایوں نے یہ شرط مان لی تھی۔ اس کے ساتھ جو ایرانی فوج آئی تھی، وہ بھی تقریباً سب کی سب شیعی خیالات کی تھی۔ چنانچہ اس کے بعد دربار میں بڑے بڑے شیعی امیر ہوئے۔

قیاس کہتا ہے کہ محمد شاہی عہد میں نواب شرف علی خاں کوئی صاحبِ اثر شیعی امیر رہے ہوں گے۔

(۵) فضلی نے جس طرح نواب شرف علی خاں کا ذکر کیا ہے، اس سے یقین ہوتا ہے کہ وہ ان کے بہت قریبی رشتے دار تھے، بلکہ گمان گزرتا ہے کہ وہ شاید ان کے والد تھے۔ فضلی نے پہلے انھیں اپنا قبلۂ حقیقی اور کعبۂ تحقیقی لکھا۔[۵۷] پھر نواب بابا اُمّم" کہا اور دعا کی کہ خدا سایۂ بلند پایہ اوس غلام دوازدہ امام کا مجھ عاصی زبی کے سر پر سلامت رکھے۔"[۵۸] پھر آگے ان کے لیے "قبلہ گاہ" کا لفظ استعمال کیا ہے۔[۵۹] یہ سب باتیں، بالخصوص "بابا" اور "قبلہ گاہ" کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ ان کے والد تھے۔ سلسلۂ اول کے آخری فاتحے میں اپنے متعلق یہ شعر لکھتے ہیں[۶۱]:-

خاص وہ شخص صاحب التصنیف	مرثیہ گوے شہ بصدقِ نظیف
نام اوس کا جو ہیگا فضل علی	اور تخلص کرے ہے وہ فضلی
ہے شرف اوس کے تئیں علی سے مدام	ہوے عطا اوس کوں از طفیلِ امام
آبرو کُل کاینات آگے	اور ایمان و علمِ دیں پاوے

یہاں مصنف نے (تیسرے شعر میں) "شرف علی" کے نام کا جس طریقے سے اظہار کیا ہے، اوس سے بھی اسی شبہے کو تقویت ملتی ہے۔

محرم کی یہ مجلسیں نواب صاحب موصوف کے "اندرونِ محل" منعقد ہوتی تھیں، جہاں فضلی "روضۃ الشہدا" کے مضامین سناتے تھے۔ ان مجلسوں میں نواب صاحب کے خاندان کی مستورات بھی شامل ہوتی تھیں۔ "کتاب خوانی"

۵۷۔ کربل کتھا: ۳۷ ۔۵۸ ۔ ایضاً ۔۵۹ ۔ ایضاً

۶۰ ۔ ایضاً: ۱۱-۱۲ ۔۶۲ ۔ ایضاً

کے بعد انھیں نے ان سے اپنی فارسی سے عدم واقفیت کا گلہ کیا تھا۔ محل کے اندر، عورتوں کے درمیان، جانے کی اجازت بھی یہی ظاہر کرتی ہے کہ نواب شرف علی خاں سے ان کا رشتہ بہت قریب کا رہا ہوگا۔

(۶) کتاب دلّی میں لکھی گئی ہے۔ فضلی نے "سبب تالیف کے سلسلے میں" درگاہ قدم شریف" کا جس انداز سے ذکر کیا ہے[۶۲]، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس عمارت سے اچھی طرح سے واقف ہیں اور جس زمانے میں یہ کتاب لکھی گئی ہے، غالباً ان کا قیام بھی دلّی ہی میں تھا۔[۶۳]

(۷) کربل کتھا کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ فضلی فارسی سے بخوبی واقف ہیں، ان میں ترجمہ کرنے کی صلاحیت کا بھی فقدان نہیں، اگرچہ کہیں کہیں ان سے اصل کتاب کی عبارت سمجھنے میں چوک ہو گئی، مثلاً:

روضۃ الشہدا کی عبارت ہے (ص ۱۱۰) "گفت اے علی، یکزمان ایشاں را بسر روضۂ پدرم فرست تا با خدائے خود راز گویند و نیاز عرضہ دارند"۔ اس کا ترجمہ فضلی نے کیا ہے (ص ۶۰): "حضرت فاطمہ نے حضرت امیر سے کہا: یا علی، ایک ساعت ان کوں میرے باپ کی قبر پر بھیج کہ میں حق تعالیٰ سے بھید اپنا کہوں"۔

دسویں مجلس میں علی اکبر شہید کے ذکر میں فضلی لکھتے ہیں: "آپ زرہ بکتر علی اکبر کو پنھائے، اور پٹکا حضرت آدم کا اوس کمر میں باندھ، خود فولاد سر پر رکھ ہتھیار بندھائے (کربل کتھا: ۱۰۵)۔ اب دیکھیے کہ فضلی "پٹکا حضرت آدم کا" کہاں سے لائے ہیں۔ روضۃ الشہدا کی اصل فارسی عبارت یہ ہے: "و کمر ادیم کہ از آں حضرت امیر بود، بر میانِ او بست" (ص ۲۶۸)۔ کاشفی نے "کمر ادیم" لکھا تھا (کمر: پٹکا؛ ادیم: چمڑا) یعنی چمڑے کا پٹکا؛ فضلی "کمر ادیم" کو "کمر آدم" سمجھے اور یہی ترجمہ کر دیا۔ پھر پٹکا تو حضرت علی کا تھا، فضلی اسے بھی نظر انداز کر گئے۔ حالانکہ یہ بہت مشہور روایت ہے، اور عام ذاکر بھی اس سے واقف ہیں۔ انیس نے بھی کہا ہے:-

کرتا تنِ اطہر میں رسولِ عربی کا   زیبِ کمر پاک، کمربند علی کا

اسی طرح اصل فارسی متن ہے: "قطب راوندی از اعمش روایت کردہ است" (جلاء العیون، ۵: ۱۵) فضلی ترجمہ کرتے ہیں: "قطب راوندی اپنے چچا سے روایت کرے ہے"۔ (کربل کتھا ص ۲۲۶) فضلی اعمش سے جو حضرت علی اور اہلبیت کے بڑے معتقدوں میں اور مشہور شخصیت کے مالک ہیں، واقف نہیں۔ انھوں نے

۶۲۔ کربل کتھا: ۱۱-۱۲۔

۶۳۔ کتاب میں دو جگہ "مسجد جامع" کے لفظ آئے ہیں (ص ۲۵۴، ۲۷۰)، یہ ترکیب بھی دہلویت پر دال ہے۔

"اعمش" کو "عمش" خیال کیا اور ترجمے میں "اپنے چچا سے روایت کرے ہے" لکھ دیا۔ ممکن ہے یہ غلطی اس طرح ہوئی کہ جو قلمی نسخہ فضلی کے پاس تھا، اس میں سہوِ کتابت سے اعمش کی جگہ عمش ہی لکھا ہو۔

انھوں نے کتاب میں جا بجا فارسی اشعار درج کیے ہیں۔ فارسی ترکیبیں بالعموم اچھی استعمال کرتے ہیں اگرچہ کبھی کبھی

میں ہوں بے گور و گڑھا اور بےکفن اور بےدفن

بھی استعمال کر جاتے ہیں (ص ۲۳۸)۔ لیکن یہ اُردو کی ابتدا اور ابھی تک زبان کا معیار قائم نہ ہونے کا نتیجہ ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ فضلی نے قرآن و حدیث، سیر، تاریخِ اسلام کا خاصا مطالعہ کیا ہے۔ یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک ان کی تعلیم اچھے پیمانے پر نہ ہوئی ہو۔ وہ عربی سے اس حد تک ضرور واقف ہیں کہ اسے پڑھ اور سمجھ لیتے ہیں، لیکن جب اسے خود لکھنے کی کوشش کرتے ہیں تو نتیجہ ہمیشہ خاطر خواہ نہیں نکلتا۔ مثلاً کتاب کی ابتدا میں فاتحوں کے عنوانات کی عربی قواعد کے لحاظ سے غلط ہے۔ چند دیگر مثالیں ملاحظہ ہوں:

کنتُ نبیًا والادم ... الخ یہی نہیں کہ یہ حدیث کے صحیح متن سے مختلف ہے، بلکہ اس لحاظ سے بھی غلط ہے کہ "آدم" پر الف لام' لانا صحیح نہیں۔ عَدَن بمعنی بہشت، صحیح بسکونِ دال اور بفتحِ دال غلط ہے، جیسا کہ فضلی نے متواتر لکھا ہے۔ ایک مثال کافی ہوگی (ص ۱۰):

بیٹے دونو بو بیبی زینب کے ماموں پر ہو فدا عدن میں بسے

امام حسین کے ذکر میں لکھا ہے: "المقتول الشہید المحنۃ والکرب والبلاء، المظلوم بجفاء الیزید البلید" (ص ۳۲) ایک اور جگہ لکھا ہے: صدقت یا رسول اللّٰہ" (ص ۴۸)؛ یہ محل "صدقت یا رسول اللّٰہ" کا ہے۔ روضۃ الشہدا میں تھا (ص ۲۶۶): "السلام علیک وعلیٰ جدک وعلیٰ ابیک وامّک" فضلی نے خیال کیا کہ جب سبھوں کے لیے سلامتی کی دعا کی جا رہی ہے تو امام حسن کو بھی کیوں نہ شامل کر لیا جائے، چنانچہ انھوں نے "واخوک" (اور تمھارے بھائی پر بھی) کا اپنی طرف سے اضافہ کر دیا۔ عربی قاعدے سے یہاں "واخیک" ہونا چاہیے تھا۔

انھوں نے دو قرآنی آیتوں "وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا" (الفرقان ۲۵: ۵۶) اور "إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا" (الفتح ۴۸: ۸) کو باہم ملا کر ایک نئی آیت "وما ارسلناک شاہدًا

"و مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا" بنالی ہے۔ بہرحال یہ حقیقت ہے کہ انھیں آیاتِ قرآنی سے اچھی مزاولت ہے اور احادیث بھی کثرت سے یاد ہیں اور وہ انھیں بڑی خوش اسلوبی سے اپنی نثر میں بے تکلف استعمال کرتے چلے گئے ہیں۔

(۸) اس ابتدائی زمانے کا لحاظ کرتے ہوئے وہ شاعر بھی بُرے نہیں۔ انھوں نے متعدد مقامات پر فارسی شعروں کا منظوم ترجمہ کیا ہے اور بالعموم وہ خاصے کامیاب رہے ہیں۔ ان کی شاعری سے متعلق کریم الدین لکھتے ہیں[۶۴]:۔

"اس نے مرثیہ اور مناقب اور مدح ائمہ میں بہت شعر کہے ہیں مگر سب بہ سبب محاورات قدیم کے لچر ہیں"

انھوں نے اس کے بعد چند شعر نقل کیے ہیں جو فضلی نے شہادتِ امام قاسم کے بیان میں لکھے ہیں[۶۵]۔ یہ شعر واقعی معمولی ہیں لیکن حیرت ہوتی ہے کہ کریم الدین کی نگاہ انھیں اشعار پر کیوں پڑی، کتاب میں ان سے کئی بہتر نمونے موجود ہیں۔

واقع یہ ہے کہ فضلی کے اشعار ان کی قدامت کا خیال کرتے ہوئے کسی طرح نظرانداز نہیں کیے جا سکتے۔ مراثی اور منقبتِ اہل بیت ان کے خاص موضوع ہیں مثلاً انھوں نے جو سکینہ کا مرثیہ لکھا ہے[۶۶]، وہ بہت موثر اور دل ہلا دینے والا ہے۔ یہ ۱۵ بند کا طویل مرثیہ ہے۔ اسی طرح حضرت زینب کی زبانی حضرت حسین کا مرثیہ[۶۷] اور حضرت شہر بانو کا علی اصغر کا ماتم[۶۸] بھی ایسے ہیں کہ اپنے جذبات کی گہرائی کے لحاظ سے کسی عنوان نظرانداز کرنے کے قابل نہیں اور فضلی ان پر بجا طور سے فخر کر سکتے ہیں۔ فضلی سے پہلے اور ان کے بعض معاصرین کے ہاں بھی چو مصرع مرثیہ کہنے کا رواج تھا۔ فضلی نے بھی اسی طرح کے متعدد مرثیے کتاب میں شامل کیے ہیں۔

تاریخی مقام

فضلی نے لکھا ہے[۶۹]:۔

"پیش ازیں کوئی اس صنعت کا نہیں ہوا مخترع اور اب لگ ترجمہ فارسی بعبارت

۶۴۔ طبقات شعرائے ہند: ۶۱-۶۲ ۶۵۔ کربل کتھا: ۱۶۳-۱۶۴ ۶۶۔ ایضاً: ۲۷۳-۲۸۴

۶۷۔ ایضاً: ۲۱۹-۲۲۶ ۶۸۔ ایضاً: ۱۸۶-۱۸۷ ۶۹۔ ایضاً: ۳۸

ہندی نہیں ہوئے مستمع"۔

بعض لوگوں نے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ فضلی اس بات کا دعویٰ کر رہے ہیں کہ یہ اُردو نثر کی پہلی کتاب ہے، حالانکہ سیاق و سباق سے ظاہر ہے کہ یہاں ان کا اشارہ صرف فارسی سے اردو میں ترجمہ کرنے کی طرف ہے جیسا کہ لکھا جا چکا ہے، فضلی سے روضۃ الشہدا کی فارسی عبارت کو اردو میں منتقل کرنے کی فرمائش کی گئی تھی، تاکہ جو لوگ فارسی نہیں جانتے، وہ بھی کتاب کے مطالب سمجھ کر ماتم حسین میں شریک ہو سکیں اس کے بعد لکھتے ہیں[۱۰]:

"پھر دل میں یہ گزرا کہ ایسے کام کرام کوں عقل چاہیے کامل، اور مدد کسو طرف کی ہووے شامل، کیونکہ بے تائید صمدی و بے مدد جناب احمدی، یہ مشکل صورت پذیر نہ ہووے اور گوہر مراد رشتۂ امید میں نہ آوے، و لہذا پیش ازیں کوئی اس صنعت کا نہیں ہوا مخترع، اور اب لگ ترجمہ فارسی بہ عبارت ہندی نہیں ہوئے مستمع"۔

بالکل عیاں ہے کہ فضلی یہاں اس بات کا اظہار کر رہے ہیں کہ آج تک کوئی شخص فارسی سے اُردو میں ترجمہ کرنے کے فن (صنعت) کا بانی نہیں ہوا؛ اور ایسی کوئی عبارت یا کتاب دیکھنے سننے میں نہیں آئی، جو فارسی سے ہندی (اُردو) میں ترجمہ ہوئی ہو[۱۱]۔

بہرحال کربل کتھا شمالی ہند میں اردو نثر کی اولین کتابوں میں شمار کی جا سکتی ہے۔ حامد حسن قادری نے لکھا ہے[۱۲] کہ خواجہ سید اشرف جہانگیر سمنانی نے (جن کا مزار کچھوچھا شریف، علاقہ اودھ میں ہے) اردو میں ایک رسالہ اخلاق و تصوف پر ۸۰۸ھ/۱۴۰۸ء میں تصنیف کیا[۱۳] لیکن آج تک یہ رسالہ دستیاب نہیں ہوا، نہ اس کا کوئی نسخہ کسی کتاب خانے میں موجود ہونے کی اطلاع ہے۔ اس صورت میں اس کا عدم اور وجود برابر ہے۔ البتہ

۱۰۔ مثلاً مولانا محمد حسین آزاد: آب حیات: ۳۴

۱۱۔ کربل کتھا: ۲۸

۱۲۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ فضلی دکن کے باشندے نہیں، جیسا کہ بعض اصحاب کا خیال ہے، کیونکہ ان سے پہلے دکن میں متعدد فارسی رسالوں کے ترجمے ہو چکے تھے۔ اگر وہ دکن کے رہنے والے ہوتے، تو ناممکن ہے کہ انھیں ان کا علم نہ ہوتا۔

۱۳۔ داستان تاریخ اُردو: ۱۱

بہار میں ایک رسالہ صراطِ مستقیم معروف بہ سید ھا رستہ ملا ہے، جو حضرت عماد الدین قلندر پھلواروی کی طرف منسوب ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے اسے ۱۰۸۱ھ میں یعنی کربل کتھا کی تالیف (۱۱۴۵ھ) سے ۶۴ برس پہلے لکھا تھا[۷۴]۔ چونکہ حضرت عماد الدین قلندر کی طرف اس کی نسبت ثابت نہیں اور بعض محققین اس رسالے کو مستند نہیں مانتے، اس لیے جب تک کربل کتھا سے قدیم تر کوئی کتاب دستیاب نہیں ہوتی، شمالی ہند میں اسے اولیت کا فخر حاصل رہے گا (دکن میں اس سے پہلے کی بعض نثری تحریریں منظرِ عام پر آچکی ہیں)۔ مختصر یہ کہ کربل کتھا دہلوی زبان کا اولین نقش ہے۔ ابھی تک یہاں اس سے پہلے کی کوئی ترجمہ شدہ یا مستقل تصنیف نہیں ملی۔

ہندوستانی مصنفوں میں سے صرف مولوی کریم الدین نے کربل کتھا سے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے، وہ تنہا مصنف ہیں جن کی رسائی اس کتاب تک ہوئی تھی[۷۶]۔ وہ لکھتے ہیں[۷۷]:

> "اس کتاب کو تمام میں نے دیکھا؛ وہ میرے پاس موجود تھی۔ اس مصنف نے ڈھنگ اوس کا اچھا ڈالا ہے۔ مگر اتنا قصور ہے کہ عبارت اچھی نہیں، یعنی بول چال اور محاورات متقدمین کے ہیں۔ یہ اوس کا قصور نہیں، واقع میں اس کے زمانہ میں اُردو ایسی صاف نہ ہوئی تھی جیسی کہ اب ہمارے زمانے میں صاف و صحیح ہوگئی ہے۔ یہ بات اس مصنف کی گفتگو سے بھی ثابت ہے، کیونکہ وہ کہتا ہے کہ میں اس کتاب کی تصنیف کرنے میں دلیری نہ کرسکتا تھا بسبب اس کے کہ اب تک کوئی ترجمہ فارسی سے زبان اُردو میں نہیں ہوا، بہ لحاظ طعنہ لوگوں کے رکا ہوا تھا۔"

اس بات پر حیرت ہوتی ہے کہ قدیم تذکرہ نگاروں میں سے کسی نے، یہاں تک کہ میر حسن دہلوی نے بھی کربل کتھا کا ذکر نہیں کیا۔ وہ محمد حسین کلیم کے ترجمۂ فصوص الحکم کا ذکر کرتے ہیں، لیکن کربل کتھا کا نہیں کرتے، حالانکہ اس

۷۴۔ یہ پورا رسالہ حضرت تمنا عمادی مجیبی پھلواروی نے قاضی عبدالودود صاحب کے مرتب کردہ رسالے معیار (پٹنہ) کے مارچ ۱۹۳۶ء کے شمارے میں شائع کر دیا ہے۔

۷۵۔ اس سلسلے میں مغل اور اردو کے مصنف جناب نصیر حسن خاں خیال نے جو دعویٰ کیا ہے، یہاں اس سے بحث کرنا منظور نہیں۔

۷۶۔ کریم الدین: طبقات: ۶۱

۷۷۔ ۲۶۳:۵ / ۱۸۴۷ء

کے لیے متعدد وجوہ موجود تھے۔

الواس اشپرنگر

کربل کتھا کا مخطوطہ جس پر متن مبنی ہے، جرمنی میں ٹوبن گن یونیورسٹی کے کتاب خانے میں محفوظ ہے۔ یہ اس ذخیرۂ کتب میں ہے جو ڈاکٹر الواس اشپرنگر نے ہندستان سے واپس جانے کے بعد جرمنی کے سرکاری کتاب خانے کی نذر کیا تھا۔

اشپرنگر ٹائرول (جرمنی) کے قصبے نا سر وت میں ۱۸۱۳ء میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے منجملہ اور علوم کے عربی اور فارسی کی بہت اچھی تعلیم پائی۔ اس سے انھیں اسلامی علوم سے دلچسپی پیدا ہو گئی۔ وہ چاہتے تھے کہ کوئی ایسا کارنامہ سرانجام دیں، جس سے مشرق اور مغرب کے درمیان بغض و عناد کم ہو، لیکن اس مقصد کے حصول کے لیے مشرقی ممالک کا سفر ضروری تھا، اور اس کا کوئی امکان نہیں تھا۔ آدمی تھے مستقل مزاج اور دوراندیش۔ ۱۸۳۶ء میں انگلستان پہنچے اور طب کی تعلیم حاصل کرنے لگے، جس کی تکمیل لائیڈن (ہالینڈ) میں کی۔ جب طویل قیام کی بنا پر انگریزی قومیت حاصل ہو گئی، تو اب انھوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت اختیار کر لی اور ڈاکٹر کی حیثیت سے کلکتے پہنچ گئے۔ حالات نے غیر متوقع طور پر ان کا ساتھ دیا: ۱۸۴۵ء میں فیلکس بوترو نے دلّی کالج کی پرنسپلی سے استعفیٰ دے دیا اور ان کی جگہ ڈاکٹر اشپرنگر مقرر کر دیے گئے۔ یوں یہ دلّی آ گئے، جو اس عہد میں اسلامی علوم کا بہت بڑا مرکز تھا۔

اشپرنگر نے قیامِ دلّی کے دوران میں چار کتابیں مرتب کی تھیں: انگریزی۔ ہندوستانی قواعد، عربی ادب کا انتخاب، اصطلاحاتِ صوفیہ، محمود غزنوی۔ فوائد الناظرین بھی جو ۱۸۴۵ء میں جاری ہوا اور جس کے ایڈیٹر ماسٹر رام چندر تھے، دراصل اشپرنگر ہی نے شروع کیا تھا۔ سرسید احمد خاں نے اپنی مشہور کتاب آثار الصنادید بھی اشپرنگر کی تحریک پر لکھی تھی۔

اواخر ۱۸۴۷ء میں حکومتِ ہند نے انھیں لکھنؤ کے شاہی کتاب خانے کی قلمی کتابوں کی فہرست تیار کرنے کا حکم دیا۔ اس کے لیے وہ ۷ مارچ ۱۸۴۸ء کو لکھنؤ پہنچے۔ انھوں نے صرف ڈیڑھ برس یہاں قیام کیا، لیکن اس قلیل مدت میں انھوں نے دس ہزار مخطوطات کی فہرست تیار کی اور ہر ایک کے مصنف کا حال بھی اس کے ساتھ لکھا۔

اس کا صرف پہلا حصہ ۱۸۵۴ء میں کلکتہ سے شائع ہوا۔ اسی میں سے اردو شاعروں کے حالات والا حصہ ہندستانی اکاڈمی، الٰہ آباد نے ترجمہ کرواکے یادگارِ شعرا کے نام سے ۱۹۴۵ء میں شائع کیا تھا۔

لکھنؤ سے واپسی کے بعد وہ دلّی میں زیادہ دن نہیں ٹھہرے۔ یہاں سے وہ مدرسۂ عالیہ، کلکتہ کے پرنسپل بن کر چلے گئے، جہاں وہ سات برس رہے اور بالآخر، ۱۸۵۶ء میں ملازمت سے سبکدوش ہوکر یورپ واپس گئے۔ یہاں پہلے برن یونیورسٹی (سوئٹزرلینڈ) میں علومِ شرقیہ کے مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۸۸۱ء میں یہاں سے ہائیڈل برگ یونیورسٹی (جرمنی) میں آگئے۔ یہیں ۱۸۹۳ء میں انتقال ہوا۔ یورپ واپس آنے کے بعد انھوں نے اپنا شاہکار تصنیف کیا یعنی رسولؐ اسلام کی جرمن زبان میں تین جلدوں میں مفصّل سوانح عمری۔

اشپرنگر کو کتابیں پڑھنے اور جمع کرنے کا شوق بحدِ جنون تھا۔ انھوں نے ہندستان کے قیام کے زمانے میں بڑی بیش بہا کتابیں جمع کیں جنھیں وہ ساتھ لے گئے۔ لیکن وہ اُن پر خزانے کے سانپ کی طرح قبضہ جما کر بیٹھے نہیں رہے، بلکہ یہ تمام ذخیرہ انھوں نے برلن کے سرکاری کتاب خانے کی نذر کر دیا۔ اسی میں یہ کربل کتھا کا مخطوطہ بھی تھا۔

یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ نسخہ انھیں مولوی کریم الدین سے ملا۔ مولوی کریم الدین ان کے ممنونِ احسان تھے۔ جن ایام میں اپنے شہر کا کی مہربانی کی بدولت اُن کا کاروبار برباد ہوگیا اور وہ تنگ حال تھے، اشپرنگر نے انھیں دلّی کالج کی "ترجمہ سوسائٹی" کی طرف سے ترجمے کا کام دیا، جس سے اُن کی حالت بہت سدھر گئی۔ چنانچہ کریم الدین نے اپنا تذکرہ طبقاتِ شعراءِ ہند اشپرنگر ہی کی فرمائش پر تالیف کیا تھا۔ تاریخ ابوالفدا اور تاریخ شعرائے عرب (فرائد الدہر) کے ترجمے بھی اسی طرح ہوئے۔ ناممکن ہے کہ اشپرنگر نے کریم الدین کے پاس کربل کتھا کا اہم اور نادر نسخہ دیکھ کر اشتیاق نہ ظاہر کیا ہو، اور اس پر کریم الدین نے اسے ان کی نذر نہ کر دیا ہو۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ تذکرے کی تالیف ۱۸۴۷ء سے قبل وہ اسے اشپرنگر کو دے چکے تھے۔ غرض اس طرح یہ نسخہ جرمنی پہنچا۔

مخطوطے کی دریافت

کتاب خانۂ برلن کے عربی مخطوطات کی فہرست مشہور مستشرق اہل ورڈ نے مرتب کی، جو دس جلدوں میں ۱۸۸۷ء - ۱۸۹۹ء کے دوران میں برلن سے شائع ہوئی۔ فارسی مخطوطات کی فہرست کی تیاری

کا کام پرٹش کے سپرد ہوا، اور یہ ۱۸۸۸ء میں شائع ہوئی۔ برلن میں اردو کتابیں بہت کم تھیں؛ خود اشپرنگر کے ذخیرے میں بھی ان کی تعداد کچھ زیادہ نہیں تھی۔ اس لیے کتاب خانے کے مہتمموں کو اردو مخطوطات کی فہرست تیار کروانے کی طرف توجہ نہ ہوئی۔ ایک معمولی سے رجسٹر میں کسی نے اردو کتابوں کے نام لکھ دیے تھے، اور بس۔ اردو مخطوطات کی تلاش میں برلن گیا بھی کوئی شاذ و نادر ہی ہوگا، اس لیے بھی کتابوں کا یہ ذخیرہ کس مپرسی کے عالم میں پڑا رہا اور جہاں اس کتاب خانے سے عربی، فارسی مخطوطات سے متعلق گیارہ ضخیم جلدیں شائع ہوئیں، اردو کتابوں کی دستی فہرست تک تیار کرنے کا بھی کسی کو خیال نہ آیا۔ اس طرح کربل کتھا کا یہ نسخہ آنکھوں سے بالکل اوجھل ہو گیا۔

میں جب ۱۹۵۲ء میں آکسفورڈ جا رہا تھا، تو جناب قاضی عبدالودود صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ اشپرنگر کے پاس کربل کتھا کا جو نسخہ تھا، اس کا کچھ سراغ نہیں ملتا کہ کیا ہوا۔ ہو سکے، تو یورپ کے کتاب خانوں میں اس گم شدہ کتاب کو ضرور تلاش کرنا چاہیے۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ ہندستان میں اشپرنگر کے پاس یہ کتاب تھی، لیکن کیا یہ جرمنی پہنچی یا نہیں؟ پہنچی، تو یورپ کی پچھلی صدی کی متعدد لڑائیوں اور ہمارے سامنے کی ان دو عظیم الشان جنگوں میں، جن میں جرمنی شریک غالب رہا تھا، اس کتاب پر کیا بیتی؟ یہ سوال تھے، جن کا جواب دینا آسان نہیں تھا۔ میں نے انگلستان پہنچ کر کتاب خانۂ برلن کے ناظم اور مشرقی علوم و فنون کے بعض اساتذہ سے اس سے متعلق خط و کتابت شروع کی۔ معلوم ہوا کہ عربی، فارسی، ترکی، اُردو کے پندرہ، سولہ ہزار مخطوطات کا سارا ذخیرہ پچھلی جنگِ عظیم کے دوران میں حفاظت کے خیال سے برلن سے باہر جرمنی کے ایسے شہروں میں منتقل کر دیا گیا تھا، جو نسبتۂ محفوظ اور فوجی نقطۂ نظر سے غیر اہم تھے؛[۲۸] اور اب تک یہ کتابیں اُن مقامات سے برلن واپس نہیں آئی ہیں۔ آئیں بھی کہاں، خود برلن ہی کے حصے بخرے ہو گئے تھے۔ میں نے اس سلسلے میں جرمنی، ہالینڈ، فرانس، اور مغربی یورپ کے تمام بڑے بڑے کتاب خانوں سے خط و کتابت کی؛ انگلستان اور سکاٹ لینڈ کے چھوٹے سے چھوٹے کتاب خانے میں خود اس کی تلاش میں پہنچا، لیکن کہیں سے کچھ پتا نہ چلا۔ انگلستان میں اس سے متعلق کسی قسم کی اطلاع نہ ملنے سے تو مجھے کوئی مایوسی نہیں ہوئی، کیونکہ میرا شروع سے

۲۸۔ مختارالدین احمد

خیال تھا کہ اس کے جرمنی میں دستیاب ہونے کا امکان زیادہ ہے؛ لیکن میں اس بات کی تحقیق کرنا چاہتا تھا کہ شاید ہندستان سے اس کا کوئی اور نسخہ انگلستان آگیا ہو، اور یہاں کے کسی غیر معروف کتاب خانے میں پڑا ہو۔

اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالے کے لیے مزید مواد جمع کرنے کے لیے مجھے ۱۹۵۴ء کے اواسط میں لائیڈن (ہالینڈ) جانا پڑا۔ لائیڈن کا کتاب خانہ عربی، فارسی، ترکی مخطوطات کے لیے دنیا بھر میں، بجا طور پر بہت مشہور ہے۔ ہیگ، امسٹرڈم، راٹرڈم ــــ اور ہالینڈ کے بعض دوسرے شہروں میں بھی مشرقی مخطوطات ملتے ہیں۔ میں نے یہاں کئی مہینے ان مخطوطات کے مطالعے میں صرف کیے، لیکن اس تمام دوران میں کربل کتھا کے خیال سے کبھی غافل نہیں رہا۔ دسمبر ۱۹۵۴ء میں وہاں سے جرمنی پہنچا، جہاں مجھے کولون، بون، فرینکفرٹ، مائنز، ماربرگ اور ہائیڈل برگ یونیورسٹیوں اور وہاں کے کتاب خانوں میں کئی ماہ رہ کر کام کرنا تھا۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ برلن کے سرکاری کتاب خانے کی کتابیں ماربرگ اور ٹوبنگن بھیجی گئی تھیں۔ اس پر میں جنوری ۱۹۵۵ء میں ماربرگ گیا اور وہاں کتاب خانے کے ناظم ڈاکٹر ولف گانگ فوگٹ سے ملا اور ان سے اپنا مقصد بیان کیا۔ فرمایا، ہماری یونیورسٹی کا اپنا کتاب خانہ ہے اور خاصا بڑا ہے۔ جنگ کے دوران میں کچھ فوجی بہت سی گاڑیوں میں برلن سے کتابیں لے کر آئے تھے۔ ان کے ساتھ کوئی فہرست نہیں آئی، نہ کوئی انھوں نے بعد کو بھیجی۔ یہ ساری کتابیں ہم نے کتاب خانے کے تہ خانے میں رکھوا دی تھیں، جہاں یہ آج بھی پڑی ہیں۔ آج تک کسی اسکالر نے انھیں نہیں دیکھا، نہ کبھی ہمیں ایسی ضرورت پیش آئی؛ بلکہ ہمیں تو آج تک یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ کتابیں ہیں کس کی ملکیت ــــ جامعۂ ماربرگ کی یا برلن کی۔ میرے اصرار پر انھوں نے کہا کہ تہ خانے سے ان کتابوں کو نکلوا کر اوپر دار المطالعے میں لانا تو بالکل ممکن نہیں؛ ہاں، میں ایک آدمی ساتھ کر دیتا ہوں، آپ خود ہی تہ خانے میں جا کر اپنی مطلوبہ کتاب تلاش کر لیجیے۔ اس پر میں جرمن رہبر کے ساتھ تہ خانے میں اترا۔ جاڑوں کا زمانہ تھا اور ان دنوں ماربرگ میں شدید برفباری ہو رہی تھی۔ آتش دان کے بغیر تہ خانہ گویا کرۂ زمہریر کا خطہ بن رہا تھا۔ میں کانپتا ٹھٹھرتا ایک لمبی میز کے پاس بیٹھ گیا۔ کتاب خانے کا وہ آدمی بیس بیس پچیس پچیس کتابیں لا کر میز پر لگا دیتا۔ میں جب انھیں دیکھ لیتا، تو وہ انھیں ہٹا کر اسی طرح کا دوسرا ڈھیر لے آتا۔ سات دن تک صبح سے شام تک یہی ہوتا رہا۔ ساتویں دن یہ پورا ذخیرہ جو آٹھ، نو ہزار کتابوں پر مشتمل تھا ختم ہو گیا۔ ان میں

عربی فارسی کی سینکڑوں اہم کتابیں ملیں،[۱] جن سے متعلق کئی سو صفحے کی یادداشت تیار ہوگئی۔ لیکن میں نے جس گوہرِ نایاب کی خاطر یہ ہفتخواں طے کیا تھا، اس کا کوئی سراغ نہ ملا۔

میں ماربرگ سے تھکا ہارا ہائیڈل برگ پہنچا۔ یہاں ڈاکٹر البرٹ ڈیٹریش استاذِ السنۂ سامی نے برلن کے کتاب خانے کے انگل کے کا خط (مورخہ ۱۱ جنوری ۱۹۵۵ء) مجھے دیا، جس میں انھوں نے یہ مژدۂ جانفزا سنایا تھا کہ پرانے کاغذات دیکھنے سے معلوم ہوا ہے کہ مخطوطۂ اشپرنگر: ۱۰۲ جس کی آپ کو تلاش ہے، اور کتابوں کے ساتھ ٹوبنگن بھیجا گیا تھا۔ اب کیا تھا، میں خوش خوش ٹوبنگن پہنچا اور ڈاکٹر کیمر سے ملا، جو وہاں عربی زبان وادبیات کے استاذ تھے۔ انھوں نے ناظمِ کتاب خانہ سے ملایا اور وہ مجھے ایک نئے تعمیر شدہ زمین دوز کمرے میں لے گئے، جہاں انھوں نے یہ سارے انمول جواہر جمع کر رکھے تھے۔ کمرہ تو برائے نام ہی تھا، بس ننگی دیواروں کا چوکھٹا تھا، جو جنگ کے اختتام کے دس برس بعد بھی پچ اور سفیدی سے محروم تھا۔ یہاں کھلی الماریوں میں کتابیں چنی رکھی تھیں۔ پہلے ہی دن چند گھنٹوں کی تلاش کے بعد ایک کتاب پر نظر پڑی، جس کی جلد کے پشتے پر "اشپرنگر: ۱۰۲" لکھا تھا۔ کانپتے ہاتھوں سے الٹ کر دیکھا، تو آنکھیں چندھیا گئیں ــــ یہ فضلی کی کربل کتھا تھی۔

شام کو ہوٹل پہنچ کر میں نے متعدد بزرگوں اور دوستوں کو اس لعلِ گمشدہ کی بازیابی کی اطلاع دی۔ میں نے اس سے پہلے قاضی عبدالودود صاحب کو ماربرگ سے ایک خط میں لکھا تھا کہ مجھے یقین ہے، میں یہ کتاب تلاش کرلوں گا۔ فرمائیے، میں نے اسے ڈھونڈ نکالا، تو آپ مجھے کیا انعام دیں گے۔ ان کا فوراً جواب آیا: "میں آپ کو اردو کے محسنوں میں شمار کروں گا، اور اس سے بڑا اور کوئی انعام میں آپ کو نہیں دے سکتا۔" اب کتاب کی دریافت پر انھوں نے بڑی مسرت کا اظہار کیا۔ اور لکھا کہ فوراً اس کے عکس لینے کا انتظام کیجیے۔ میں جب اپریل ۱۹۵۶ء میں یورپ سے واپس آیا،

[۱] ۔ یہاں ابن رشیق کی کتاب العمدہ کا وہ نسخہ نظر سے گزرا، جسے مولانا شبلی نعمانی نے اپنے لیے استانبول میں نقل کروایا تھا، اور جس پر ان کی تحریریں اور دستخط ثبت ہیں۔ معلوم نہیں، یہ کتاب یہاں کس طرح پہنچ گئی۔ ایک اور کتاب دیکھی، جس پر عہدِ اکبری کے مشہور شاعر فیضی کی تحریریں ہیں۔

تو اور بہت سے نوادر کے ساتھ یہ فضلی کی کربل کتھا بھی میرے ساتھ آ گئی۔ اس طرح یہ انمول کتاب جو ۱۸۵۷ء میں ہندوستان سے باہر گئی تھی، پوری ایک صدی بعد عکسی شکل میں پھر اپنے وطن واپس آ گئی۔

مخطوطے کی کیفیت

یہ نسخہ ۱۸×۲۲ تقطیع کے ۲۶۱ اوراق پر مشتمل ہے۔ ہر ایک صفحے پر ۱۱ سطریں ہیں۔ پوری کتاب سیاہ روشنائی سے نستعلیق میں لکھی گئی ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں اور یہی حال قطعہ، شعر، بیت، مصرع، ایضاً، ترجمہ، المؤلفہ اور اس قسم کے دوسرے الفاظ کا ہے جو متن میں درج ہیں۔ ہر فصل کے شروع میں فضلی نے لامیہ اشعار کی ایک بیت درج کی ہے اور ان کی کتابت بھی انھیں دوسرے ابیات سے ممتاز کرنے کے لیے سرخ روشنائی سے کی گئی ہے۔ آیات و احادیث اور عربی کے فقرے نستعلیق میں لکھے گئے ہیں، لیکن ہر مجلس سے پہلے عربی خطبہ، خطِ نسخ میں لکھنے کا التزام کیا گیا ہے۔ اشعار بالعموم شعر کی طرح لکھے گئے ہیں، لیکن کہیں کہیں انھیں نثر بھی بنا دیا ہے[۸۰]۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ کسی جگہ ایک آدھ لفظ لکھنے سے چھوٹ گیا، تو کاتب نے اسے حاشیے میں درج کر دیا ہے[۸۱]۔ لیکن ایسے مقامات بہت کم ہیں۔

کسی دوسرے شخص کی کوئی تحریر یا اندراج کتاب کے اندر یا حاشیے پر نہیں ملتا۔ ہاں، دو تین مقامات پر "دادا" کا لفظ قلم زد کر کے کسی نے "نانا" بنا دیا ہے۔ ابتدائے کتاب میں بسلسلۂ فاتحات دو مختلف مقامات پر شعر آئے ہیں[۸۲]:

بعد ازیں از برائے ظلِّ اِلٰہ — بادشاہِ بہادر احمد شاہ

باز بہرِ قیامِ ظلِّ اِلٰہ — بادشاہِ بہادر احمد شاہ

انھی بزرگوار نے دونوں جگہ اصلاح دے کر مصرعِ ثانی اس طرح کر دیا ہے:

بادشاہِ بہادر محمد شاہ

۸۰۔ کربل کتھا، ۵۔ حضرت علی کا شعر: خلوا سبیل المؤمن المجاھد" اسے نثر سمجھ کر نثر کی طرح لکھا ہے۔

۸۱۔ ایضاً: ۱۳۵، ۱۴۱ وغیرہ — ۸۲۔ ایضاً: ۱۰، ۱۷

مصرع ناموزوں ہوتا ہے، تو اُن کی بلا سے، بے شک ہوتا رہے، انھوں نے تو صرف یہ دیکھا کر دیباچۂ کتاب کی نظم و نثر میں ہر جگہ محمد شاہ کا ذکر ہے، یہاں احمد شاہ کس طرح صحیح ہو سکتا ہے! چنانچہ بیک جنبشِ قلم "احمد شاہ" کو بدل کر "محمد شاہ" بنا دیا۔

قیاس یہ ہے کہ کربل کتھا کا یہ مخطوطہ کم از کم تین صاحبوں کے پاس رہا ہے۔ ان میں سے ایک نے کتاب شروع ہونے سے پہلے کے سادہ اوراق میں سے ایک پر فارسی کے پانچ شعر جو منقبتِ ائمۂ معصومین میں ہیں نقل کیے ہیں، یہ صاحب یقیناً شیعیانِ علی میں سے ہوں گے۔ اور دو تین مقامات پر جو ایک آدھ لفظ کی تصحیح درج ہے، خیال ہے یہ بھی انھیں نے کی ہوگی، کیونکہ سوادِ خط اور روشنائی میں بہت مماثلت ہے۔

ان میں سے پہلے دو شعر یہ ہیں:

بیا تو با دلِ پر خوں بکربلائے حسین — بہ ہائے ہائے بگریید در عزائے حسین
حسین، جانِ گرامی فدائے امت کرد — رواست امت اگر جاں کند فدائے حسین

کسی دوسرے صاحب نے کتاب کے اختتام کے بعد سادہ اوراق میں سے ایک جگہ فارسی کے نو شعر درج کیے ہیں یہ غزل کے متفرق شعر ہیں۔ چونکہ بگمانِ غالب یہ نسخہ اولاً مولوی کریم الدین کے پاس تھا جسے انھوں نے اشپرنگر کی نذر کر دیا، اس لیے یہ فارسی تحریر بھی غالباً مولوی صاحب کے قلم سے ہے۔

اس کے بعد کے ورق پر اشپرنگر کے کتاب خانے کی مطبوعہ فہرست سے اس کتاب سے متعلق تین سطروں کا مندرجۂ ذیل اندراج کاٹ کر چسپاں کر دیا گیا ہے:

"173, h. دہ مجلس the tragical hist. of the death of Hosayn and his relations in prose and verse by Fadhly, who flourished under Mohd. Shah — M. 8."

اس سے اوپر کسی نے خفی قلم سے کتاب کا نام دہ مجلس لکھ دیا ہے۔ وہیں پر انگریزی میں حسب ذیل تحریر بھی ہے۔ ممکن ہے، یہ خود اشپرنگر کے قلم سے ہو:

The sacred hist. of the Shy'ates in ten lectures in Hindustany intended to be read in the first ten evenings of Muharram.

نسخے کے آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں، جس سے سالِ کتابت کا اندازہ ہو یا کاتب کا نام معلوم ہو سکے۔ کتاب پر کوئی مہر یا دستخط وغیرہ بھی ثبت نہیں۔ کتاب نستعلیق میں خوش خط لکھی ہے، قلم نسبۃً جلی ہے۔ اس کے تین صفحوں کے عکس شاملِ کتاب ہیں، ان سے اندازہ ہو سکے گا کہ اصلی مخطوطے کی کیا صورت ہے۔

قلمی نسخے کی کتابت کی بعض خصوصیات قابلِ ذکر ہیں:

۱۔ متعدد جگہ، بالعموم اشعار میں "کے" کی بجائے "کہ" لکھا ہوا ملتا ہے، مثلاً

حاضراں، بس یو با خضوع و خشوع — بادب ہو کہ اوس جناب رجوع

پڑھو سب مل باعتقادِ خاص — فاتحہ ہات اوٹھا کہ با اخلاص

پڑھو سب کر کہ ترک گفت و شنید — فاتحہ باسورۂ توحید

۲۔ پوری کتاب میں ہائے مخلوط کا استعمال کہیں نہیں ہوا۔ تجہ، مجہ، کچہ، کہول، کبہو، گہیرا، بہائی وغیرہ لکھا ہے، حالانکہ ان تمام الفاظ میں ہائے مخلوط لکھنا چاہیے تھی۔

۳۔ بعض اوقات الفاظ کو توڑ کر علیحدہ علیحدہ لکھا ہے، مثلاً بیٹھتی کی جگہ "بیٹہہ تی"، یا ڈھونڈھنے کی جگہ "ڈہونڈنے"۔ اس کی کسر کاتب نے یوں نکال دی ہے کہ جہاں الفاظ الگ الگ لکھے جانے چاہییں، وہاں اس نے ملا کر لکھے ہیں جیسے "ظلم کی" کی جگہ "ظلمکی"، "بغل میں" کی جگہ "بغلمیں" جو "نعلمیں" پڑھا جاتا ہے (ص ۱۰۲)، اسی طرح آہ مارے کو "آہمارے" اور "بہن کون" کو وہ "بہنکون" لکھتا ہے۔

۴۔ ک اور گ میں فرق نہیں کیا گیا ہے یعنی "گ" پر دوسرا مرکز موجود نہیں۔

۵۔ یائے معروف اور یائے مجہول میں امتیاز نہیں، تقریباً ہر جگہ ایک کی بجائے دوسری ملتی ہے یہی حال ت اور ٹ کا ہے۔

۶۔ ایک ہی لفظ کو دو طرح، بلکہ بعض اوقات تین طرح بھی لکھا ہے۔ اس کی مثالیں اوپر گزر چکی ہیں

۷۔ کاتب بہت کم سواد ہے، قرآنی آیات تک غلط لکھی ہیں (دیکھیے صفحات ۲۳، ۵۵، ۱۱۶، ۲۳۴) متعدد مقامات پر قرآنی املا کا بھی لحاظ نہیں رکھا ہے۔ عربی الفاظ کے لکھنے میں کہیں تو الف لام حذف کر دیتا ہے: "افتخار اولین والآخرین (ص ۲۸) یہاں "الاولین" ہونا چاہیے۔ کہیں بغیر ضرورت الف لام کا اضافہ کر دیتا ہے، مثلاً سید الشباب اہل الجنۃ (ص ۳) کہ شباب بغیر الف لام کے درست ہے۔ کاتب عربی اور اردو کے بعض معمولی لفظوں کے املا میں غلطیاں کرتا ہے۔ "اہدنا الصراط" اور "ولا الضالین" (ص ۵۸) میں الف حذف کر دیتا ہے، جب کہ "بالفعل"، "بالضرور" اور "بالحق" میں ایک الف زائد کر کے "باالفعل"، "باالضرور" (ص ۰۰) اور "باالحق" (ص ۱۱۶) لکھتا ہے۔

الماس پیا کو "الماس پیہ" (ص ۶) طوبیٰ کو "طوبا" (ص ۲۶) معاً کو "معن" (ص ۳۹) لکھتا ہے۔ خاندان کو "خانہ دان" (ص ۸۰)، بقر عید کو "بقرہ عید" (ص ۱۳۱) لکھتا ہے۔ پردگیان، یافتگان، شتابگی اور مردانگی کو "پردہ گیان"، اور "یافتہ گان" (ص ۱۸۵) اور "شتابہ گی" (ص ۱۹۱) اور "مردانہ گی" (ص ۱۷۱) لکھتا ہے، اور ہول بمعنی خوف و دہشت کا املا اس کے یہاں "حول" ہے (ص ۱۹۵) اور وہ دریائے فرات کو "فراط" لکھتا ہے۔ (ص ۱۶۸)

(اس کا بھی امکان ہے کہ عربی کی اس قسم کی غلطیاں کاتب کی نہ ہوں، بلکہ ان کے لیے خود مصنف ذمہ دار ہو) یہاں کتاب کا جو متن شائع کیا جا رہا ہے اس میں یہ تمام نقائص دور کر دیے گئے ہیں۔ البتہ ایک بات جوں کی توں رکھی گئی ہے:

اکثر جگہ اعراب بالحروف ظاہر کیے گئے ہیں یعنی زبر کی جگہ الف، پیش کی جگہ واو، اور زیر کی جگہ ی۔ الف کی مثالیں کم ہیں، دوسری دونوں کی تقریباً ہر صفحے پر ملیں گی۔ یہاں چند مثالیں کافی ہوں گی:

دکھ نام : دکھ ص ۱۲۸	سوتا : سُتنا ص ۶۴	دیکھاؤں : دِکھاؤں ص ۱۸
پیاس لاگی : لگی ص ۱۶۹	پوکارتا : پُکارتا ص ۶۵	دیکھلائے : دِکھلائے ص ۶۵

تیر لاگا : لگا ص ۱۸۹ دوکھ : دُکھ ص ۵۵ ایدھر : اِدھر ص ۶۶

دل پھاٹا جاتا ہے : پھٹا ص ۲۰۴ کوٹمنی : کُٹنی ص ۶۶ ایتوار : اِتوار ص ۹۰

جاگہ اس کی دوزخ ہے : جگہ ص ۲۴۵ چھوری : چُھری ص ۲۶۷ پھیر : پھر ص ۹۰

ان تبدیلیوں کے سوائے اصلی نسخے کی خصوصیات کو برقرار رکھا گیا ہے اور یہاں جو متن شائع کیا جا رہا ہے وہ اشپرنگر کے نسخے کے مطابق ہے۔ اصول یہ مدِ نظر رہا ہے کہ متن میں اصل نسخے کے الفاظ رکھے جائیں۔ اگر ضرورت ہوئی تو ذیلی حاشیے میں متبادل الفاظ لکھ دیے گئے ہیں۔ متعدد مقامات پر بدقسمتی سے اس کا التزام نہیں ہو سکا اور متن میں وہ الفاظ درج ہو گئے ہیں، جو حاشیے میں رکھنا تھے۔

— ۳ —

لسانی اہمیت

کربل کتھا کی لسانی اہمیت اور اُردو زبان کی تاریخ میں اس کے نمایاں مقام سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ یہ کتاب دہلوی زبان کا پہلا نقش ہے اور اس وقت تک ہمیں یہاں کے کسی مصنف کی اس سے قدیم تر نثری تخلیق دستیاب نہیں ہوئی۔ یہ کتاب اس زمانے میں لکھی گئی، جب عوام کا تو کیا ذکر، بڑے بڑے امیروں کے گھر میں بھی فارسی کا چلن کم ہونے لگا تھا، اور اُردو کا رواج روز افزوں ترقی پر تھا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اردو اب کوچہ و بازار اور مجالس و دربار میں بخوبی سمجھی جانے لگی تھی۔ راعی اور رعایا، عالم اور عامی، امیر اور فقیر اگر روزمرہ کی عام گفتگو میں اسے ہر وقت استعمال نہ کرتے ہوں، جب بھی اسے آسانی سے سمجھتے سب تھے۔

اس کے باوجود اس میں بھی شبہ نہیں کہ ابھی تک زبان کی جزئیات اور تفاصیل متعین نہیں ہوئی تھیں۔ جس طرح سونا جب تک کٹھالی میں ہے، سیال مادے سے سوا کچھ نہیں: کٹھالی سے نکال کر آپ اسے جو شکل دینا چاہیں، دے سکتے ہیں۔ یہی حال زبان کا ہے۔ آغاز میں یہ لفظوں کا ڈھیر ہے۔ ان الفاظ کو جملوں اور ترکیبوں میں تبدیل کرنا آپ کے اختیار میں ہے۔ ابتدائی دور میں یہ محض تبادلۂ خیالات کا ذریعہ ہوتی ہے۔ اس مرحلے پر کوئی اس بات کی پروا نہیں کرتا کہ یہ لفظ مذکر ہے اور وہ مؤنث، اس جگہ زبر ہے اور اُس جگہ پیش، یہ ترکیب فصیح ہے یا غیر فصیح —— مدعا اپنا مافی الضمیر مخاطب پر واضح کرنا ہوتا ہے۔ اگر یہ ضرورت رفع ہو گئی، تو گویا

زبان کے عالمِ وجود میں آنے کا مقصد پورا ہو گیا۔

جب ہم لسانی پہلو سے کربل کتھا کا مطالعہ کرتے ہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ زبان اچھی خاصی ترقی کر چکی ہے، تاہم ہنوز اس کے اصول و قواعد مرتب نہیں ہوئے؛ صرف و نحو نے متعین شکل اختیار نہیں کی؛ اور تو اور الفاظ کا املا تک غیر یقینی ہے ــــ ایک ہی لفظ کو آپ ایک طرح سے بھی لکھ سکتے ہیں اور کسی دوسری طرح سے بھی ــــ اور کوئی اسے قابلِ اعتراض بات خیال نہیں کرے گا۔

غرض کتاب کے مطالعے سے چند بنیادی اصول مستنبط ہوتے ہیں:۔

ا۔ (۱) اردو اپنی بنیاد میں ہند آریائی زبان ہے۔ اس لیے اس میں سنسکرت الفاظ کے مشتقات یا ان کی ارتقائی شکلوں (یا ہندی لفظوں) کی موجودگی قدرتی بات ہے۔ ہندی الفاظ مثلاً سیس (ص ۹، ۱۱۷، ۲۰۷) بسرام (ص ۱۰)، بھسم (ص ۵۷)، پلچھنا (ص ۸۰)، من موہن (ص ۱۹۷)، جم (ص ۲۰۵) سنکات (ص ۲۰۶) بپت (ص ۱۶۳، ۱۹۸، ۲۱۹، ۲۲۲، ۲۹۹) اچرج (ص ۲۲۲) سنگت (ص ۱۹۴، ۱۹۷) وغیرہ کثرت سے آئے ہیں۔ یہ الفاظ بہت کچھ اپنی اصلی حالت اور تلفظ میں ہیں، اور بعض اوقات بدلے ہوئے ہیں۔ یہ کچھ تعجب کی بات نہیں۔ الفاظ مسلسل استعمال کی خراد پر چڑھ کر آخر وہ شکل اختیار کر لیتے ہیں، جو بولنے والوں کو سب سے آسان نظر آتی ہے۔ اس موضوع پر تفصیل سے لکھنے کی ضرورت نہیں۔

(۲) لیکن فضلی نے خلافِ معمول پنجابی کے لفظ اور لہجہ بھی استعمال کیا ہے۔ مثال کے طور پر چند لفظ ملاحظہ ہوں:۔

نال: ساتھ ــــ سیس اوس شہ کا نیزے نال ہوا (ص ۷)

یا ــــ اس مجلسِ نویں میں شہادت پڑھوں ہوں میں عباس علی، محمد انس کی کرتال ہے (ص ۱۶۵)

سٹ: سٹنا، چھوڑنا، ترک کرنا ــــ جو گئے ہیں گے سٹ سب اپنے وطن (ص ۱۱)

کھلیان: یہ دانہ اشک کا اس خاکِ زندگی میں بو لو کہ ایک دن دِرو کر کھلیان کرو گے (ص ۵۱)

کلھ: کل، فردا، دوش (فردا کے معنی میں) کلھ توں میری مصیبت میں گرفتار ہوئے گا۔ (ص ۴۷)

ــــ (دوش کے معنوں میں) تم اپنے پیغمبر کی اولاد کوں کہ کلھ تم میں سے گیا ہے مارتے۔ (ص ۲۶۴)

ــــ (بمعنی فردا) کلھ دن جمعہ کا ہے۔ (ص ۲۶۹)

رُلے: آلودہ، خراب ــــ مونہہ خوش جمال اون کے لوہو میں رُلے۔ (ص ۷۵)

چنگا: تندرست، صحت یاب ــــ ابھی وہ داغ چنگا نہیں ہوا، اور رکھے اوس اوپر۔ (ص ۷۵)

کاہلا: تیز، بے چین ــــ اسمانے کہا، ماں کا جیو کاہلا ہے (ص ۷۶)

کاڑھ: کاڑھنا، تاننا، نکالنا ــــ وو شہ کے سر پہ علَم پھر کے کاڑھ بولے نراس (ص ۱۶۸)

سار: حال، خبر، پروا ــــ توں سار پیاسے کی کیا جانے ہے کنارِ فرات (ص ۱۶۹)

بھوئیں: زمین ــــ جس گھڑی عباسِ بیکس کا ہوا بھوئیں پر مقام (ص ۱۷۲)

ــــ جس وقت گھوڑے سے گرا بھوئیں پر وہ شہسوار۔ (ص ۲۰۶)

گھنڈی پڑنا: گلے آنا ــــ ؎ ہنسلی گئی، گھنڈی پڑی، کوآ گرا، تو دائی سے

ملواؤں اے لوگو، کہو، پوچھوں پوچھاؤں اکسے (ص ۱۹۲)

سوانی: عورت ــــ نگر پھرتی ہے گھر کی بی بی سوانی۔ (ص ۲۲۲)

ایانی: معصوم، انجان ــــ اب آئی ہوں گی عقل و سُدھ سے ایانی (ص ۲۲۵)

پھویا: نازک بدن، کمزور ــــ یہ دودھ کا پھویا جو تھا اصغر، نشانِ تیر ہوا (ص ۱۹۲)

جھوٹھا: جھوٹا ــــ اور ظالموں، فاسقوں کوں جھوٹھا اور رسوا کیا (ص ۲۳۰)

ــــ خدانے تمہیں کیسا جھوٹھا کیا۔ (ص ۲۶۰)

جھوٹھ: جھوٹ ــــ الحمد للہ کہ اہل بیتِ رسول جھوٹھ اور نفاق پاک ہیں۔ (ص ۲۶۱)

ــــ ملعون کہا، جھوٹھ کہتی۔ (ص ۲۶۲)

چوئے: ٹپکے ــــ آنسو لہو کے سب کی آنکھوں سے چوئے۔ (ص ۲۶۶)

یہ سب ٹھیٹھ پنجابی لفظ ہیں اور آج صدیاں گزر جانے کے بعد بھی اسی طرح سے اور انہی معنوں میں مستعمل ہیں۔ فضلی کے یہاں ان کا استعمال ایسا برمحل اور برجستہ ہوا ہے کہ اس سے یقین ہوتا ہے کہ وہ پنجابی ضرور جانتے تھے۔ ہندسوں میں خاص طور پر پنجابی لہجہ استعمال ہوا ہے مثلاً گیارہ [۱۱]، بارہ [۱۲]، تیرہ [۱۳]، چودہ [۱۴]، سترہ [۱۵]، اٹھارہ [۱۸] ــــ یہ ٹھیک اسی طرح ہے، جیسے آج۔

ہر ایک زبان میں لفظ اپنے لغوی معنوں میں لیے جاتے ہیں، اور ان معنوں میں ہر ایک شخص انھیں آسانی سے

استعمال کر سکتا ہے لیکن بعض لفظوں کے لغوی استعمال کے علاوہ بھی کچھ پہلو ہوتے ہیں۔ یہ اتنے نازک اور مخفی ہوتے ہیں کہ ہر کسی کی گرفت میں نہیں آسکتے۔ اس کے لیے اہلِ زبان ہونا یا کم از کم اہلِ زبان کے ساتھ طویل زمانے تک شب و روز کا میل جول اور ان کی ہر طرح کی تقریبوں اور مجلسوں میں حاضری اور گفتگو شرط ہے۔ اگرچہ اس کا بھی یہ لازمی نتیجہ نہیں کہ کوئی شخص کسی دوسری زبان کی تمام انوٹوں اور اس کے الفاظ کے محلِ استعمال کے خفیف اور نازک فرق پر حاوی ہو جائے گا، لیکن اس سے بہت کچھ تلافی ہو جانے کا امکان ضرور ہے۔

مندرجۂ صدر پنجابی الفاظ میں سے بھی بعض فضلی نے اسی طرح سے استعمال کیے ہیں۔ مثلاً حضرت فاطمہؓ کے مرض الموت کے بیان میں لکھتے ہیں:۔

"شاہزادوں نے کہا: اے اسما! کبھو دیکھا ہے توں نے کہ بغیر ماں کے کھانا کھائے ہیں۔
اسما نے کہا کہ ماں کا جیو کاہلا ہے، تم نوش کرو۔" (ص ۷۶)

کاہلا (فضلی نے اعراب بالحروف کے قاعدے سے پہلا الف، فتح کی جگہ لکھا ہے) کے لغوی معنی ہیں: تیز، جلد باز، بے صبر۔ لیکن روزمرے میں کبھی کبھی اس کا استعمال بیماری کی حالت میں بے چینی کے لیے بھی ہوتا ہے، خاص طور پر جب سانس لینے میں تکلیف محسوس ہو رہی ہو۔ فضلی نے اسے یہاں انھیں خاص معنوں میں استعمال کیا ہے۔

یا مثلاً لفظ "پھویا" ہے۔ فضلی مرثیے میں حضرت زینب کی زبان سے علی اصغر سے متعلق کہتے ہیں:

چھ مہینے کا وہ دودھ کا پا ہے پھویا لعیں، سنگ دل اوس کا جیوڑا بھی کھویا
جگر اوٹمنا لوہو پیو، وہ نہ رویا سدھارا، کیا اتنی ہی زندگانی (ص ۲۲۰)

یہ لفظ اور جگہ بھی انھیں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ (ص ۱۸۶، ۱۹۲) پھویا کے عام معنی "روئی کا چھوٹا سا ٹکڑا" کے ہیں۔ دوائی لگانے کے لیے "روئی کا پھایا" بھی اسی سے بنا ہے۔ پنجاب میں عورتیں بہت چھوٹے، دودھ پیتے بچے کو "دودھ کا پھویا" کہتی ہیں جیسے "دودھ کا قطرہ"؛ اور اس کا استعمال عموماً اس محل پر ہوتا ہے، جہاں بچے کی بے بسی، کمزوری، مظلومیت کا اظہار مقصود ہو۔ خیال ہوتا ہے کہ چونکہ دودھ اور روئی دونوں کا رنگ سپید ہے، اس لیے "دودھ کا پھویا" بنا۔ بعض اور لفظ بھی مثلاً ٹھنڈی، ترنا وغیرہ اسی قبیل سے ہیں۔

فضلی کے یہاں ان الفاظ کا استعمال جس چابک دستی سے ہوا ہے وہ ان کی پنجابی زبان سے ماہرانہ واقفیت پر دال ہے۔

(۳) کربل کتھا میں دکنی لہجہ بھی بہت نمایاں ہے۔ دکنی زبان سے متعلق بعض ماہرین کا یہ خیال ہے کہ یہ بہت حد تک کھڑی بولی اور ہریانوی سے متاثر ہے اور جو مماثلت دکنی اور پنجابی میں ملتی ہے، وہ ہریانوی کے واسطے سے آئی ہے، جو دراصل پنجابی ہی کا ایک روپ ہے۔ پس ہو سکتا ہے کہ فضلی کے ہاں ہمیں جو دکنی کی مثالیں ملتی ہیں، وہ اصل میں ان کی پنجابی سے واقفیت کا نتیجہ ہوں لیکن اس میں بھی شبہ نہیں کہ کربل کتھا کی تالیف سے پہلے ۱۱۳۴ھ/۱۷۲۲ء میں ولی کا دیوان دلی میں پہنچ چکا تھا اور گمانِ غالب ہے کہ فضلی نے بھی اُسے ضرور دیکھا ہو گا۔ اس مطالعے کا بھی ان کی تحریر میں اثر نمایاں ہونا چاہیے۔ بہرحال دکنی لہجے کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:۔

(الف) ہاکار آوازوں میں تخفیف دکنی کا عام اصول ہے۔ کربل کتھا میں بھی بچ (ص ۱۹۳) مجُ (ص ۱۸۸، ۱۹۲)، سانج بجائے سانجھ (ص ۱۷۱، ۱۹۳) وغیرہ کی مثالیں ملتی ہیں۔

(ب) دکنی میں نون غنہ کا استعمال بہت افراط سے ہوتا ہے۔ کربل کتھا کی یہ مثالیں دیکھیے:۔

حاضراں مل کے اس مطالب کوں فاتحہ اب پڑھو دل و جاں سوں (ص ۱۲)

ہم مصاحبت و مجالستِ حسین کو بہشت سے نہیں پہنچتے (ص ۵۳)

اگر روویے توں اوس حضرت پر ... الخ (ص ۵۵)

جب حضرت رسالت پناہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے کوچ کیا۔ (ص ۱۷)

کوئی کہے: اے فلک توں نہیں ترس کرے ہم پر۔ (ص ۱۶۷)

بہت سے پیسے خرجِ راہ لیے حاضر کر، کہا (ص ۲۸۵)

اس طرح کی بیسیوں مثالیں کتاب میں موجود ہیں، یہ سب اسی قبیل سے ہیں۔

(ج) دکنی میں جمع کی علامت "ون" یا "ی ن" کی جگہ 'ان' اضافہ کرنے کا بھی رواج ملتا ہے۔ کربل کتھا میں اس کی مثالیں بھی دستیاب ہو جاتی ہیں، مثلاً:۔

حاضراں ـــــ حاضراں، پس یو باخضوع و خشوع باادب ہو کے اوس جناب رجوع (ص ۲)

ـــــ حاضرانِ مجلس بھی روئے (ص ۸۳)

گھاوان ـــــ گھاوانِ بے شمار ۔ (ص ۱۱۳)

اوشتان ـــــ سروپا برہنہ اوشتانِ بن پالان پر سوار کر، لے چلا (ص ۲۱۸)

(د) بعض الفاظ کا ٹھیک تلفظ ڑ یعنی رائے ہندی سے ہے، ایسے مقامات پر دکنی میں دال ہندی (ڈ) کو ترجیح دی جاتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کربل کتھا میں اس کی پیروی کی گئی ہے:۔

بڑھئی کی جگہ بڈھی: بڈھیوں کے بازار میں دیکھا (ص ۱۰۹)

بڑھیا کی جگہ بڈھیا (بوڈھیا): اتنے میں بیٹا اوس بوڈھیا کا آیا (ص ۱۱۱)

بوڑھا کی جگہ بوڈھا: ایک بوڈھا کہ سردار وہاں کا تھا ۔۔۔ الخ (ص ۲۴۷)

بڑھاؤں کی جگہ بڈھاؤں: چوٹیاں آتاروں سر کی، سو منتیں بڈھاؤں اکبے (ص ۱۹۲)

۲۔ فضلی فارسی سے ترجمہ کر رہے تھے، اس لیے وہ فارسی ترکیبیں اور لغظا فراط سے استعمال کرنے پر مجبور تھے۔ لیکن بسا اوقات انھوں نے فارسی اور ہندی لفظوں کو ملا کر ایسی ترکیبیں بنائی ہیں، جو آج ہمارے لیے بہت نامانوس ہیں، اور ہم انھیں کسی عنوان قبول نہیں کر سکتے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

(۱) دکھ کشیدہ ہے مادرِ حسنین (ص ۵)

(۲) صدفِ غم میں بحرِ دکھ کا مقیم (ص ۸) یہاں دونوں جگہ دکھ ہندی ہے۔

(۳) اے محبانِ یک تن و من (ص ۱۰) یہاں اس مصرے میں 'من' ہندی ہے بمعنی دل۔

(۴) صاحبِ بھیدِ سید البشر (ص ۲۹) اس ترکیبِ اضافی میں 'بھید' کا استعمال قابلِ غور ہے۔

(۵) ہر ساعت صحنِ گھر میں نکل آسماں کوں دیکھ، فرماتے (ص ۴۸)

(۶) دانت سارے گر پڑے اوس پیالے میں مانندِ کھیل (ص ۱۱۴)

(۷) سُمِ گھوڑے سے نوکِ نیزہ سے ماہ و ماہی تباہ اب کروں گا

مثلِ بلبل بنالہ ہائے دکھ بانگِ وا سیداہ اب کروں گا (ص ۱۵۴)

(۸) اور کسب سب کا کپڑا حریر بنانا تھا (ص ۲۴۴)

(۹) خاکِ غم بر سیس فرزندِ محمد چھانتا ۔ (ص ۲۰۷)

(۱۰) جوں وہ بیت زرگانِ مصیبت کشیدہ اوس ملعون کے دروازے پر پہونچے ۔ (ص ۲۶)

ان فقروں میں صحنِ گھر، مانندِ کھیل، سمِ گھوڑا، نالہ ہائے دوکھ، سیسِ فرزندِ محمد، کپڑۂ حریر، پت زدگان ـــــ ایسی ترکیبیں ہیں جن میں فارسی اور ہندی لفظوں کا بے جوڑ پیوند لگایا گیا ہے اس طرح کی اور اَن گنت ترکیبیں بھی ملتی ہیں۔

اضافی ترکیبوں ہی کا نہیں فضلی نے واوِ عاطفہ بھی بڑی آزادی سے استعمال کی ہے۔ انھوں نے ہندی لفظوں کو بھی واوِ عاطفہ سے جمع کیا ہے، اور ہندی اور فارسی لفظوں کو بھی۔ اس کی چند مثالیں دیکھیے:

غم و دوکھ (ص ۷۷)، یہ جان و یہ تن (ص ۱۱۱)، مال و دھن (ص ۱۶۳)، گور و گڑھا (ص ۲۲۳، ۲۲۷، ۲۲۸)، بے جد و ماں (ص ۲۲۸) رکھے و چلے، کھولے و چلے، چھوڑے و چلے (۱۰۰) ان تمام مقامات پر واوِ عاطفہ کا استعمال غیر معمولی اور آج کل کے اصولوں کے خلاف ہے۔ فضلی نے اس سے کہیں زیادہ پورے پورے جملوں اور مصرعوں پر عطف کا اسی طرح استعمال کیا ہے، جو قدرتی طور پر آج ہمیں بہت عجیب معلوم ہوتا ہے،

پیاس میری و کہیر درود پڑھو   اون کہا پانی وقت یاد کرو (ص ۷)

ع   بعد آں حرّ و اس کا بھائی شہید (ص ۱۰)

ع   گنہ ہیں مارتے تجھ عشق کے و غوغا ہے (ص ۱۱۶)

ع   لایا ہے وُو ران تلے و بیچ ہاتھ (ص ۱۷۰)

یہ دو شعر دیکھیے: سدا ابجاڑوں کی پلکوں سیتی یہ صحرا   کہ اس جا پڑا ہے ترا لوہو پانی

ویا لے کے اون دو ستخوانوں کوں یہاں سے   مدینہ میں ہماؤں کی دادا کے روضے (ص ۲۲۵)

۳۔ فضلی کے زمانے میں اُردو لکھنے کا رواج نہ ہونے کے برابر تھا؛ اور ظاہر ہے کہ جب تک کوئی زبان لکھی نہ جائے، اس کے الفاظ کے ہجوں اور املا کا معیار کیونکر قائم ہو سکتا ہے! یہی وجہ ہے کہ ہمیں کربل کتھا میں بسا اوقات ایک ہی لفظ مختلف طریقوں پر لکھا ملتا ہے۔ مثلاً:

(۱) وہ: پر کفر وہ کریں ہیں (ص ۱۵۵)؛ نہ پھر حسین کوں وہ دیکھے، نے حسین اون کے (ص ۲۰۴)

وو: کیونکر کہ دو جہاں کا وو صاحب مدار ہے (ص ۱۴۱)؛ ہووے گا اس وقت تزلزل میں وو عرشِ اعظم (ص ۱۲۷)

(۲) ونہیں: اس قصد کو مصمم کر، ونہیں رہا (ص ۳۹، ۴۰)؛ ونہیں ندائے الٰہی آئی (ص ۶۱)

ووہیں: ووہیں دل کو تقویت ہو (ص ۳۸)؛ ووہیں آنکھ میری کھل گئی (ص ۴۰)

(۳) کتاب خانی : بعد کتاب خانی سب یہ مذکور کرتے (ص ۳۸)

کتاب خوانی : بعد کتاب خوانی اور سینہ زنی کے ایک فاتحہ مخفی ..... پڑھا (ص ۳۹)

(۴) لوہو : رَدلوہو کی زدیدہ گریان جاوے ہے (ص ۶۵) ؛ اور جگہ ہمارے لوہو گرنے کی (ص ۱۳۶)

لہو : مسجد سے مجکوں نے چلو اب گھر لہو لوہان (ص ۸۸) ؛ لہو ہی آج ہیگا میری قسمت، الوداع (ص ۱۹۷)

(۵) دھنوا (دھواں) : دھنوا اوس گھر سے اوٹھا دے (ص ۶۶)

دھونوا : دھونوا اوس کے دل سے اوٹھا (ص ۱۰۵)

(۶) پانو : پانو میری زیارت سے نہ اینچیو (ص ۷۷) ؛ اجل نے جال بچھا، پانو گھوڑے کے پکڑے (ص ۱۳۵)

پاؤں : پاؤں اپنا ابنِ ملجم پر مار، کہے (ص ۸۶) ؛ داہنا پاؤں بائیں پاؤں پر رکھے ... (ص ۹۷)

(۷) جھوٹا : تمہیں رسوا اور جھوٹا کیا (ص ۲۳۰)

جھوٹھا : تمہیں کیسا جھوٹھا کیا (ص ۲۶۰) ؛ خدا نے منافقوں کوں جھوٹھا کیا (ص ۲۶۰)

جھوٹھ : اہلِ بیتِ رسول جھوٹھ اور نفاق [سیتی] پاک ہیں۔ (ص ۲۶۱)

(۸) بھتر : تھی سکینہ مچلی ہوئی گودی بھتر (ص ۱۷۷) ؛ ارمان تھا مجھ دل بھتر سالی گرہ کرتی تری (ص ۱۹۳)

بھیتر : ارمان تھا مجھ دل بھیتر دولھن لے آؤں تجھ لیے (ص ۱۹۳)

(۹) توباہ : خدایا ! توباہ کیا میں (ص ۲۵۵)

توبہ : پس اگر توبہ میری قبول ہوئی .... (ص ۲۵۵)

تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض الفاظ جو آج کل ہم بالاتفاق 'س' سے لکھتے ہیں، کربل کتھا میں 'ث' سے لکھے ملتے ہیں۔ مثلاً 'سات' کی جگہ 'ثات' (ص ۱۱۵، ۱۲۱، ۲۰۶)، 'ساتویں' کی جگہ 'ثاتویں' (ص ۱۳۲)، 'مسیں' کی جگہ 'مثیں' (ص ۱۶۲)، 'اسی' کی جگہ 'اثی' (ص ۱۶۹)، 'ڈھارس' کی جگہ 'ڈھارث' (ص ۱۸۶)۔ فلسطین کا مشہور شہر عسقلان ہے، اسے عثقلان لکھا ہے (ص ۲۵۲)

غالباً املا میں اسی غیر یقینی صورتِ حال کا یہ نتیجہ ہے کہ کربل کتھا میں متعدد الفاظ خاص طور پر افعال کا لاحقہ جدا لکھا گیا ہے۔ مثلاً بیٹھ تی، پہن تی، بیٹ تی، اولٹ تی، بحث تی، ڈھونڈھ تا، چاٹ تا، گھسوٹ تا،

جیت تا، لوٹ تا، مردانہ گی، ہشت شماہ گی، خانہ دان، وغیرہ اس کی چند مثالیں ہیں۔

بعض عربی الفاظ کے املا میں بھی جدت سے کام لیا ہے۔ مثلاً معاً کی تنوین کی جگہ نون لکھ کر اسے معن بنا دیا ہے (ص ۲۹) اور دوسری جگہ بالضرور میں ایک الف زائد کر کے اسے 'باالضرور' لکھا ہے (ص ۷۰)

۴۔ یہی صورت الفاظ کی تذکیر و تانیث کی ہے۔ بدقسمتی سے یہ مسئلہ کا ملاً آج تک طے نہیں ہوا۔ کئی لفظوں سے متعلق ہم متفقہ فیصلہ نہیں کر پائے کہ یہ مذکر ہیں یا مونث۔ ایک ہی لفظ دلّی میں مذکر ہے اور لکھنؤ پہنچ کر مونث بن جاتا ہے؛ یا معاملہ اس کے برعکس ہے کہ لکھنؤ میں کوئی لفظ مذکر بولا اور لکھا جاتا ہے، اور دلّی والے اسے مؤنث کہتے ہیں۔ کربل کتھا میں استعمال شدہ بعض لفظوں کی تذکیر و تانیث سے متعلق بھی گفتگو ہو سکتی ہے۔

(۱) کمر باندھنا (مذکر): اے فطامہ! قبول کیا، اور قتل علی پر کمر باندھا۔ (۸۲-۸۳)

اب ان معنوں میں مونث بولتے ہیں۔

(۲) جان (مذکر) اے پدر! جان میرا قربان تیرے (ص ۶۶)؛ جان اپنا جان دینے والے کوں سونپا (ص ۱۴۷)

جان اپنا اوس جان لیے دیجیو (ص ۱۵۰)؛ یا ابن رسول اللہ! جان میرا قربان تیرے (ص ۱۶۶)

ع اے شہ دیں! جاں گیا تجھ پر فدا عباس نے (ص ۱۷۱)

ع بچی بچاری کا اب مفت جان جاتا ہے (ص ۲۰۳)

بس اگر توبہ میری قبول ہوئی، جان میرا لے (ص ۲۵۵)

اور تعجب ہے کہ اس سے اگلی سطر ہی میں اسے مونث بھی لکھا ہے۔

ع کیا گلی میں محبت کی اپنی جان نثار

اب بالاتفاق مونث ہے۔

(۳) سوگند (مذکر): ملعون نے قبول کیا اور سوگند کھایا (ص ۱۱۱)

اب مونث ہی بولتے اور لکھتے ہیں۔ محسن کاکوروی کا شعر ہے ؎

داؤد کے نغمہ ہائے دلبند — کھائی دم عیسوی کی سوگند

(۴) غرض (مذکر): غرض میرا بدلے سے نہ تھا (ص ۹۴)

اب مونث ہے۔ داغؔ کہتے ہیں ؎

جس کو دیکھا غرض غرض کا اپنی دنیا کا عجیب کارخانہ دیکھا

(۵) کنٹھ (مونث): ع کنٹھ اس کی پیاسوں سوکھی اور تالو گر پڑا ہے (ص ۱۸۸)

اب مذکر کہیں گے۔

اسی طرح اصل کو مذکر (۸۱، ۱۹۹)، آیت مذکر (۵۹)، راہ مذکر (۲۵۶) وحی مذکر (۹۳) پرواز مذکر (۱۹۹) لکھا ہے۔

۵۔ (الف) صرف کا یہ عام قاعدہ ہے کہ جب فعل مونث مرکب ہو، تو جمع کا اطلاق صرف دوسرے جزو پر ہوتا ہے، مثلاً واحد کی صورت میں 'کرتی ہے'، تو جمع کی صورت میں 'کرتی ہیں' ہوگا۔ پہلا جزو 'کرتی' علیٰ حالہٖ قائم رہے گا، اور دوسرے جزو کو جمع کر دیا جائے گا۔ فضلی نے عام طور پر دونوں اجزا کو جمع کی صورت میں لکھا ہے۔ اس کی مثالیں بہت ہیں، یہاں صرف چند پر اکتفا کیا جاتا ہے:

ملیں ہوئیں (ص ۴۹)، دیتیں ہیں (ص ۵۳)، دیتیں تھیں (ص ۸۵)، چھوڑتیں تھیں (ص ۸۵)، روتیاں تھیں (ص ۱۶۲) اور ڈراتیاں تھیں (ص ۱۶۴)، کہتیں تھیں (ص ۱۶۴)، کاٹیں تھیں (ص ۱۹۵)، روتیں تھیں (ص ۲۱۶)

(ب) جہاں فعل مرکب نہیں ہوتا، وہاں جمع کی صورت میں بالعموم نون غنہ کا اضافہ کیا جاتا ہے، عورت آئی، واحد؛ عورتیں آئیں، جمع؛ وہ گئی، واحد؛ وہ گئیں، جمع۔ فضلی نے اس صورت میں عام طور پر 'ان' کا لاحقہ استعمال کیا ہے۔ مثلاً: نکلیاں (ص ۸۱)، ہوتیاں (ص ۸۹) پھریں گیاں (ص ۸۹)، کریں گیاں (ص ۸۹) کہتیاں (ص ۸۸، رکھتیاں (ص ۱۷۱)، بلکتیاں (ص ۱۶۹)، دکھلاتیاں (ص ۱۶۴، ۱۷۱) بھاگیاں (ص ۲۱۷) جاتیاں۔ روتیاں (ص ۲۴۰)

(ج) مرکب توصیفی میں موصوف خواہ واحد ہو، خواہ جمع، صفت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، وہ واحد ہی رہتی ہے۔ فضلی اس کے برعکس صفت کو بھی جمع لکھتے ہیں، مثلاً بھیگتیں مٹیں (ص ۱۶۲) وغیرہ۔

(د) فضلی کے ہاں 'نے'، علامتِ فاعل بالعموم ساقط ہے۔ اس کی مثال تقریباً ہر ایک صفحے پر مل جاتی ہے۔

۶۔ بعض عربی لفظوں کی جمع سے جمع (جمع الجمع) بنانے کا رواج اب تک ترک نہیں ہوا مثلاً شائقین، احوالات کہیں کہیں اب بھی دیکھنے سننے میں آجاتا ہے۔ فضلی نے اس طریقے کا بڑی فیاضی سے تتبع کیا ہے:

ابرارا‌ں (ص ۱۱)، عقلاؤں، بلغاؤں (ص ۱۹) مصائبوں (ص ۶۴)، احادیثیں (ص ۱۵) اصحابوں (ص ۵۹، ۶۲، ۶۴، ۹۷، ۱۴۴، ۱۳۷، ۲۴۴، ۲۵۴) خوارجوں (ص ۸۲) شہداؤں (ص ۱۹۹) امرایان (ص ۲۰۱) اقرباؤں (ص ۲۴۳) اور اصحاب، عجائب، اقربا کو بطور واحد بھی استعمال کیا گیا ہے: 'ایک اصحابِ کبار زید بن ارقم نام بیٹھا تھا' (ص ۲۲) 'عجائبِ قت دیکھتا ہوں' (ص ۲۰۴)، 'کیا رنہیں یا ور نہیں خویش اقربا میرا نہیں (ص ۲۰۵، ۲۱۹)، 'اس دو دکھ میں کوئی بھائی خویش اقربا ہے' (ص ۲۱۹)

اس مختصر بیان سے واضح ہے کہ ہماری زبان کی تاریخ میں کربل کتھا کا کتنا اہم مقام ہے۔ کیا بلحاظ نمونۂ ادب کے اور کیا بلحاظ صرف و نحو کے یہ کتاب بجا طور پر زبانِ اردو کی گم شدہ کڑی کہی جاسکتی ہے۔

— ۴ —

اس کتاب کے کسی دوسرے نسخے کا آج تک کہیں سے سراغ نہیں مل سکا۔[۸۲] ناچار متن کی بنیاد اسی اکیلے نسخے پر رکھنا پڑی۔ اس کا پڑھنا آسان نہیں تھا۔ زبان قدیم، رسم الخط پرانا، کاتب کی روایتی اغلاط، ان سب مشکلات کے باوجود متن بہت حد تک صحیح چھپ رہا ہے۔ جو دو چار جگہ مشکوک رہ گئی ہیں، وہ بھی حل ہو جاتیں۔ اگر کتاب کا

۸۲۔ حامد حسن قادری مرحوم نے لکھا ہے کہ "کربل کتھا کا ایک قلمی نسخہ مفتیانِ گوپامئو کے قدیم کتب خانے میں تھا۔ کتاب نقل در نقل تھی اور ناتمام تھی۔۔۔۔ اس قدر محقق ہے کہ یہ کتاب روضۃ الشہدا کا اردو ترجمہ ہے اور اس کا کوئی دوسرا قدیم اردو ترجمہ بجز کربل کتھا کے معلوم و مشہور نہیں، اس لیے ہم اس امر میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے کہ اس نسخے کو کربل کتھا مان لیں اور اس کا اقتباس داستانِ تاریخِ اردو میں شامل کر دیں۔۔۔۔ اس اقتباس کی عبارت، زبان، اسلوب میں کوئی ایسی بات نہیں، جو اس کو فضلی کا ترجمہ سمجھنے سے مانع ہو۔" اس کے بعد طویل اقتباس دیا ہے۔ [داستانِ تاریخِ اردو: ۵۰۔۵۲] اس کے واحد راوی مفتی انتظام اللہ شہابی ہیں: ہمارا خیال ہے کہ مفتیانِ گوپامئو کے "قدیم کتب خانے" میں کربل کتھا کا کوئی نسخہ کبھی موجود نہیں تھا۔

تعجب ہوتا ہے حامد حسن قادری کے یہ لکھنے پر کہ ان کے مندرجہ اقتباس کی زبان اور عبارت فضلی کے اسلوب کے مطابق ہے حالانکہ اس اقتباس کی زبان اور اس دیباچے کی زبان میں جو کریم الدین نے اپنے تذکرے میں دیا ہے اور جو ان کے سامنے تھا، زمین آسمان کا فرق ہے۔

کوئی دوسرا نسخہ میسر آجاتا۔ یہ کتاب آج تک شائع نہیں ہوئی اور پہلی مرتبہ منظرِ عام پر آرہی ہے۔[۸۴]

کتاب کی ترتیب میں جناب قاضی عبدالودود صاحب (پٹنہ) اور ڈاکٹر عبدالستار صدیقی (الہ آباد) سے جو قیمتی مدد ملی ہے، اس کا شکریہ ادا کرنا ہمارا خوشگوار فرض ہے۔ قاضی صاحب موصوف نے مسودے کا کچھ حصہ دیکھا اور بچے مطبوعہ اجزا پڑھ کر اغلاط سے آگاہ کیا، ان میں سے کچھ غلط نامے میں درست کی جارہی ہیں۔ کتاب جس طرح شائع کرنے کا ارادہ تھا، اس طرح نہیں ہوسکی۔ خاص طور پر کتابت کی غلطیوں کا بہت افسوس ہے ان میں سے متعدد ایسی ہیں جو قارئین آسانی سے خود درست کرلیں گے، مثلاً کہیں کسرۂ اضافت نہیں، یا نقطہ رہ گیا ہے، یا زائد ہوگیا ہے۔ البتہ ایک غلطی کی طرف اشارہ ضروری ہے۔ ایسے مرکبات توصیفی یا اضافی جن کے آخر میں 'ی' ہو، وہاں 'ی' پر ہمزہ غلط ہے، جیسے خدائے لم یزلی (ص ۱، س ۳)، ابروئے خمدار (۲۱۸: ح ۸) وغیرہ، ان تمام جگہوں پر ہمزہ غلط ہے، 'ی' کے نیچے کسرۂ اضافت چاہیے۔ اسی طرح ہائے، پائے جائے میں بھی 'ی' پر ہمزہ ٹھیک نہیں، البتہ جہاں 'ی' فعل کا جز و ہو مثلاً جائے، آئے وغیرہ، یہاں اس سے پہلے ہمزہ لازمی ہے۔ بعض ایسی غلطیاں جن سے متن یا مدعا کے خبط ہوجانے کا اندیشہ ہے، 'تصحیحات' میں ان کی نشان دہی کردی گئی ہے، ناظرین انھیں درست کرلیں۔ اگر طبع ثانی کی نوبت آئی، تو انشاءاللہ ان خامیوں کو دور کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

مالک رام

۱۵ اکتوبر ۱۹۶۵ء (ساہتیہ اکاڈیمی، نئی دلی)

مختار الدین احمد

(ادارۂ علوم اسلامیہ، علی گڑھ)

۸۴۔ گارسین دتاسی کی یہ اطلاع درست نہیں معلوم ہوتی کہ کربل کتھا دہلی میں ۱۸۵۰ء میں طبع ہوئی تھی۔ (تاریخ ادبیاتِ ہندی و ہندستانی: ۱: ۷۵۳)

MALIKRAM COLLECTION

فہرست مضامین

مقدمۂ مرتبین		۵ - ۴۵
فاتحات		۱ - ۱۸
دیباچۂ مؤلف		۱۹ - ۴۵
مقدمۂ مؤلف		۴۶ - ۵۷
مجالس :		
پہلی مجلس	وصالِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم	۵۸ - ۶۹
دوسری مجلس	وفاتِ حضرت فاطمہ رض	۷۰ - ۷۹
تیسری مجلس	شہادتِ حضرت علی رض	۸۰ - ۹۰
چوتھی مجلس	شہادتِ حضرت امام حسن	۹۱ - ۱۰۳
پانچویں مجلس	شہادتِ حضرت مسلم بن عقیل	۱۰۴ - ۱۱۷
چھٹی مجلس	شہادتِ فرزندانِ مسلم بن عقیل	۱۱۸ - ۱۳۰
ساتویں مجلس	احوالِ دشتِ کربلا، شہادتِ حضرت حُر	۱۳۱ - ۱۴۷
آٹھویں مجلس	شہادتِ حضرت قاسم	۱۴۸ - ۱۶۴
نویں مجلس	شہادتِ حضرت عباس علمدار	۱۶۵ - ۱۷۲
دسویں مجلس	شہادتِ حضرت علی اکبر	۱۷۳ - ۱۸۲
گیارہویں مجلس	شہادتِ حضرت علی اصغر	۱۸۳ - ۱۹۲
بارہویں مجلس	شہادتِ امام حسین	۱۹۳ - ۲۰۸
خاتمہ :		
پہلی فصل		۲۰۹ - ۲۳۲

دوسری فصل	۲۳۳ - ۲۴۲
تیسری فصل	۲۴۲ - ۲۵۲
چوتھی فصل	۲۵۳ - ۲۶۵
پانچویں فصل	۲۶۵ - ۲۶۸

فہارس:

۱۔ فہرستِ عبارات و فقراتِ عربی	۲۸۷ - ۳۰۷
۲۔ فہرستِ مآخذ حواشی	۳۰۹ - ۳۱۲
۳۔ فہرستِ اعلام	۳۱۳ - ۳۲۰
۴۔ فہرستِ امم و قبائل	۳۲۱
۵۔ فہرستِ غزوات و ایام	۳۲۲
۶۔ فہرستِ بلاد و اماکن	۳۲۳ - ۳۲۴
۷۔ فہرستِ آیاتِ قرآنی	۳۲۵ - ۳۳۰
۸۔ فہرستِ احادیثِ نبوی	۳۳۱
۹۔ فہرستِ اقوال و حکم	۳۳۲
۱۰۔ فہرستِ کتبِ واردہ در متن	۳۳۳
۱۱۔ فہرستِ الفاظ	۳۳۴ - ۳۴۰
استدراکات و تصحیحات	۳۴۱ - ۳۴۸

عکسِ مخطوطہ

۱۔ مقابل صفحہ ۱۹

۲۔ مقابل صفحہ ۲۸۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الفاتحۃ الاُولیٰ فی نعت محمدؐ المصطفیٰؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ہے دُرودِ خدائے لم یزلی — دمبدم بر نبی خفی و جلی
وہ نبی جس کے وصف میں لولاک[۱] — یعنی تجھ لیے بنائے سب افلاک
خاتم المرسلیں رسول بحق — سِرِّ حق اور مخبرِ اصدق
ایسا مخبر جس حق بشیر و نذیر — حق کلام اپنے میں کرے تقریر[۲]
ایسا مُرسَل کہ سارے پیغمبر — چاہتے اوس کی امت ہوئیں یکسر
ایسا مُقبِل[۳] کہ سب ملائکِ نور — اوس کے سجدے لیے ہوئے مامور
/جب کہ ہوئی آفرینشِ آدم — تب ہوا حکم خالق العالم [۲ الف]
سب ملائک کریں اب اوس کوں سجود — سمجھو پس مومنو کہ یہ مقصود
کس کا تھا، تھا رسولِ امجد کا — خاتم المرسلیں محمدؐ کا
حضرتِ آدم کی پاک پیشانی — تھی اوسی نور سے درخشانی[۴]

۱۔ حدیث قدسی: لولاک لما خلقت الأفلاک (اگر تمہاری ذات نہ ہوتی تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا) کی طرف اشارہ ہے۔

۲۔ "إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا" (الفرقان ۲۵: ۲۲) اور ایسی دوسری ہم معنی آیتوں کی طرف اشارہ ہے۔

۳۔ مُقبِل: (ع)، بالضم وکسرۂ سوم: حق کا فرمان قبول کرنے والا۔

۴۔ درخشانی: بمعنی درخشاں استعمال ہوا ہے۔

اوس سبب سب ملک کیے سجدہ — آدم آگے لے اپس جیہہ
کنتُ نبیاً والادم² اوس حق — قَابَ قَوسَین³ پر ہے اوس کا نسق
وصف یٰسین اوس کی اور طٰہٰ⁴ — اور اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لیلاً⁵
حاضراں پس یو با خضوع و خشوع — باادب ہو کے⁶ اوس جناب رجوع
پڑھو سب مل باعتقادِ خاص
فاتحہ ہات اوٹھا کے با اخلاص

الفاتحہ الثانی فی المنقبتِ ابن عمّ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

[۲ ب] /بعد نعت نبی رسول اللہ — کہوں وصفِ علی ولیّ اللہ
وہ علیؑ ولی کہ جس سرتاج — ہے سزاوارِ ھَلْ اَتٰی⁷ کا آج

۱۔ اپس: اپنا۔

۲۔ حدیث: ”کنتُ نبیاً وآدمُ بین الماء والطین“ کی طرف اشارہ ہے۔ الجامع الصغیر (۲: ۸۶) اور مسند احمد بن حنبل (۴: ۶۶) میں یہ حدیث باختلاف الفاظ درج ہے۔ آدم پر الف لام فضلی کا اضافہ ہے۔

۳۔ قابَ قوسَین: (ع) قاب: فاصلہ، قوسین: قوس (کمان) کا تثنیہ: دو کمانیں۔ پوری آیت یہ ہے: ”فکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی“، النجم ۵۳: ۹۔ قرآن پاک میں یہ الفاظ اس موقع پر استعمال ہوئے ہیں، جب جبرئیلؑ آنحضرتؐ کے قریب ہوئے۔ لیکن شعرا نے خدا کے قرب سے مراد لی ہے۔

۴۔ یٰس اور طٰہٰ قرآن کی دو مشہور سورتیں ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات بیان کی گئی ہیں۔ طٰہٰ: آنحضرت کے اسمار گرامی میں ہے۔

۵۔ سورۃ الاسرار کی ابتدائی آیت ”سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً“ (الاسرار ۱۷: ۱) کی طرف اشارہ ہے۔

۶: ہو کر، اصل نسخے میں عام طور پر 'کے' کی جگہ 'کر' لکھا ہے۔

۷۔ سورۂ دہر کی پہلی آیت: ”ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّھْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا“ (۷۶: ۱) کی طرف اشارہ ہے۔

اوس کے حق میں ہے قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ[1]   مقصدِ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ[2]
ساقیِ کوثر ہے وہ روزِ نشور   وسقٰی رَبُّہُم شرابِ طہور[3]
نازل اوس حق ہوئی ہے نادِ علی[4]   حل ہر مشکل ہیگی یادِ علی
شیرِ حق مظہر العجائب ہے   عونُ لکَ وہی فی النوائب ہے
کل ہمّ غمّ سینجلی ہے   حلِ مشکل سبھوں کا نت علی ہے
ہے وصیِّ[5] نبی ز روزِ الست   اور نبی کی متابعت میں مست
ابنِ عمِّ نبی و خویشِ نبی   خانہ زادِ خدا علیِ ولی
نبی فرمائے اوس حق اس مضمون   اَنْتَ مِنّی بمنزلِ ہارون[6]

۱۔ قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ شَہِیْدًا (العنکبوت ۲۹ : ۵۲) نیز " قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ " (الاسراء ۱۷ : ۹۶)

۲۔ آیتِ قرآنی: "إنما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس أھل البیت ویطھرکم تطھیرا،" (الاحزاب ۳۳ : ۳۳)

۳۔ وَسَقٰہُمْ رَبُّہُمْ شَرَابًا طَہُوْرًا (الدھر ۷۶ : ۲۱)

۴۔ نادِ علی: (ع) مونث۔ ایک دعا جو بعض لوگ زہر مہرے یا چاندی کے پتر پر کندہ کرا کے بچوں کے گلے میں ڈالتے ہیں۔ آرج لکھتے ہیں:

اب ان کے وصف میں ہے موشگاف کلک رسا   زباں پہ نادِ علی ہے تو گاہ صلِّ علیٰ

دعا یہ ہے: نادِ علیاً مظھر العجائب۔ تجدہ عوناً لک فی النوائب۔ کلُّ ھمٍّ وغمٍّ سینجلی بنبوتک یا محمد بولایتک یا علی علی۔

۵۔ وصی: وہ شخص جس کو وصیت کی گئی ہو۔ وصیت پر عمل کرنے والا۔ کنایہ ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ، سے شیعی عقائد کے مطابق رسول خدا کا وصی وہ شخص ہوتا ہے جس کو اسرارِ نبوت دیے جاتے ہیں اور وہ رسول کے بعد رسالت کے فرائض انجام دیتا ہے مگر خود رسول نہیں ہوتا۔

۶۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضورؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا: أما ترضیٰ أن تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ (مناقب علی: ۷)

اور فرمائے "وال من والاہ" اوس اگے بولے "عاد من عاداہ"[1]

[۲ الف] پھر کہے یہ "أنا مدینة علم وعلی بابہا"[2] شہنشہ حلم

"أنا میزان حکمة و علیؔ" بے شک و شبہہ ہے لسان اوس کی[3]

اوس کے غالب ہوئے ہیں سب مغلوب پس تم اے حاضراں بصدقِ قلوب

پڑھو سب مل باعتقادِ خاص

فاتحہ ہات اوٹھا کے باخلاص ۔

الفاتحة الثالث فی منقبت حضرت خیر النساء یعنی حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام

بعدِ توصیفِ ابنِ عمِ رسول کہوں وصفِ بتول ہوئے مقبول

وہ بتولِ حزیں کہ جس کے یتیم ہینگے حسنین واجب التعظیم

زوجۂ حضرتِ علیِؔ ولی "بضعة منی"[4] اوس حق میں بولے نبی

اوس کوں ایک دن گلے لگائے ہے "من أذاہا فقد أذانی" کہے

پھیر فرمائے اوس اگے باللہ "من أذانی فقد أذی اللہ"

۱۔ مسند احمد ابن حنبل ۲: ۱۹۵ رقم: ۹۵۰؛ ابن ماجہ مقدمہ: ۱۱۔

۲۔ اشارہ ہے مشہور حدیث: "أنا مدینة العلم وعلیؔ بابہا" جو بہت سی کتابوں میں ملتی ہے، کی طرف، لیکن جامع ترمذی کی روایت یہ ہے: "أنا دار الحکمة وعلیؔ بابہا" (مناقب: ۲۰)۔

۳۔ مشہور حدیث: "أنا میزان الحکمة وعلی لسانہا"، کی طرف اشارہ ہے۔

۴۔ حدیث: "الفاطمة بضعة منی. من أذاہا فقد أذانی ومن أذانی فقد أذی اللہ" کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن بخاری کے الفاظ یہ ہیں: "إنما ھی بضعة منی یریبنی ما أراہا ویؤذینی ما أذاہا" (بخاری کتاب النکاح: ۱۰۹؛ صحیح بخاری کا جزء ۷، ص ۴۷)۔ ایک دوسری حدیث یہ ہے: "فاطمة بضعة منی، فمن اغضبہا أغضبنی" (باب مناقب فاطمہ: ۲)۔ انھی الفاظ سے یہ حدیث دوسری کتب حدیث میں بھی ملتی ہے۔ حضرت فاطمہ کے متعلق یہ ارشاد مجھے صحاح ستہ میں تو نہیں ملا، البتہ "من أذی علیا فقد أذانی" مسند حنبل ۲: ۴۸۳ (طبع قدیم) میں موجود ہے۔

/وہ پیمبر کی ہے ضیاء العین — دکھ کشیدہ ہے مادرِ حسنین [۲ ب]
ہووے جس روز عرصۂ محشر — وہ تو برہم کرے قضا و قدر
سیدھے کاندھے پہ رکھ حسن کا کفن — زہرآلودہ سبز چون گلشن
بائیں کاندھے پہ جامۂ شبّیر — لہو لوہان جو کیے ہیں سب بے پیر[1]
سر پہ عمامۂ شہِ مرداں[2] — ہاتھ میں اپنے باپ کے دنداں
پکڑ ایک ہاتھ میں حسن کا ہات — دوسرے ہاتھ حسین کا ہیہات
قائمۂ عرشِ حق کا پکڑے جا — کرے بچوں کے خون کا دعوا
جب بھرے آہ فاطمہ پیہم — عرصۂ حشر تب ہووے برہم
ددکھ میں اپنے ددکھیوں کجے بجے دکھیا[3] — صدق سوں اوس کی روح پر یک جا

پڑھو سب مل باعتقادِ خاص
فاتحہ ہات اوٹھا کے با اخلاص

الفاتحہ الرابع فی منقبت سبطِ محمد مصطفیٰ حسن المجتبیٰ علیہ السلام [۳ الف]

طوطیٔ سبز باغ و خلد و عدن — زینتِ عرش کردگار حسن
وہ حسن شہ سوار دوشِ نبی — راحتِ جانِ فاطمہ و علی
گلشنستانِ دین کا سروِ رواں — اور رسالت کے باغ کا ریحاں
گلِ سیراب باغ مصطفوی — رونقِ بوستانِ مرتضوی
اوس کے تئیں جمع ہو کے اہلِ جفا — دیے کئی بار زہر کر کے دغا

۱۔ بے پیر: بیدرد، ظالم، سنگدل۔

۲۔ شاہِ مرداں: حضرت علیؑ کا لقب۔

۳۔ وزن ٹھیک نہیں۔

آخر کار بے حیا اسما[۱] — لے کے الماس پیسا[۲] بھول وفا

حق سے کچھ دل منے[۳] نہ لا وسواس — اوس کے پانی بھتر ملا الماس

پھری پھر اپنے گھر طرف ہو شاد — بوجھ دل میں کہ آئی میری مراد

لیک پیو حضرتِ حسن وہ زہر — بولے ہیہات[۴] پانی تھا یا تیر

چھن گیا ہائے مجھ کلیجا سب — نکلنے لاگا وہ جگر کٹ تب

[سہ ب] / ہائے ہو ٹکڑے ایک سو ستر — مونہہ سوں کٹ کٹ کے نکلا شہ کا جگر

زہر الماس سے دو درِّ صفا — افسرِ دین کا زمرد ہوا

سرو سر سبز سودۂ الماس — کیا جنت مقام تج دو لباس

اوس جگر پارہ کوں کر یاد — دل کوں اپنے بنا کے غم آباد

پڑھو سب مل باعتقادِ خاص
فاتحہ ہاتھ اوٹھا کے با اخلاص

الفاتحۃ الخامس فی منقبتِ حضرت سید الشہدا خامسِ آلِ عبا علیہ السلام

سید العالمین کا نور العین — مبتلائے بلا امام حسین

حضرتِ فاطمہ کا لختِ جگر — مہرِ برجِ اسد شہِ بے سر

۱۔ اسما بنت اشعث بن قیس، امام حسن کی بیبی۔ مشہور روایت ہے کہ حضرت معاویہ نے اسے زہر اور یہ پیغام بھیجا تھا کہ اگر امام حسن کو زہر دے دے تو دس ہزار درم انعام میں ملیں گے اور یزید کے نکاح میں آجائے گی امام حسن کی شہادت کے بعد دس ہزار درم تو اسے مل گئے لیکن یزید نے یہ کہہ کر شادی سے انکار کر دیا کہ جس نے دختر زادۂ پیغمبر پر رحم نہ کیا تو میری جان کی اسے کیا پروا ہوگی۔ بعض روایتوں میں امام حسن کی بیبی کا نام جعدہ آتا ہے۔ (تاریخ گزیدہ ۱: ۲۰۱، لغت دہخدا، ص ۲۴۹۳)

۲۔ اصل میں: پیسہ۔

۳۔ منے: میں، اندر

۴۔ اصل میں "ہیہاۃ" درج ہے۔

دلربائے خدیجۃ الکبریٰ — تشنہ لب شاہ سید الشہدا
حسنِ دیں پناہ کا بازو — جس کی چھاتی پہ شمر دھر زانو
/ سر جدا تن سیتی کیا پل میں — دھڑ دیا ڈال لوتھوں[1] کے دل میں [۵ الف]
ہوا ازرِ نجف دو لعل سا لال — لال[2] ہوئی مجھ زباں کہ کیسا لال
لال لوہو میں اپنے لال ہوا — سیس[3] اوس شہ کا نیزے نال[4] ہوا
بھائی اور بھانجے اور بھتیجے سب — بیٹے اور خویش سارے تشنہ لب
لے گیا ساتھ اپنے اپنے حال — اوس کا واجب ہے تعزیہ ہر سال
"من بکا" کی حدیث[5] ہیگی گواہ — اوس پہ رونے کو ال از رسول اللہ
اوس پہ جو رووے دل کی رقت سوں — نہ رہے بے نصیب جنت سوں
اون کہا پانی وقت یاد کرو — پیاس میری و پھر درود پڑھو
جب دیوے دوکھ تمہیں زمانۂ بد — یاد مجھ دوکھ کرو کہ ہیگا سند
سب کے دوکھ پر بس اے محباں سب — یاد کر اوس کا دوکھ بصدق ادب

پڑھو سب مل باعتقاد خاص
فاتحہ ہات اوٹھا کے با اخلاص

۱۔ لوتھ: لاش، سودا:
کیا جانیے کس کس سے بگڑا اس کی لڑی ہے — جس کوچے میں جا دیکھو تو اک لوتھ پڑی ہے

۲۔ لال: گنگ جو بول نہ سکے، زبان لال ہونا کنایہ ہے عاجزی زبان سے:
زبانِ ناطقہ ہے لال غنچہ و گل کی — کہاں سے شکوۂ بلبل ہزار بار کریں

۳۔ سیس (ہندی): سر۔

۴۔ نال (پنجابی): ساتھ۔ میر عبدالولی عزلت کا مصرع ہے: "دل بھی گیا تھا چھوڑ مرا نال، دیکھنا"۔

۵۔ "من بکا علی الحسین او تباکا وجبت لہ الجنۃ" کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن صحاح ستہ، مسند دارمی، مسند حنبل اور موطأ امام مالک میں اس حدیث کا پتا نہیں۔

[۵ ب] الفاتحۃ السادس فی منقبتِ ائمۂ طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین

نورِ آلِ نبی و زینِ عباد | مرجعِ ساجدین پاک نژاد
بے بہا لعل کا وُو دُرِّ یتیم | صدف غم میں بحرِ دوکھ کا مقیم
صابرِ رنج دشتِ کرب و بلا | خلف ابنِ علی کا زینِ عبا
ہجرِ یوسف ز حضرتِ یعقوب | اوس اوپر کربلا میں ہے مقلوب
بچھڑا اتھا اپنے باپ سے بیٹا | ہائے سجاد سے پدر بچھڑا
ہو گیا اوس کے رونے پر مغلوب | ہجرِ یوسف سوں گریۂ یعقوب
منقبت اوس کے فرزنداں کی سب | فضلی کرتا بیاں بصدق اُدب
شمعِ بزمِ نبی شہِ باقر | سب علومِ الٰہی کے ماہر
صادق القول حضرتِ صادق | صدق سے بولوں مصحفِ ناطق
کاظم[۱] الغیظ حضرتِ موسیٰ | عالی موسیٰ سیتی بطورِ دعا
[۶ الف] ضامنِ عصیانِ فضلی کے برضا | بے شک ہیں حضرتِ امامِ رضا
دیں کے ایوان کے ہیں رکنِ نہم | یعنی حضرت تقی، نقی ہیں دہم
ہیں محیطِ کرم بوجہِ حسن | حسنِ عسکری، امامِ زمن
مومناں مل کے بہرِ کسبِ نجات | ادخلوا الجنۃ[۲] کی لکھا کے برات[۳]

پڑھو سب مل باعتقادِ خاص
فاتحہ ہات اوٹھا کے با اخلاص

۱۔ کاظم: غصہ پی جانے والا، امام موسیٰ رضا بن جعفر صادق کا لقب۔

۲۔ الزخرف ۴۳: ۷۰؛ الاعراف ۷: ۴۹؛ النحل ۱۶: ۳۲۔

۳۔ برات: فرمان، حکم نامہ۔ غالب:

بے سنگ پر برات معاشِ جنونِ عشق | یعنی ہنوز منتِ طفلاں اٹھائیے

فضلی کے اس مصرع کو موزوں پڑھنے کی صرف یہ شکل ہے کہ "اُدخلوا الجنۃُ" پڑھا جائے۔

الفاتحۃ السابع مع الثنا و المنقبت و التعجیل ظہور حضرت امام محمد المہدی علیہ السلام

قایم منتظر امام بحق — حجۃ اللہ و ہادی مطلق
مہدیِ دیں پناہ جس کا نام — عیسیٰ مریم کا ہیگا پیش امام
صاحبِ عندنا و حسن مآب[۱] — حکم ران یصلّی فی المحراب[۲]
ہو معہ داریں کرون اللہ[۳] — شہریارو فی سبیل اللہ
/صاحب العصر[۴] و ہادی الایمان — ناصر الدین خلیفۃ الرحمن [۶ ب]
واسطے اوس ظہور کے تعجیل — دینداراں عجالۃً(؟) بے ڈھیل[۵]

پڑھو سب مل باعتقادِ خاص
فاتحہ ہات اوٹھا کے با اخلاص

الفاتحۃ الثمانیہ فی ثنا شہدا الکربلای و فی المنقبت اسباط الشہدا علیہم السلام

بعد ایں اربع عشر نبیاں پر — سب شہیداں اور ولیاں پر
خاص کر وہ[۶] شہید کرب و بلا — فرزند اور خویشِ سید الشہدا
اولیں ہینگے مسلم ابن عقیل — پھر دو نو اوس کے چھوٹے بچے قتیل
سب کے پہلے کیے وو سیس فدا — شہ مظلوم اوپر بدل کی رضا

۱۔ "وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ" (آلِ عمران ۳ : ۱۴)

۲۔ "وَھُوَ قَاۗىِٕمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ" (آلِ عمران ۳ : ۳۹)

۳۔ "يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا" (آلِ عمران ۳ : ۱۹۱)

۴۔ صاحب العصر: امام مہدی کا لقب۔ ۵۔ بے ڈھیل: بغیر توقف، فوراً۔

۶۔ کاتب نے یہاں "و" کے بجائے "وہ" لکھا ہے جو اس کے عام طریقے کے خلاف ہے۔

پھر بڑے دونو بیٹے اوس کے آہ — بھائیوں باپ سنگ[1] ہوئے ہمراہ

بعد ازاں محمد اوس کا بھائی شہید — اور بیٹا غلام با امید

[۷ الف] /بیٹے دونو یو بی بی زینب کے — ماموں پر ہو فدا عدن[2] میں بسے

پھیر عبداللہ عون اور جعفر — فضل و عباس علیِ دیں پرور

پھر کہ عبداللہ قاسم ابن حسن — وہ ہی قاسم گیا جو چھوڑ دولہن

ایک پل بیچ گھر موں شادی رچا — ایک پل میں بنا وو مردہ بنا

پھر شہِ دین کے بچے یکسر — ہژدہ سالہ جواں علی اکبر

اصغرِ شیر خوارہ طفلِ صغیر — جن نے پانی پیا زنوکِ تیر

سب مددگار اور سب اصحاب — کیے شہ پر جو جیو فدا بیتاب

اے محبانِ یک تن و یک من — یاد کر سر جدا بہتر تن

پڑھو سب مل باعتقادِ خاص

فاتحہ ہات اوٹھا کے با اخلاص

الفاتحۃ التاسع فی ثنار پادشاہ عالی درجات و القضار حوایج المؤمنین و المؤمنات

[۷ ب] /بعد ازیں از برائے ظلِ الٰہ — بادشاہ بہادر محمد شاہ[3]

بادشاہت کے تخت پر قائم — سلطنت بخش وہ رہے دائم

نت ظفر یاب رہے وو بر اعدا — اوس کے اعدا تمام ہوویں فنا

۱۔ سنگ (ھ): ساتھ۔

۲۔ عَدَن: بفتحِ اول و دوم: حدودِ یمن میں ایک شہر۔

عَدْن: بسکونِ دال: بہشت کے باغات جنّات عدن، قرآن میں کئی مقامات پر استعمال ہوا ہے۔

عَدَن: بفتحِ اول و دوم: بمعنی بہشت جیسا کہ نقلی نے استعمال کیا ہے غلط ہے (نور اللغات ۳: ۵۴۰)

۳۔ وزن درست نہیں۔ اصل میں "احمد شاہ" تھا، بعد کو اسے "محمد شاہ" بنایا گیا ہے۔ قیاساً محمد شاہ بولتے ہیں

پھر برائے برآمدِ حاجات
ان سبھوں کے جو حاضر ہیں یک سات

شاہِ مظلوم کے لیے روتے
غم میں اس دُکھ کے سب خوشی کھوتے

دل میں ہر ایک حاجتیں رکھتا
یا الٰہی وو حاجتیں برلا

بہرِ خیرِ جمیع دین داراں
مومنیں، مومنات، ابراراں

خاص ساداتِ عالی ذات تمام
سیّدہ ہائے واجب الاکرام

دینِ برحق کی تقویت کے لیے
رفعِ اعدائے دین لیے پہلے

پھیر خیرِ مسافراں کے لیے
خاص کر سارے حاجیاں کے لیے

زائرِ خیر الائمہ کی خاطر
زائرانِ ائمہ کی خاطر

[۸ الف] /جو گئے ہیں گے سٹ سب اپنے وطن
چھوڑ گھر زائرانِ چودہ[۱۴] تن

پہونچیں وہ سب بہ منزلِ مقصود
کر زیارات ہوویں جب محمود

آویں اوطان میں سلامت سب
بطفیلِ شہِ عجم و عرب

ہیں جو یہاں مومنیں اور سادات
ہوئے نصیب اون کو زیارتِ عتبات

حاضر و غائب از نظر جو ہیں دور
جن کے اسم اب نہیں ہیں دل میں حضور

اپنے جو دوست اپنے بیگانے
غمِ شبیر جو یقیں جانے

پیر و استاد اور معلّم سب
ذی حق از بہرِ شاہِ تشنہ لب

اون سبھوں کی بہ تو مرحمت کے لیے
والدیں کی بہ تو مغفرت کے لیے

قرض سب کے ادا ہوویں یا رب
جو ہیں بیمار چنگے ہوویں سب

صالح اولاد اون کو ہووے عطا
از طفیلِ شہیدِ کرب و بلا

اُسَرا مومنیں کے ہوویں خلاص
ہوویں بحرِ نجات کے غوّاص

[۸ ب] /بانیِ تعزیہ کی سب حاجات
آویں بر اب اے قاضی الحاجات

خاص وہ شخص صاحب التصنیف
مرثیہ گوئے شہ بصدقِ لطیف

نام اوس کا جو ہیگا فضلِ علی
اور تخلص کرے ہے وہ فضلی

ہے شرفِ اوس کے تئیں علی سے مدام
ہوئے عطا اوس کوں از طفیلِ امام

آبروِ کل کائنات آگے — اور ایمان و علم دیں پاوے
اب حوائج دو اوس کے مشروعہ[۱] — آوے بر یا الٰہی مجموعہ
اور کسو کا نہ جگ میں ہوے محتاج — اوس کی بر لا الٰہی سب احتیاج
اوس کی مقبول ہوویں سب طاعات — بطفیل ائمّہ برکات
خاتمہ اوس کا یا الٰہی بخیر — ہووے اور خلد کی نصیب ہووے سیر
گور اوس کی ہووے کربلا کا بن — حشر میں ہوویں شفیع چودہ تن
فاتحہ ان مطالبوں خاطر — جو پڑھے حاجت اوس کی آئے بر

/حاضراں مل کے اس مطالب کوں [۹ الف]
فاتحہ اب پڑھو دل و جاں سوں

تمّت الفاتحہ بعون اللہ الملک الوہاب و الیہ المرجع والمآب والصّلوٰۃ
والسّلام علی الحسین المظلوم و عترتہ المغموم

۱۔ یعنی شرع کے موافق۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

الفاتحۃ الاُولیٰ فی نعتِ حضرت محمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بہرِ ترویجِ روحِ پیغمبر مصطفیٰ پیشوائے جنّ و بشر
چشمۂ فیضِ اِنَّا اَعْطَیْنَا[1] جرعہ بخشِ شرابِ لَکَ الکوثر[2]
شاہبازِ مقامِ اَوْ اَدْنیٰ[3] یکہ تازِ سپہرِ نیلو فر
کُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ مصداق تاجِ لَوْلَاکَ جس کے سر اوپر
حکم سے جس کے ردِّ شمس ہوا اوس اشارے سیتی ہے شقِ قمر[6] [۹ ب]
حاضراں پس خلوصِ نیّت سوں بادب اوس جناب عالی پر

۱۔ الکوثر ۱۰۸: ۱۔

۲۔ اصل: شراب کا الکوثر۔

۳۔ قرآن کی آیت "قابَ قوسین اَوْ اَدْنیٰ" کی طرف اشارہ ہے۔

۴۔ یکہ تاز: وہ جو تنہا حریف پر حملہ کرے۔ بہادر اور جری سے کنایہ ہے۔ مصحفی:

وہ ناہموار رستہ مصحفی ہے دشتِ الفت کا کہ ٹھُم لیتا ہے مرکب جس زمیں پر یکہ تازوں کا

۵۔ امام سیوطی کی الجامع الصغیر ۲: ۶۸، اور مسند احمد حنبل ۴: ۶۶؛ ۵: ۵۹؛ ۳۷۹ میں اس حدیث کی روایت یوں ہے: کنتُ نبیًّا وآدم بین الروح والجسد۔

۶۔ آنحضرت کے دو مشہور معجزوں کی طرف اشارہ ہے۔ روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ حضرت علی کے زانو پر سر رکھ کر آرام فرما رہے تھے۔ آفتاب ڈوب رہا تھا اور نمازِ عصر کا وقت ختم ہو رہا تھا لیکن حضرت علی نے ادباً آپ کو جگانا مناسب خیال نہ کیا۔ جب آفتاب ڈوب گیا اور آپ بیدار ہوئے تو دریافت فرمایا، تم نے نماز پڑھی عرض کی نہیں۔ آپ نے دعا کی، فوراً آفتاب لوٹ کر نکل آیا (سیرۃ النبی ۳: ۲۲۳) مولانا شبلی نعمانی نے لکھا ہے کہ یہ روایت صحیح طریقے سے ثابت نہیں۔ دوسرا واقعہ یوں کہا جاتا ہے کہ اہلِ مکہ نے آپ سے معجزے کا مطالبہ کیا، تو آپ نے ان کو چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھایا۔ یہ روایت بخاری، مسلم، ترمذی اور مسند حنبل اور دوسری کتبِ احادیث میں بھی ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے سیرۃ النبی ۳: ۳۸۲-۳۸۷)

پڑھو سب کر کے ترک گفت و شنید
فاتحہ با سورۂ توحید

الفاتحۃ الثانی فی منقبت حضرت شاہ ولایت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بہر ترویج روح مرتضوی ‏ خانہ زاد خدا علیؑ ولی
شیر حق شہسوار بدر و احد ‏ مورد لا فتیٰ[۱] و ناد علی
راکب دوش احمد مرسل ‏ نائب و ابن عم خفی و جلی
أنت منی بمنزلۃ هارون ‏ حق میں جس کے ہے حکم مصطفوی
اوسی کے حق میں وال من والاہ ‏ عین واجب ہے سب پہ حبّ علی
حاضراں پس با اعتقاد تمام ‏ با ادب اوس جناب پر یو سبھی
پڑھو سب کر کے ترک گفت و شنید ‏ [۱۰ الف]
فاتحہ با سورۂ توحید

الفاتحۃ الثالث فی منقبت بنت رسول خدا اعنی فاطمۃ الزہرا علیہا الف ثنا

بہر ترویج روح خیر النسا ‏ داد خواہ و شفیع روز جزا
بنت احمد و مادر حسنین ‏ زوجۂ شہسوار روز وغا
مصطفیٰ جس کوں بضعۃ منی ‏ من أذاها أذانی فرمایا
منبع شرم و معدن عصمت ‏ مظہر خلق و حلم کان حیا
راضیہ مرضیہ زکیہ لقب ‏ ساجدہ عابدہ حبیبہ ثنا

۱۔ لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذو الفقار کی طرف اشارہ ہے

حاضراں پس بصدقِ خاص الخاص — باادب بر جنابِ خیرِ نسا
پڑھو سب کر کے ترک گفت و شنید
فاتحہ باسہ سورۂ توحید

الفاتحۃ الرابع فی منقبتِ نورالعیونِ رسولِ خدا یعنی حضرت امام حسن المجتبیٰ علیہ السلام [۱۰ ب]

بہرِ ترویحِ روحِ پاکِ حسن — سروِ سرسبزِ باغِ خلد و عدن
گلشنستانِ دیں کا سروِ رواں — اور رسالت کے باغ کا ہے چمن
راکبِ دوشِ احمدِ مختار — حاملِ ظلم با دردو محن
دل خراشیدۂ سمِ الماس — جگر آزردۂ زنِ پر فن
جب پیا بادۂ شورۂ الماس — دلِ نازک گیا تب اوس کا چھن
حاضراں پس بعین صدق و صفا — باادب بر جناب حضرت حسن
پڑھو سب کر کے ترک گفت و شنید
فاتحہ باسہ سورۂ توحید

الفاتحۃ الخامس فی منقبت حضرت سیّد الشہدا، خامسِ آلِ عبا علیہ السلام

بہرِ ترویحِ روحِ پاکِ حسین — نورِ عینینِ سیدِ الثقلین
/حضرتِ فاطمہ کا لختِ جگر — دلبرِ شہ سوارِ بدر و حنین [۱۱ الف]
تشنہ کام و شہیدِ کرب و بلا — اوس کوں ظالم نپٹ[۱] رکھے بے چین
مزرعِ آخرت کوں اس غم میں — مومناں پانی دو تم از بحرین
اوس پہ جو رو وے دل کی رقت سے — کرے حاصل وو نعمتِ کونین

۱۔ نپٹ (ھ): بالکل، سرتاسر، پوری طرح سے۔

حاضراں پس بقلب درد و الم — باادب وس جناب اوپر بھر نین۱

پڑھو سب کر کے ترک گفت و شنید

فاتحہ باسمہ سورۂ توحید

الفاتحۃ السادس فی منقبت ائمۃ الطاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین

بہر ترویحِ روحِ زینِ عبا — خلف الصدقِ سید الشہدا

وادی مانند باکی العینین — صابرِ رنجِ دشتِ کرب و بلا

اوس کے بعد اوس کی آلِ اطہر پر — جن کی واجب ہے فضلی سب پہ ثنا

/حضرتِ باقر حضرت جعفر — بعد ازاں موسیٰ اور امامِ رضا [۱۱ ب]

پھر جنابِ تقی نقی اوپر — پھر حسن عسکری امام ہدا

حاضراں پس ہو یکدل و یکجاں — باادب بر جنابِ ہر مولا

پڑھو سب کر کے ترک گفت و شنید

فاتحہ باسمہ سورۂ توحید

الفاتحۃ السابع فی المنقبتِ و الدعای و لتعجیل ظہور موفور السرور حضرت صاحب الامر
علیہ التحیۃ والثنا

از برائے ظہورِ ہادیِ دیں — حجۃ اللہ شاہِ با تمکیں

مہدیِ دیں پناہ جس کا نام — عیسیٰ مریم کا پیش امامِ مبیں

صاحب العصر و ہادی الایماں — قائمِ منتظر و ناصرِ دیں

۱۔ نَین (ھ): آنکھ؛ اب اس معنی میں متروک ہے (نور اللغات ۴: ۸۹۵)

حاضراں پس باتفاقِ تمام | با ادب اوس ظہور لیے آمیں
پڑھو سب کرکے ترکِ گفت و شنید
فاتحہ باسہ سورۂ توحید

الفاتحۃ الثمانیۃ فی الحج الانبیاء والاولیاء والشہداء الکربلا علیہم التحیۃ والثناء [۱۲ الف]

بعدِ ترویحِ ایں چہاردہ نام | بہرِ ترویحِ انبیاے کرام
پھر اونھوں کے سبھی وصیتوں پر | پھیر جو گزرے اولیاے تمام
پھیر شہداے کربلا اوپر | جو لیے ہینگے مرکے وہاں بسرام[1]
مسلم اور اوس کے ہر چہار بچے | حر و بھائی پسر سمیت غلام
شہ کے بیٹے بھتیجے اور بھائی | بھانجے اور صحابۂ عُظّام[2]
حاضراں پس براے کسبِ ثواب | بوجھ کر اون سبھوں کوں خلد مقام
پڑھو سب کرکے ترکِ گفت و شنید
فاتحہ باسہ سورۂ توحید

الفاتحۃ التاسع فی الدعا بادشاہ ارفع الدرجات و لقضاے حوائج المومنین والمومنات

باز بہرِ قیامِ ظلِّ الٰہ | بادشاہ بہادر محمد شاہ[3]

۱۔ بسرام (ہ) : چین، آرام۔

۲۔ عُظّام بروزنِ غراب، بزرگ، یہ لفظ بروزنِ زُنّار بھی آتا ہے۔ واجد علی شاہ اخترؔ :

میں ایک فقیرِ بی سرانجام | تم لوگ ہو سب امیرِ عظّام

(نور اللغات ۳ : ۵۵۲)

۳۔ کاتب نسخہ نے احمد شاہ لکھا تھا کسی نے بعد کو اسے محمد شاہ بنا دیا جس سے وزن غیر مستقیم ہو گیا ہاں اسے محمد شاہ پڑھا جائے جو عوام کی زبان ہے تو مصرع موزوں ہو جائے گا۔

[۱۲-ب] /بہر دفعِ اعادیِ[1] اسلام بہرِ حاجات مومنیں آگاہ
پھیر اِن سارے حاضروں خاطر صدق سے جو کیے[2] ہیں ماتم شاہ
پھیر خیرِ مسافراں کے لیے زائر و حاجیانِ بیت اللہ
پھیر حاجات فضلی کی خاطر اوس کی حاجاتیں لاوے برَ اللہ
حاسراں اپنی حاجتوں کے لیے اور مصنّف لیے براے الٰہ
پڑھو سب کر کے ترک گفت و شنید
فاتحہ باسورۂ توحید

تمّت الفواتح بالخیر[3]

۱۔ عدو (دشمن) کی جمع اُردو میں اعدا زیادہ مستعمل ہے۔

۲۔ اصل: "لیے ہیں" لیکن صحیح وہی ہے جو متن میں درج ہوا۔

۳۔ اس کے بعد کا ایک صفحہ (۱۲ الف) اصل نسخے میں سادہ ہے۔

رب یسر و تمم بالخیر

الحمد کر جو حمد و ثنا مل جاتی ہے   دیباجہ کتاب کے دلمین آتی ہے

مطلع عنوان کتاب کریم

بسم الله الرحمن الرحیم

مخلوق کا سخن وو ہی اب بیزوال ہے   خالق کی حمد مین جو کہ وہ لایزال ہے

ای دل اول بگو تو بسم الله   کن ادا شکر نعمت الله

حمد بیغایت اور ثنای بی نہایت شایستہ و سزاوار اوس کبریای واجب الوجود کون کہ بزرگی صفات کمال اودکی کی درک افہام سی مبرا ہی اور لالی حمد و جوہر ثنا تحفہ وار ثنایان اوس پادشاہ عالی بارگاہ کون کہ کمال صفات جلال

اودکی

رَبِّ یَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَیْرِ [۱۲ ب]

اللہ کی اگر جو مدد شامل حال ہے
دیباچۂ کتاب کا دل موں خیال ہے

مطلع عنوان کتاب کریم   بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مخلوق کا سخن دو ہی اب بے زوال ہے
خالق کی حمد میں جو کہ وہ لایزال ہے

اے دل اول بگو تو بسم اللہ   کن ادا شکر نعمتِ اللہ

حمدِ بے غایت اور ثنائے بے نہایت شایستہ و سزاوار اوس کبریائے واجب الوجود کوں کہ بزرگی صفاتِ کمال اوس کی کی درکِ افہام سے مبرّا ہے، اور لائی حمد و جوہرِ نثار تحفہ وار شایان اوس بادشاہ عالی بارگاہ کوں، کہ کمال صفات جلال اوس کے کا احاطۂ اوہام سے معرا، عقل عقلاؤں کی درک [۱۳ الف] کرنے حقیقتِ ذات اور صفات اوس کی سے بیچ مضیقِ عجز و قصور کے، اور فہم بلغاؤں کے پاؤنے بھید بلاغت اور فصاحت اعجازِ کلام مجید اوس کے سے بیچ مقامِ حیرت و فتور کے، ذات پاک اوس کی بیچ ہر جہت کے بہ حقیقت موجود ہے، اور حقیقت ہر موجود کی بیچ پرتوِ نورِ وجود اوس کے نابود رباعی:

اے ہستی تیری کا نور بر حق موجود   تجھ جود سے عرش و فرش آئے بوجود
تجھ لطف اگر مدد نہ کرتا یارب   ہرگز نہ ہوتا آدم خاکی مسجود

ایسا خداوند کہ وصّافِ زبانِ فصیح ہر چند بیچ اوصاف میدانِ عزّت اوس کی کے جواہرِ الفاظ
چون کر بیچ رشتۂ بیان کے ایںچے[۱]، عاقبت بعجز مقر ہو کر بکلمۂ "لا أحصی ثناءً علیك[۲]" بولے
اور کشافِ بیانِ صحیح جیتا کہ بیچ شرح اصناف نہایت قدرت اس کی کہ بڑھا کر / عباراتِ ۱۴ ب
سنجیدہ اوپر پیشانی ظہور کے لاوے، بالآخر اپنی تقصیر پر مُصر ہو کر زبان ساتھ حدیث "أنتَ
کما أثنیتَ علیٰ نفسِكَ" کھولے.

وہ کرے خاک سیتی صورت پاک | وہ کرے پھیر خاک کے تئیں خاک
وہ دیوے اور نکالے از دلِ سنگ | آتشِ لعل و لعلِ آتش رنگ

ایسا صبورِ بے ملال، اور ایسا شکورِ بے زوال کہ عام ہیں عطیات اوس کے، اور مسرت بخش ہیں
بلیات اوس کی، کتاب کریم اور کلامِ لازم التکریم میں، گروہ بلا رسیدگانِ میدانِ محبت اور محنت
کشیدگانِ معرکۂ مشقت کوں اس خطابِ دل نواز سے معزز اور سرافراز کیا: "وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ
الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ[۳]" پھر اون سے بعد وصول "إِذَا
أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ"، إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ کہلوایا اور أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ
رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ سے مفتخر اور ممتاز کیا. ۱۰ الف

جام محنت وہ پیو نہ مارے دم | نیسرِ راہِ وفا نہ رکھے قدم
جلے خوش ہوے کربلا میں چو عود | ہرگز اون سیتی بر نہ آیا دود

ایسا عزیز کہ جس کے تئیں دوست رکھا، لشکرِ بلا کا اوس پر بھیجا، اور جس کے تئیں محبوب جانا

۱- ایںچنا : کھینچنا.

۲- حضرت علی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری وتر میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے : اللّٰھم
إنی أعوذ برضاك من سخطك، وأعوذ بمعافاتك من عقوبتك وأعوذ بك منك؛
لا أحصی ثناءً علیك، أنت کما أثنیت علی نفسك. مسند احمد بن حنبل (تحقیق احمد محمد شاکر،
قاہرہ، ۱۹۴۷، (۲ : ۱۰۹ رقم ۷۵۱) دوسرے مآخذ کے لیے دیکھیے : المعجم لألفاظ الحدیث ۱ : ۳۰۴.

۳- البقرہ ۲ : ۱۵۵-۱۵۷.

شربت غم و عنا[1] کا اوسے چکھایا، بموجب یحبہم ویحبونہ[2] چاہنے والا، چاہنے والوں کا، اور موافق وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَّحِيمًا[3]، بخشنے والا اور رحمت کرنے والا مومنوں کا، ایسا یکتا کہ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، صفت اوس کی ہے، اور ایسا احد کہ دلیل صمدیت اوس کی لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ[4] ہے اور ایسا صمد کہ شاہدِ احدیت اوس کی کا لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ[4] ہے، ایسا صانع کہ جب مشیتِ بے علت اوس کی نے بیچ تمشیت امورِ ایجاد و تکوین کے تعلق پکڑی موافق نص کے اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ[5] ہر فردِ انواعِ ممکنات /کوں ساتھ خلعت لائق کے، خصوصیت [۱۵ ب] دے کر، بدنِ نادر انسان کوں، مطابقِ کلمۂ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ[6] بیچ خوب ترین صورت کے، کتمِ عدم سے عالمِ وجود میں پہونچایا، اور تاج پر زیور، لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ سر پر معشر لبشر رکھ کر، خلعتِ باہجت وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا[7] اوپر قامتِ قابلیت اون کی کے پہنایا۔ بیت:

زفضلش وجود از عدم شد پدید زفیضش فضیلت بانساں رسید

ایسا دانا کہ جب حدیث اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ[8] بیچ مجامع صوامع ملکوت کے شائع کی، تکلم کرنے والے اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ[8] باتوں اپنیوں سے پشیمان ہو کر قدم بیچ راہِ عذر کے رکھے، اور جب شہرت وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا[9] بیچ بساطِ بسیط غبرا[10] کے ڈالی، تسبیح کرنے والے نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ[11] پیشانی پشیمانی کے اوپر

۱۔ عنا: رنج و مشقت۔

۲۔ المائدہ، ۵: ۵۷۔

۳۔ النساء، ۴: ۹۵۔

۴۔ الاخلاص، ۱۱۲: ۳: ۴۔

۵۔ طٰہٰ، ۲۰: ۵۰۔

۶۔ التین، ۹۵: ۴۔

۷۔ الاسراء، ۱۷: ۷۰۔

۸۔ البقرہ، ۲: ۳۰۔

۹۔ البقرہ، ۲: ۳۱۔

۱۰۔ غبرا: زمین۔

۱۱۔ البقرہ، ۲: ۳۰۔

[۱۶ الف] زمین بندگی کے گھس کر، زبان ساتھ کلمۂ سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا[۱] کے کھولی۔ رباعی

جو کوئی کہ راہِ معرفت چلتے ہیں رُتبِ علم وادب کا جزو وہ رکھتے ہیں
جب بات کمال اوس کے کی ہوتی شروع سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا[۱] کہتے ہیں

ایسا بادشاہ، کہ جب لگ[۲] سلاطین بیچ درگاہ جلال اوس کی کے، از روے تضرّع و زاری، زبان حال ساتھ سوال، اِیَّاكَ نَسْتَعِيْنُ[۳] کے نہ کھولیں، فرمانِ فرماں روائی اون کی کا، ساتھ طغراے غرّاے وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ[۴] کے زینت نہ پاوے، اور جب لگ خواتین بیچ میدان مملکتِ لایزال اوس کے کی پانو سکونتِ سلوکِ راہِ بندگی کا نہ رکھیں، آفتاب فتح و ظفر کا مطلع وَيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا[۵] کے سے، او پر نشان شوکت اون کی کے، روشنی اپنی نہ چمکاوے، تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ

[۱۶ ب] بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ[۶]۔ نظم/

خدایا توہی خالق انس وجان یترے حکم سے ملک دیں تو امان
تجھے تاج دارانِ گردن فراز کریں سجدہ از روے عجز و نیاز
الٰہی کہاں قدرتِ فہم وعقل کرے وصف تجھ فضل کی جو کہ نقل
خصوصاً جو نفضلی ہے بے عقل وفہم کہاں اوس کوں قدرت کرے جو کہ نظم
بیاں تیری توحید کا سربسر دویم نعت پیغمبرِ نامور

تمت التوحید بعون اللہ الملک التوحید

پھر جو سخن کہ نکلے ہے مونہہ سیتی پے سخن
نعتِ رسول ہیں دو سخن باکمال ہے

زینتِ بیتِ من از نعتِ پیمبر باشد سقفِ رام رتبہ از پہلوے خاتم بند لیست

۱۔ البقرہ، ۲: ۳۲۔ ۲۔ لگ: تک۔
۳۔ الفاتحہ، ۱: ۵ ۴۔ آل عمران، ۳: ۱۳۔
۵۔ الفتح، ۴۸: ۳۔ ۶۔ آل عمران، ۳: ۲۶۔

وہ پیغمبر کہ ذات عالی شان اوس کی نشان مرحمتِ عالمیاں کا ہے، مختوم بہ خاتمِ نبوت. کلمۂ کریمہ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا[1] شاہد اس مدعا کا. اور وہ عالی گوہر کہ وجودِ فائض الجود اوس کا مقصودِ ایجادِ عالمِ کُنْ فَکَانْ[2] کا ہے. منسوب بہ منصبِ رسالت، [۱۰ الف]
مرویۂ صحیحہ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ[3] مؤید اس دعوا کا. ایسا مقدم کہ بموجب کلامِ معجز آئین کے کُنْتُ نَبِیًّا وَّ الْاٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ[4] پیش از پیدائشِ آسمان و زمین کے، علمِ ہدایت کا اور نشانِ عنایت کا بیچ صحنِ عالمِ قدس کے بلند کیا. اور ایسا مکرم کہ جب لگ اخترِ سعادت نور اوس نے اوپر اوس خاک کے کہ خمیر کی ہوئی یدِ قدرت کی تھی، پرتو نہ ڈالا، ہمائے بلند پرواز روحِ کثیر الفتوح نے اس منزلِ شریف کو نشیمنِ عزت کا نہ کیا.

ہوا ہر ذی نفس آگے یہ تحقیق
کہ مقصود اوس کا ہی ایجاز مجالس

یعنی سیدِ انبیا اور سیدِ اصفیا، صدرِ صفۂ امکان کا، محرمِ خلوت خانۂ لامکان کا، عطر افروزِ محافلِ جسمانی، بخور اندوزِ مجامعِ روحانی، سلطانِ مسانیدِ رسالت کا، برہانِ مقاصدِ نبوت و جلالت کا، [۱۰ ب]
بادشاہِ عرش بارگاہ، خاتمِ انگشتِ ید اللہ، ترجمانِ اسرارِ غیبی، دیدہ کشائے استتار لاریبی، نقطۂ پرکارِ احدیت کا، مرکزِ دائرۂ صمدیت کا، طغرائے مناشیرِ قدر و قضا، دیباچۂ دساتیرِ خوف و رجا، محررِ تفاسیرِ معالمِ غیب و شہود کا، مفسرِ اساطیرِ صحائفِ وجود کا، بزرگی دینے والا عیسٰی اٰنَ[5]

۱۔ اصل "وما ارسلناک شاھدا ومبشرا ونذیرا" یہاں ناقل نے دو قرآنی آیتوں "وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا" (الفرقان ۲۵: ۳۳) اور "اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا" (الفتح ۴۸: ۸) کو باہم مخلوط کر دیا ہے. ہم نے متن میں اصل قرآنی آیت درج کر دی ہے.

۲۔ ابتدائے آفرینش میں خدا تعالیٰ نے ہر ایک شئے سے جس کا پیدا کرنا منظور تھا مخاطب ہو کر فرمایا: کُنْ یعنی ہو جا. فَکَانَ: وہ ہو گئی. چونکہ ان لفظوں سے سارا عالم وجود میں آیا اس لیے استعارۃً ان الفاظ سے تمام عالمِ موجودات مراد لیتے ہیں.

۳۔ حدیثِ قدسی.

۴۔ مجمع: "وآدم" بغیر الف لام کے ہے (المعجم ۲: ۳۱۷) ۵۔ یہ کلمہ مٹا ہوا ہے.

یَبْعَثَکَ [رَبُّکَ] مَقَاماً مَحْمُوداً[1] کا راہ دکھلانے والا شہودِ معراج ھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی[2] کا یکہ تازِ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً[3] شاہبازِ قربِ دَنَا فَتَدَلّٰی[4] صدرنشینِ محفلِ ذِیْ قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ[5] منبرگزینِ اقلیمِ دلکشائے مطاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ[5] مجموعۂ مکارمِ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ[6] کا، دانا رموزِ فَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ[7] کا، کمال دارِ مقامِ قَابَ قَوْسَیْنِ

[۱۸ الف] اَوْ اَدْنٰی، قادرِ اندازِ اعجازِ مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی[8] مخصوص/ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ[9] مضمونِ السراج المنیر والدر البحی، سلطانِ سریرِ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحاً مُّبِیْناً[10] تخت گاہِ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً[11] مشعل فروزِ قلوب بانوار اھتدی، مالکِ ممالکِ اصطفیٰ، سرفرازِ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْھَا رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، سید المرسلین، خاتم النبیین، پیش ترین نقطۂ پرکارِ ہستی، بیش ترین لمعۂ انوارِ معرفت و خداپرستی، طلیعۂ طبا شیر صباحِ قدرت، سراجِ منیرِ شامِ صنعت و حکمت، فاتحۂ مصحفِ رسالت، خاتمۂ رسالتِ نبوت، سرجوشِ بادۂ فیضِ ازل، سردار فادۂ عقول:

چشمۂ فیضِ اِنَّا اَعْطَیْنَا جرعہ بخشِ شرابِ لَکَ الْکَوْثَرَ

مرجعِ ضمیرِ ھُوَ اللّٰہُ الْاَکْبَرُ، کنوز الحقائق السرمدیہ، حفظۂ رموز الاسرار الصمدیہ، مفاتح خزائن العلوم

[۱۸ ب] الغیبیہ، مصابیح مکامن/ المعارف الدینیہ[12]، مجالی شواہد التجلیات الاحدیہ، مرایای عرائس الاشراقات الالٰہیہ، ایسا پیغمبر کہ معجزات اوس کے تا قیامت ظاہر اور ایسا سُرورکہ دینِ مبین اوس کا تا یوم القیام دنیا پر دائر، ایسا بلند مقدار کہ شبِ معراج خطۂ غبرا سے طارمِ خضرا پر پرواز کر، جناحِ بخشش کا،

۱۔ الاسرار ۱۷: ۷۹۔
۲۔ النجم ۵۳: ۷۔
۳۔ الاسراء ۱۷: ۱۔
۴۔ اصل میں دنیٰ۔
۵۔ التکویر ۸۱: ۲۰-۲۱۔
۶۔ القلم ۶۸: ۴۔
۷۔ یوسف ۱۲: ۷۶۔
۸۔ الانفال ۸: ۱۷۔
۹۔ الاحزاب ۳۳: ۵۶۔
۱۰۔ الفتح ۴۸: ۱۔
۱۱۔ المائدہ ۵: ۴۔
۱۲۔ اصل: الدینہ۔

گوشہ نشینانِ میدانِ قدس پر پہن[1] گیا، اور ایسا شاہ سوار کہ پھر اوس منزلِ پاک سے عنان عزیمت پھیر، بہ ترتیب ساکنانِ مرکزِ دائرۂ خاک مشغول ہوا، ایسا راہ نورد کہ غبارِ نعلِ براق اوس کے کا بالاتفاق تاجِ مفارقِ اشرافِ عالمِ علوی، اور ایسا جہانگرد کہ گردِ نعلینِ مبارک اوس کے کی بتحقیق سرمۂ دیدۂ بزرگانِ خاکدانِ سفلی، مصطفاے مکّی، مجتباے مدنی، مہتداے قرشی، مقتداے ہاشمی:

ہے زمیں پر قبلۂ افلاکیاں / بر فلک امّید گاہِ خاکیاں [۱۹ الف]

یعنی رسول اللہ، حبیب اللہ، مرجعِ خیرِ انام، شفیعِ یوم القیام، احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم:

رسولِ امیں اُمّی مقتدا / سپہرِ شرف، مہرِ اوجِ ہُدا
پناہِ عرب، بادشاہِ عجم / شفیعِ گناہِ جمیع الامم
وہی نور ہوا جب برآدم نمود / فرشتے کیے اوس کے تئیں تب سجود
رکھے اوس سے تھا نوح جب اختصاص / ہوا تب یو طوفان سیتی خلاص
چھوٹے آگ سے اوس کے باعث خلیل / مسیحا کوں تھی اوس کے دم کی دلیل
اوسی کے لیے عرش و کرسی زمیں / اوسی کے لیے پیک روح الامیں
کسے ہیگی قدرت جو اوس کی ثنا / کرے ثبت کاغذ پہ با انتہا
دو جگ گر ہوئیں کاغذ ہوئیں دریا مداد[2] / قلم سب شجر ہوویں تو بھی زیاد
ثنا اوس کی ہے فضلی نہیں کہہ سکے / اب آگے شہِ اولیا کی کہے/ [۱۹ ب]

تمت نعت رسول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

۱۔ پہن: بفتحِ اول و سکونِ دوم و نیز بفتحتین: فراخ، کشادہ۔

۲۔ مداد: روشنائی، اشارہ ہے آیتِ قرآنی: وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِن شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِن بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (لقمان ۳۱: ۲۷)
یہی مضمون ایک اور جگہ بھی بیان ہوا ہے۔ (الکہف ۱۸: ۱۱۰)

پھر جو سخن بہ منقبتِ شاہِ اولیا
موزوں ہوا سو وہ سخن عالی خیال ہے

منقبت اوس کی کہوں ہیگا جو ہم نامِ خلیل جس کا شاگردِ پسندیدہ کہایا جبریل

وہ شاہِ اولیا کہ سرِ دفتر ہے مخلوقات کا، اور شیرازہ صحیفۂ ممکنات کا، دُرِّ دُرجِ لا فتیٰ، بدرِ بُرجِ ھَلْ اَتٰی، برادرِ محمدِ مصطفیٰ، خانہ زادِ خدا، تاجدارِ انبیاء، رازدارِ کبریا، واقفِ مواقفِ ناسوت و ملکوت، عارفِ معارفِ لاہوت و جبروت، مظہرِ اسرارِ ولایت و نبوت کا مصدر آثارِ فتوت و مروت کا، خورشیدِ سپہرِ امامت کا، جمشیدِ سریرِ کرامت کا، دیباچہ مخزنِ رسالت کا، خاتمہ مصحفِ وصایت کا، قوتِ ناطقۂ فصاحت کا، زورِ سرپنجۂ شجاعت کا، [۲۰ الف] روشنیٔ اخترِ ایمان، عزتِ پیشانیٔ عرفان، قاضیٔ محکمۂ قضا و قدر، قاسمِ طوبیٰ و سقر، صاحبِ بھیدِ سیدالبشر، خداوندِ شمشیرِ دوسر، سزاوارِ ندائے مصرع:

لا فتیٰ اِلّا علی لا سیف اِلّا ذوالفقار

سربلندِ خطابِ حیدرِ صفدرِ نامدار، رافعِ فجار، دافعِ اشرار، قاتلِ کفار، کرّارِ غیر فرار، منشیٔ احکامِ خدا، گوہرِ تاجِ اِنّما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اَھل البیت ویطھّرکم تطھیرا[۲]، حلہ پوشِ قُلْ کفیٰ باللہِ شَہِیدًا[۳]، برگزیدۂ اِنّما ولیکم اللہ ورسولہ والّذین آمنوا الّذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ[۴]، اور پسندیدہ اِنّ الذین آمنوا وعملوا الصالحات، لائقِ من کنتُ مولاہ فعلیٌّ مولاہ، مصادقِ اَللّٰھم والِ من والاہ وعادِ من عاداہ، جانبازِ ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ[۵]، اور سرافرازِ اَجعلتم سقایۃ الحاجّ وعمارۃ المسجد الحرام کمن آمن باللہِ

۱۔ اصل: طوبا۔

۲۔ الاحزاب ۳۳:۳۳۔ ۳۔ العنکبوت ۲۹: ۵۲۔

۴۔ المائدہ ۵: ۵۸۔ ۵۔ البقرہ ۲: ۲۰۷۔

والیوم الآخر وجاھد فی سبیل اللہ،[1] مقتدا اور پیشوا جمیع مومنین و مومنات و مسلمین [۲۰ ب]
مسلمات کا، ساقی روز عرصات کا وسقیھم ربھم شرابا طھورا،[2] علمدار واذا رأیت
ثم رأیت نعیماً وملکاً کبیراً، رازدار ویطعمون الطعام علی حبہ مسکیناً ویتیماً و
أسیراً،[3] سزاوار عنایت قل لا أسئلکم علیہ أجراً الا المودۃ[4] فی القربی،[5] مخصوص إنا
أرسلنا إلیکم نوراً مبیناً،[6] قافلہ سالار إنا مدینۃ العلم و علی بابھا، نامدار أنا
میزان الحکمۃ و علی لسانھا، خطیب منبر سلونی کا، وارث مرتبۂ ہارونی کا، مخاطب
بخطاب أنت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ[8]، مفتخر با فتخار إنی جاعلک للناس إماماً،[9]
استاد جبرئیل، ہمنام رب جلیل، تخم مزرعۂ مناقب و مفاخر، مفہوم ھو الأول والآخر،
جان نثار رسول، زوج بتول، گوشہ نشین روز سقیفہ،[10] مخصوص إنا جعلناک خلیفہ،[11] ثانی
اثنین مرج البحرین کا، چلہ کمان قاب قوسین کا، ماصدق إن من شیعۃ لا براھیم[12] کا۔ [۲۱ الف]

۱۔ التوبہ ۹: ۱۹۔ ۲۔ الدھر ۷۶: ۲۱: ۲۰۔

۳۔ الدھر ۷۶: ۸۔ ۴۔ الشوریٰ ۴۲: ۲۳۔

۵۔ اصل: القربا۔

۶۔ قرآنی آیت "وأنزلنا إلیکم نوراً مبیناً"۔ (النساء ۴: ۱۷۴)

۷۔ حضرت علی کی خلافت کے بعد جب لوگوں نے بیعت کی تو حضرت نے منبر پر بیٹھ کر اپنا مشہور خطبہ پڑھا جس کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے: یامعشر الناس سلونی قبل أن تفقدونی فإن عندی علم الأولین والآخرین۔ مکمل خطبہ مجلسی: بحار الانوار ۱۰: ۷ا میں موجود ہے نیز دیکھا جائے، الشیخ المفید: الارشاد: ۱۵۔

۸۔ صحیح بخاری باب مناقب علی بن ابی طالب: ۷۔

۹۔ البقرہ ۲: ۱۲۴۔

۱۰۔ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد صحابۂ کرام خلافت کے مسئلے پر غور و فکر کرنے کے لیے سقیفۂ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے۔ یہیں طویل گفتگو اور بحث و تمحیص کے بعد حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ منتخب ہوئے۔ حضرت علیؓ اس مشورے میں شریک نہ تھے۔

۱۱۔ ص ۳۸: ۲۶۔ ۱۲۔ الصافات ۳۷: ۸۳۔

مورد ھو العلی العظیم کا، کرسی نشین رفعناہ مکاناً علیاً[1]، نامورِ ولم نجعل لہ من قبل سمیاً[1]، معزز رقم یا ابا تراب، منصوص وعندہ علم [من] الکتاب[2]، نشار نزولِ رضیت لکم الاسلام دیناً[3]، مخبر صادق لو کشف الغطاء ما ازددت یقیناً، یکہ تازِ معرکۂ نقاتل علی تاویل القرآن، متمکن بساطِ امتحن اللہ قلبہ بالایمان، شہ سوارِ دوشِ پیغمبر، کنندۂ درِ خیبر، کشندۂ عمرو[4] و عنتر[5]، بابِ شبیر و شبر علیؑ خیر البشر ومن ابی فقد کفر، امامِ برحق، وصیِ مطلق، ابا الحسنین اور ابا الریحانتین، مصلی القبلتین، امام اھل المشرقین والمغربین، سید الکونین اور ھادی الخافقین[6]، یداللہ، اسد اللہ، قدرت اللہ، سیف اللہ، سیدِ اوصیا،
[۲۱ ب] سرورِ اتقیا، فریاد رسِ روزِ جزا، یعنی زوج فاطمہ زہرا، / ابنِ عمِ محمد مصطفیٰ اعنی اسد اللہ الغالب، غالب کل غالب، مظہر العجائب ومظہر الغرائب، شگوفۂ باغ ابوطالب، مطلوب کل طالب، شہاب اللہ الثاقب، ہزبر السالب، فارس المشارق والمغارب، سید الوصیین و یعسوب المسلمین، افتخار الاولین[7] والآخرین، امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

رہبرِ دیں اور امام الاولین — ساقیِ کوثر امیر المؤمنین
اوس کتاب وصف میں بحروں کی نیر — نہیں ہے کافی جو محبانِ دیر
کر کے تر اوس پانی سے اونگلی شتاب — جو کریں سب اوس کے ورقوں کا حساب
وصف اوس کی کی نہیں ہے انتہا — لاتعد لاتحصیٰ ہے اوس کی ثنا
کس کی قدرت جو ثنا اوس کی کہے — یا ثنا خاتونِ جنت کی لکھے / [۲۲ الف]

تمت المنقبت حضرت شاہ ولایت پناہ علیہ السلام

۱۔ مریم ۱۹ : ۵۷، ۶۵ ۔ ۲۔ النمل ۲۷ : ۴۰ ۔ ۳۔ المائدہ ۵ : ۳ ۔
۴۔ عمرو بن عبد وُد، مشہور عرب سورما جسے جنگ خندق میں حضرت علی نے قتل کیا۔
۵۔ عنتر: خیبر کا بہت دلیر اور شجاع یہودی جو جنگ خیبر میں حضرت علی کے ہاتھ سے مارا گیا۔
۶۔ الخافقین، خافقین: مشرق و مغرب، دو کنارۂ آسمان۔
۷۔ اصل: اولین۔

پھر منقبت بتول کی کہنی بصدق دل
بیشک رضائے احمد ہے اور ذوالجلال ہے

وہ خاتونِ جنت کہ سیدۃ النساء العالمین ہے اور زوجۂ حضرت امیر المؤمنین ہے، بنتِ خاص رسولِ خدا، نورِ دو چشمِ خدیجۃ الکبریٰ، شفیعۂ روزِ جزا، حبیبۂ حبیبِ خدا، امّ الکتاب قرآن جلالت وہدایت کی، سورۂ مریم مصحفِ رسالت ونبوت کی، مسبحۂ پنجۂ ید اللہ، عابدۂ صومعۂ عرش اشتباہ، معدنِ جواہر قدسیہ، حوارے انسیہ، مرآۃ انوارِ نامتناہی کی، صورتِ علمیہ الٰہی کی آبروے دریائے طہارت، شمعِ فانوسِ پردۂ عصمت، قوتِ مدرکۂ دستِ تقدیر، منبعِ چشمۂ آیۂ تطہیر،[1] کدبانو[2] کارخانۂ ایجاد کی، مرشدۂ طریقۂ صلاح وسداد کی، مخزنِ علمِ لدنی، مصداق/الفاطمۃ بضعۃ منی محمل نشینِ اشارۂ فاقۃ اللہ وسقیاھا،[3] موردِ اذانی من اذاھا، گنج نامۂ اسرار کنزاً مخفیاً،[4] رازدار اذ نادیٰ ربہ نداءً خفیاً مخاطب بخطاب ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ،[5] زہرۃ الریاض من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لاشرقیۃ ولاغربیۃ، مشکوۃ چراغِ اللہ نور السموات،[6] محفل افروزِ الباقیات الصالحات، سرمہ کشِ ما زاغ البصر وما طغیٰ،[7] معراجِ آرزوے سبحان الذی أسریٰ، منصوص نفطم شیعتھا من النار، قاسمۂ جنات تجری من تحتھا الأنھار، سیدۃ الجلیلہ، کریمۃ النبیلہ، مکروبۃ العلیلہ، مظلومۃ الزکیہ، معصومۃ التقیہ، ذات الاحزانۃ الطویلہ [٢٢ ب

۱۔ سورۂ احزاب ۳۳: ۳۳ کی مشہور آیت "إنما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس أھل البیت ویطھرکم تطھیرا" آیۂ تطہیر کہلاتی ہے۔

۲۔ کدبانو: گھر کی مالک، بیگم۔

۳۔ الشمس ۹۱: ۱۳۔ ۴۔ مریم ۱۹: ۳۔

۵۔ الفجر ۸۹: ۲۸۔ ۶۔ النور ۲۴: ۳۵۔

۷۔ النجم ۵۳: ۱۷۔

فی المدۃ القلیلہ، محدثۃ العلیمۃ، مطہرۃ النقیۃ، صالحۂ زماں، عفیفۂ جہاں، مخدومۂ جناں،
[۲۳ الف] معصومۂ آخر الزماں، داد خواہِ روزِ محشر، برہم کنِ قضا و قدر،/ نور العینین خاتم المرسلین،
مالکۂ یوم الدین، زوجۂ خیر الائمۃ، امّ الائمۃ، بنت سیّد الثقلین، والدۃ الحسنین، فریاد رسِ
محبان، درد کشیدۂ ہر دو یتیمان، البتول العذرا اعنی فاطمۃ الزہرا صلی اللّٰہ علیہا و علیٰ
أبیہا و علیٰ بعلہا و بنیہا۔ بیت:

عصمتِ دیں تاج دار ہر نسا — جگ کی زینت حضرت خیر النسا
اوس کے گیارہ اختر روشن چو نور — پے بہ پے سب نے کیا ہیبگا ظہور

کہنی مناقب أحد عشر کوکبا

رہرِ روان فضلی کا ثبت اشتغال ہے

وہ گیارہ اختر روشن کہ ہر یک برج اسدِ امامت میں مانند مہر منیر کے ہے، اور روشنی مہر منور و
بدر انوار اوس پر تو پر ضیا آگے مثال عشرِ عشیر کے۔ پس درو ونا معدود سزاواران یازدہ اخترِ سپہر
[۲۳ ب] رسالت کہ جن کے نورِ محبت سے قنادیل دلہاے محبان روشنی بخش/ زمین و آسماں، اور شعشۂ
خورشید محبت اون کی بنے بمقتضاے سیماهم فی وجوههم من أثر السجود[۱]، صبح صادقِ
یقین و ایمان، پیشانی شیعیان سے نمایان، خصوصاً سعدین آسمانِ رسالت اور قطبین فلکِ
امامت۔ دو دوست قدرت، دو چشم الوہیت، دو ابروے پیشانی سروری، دو بازوے
نعت پیغمبری، دو گواہِ عادلِ توحید یزداں، دو عدلینِ نسخ انتظام جہاں، دو کفۂ میزانِ
عدالت، دو دمِ شمشیر شجاعت، دو رکعتِ نمازِ صبح تجلّی ذات، معوذتینِ قرآنِ نجات، دو
مصرعِ دیوانِ کبریا، دو پارۂ قمر آسمانِ اصطفیٰ، دو گوشوارۂ عرش اعظم، شہادتینِ مجسم، قرینۂ
موسیٰ و ہارون، فاضل تر از یوشع و شمعون، دو صدر نشین سینۂ رسول، دو پارہ عقیق جگرِ

۱۔ الفتح ۴۸: ۲۹۔

بتول، دو گل باغ ھما ریحانتان من الدنیا[1]، دو برگزیدۂ/ اَللّٰھم إنی أحبھما، بکرار [۲۳ الف]
رب المشرقین والمغربین[2]، دو خانۂ کمانِ قاب قوسین، دو گوہر بحرِ یخرج منھما
اللؤلؤ والمرجان[3]، دو مخصوص بحدیث سبطان، دو یکہ تازِ نعم الفارسان من الاسباط
دو مہتدی آیت ھدینا ھما الصراط[4]، دو مامورِ طھرا بیتی للطائفین والعاکفین[5]، دو
دانشورِ اتینا ھما الکتاب المستبین[6]، دو داعیِ ربنا [و] اجعلنا مسلمین[7]، دو مصدق
إنی ترکت فیکم الثقلین[8]، دو مخاطب بخطاب قد اجیبت دعوتک فاستقیما[9]، دو مائید
بافتۂ لا تخافا أننی معکما[10]، دو بنجہ در عالم حقیقت بین الإصبعین من أصابع الرحمٰن[11]
دو صاحب دستگاہ وسعت آبادِ مجاز بل یداہ مبسوطتان[12]، المظلومان فی دار الجنۃ
سیدا شباب[13] اہل الجنۃ ابی محمد الحسن المجتبیٰ والامام المرتجیٰ سبط المصطفیٰ[14] وابن المرتضیٰ/ علم [۲۴ ب]
الہدی العالم الرفیع ذی الحسب المنیع الشفیع المقتول بسم النقیع والمدفون بارض البقیع

۱۔ "ھما ریحانتان من الدنیا" بخاری: باب فضائل الصحابۃ: ۲۲؛ باب الادب: ۱۸؛ جامع ترمذی باب المناقب: ۳۰ (المعجم ۲: ۳۱۸)

۲۔ الرحمٰن ۵۵: ۱۷۔ ۳۔ الرحمٰن ۵۵: ۲۲۔

۴۔ الصافات ۳۷: ۱۱۸۔ ۵۔ البقرہ ۲: ۱۲۵۔

۶۔ الصافات ۳۷: ۱۱۷۔ ۷۔ البقرہ ۲: ۱۲۸۔

۸۔ حدیث کے الفاظ جو صحیح مسلم، دارمی اور مسند احمد بن حنبل میں درج ہیں یہ ہیں: وأنا تارک فیکم ثقلین۔ (المعجم ۱: ۲۹۴)

۹۔ اصل میں: اصیبت۔ ۱۰۔ یونس ۱۰: ۸۹۔

۱۱۔ اصل: انی۔ ۱۲۔ طٰہٰ ۲۰: ۴۶۔

۱۳۔ قلب المؤمن بین اصبعین من أصابع الرحمٰن، ایک روایت: القلوب بین اصبعین من أصابع الرحمٰن کی بھی ہے۔ یہ حدیث باختلاف روایت صحیح مسلم ۸، اور الجامع الصغیر ۱، ۲۰۸۳: ۱۵۱ میں بھی ملتی ہے۔ سنن ترمذی اور مسند احمد بن حنبل کی روایت ہے: "لیس آدمی إلا وقلبہ بین اصبعین من أصابع اللہ" (المعجم لالفاظ الحدیث ۱: ۳۸)

۱۴۔ المائدہ ۵: ۶۴۔ ۱۵۔ اصل میں: الشباب۔

وابی عبداللہ الحسین سبط رسول الثقلین، نور العینین شہسوارِ بدر وحنین، المقتول الشہید المحنۃ والکرب والبلاء، المظلوم والمذبوح بجفار الیزید الپلید والمدفون بارضِ کربلا علیہما الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ والثنار۔

باقی ائمۂ اطہار، وصیہائے برحق احمدِ مختار، جگر گوشۂ حیدرِ کرار، کرسی نشین بارگاہِ عزت کے، بلند مرتبہ عرشِ رفعت کے، نفوس فلکِ اعتلا کے، عقول عالمِ کبریا کے، اسمار حسنیٰ ایزد متعال کے، درر بحرِ زخارِ جلال کے، مقامات عارفین منازل صدق ویقین، سلکِ لعلِ سرخروئی شہادت، سلسلۃ الذہب پاکی طینت، گلستانِ سالت کے ریحانِ زکی، اور
[۲۵ الف] بوستانِ امامت کے/ سروسہی، گوہرِ تاجِ ولایت ونبوت کے، مصدر معراج فتوت ومروت کے، ہادیان راہِ ہدایت، قاضیانِ صدرِ عدالت، منتظرِ وعدۂ أنهم لهم المنصورون[۲]، مبشرِ انّ جندنا لهم الغالبون[۳]، متمکن بساطِ فی جنات النعیم علی سرر متقابلین[۴] کے، نظارہ کرنے والے عندهم قاصرات الطرف عین[۵] کے، والی ولایت جعلنا منهم[۶] أئمة یهدون بأمرنا[۷]، مالکِ ملکِ والدار الآخرة خیرٌ وابقیٰ[۸]، مخبرانِ وعد اللہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات لیستخلفنهم[۹]، مقربِ بارگاہِ وهو معکم أینما کنتم[۱۰]، مخصوصانِ سلام وتحیۃ أولئك هم خیر البریة[۱۱]، اعنی حضرت سید الساجدین زین العابدین، شمس النهار المستغفرین، والقمر لیلۃ المتہجدین، علیہ الصلوٰۃ والسلام

۱۔ کذا۔
۲۔ الصافات ۳۷ : ۱۷۲۔
۳۔ ایضاً ۳۷ : ۱۷۲۔
۴۔ ایضاً ۳۷ : ۴۴، ۴۳۔
۵۔ ایضاً ۳۷ : ۴۸۔
۶۔ اصل میں جعلناهم۔
۷۔ السجدہ ۳۲ : ۲۴۔
۸۔ الاعراف ۷ : ۱۷، اصل میں "والدار الآخرة خیراً وأبقیٰ" لکھا ہوا ہے۔
۹۔ النور ۲۴ : ۵۵۔
۱۰۔ الحدید ۵۷ : ۴، اصل میں اللہ معکم درج ہے۔
۱۱۔ البینہ ۹۸ : ۷۔

اور حضرت امام محمد الباقر الطاہر، بحر الزاخر و بدر الباہر والنجم الزاہر/ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت [۲۵ ب]
امام جعفر الصادق الصدیق، الامام الوثیق، والحلیم الشفیق، ساقی شیعتہ من شراب الرحیق،
علیہ الصلوٰۃ والسلام، اور حضرت امام موسیٰ الکٰظم، سید الکریم، سمی الکلیم، علیہ الصلوٰۃ والسلام،
اور امام علی موسیٰ الرضا، سید المعصوم والامام المظلوم والغریب المغموم والشہید المسموم
علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت امام محمد تقی الجواد، العالم باسرار المبدأ والمعاد، مناحل المجتبین
یوم التناد، الموصوف بالسداد والمعروف بالارشاد، علیہ الصلوٰۃ والسلام، اور حضرت امام
علی النقی الفاضل الکامل الباذل والغیث الہاطل علیہ الصلوٰۃ والسلام، اور حضرت امام
حسن العسکری المرتجیٰ، نور حدیقۃ المصطفیٰ و نور حدیقۃ المرتضیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت امام [۲۶ الف]
محمد المہدی الہادی صاحب العصر والزمان، قاطع البرہان، وامین الدیان، خلیفۃ الرحمٰن، سید الانس
والجان نائب مناب پیغمبر، امام ثانی عشر، صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم وعلیٰ آبائہم اجمعین الیٰ یوم الدین
اللہم ہولاء ائمتی وسادتی وقادتی بہم اتولّٰی ومن اعدائہم اتبرأ اللہم وال من والاہم وعاد من
عاداہم وانصر من نصرہم واخذل من خذلہم والعن علی من ظلمہم واہلک عدوہم من الجن والانس
من الاولین والآخرین، اللہم زدنا محبتہم وارزقنا شفاعتہم واحشرنا معہم وفی زمرتہم تحت
لوائہم بفضلک وجودک واحسانک ورحمتک یا ارحم الراحمین۔

تمت المناقب ائمۂ طاہرین صلوٰۃ اللہ وسلامہم اجمعین

پھر بیاں سیتی دعائیہ از بہر آں ظہور
کہ کفر جس ظہور سیتی پائمال ہے

/تحفۂ دعا وہدیۂ ثنا بہ تعجیل ظہور موفور السرور صاحب الدعوۃ النبویۃ والصولۃ الحیدریۃ [۲۶ ب]
والعصمۃ الفاطمیۃ والحلم الحسنیۃ والشجاعۃ الحسینیۃ والعبادۃ السجادیۃ والآثار الجعفریۃ،
والعلوم الکاظمیۃ والحجج الرضویۃ، والجود التقویۃ والنقاوۃ النقویۃ والہیبۃ العسکریۃ امام منتظر،
خاتم اثنا عشر، کمال قدرت ملک جبار، ہمنام احمد مختار، زیبندۂ انواع لحوظ، حافظ لوح محفوظ،

متصفِ بصفتِ خدا، ظاہر در پردۂ خفا، صورتِ قربِ احمدی، معنیِ حقیقتِ محمودی، وارثِ مرتبۂ امیر المؤمنین، مقتدائے اوّلین و آخرین، امام سبحۂ دورِ زمان کا، عنوان صحیفۂ ایمان کا، مقربِ بارگاہِ إن له عندنا لزلفى وحسن مآب، برپا دارندۂ شرط و شروط وھو
[۲۰ الف] قائم یصلی فی المحراب[۲]، سرحلقۂ صومعہ دارانِ یذکرون اللہ قیاماً[۳]، شہریار کشور انی جاعلک للناس اماماً[۴]، زبان دانِ ویکلم الناس فی المہد وکہلا ومن الصالحین[۵] کا، صاحبِ جلال، وجیہاً فی الدنیا والآخرة ومن المقربین[۶] کا، بیعت ستان له أسلم من فی السموات والارض طوعاً وکرھاً والیه ترجعون[۷] کا، لشکر کش اولئک حزب اللہ ألا ان حزب اللہ ھم المفلحون[۸] کا، منذر أرأیتم ان أصبح ماؤکم غوراً[۹]، منصوص یملأ الأرض عدلا بعد ما ملئت ظلماً وجوراً[۱۰]، امین الدیان صاحب الزمان صلوة اللہ الملک العلام.

علیه وعلی آبائه الکرام　　پڑھ سورۂ اخلاص سنہ فاتحہ تمام
جلد کر اب ظہور یا مولا　　شاد کر دل اپس غلاموں کا
تیرا دیدار دیکھ ہوویں شاد　　دینِ حق سیتی سب جگ ہوئے آباد
[۲۰ ب] فضل اپنے کی مشکلیں آسان　　جلد کر یا خلیفۃ الرحمٰن

تصنیف جو کرے کوئی کچھ جس کے دور میں
اوس کا بھی اوس میں نام لے آنا کمال ہے

۱۔ ص ۳۸ : ۲۵، ۴۰ ۔　۲۔ آل عمران ۳ : ۳۹ ۔　۳۔ آل عمران ۳ : ۱۹۱ ۔
۴۔ البقرہ ۲ : ۱۲۴ ۔　۵۔ آل عمران ۳ : ۴۶ ۔　۶۔ آل عمران ۳ : ۴۵ ۔
۷۔ آل عمران ۳ : ۸۳ ۔　۸۔ المجادلة ۵۸ : ۲۲ ۔　۹۔ الملک ۶۷ : ۳۰ ۔
۱۰۔ سنن ابی داؤد، ابنِ ماجہ، مسند احمد بن حنبل کے الفاظ یہ ہیں: یملأ الارض قسطاً وعدلاً (المعجم ۴ : ۱۵۵) کما ملئت ظلماً وجوراً (المعجم : ۴ : ۱۵۵، ۳۹۸)

گلدستۂ دعا لائق و سزاوار اوس بادشاہِ عالی بارگاہ کے اور دو دستہ ثنا پیش کش اوس خسرو جم جاہ خلائق پناہ کے کہ جس کے عدلِ دوران اور معدلتِ زمان میں یہ نسخۂ محمودہ تصنیف ہوا اور یہ رسالۂ مسعودہ تالیف۔ ابیات :

یہ ترجمہ فارسی کا ہندی — از فہم و ذکاے ہوشمندی
ناواقفوں کا یوں واقف ہونا — اور ہوئے کے واقف اوس پہ ونا
اوس کوں بھی بہ شرحِ اُونباکا[۲] — ہوتا ہے ثواب اوس بکا کا

ایسا بادشاہ سلطنت پناہ کہ زمامِ ایالت و سرفرازی اور عنانِ عدالت و بندہ نوازی بیچ ملک ہندوستان کے کفِ کفایت اور قبضۂ درایت اوس کے میں آئی اور طلیعۂ سپاہ اوس کی نے جس طرف مُنہہ دکھلایا، صبحِ اقبال مطلعِ امانی و امال سے طالع ہو مونہہ دکھلائے اور جناحِ ہما شوکت [۲۰ الف] اوس کے نے جس ملک پر کہ سایہ کیا آفتابِ فتح و ظفر کا سپہرِ اقتدار سے لامع ہوا، عدلِ کامل اوس کا کافی تمہیدِ مبانیٔ دین و دولت کا، دستِ باذل اوس کا ضامن تشییدِ قواعدِ ملک و ملت کا، آفتابِ بے زوالِ سپہرِ جہانبانی و جہانداری، بدرِ کمالِ فلکِ کامرانی و کامگاری، مظہرِ اصنافِ الطافِ الٰہی، مقربِ بارگاہِ عالم پناہِ شاہی، انیس الدولۃ والہیبۃ الباہرۃ، جلیس الحضرۃ والعلاۃ القاہرۃ، ممتثلِ فرمانِ اِنَّ اللّٰہَ یأمرکم بالعدل والاحسان، المؤید بتائید اللّٰہ المستعان والمؤید من السماء، والمظفر علی الاعداء، امین المملکت والولایت، معین السلطنت والخلافت، شایستۂ مسندِ سلطانی، زینتِ رتبۂ گورگانی، شرفِ دودمانِ تیمور، ابوالمظفر والمنصور السلطان ابن السلطان والخاقان [۲۰ ب] ابن الخاقان، شاہنشاہِ سپہر بارگاہ، جم جاہ، سکندر سپاہ، روشن اختر، ثریا عسکر، دارا شوکت، فریدون فر، غرۂ ناصیۂ سرفرازی محمد شاہ پادشاہِ غازی ادام اقبالہ و دوام اجلالہ، اللّٰہم متع المسلمین بطول بقایہ وحیاتہ وضاعف ثواب جمیل حسناتہ وارفع درجۃ اولیائہ، ودمر علی اعدائہ، اللّٰہم امن بلادہ واحفظ ولدہ وایدہ المولی علی اعدائہ وشماتتہ۔ ابیات :

محمد شاہ، شاہِ عدل گستر — کمینہ چاکرش دارا سکندر

۱۔ دو دستہ : چمنستاندہ درخت۔

۲۔ من بکی علی الحسین اُونبا کا وجبت لہ الجنۃ کی طرف اشارہ ہے۔

ہے عدل اوس کے سبتی آفاق معمور ہوا ظلم و ستم اوس دور سے دور

سراپا زیبِ تختِ کامرانی باو زیبا شدہ صاحبقرانی

سپہرِ سلطنت کا مہرِ انور خلافت کے فلک کا روشن اختر

[۲۹ الف] الٰہی تا جہاں پایندہ بادا/ برادر نگِ شہی زیبندہ بادا

تمت الثناء والدعاء بادشاہ جہاں پناہ دام سلطنتہ

مشکیں رقم قلم کا یو توحید و نعت بعد
باعث کتاب کہنے کا لکھنا خیال ہے

اوپر ضمیرِ منیر عارفانِ معارفِ سخن سازی کے اور اوپر خاطرِ خطیرِ واقفانِ مواقفِ نکتہ پردازی کے، پوشیدہ و پنہاں نہ رہے کہ ناظم اِن عقودِ شاہوار کا اور راقم اِن حروفِ دُرر نثار کا، بندۂ فقیر اور ذرۂ حقیر، قلیل البضاعت، بے استطاعت، خادم خادمانِ حضرت ابا عبداللہ الحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا، المسمی بفضل علی والمتخلص بہ فضلی، درب بسترِ علیہٖ کل تعسّر حق تعالےٰ انبخشے اوس کے گناہوں کوں اور پوشیدہ کرے اوس کے عیبوں کوں، کہ خوشہ چین سب سخن فہموں کے کھلیان کا ہے اور ریزہ خور سب سخن سنجوں کے دسترخوان کا، ساتھ حسب مناسبت ازلی [۲۹ ب] کے، بلکہ محض/ ارادت لم یزلی سے، ابتدائے سنِ رشد اور تمیز سے تا اب لگ کہ سنِ عزیز اوس کے نے حدودِ عشرین سے دو تین منزل تجاوز کیا ہے، ہمیشہ تصحیح کرنے روایتوں آثار حضرت امام حسن علیہ السلام کی میں، اور تصریح کرنے حکایتوں اخبار حضرت امام حسین علیہ السلام کی میں مائل و راغب رہتا تھا اور رہتا ہے. بعد از واقف ہونے سب احوال شہادت آل جگر گوشہ ہائے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سے. اب ساتھ زبانِ نیاز اور لسانِ آغاز کے درخدمت برادرانِ ایمانی عرض کرتا ہے کہ اوپر رائے معنی آرائے اربابِ فطنت اور احبابِ حکمت کے مخفی اور محتجب نہ رہے کہ سبب تالیف اس مجموعۂ محمودہ کا، اور باعثِ تصنیف اس [۳۰ الف] نسخۂ مسعودہ کا کہ ہر حرف اس کا ایک گلدستہ بوستانِ ولایت کا ہے، اور ہر صفحہ اس کا ایک

گلشن گلستانِ امامت کا، ہر سطر نثر اس کے کی شاہراہِ وادی ہدایت کی ہے، اور ہر بیت نظم اوس کے کی بادشاہ سریرِ شہادت کی. مہذب کیا ہوا اخبارات شہادات ریحانتیں گلشنستانِ مصطفوی کی ہے اور مرتب کیا ہوا آثارات حکایات نور العینین در سنستان مرتضوی کی ہے موسوم بہ کربل کتھا اس سبب ہوا کہ قبلۂ حقیقی اور کعبۂ تحقیقی میر النواب مستطاب، معلی القاب، شرافت مآب، نجابت نصاب، خورشید جناب، ہلال رکاب، امارت مرتبت، شجاعت منزلت، سخاوت مکرمت. نظم:

در جود و شش دُرِ دریاے فضائل — کفش گوہر فشاں بر فرقِ سائل

سپہرِ جود را خورشیدِ انور — بہ باغ فضل سروِ سایہ گستر [۳۰ ب]

امینِ دولت و خانِ زمانہ — بحسنِ خلق در عالم فسانہ

افاضل پرورِ عالی مناسب — فضیلت گسترِ وافر مناقب

مساند زیب فضل و عز و تمکیں — مقاصد بخشِ اربابِ مساکیں

اعنی نواب بابا امام نواب شرف علی خاں، سلمہ اللہ الملک المنان. شرف قدرہ و شرح صدرہ.

شرف کوں قدر اس کی ہے شرافت — علی کی اوس کے اوپر ہے عنایت

غلام بے مقدار چہاردہ معصوم رہ نما کا، اور تعزیہ دار سید الشہداے کربلا کا، کہ حق تعالے تصدق سر تا حق بریدۂ امام حسین مظلوم کے اوسے ایمان عطا کرے، اور سایہ بلند پایہ اوس غلام دوازدہ امام کا مجھ عاصی رہی[۱] کے سر پر سلامت رکھے. ہر سال تعزیہ حضرت ابا عبد اللہ الحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بہ خلوص نیت اندرون محل مخفی / بموجب حدیث شریف کہ التقیۃ دینی [۳۱ الف] ودین آبائی والتقیۃ جنۃ، بوجہ احسن بجا لاتا تھا، اور بندۂ حقیر، پر تقصیر حسب الارشاد اوس قبلہ گاہ کے خلص[۲] روضۃ الشہدا کا کہ سب نکتہ سنجان مناقب شاہ لافتیٰ نے اور سب دقیقہ فہمان مصائب سید الشہدا نے واقعہ شہادت شاہ کربلا کا اوس میں لکھا ہے، سنا تا تھا لیکن معانی اوس کے نساء و عورات کی سمجھ میں نہ آتے تھے، اور فقرات پرسوز و گداز اوس کتاب مذکورہ کے بسبب

۱۔ رہی: راہ چلنے والا یعنی مسافر. مراد غالباً فانی سے ہے.

۲۔ خلص: اختصار اور انتخاب مراد ہے.

لغاتِ فارسی اون کوں نہ رولاتے تھے. اکثر اوقات بعد کتاب خوانی[1] کے سب یہ مذکور کرتے کہ
صد حیف و صد ہزار افسوس جو ہم کم نصیب عبارتِ فارسی نہیں سمجھتے اور رونے کے ثواب سے
[۳۱ الف] بے نصیب رہتے ایسا کوئی صاحبِ شعور ہووے کہ کسی طرح سن و عن / ہمیں سمجھاوے اور ہم سے
بے سمجھوں کو سمجھا کر رولاوے. مجھ احقر احقر کی خاطر میں گذرا کہ اگر ترجمہ اس کتاب کا برنگینیِ عبارت و
حسنِ استعاراتِ ہندی قریب الفہم عامۂ مومنین و مومنات کیجیے تو بموجب اس کلام بانظام کے
کہ من بکیٰ علی الحسین أو تباکا وجبت لہ الجنۃ، بڑا ثواب باصواب لیجیے. کیونکہ اس فائدۂ
سبحانی سے اور اس مائدۂ زبانی سے زن و مرد اور پیر و جوان، خوانندہ و ناخواندہ اور خورد و کلاں کو
بہرۂ فاضل اور نصیبۂ کامل حاصل ہووے اور ہر ایک بے خبر اس دردِ پرسوز اور اس خبرِ غم اندوز کوں
سن کر اور سمجھ کر رووے. پھیر دل میں یہ گذرا کہ ایسے کام کرام[2] کوں عقل چاہیے کامل، اور مدد کسو طرف
[۳۲ الف] کی ہووے شامل، کیونکہ بے تائیدِ صمدی و بے مددِ جنابِ احمدی / یہ مشکل صورت پذیر نہ ہووے اور گوہرِ
مرادِ رشتۂ امید میں نہ آوے. و لہٰذا پیش ازیں کوئی اس صنعت کا نہیں ہوا مخترع، اور اب لگ ترجمۂ
فارسی بہ عبارتِ ہندی نہیں ہوئے مستمع. پس اس اندیشۂ عمیق میں سر بہ گریبانِ تفکر ڈال دریائے
اندوہ تحیر میں غوطہ کھایا اور بیابانِ تامل اور تدبر میں سرگشتہ ہوا لیکن راہ کعبۂ مقصود کی نہ پائی. ناگاہ
نسیمِ عنایتِ الٰہی گلشنِ افکار پر اہتزاز میں آ، یہ بات آئینۂ خاطر میں مونہہ دکھلائی کہ یہ فکرِ عظیم بغیر
امداد ارواحِ مقدس حسنین علیہما السلام حسب الخواہش محبوں کے سرانجام نہ پاوے، چوں ذکر
حسنین علیہما السلام کی مدد کا ذہن نشین ہوا، و ونہیں دل کوں تقویت ہو، پھیر خاطر میں گذرا
[۳۲ ب] کہ قادرِ حقیقی اور خالقِ تحقیقی / نے ذاتِ انسانی کوں ایسی قدرت و کرامت کی ہے کہ جیسے کام پر
طبیعت اور توجہ کوں مصروف رکھے، البتہ معطّل و موقوف نہ رہے اور انصرام کوں پہونچے. اے
دل بہ حکم السعی منی والإتمام من اللہ تعالیٰ اس سعادتِ عظمیٰ اور اس عبادتِ کبریٰ کوں خاطر امید
میں موفق دھر، اور اس بیابانِ فصاحت و بلاغت کوں ساتھ تائید عنایاتِ صمدی کے طے کر،

۱۔ اصل میں اسی طرح ہے.

۲۔ کام کرام یعنی برگزیدہ کام.

اور بمقتضائے حدیث الدال علی الخیر کفاعلہ[۱] امیدِ ثواب دھر ایک رات بعد کتاب خوانی اور سینہ زنی کے ایک فاتحہ مخفی اس کام بانظام لیے بھی پڑھا۔ وو نہیں برکت اور میمنت فاتحہ سے مجھ بیدل کے دل کوں ایک انشراح اور افتتاح ظاہر ہوا۔ پھر ساتھ نظر تامل اور تفکر کے مطالعہ لا تتحرک ذرۃ الا باذن اللہ[۲] کا کر سو گیا۔ میں اوسی رات واقعہ میں دیکھتا ہوں کہ گویا ایک [۴۳ الف]
طرف بمعہ اخوانِ ذی شان و دوستان بہتر از جان سیر کوں جاتا۔ مابین راہ کے ایک شخص اجنبی نے کہا کہ اول روضۂ مقدسۂ حضرت حسنین علیہما السلام کی زیارت کر جا۔ میں بہ خواہشِ اتم اور بہ خوشی اکم[۳] اوس روضۂ منورہ میں گیا دیکھتا ہوں کہ عمارت باہدایت اوس مکان نظیف کے بعینہٖ مانند عمارت حضرت قدم شریف ہے اور متصل دیوار کے دو قبریں نہایت ملیس ہوئیں باہم چوں قافیہ و ردیف ہے۔ ایک بالشت بھر سرہانے کی طرف سبز ہے اور ایک[۴] اوسی دستور سرخ۔ میں نے[۵] بہ ادب تمام اور بصدق تام فاتحہ پڑھ، سرہانے طرف بیٹھ/ مناقب شروع کیا۔ [۴۳ ب]
جوں مجھے وہ معراج بلند حاصل ہوا وو نہیں میری فلک چشمان سے رونا نازل ہوا۔ یکایک اون مرقدوں سے دو دستہ نرگس کے نہایت تر و تازہ نکلے۔ لیکن میں مناقب دو نہیں پڑھتا اور روتا رہا کہ دو دستہ اور نکلے۔ تب میں نے یہ دعا مانگی کہ یا امامین علیہما السلام ایک دستہ اور عنایت ہووے کہ میرا صدق دل مجھ پر ثابت ہووے کیونکہ میں پنجتن کا خادم ہوں۔ معاً مانگنے اس دعا کے ایک دستہ اور تر و تازہ نکلا۔ حاصل الامر میں تا شام اوسی درگاہ ملک بارگاہ میں رہا اور دل موں کہا اے فضلی تو ایسی جناب مستطاب اور ملجا، و آب عالم و عالمیان سے کہاں جاتا ہے اور پھر اپنے تئیں چاہِ دنیا میں پھنساتا ہے/ یہیں رہ اور مت جا۔ اوس قصد کو مصمم [۴۴ الف]

۱۔ مستند کتب احادیث میں یہ حدیث اس طرح مروی ہے: من دلّ علی خیر فلہ مثل أجر فاعلہ (المعجم لالفاظ الحدیث ۲: ۹۸، ۳۰۴)

۲۔ غالباً کسی بزرگ کا قول ہے۔

۳۔ اکم: بلند، زیادہ

۴۔ اصل میں: ییئے۔

۵۔ اصل میں: مین۔

کرو نہیں رہا۔ یکایک بعنایتِ ایزدی و بہدایتِ صمدی ایک جوان ریش و بروت آغاز اون ہی قبروں سے نکلا۔ ایک عبا کہ رنگ اوس کا مجھے یاد نہیں، اوڑھے ہوئے دونوں قبروں پر سوار۔ مجھے خبر نہ تھی کہ وہاں کے خادموں نے کہا، اے فضلی دوڑو کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام بیٹھے ہیں۔ میں یہ سونتے ہی بشاشتِ تمام، دست و پا گم کر دوڑا، دیکھا اوس جمالِ جہاں آراکوں کہ مانند مہرِ منوّر اور ماہِ انور کے برجِ روضۂ مقدسہ کوں روشن کیے ہوئے بیٹھے روتے ہیں، اور گوہرِ غلطانِ اشک، و صدفِ رخسارِ آبدار پر بہتے ہیں۔ میں دیکھتے ہی اوس جمالِ باکمال کوں تصدق ہو قدموں
[۴۴ ب] پر گر کر بہ التماس کیا کہ یا حضرت! حق تعالیٰ/ نے میری یہ مراد دی، جو پیشانی ان قدمانِ مبارک پر لگی۔ لیکن باعث رونے کا کیا، اور مجھ سے نہ بولنے کا کیا! یہ کہتا تھا اور تصدق ہو آنکھیں اپنی مبارک تلووں میں ملتا تھا۔ کہ یک مرتبہ ایک شخص میرے ہی ساتھ کا آ کہا، بھائی اور آشنا تمہارے سب سوار ہو گئے اور تم اب لگ یہیں بیٹھے رہے بلکہ تمہاری سواری کا گھوڑا بھی گیا۔ جوں میں نے سونا کہ گھوڑا گیا خوش ہو، اوسے جواب دیا کہ بھلا ہوا گیا۔ لیکن میں تو یہاں سے نہ گیا ہوں نہ جاؤں گا۔ غلامی اس جناب کی قبول کی، یہیں کماؤں[1] گا۔ تب آپ زبانِ اعجاز بیان سے فرمائے، اب تو توں جا پھیر آئیو۔ میں نے بہانہ کیا کہ یا حضرت، اب تو سواری میری کا گھوڑا بھی
[۴۵ الف] گیا۔ اور میں تو یہ قدم چھوڑ نہ جاؤں گا۔ پھر زبانِ مبارک سے ارشاد کیا کہ باہر/ ایک پالکی سبز دھری ہے، اوس پر سوار ہو کر جا۔ پھر عدولِ حکم نہ کر سکا اور عرض کیا کہ یا حضرت اگر پھیر آؤں تو تحفہ شہر سے واسطے نیاز کے کیا لاؤں۔ حکم ہوا کہی ایک روپیے اور ایک کپڑا جھالردار اور ایک کوپی[2] تیل کی اور ایک پوڑی[3] مستی کی۔ تصدق ہو آدابِ رخصت بجالا باہر گیا اور اسی پالکی پر سوار ہو چلا۔ وونہیں آنکھ میری کھل گئی۔ دیکھتا ہوں کہ وقتِ نماز ہے۔ اوٹھ کر بعد ادائے فرض کے دو رکعت شکرِ ایں موہبتِ[4] عظمیٰ بجالا۔ کہا اے فضلی اشارت ہے یہ اشاراتِ غیبی سے اور بشارت ہے بشاراتِ

۱۔ کمانا: حاصل کرنا، مراد کو پہنچنا۔

۲۔ یعنی کپی، وہ چرمی چھوٹا سا شیشی نما ظرف جس میں خوشبودار تیل رکھتے ہیں۔

۳۔ پوڑی: پڑیا۔

۴۔ اصل: موہب۔

لاریب ہے. چاہیے کہ خاطر فاطر اپنی کوں من کل الوجوہ سب امور دینی سے مہجور کر کے بیچ حاصل کرنے اس دولتِ اخروی اور سعادت سرمدی و عبادات/ ابدی کے بدل و جان مشغول ہووے [۴۰ ب] اور حضرت ابا عبداللہ الحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام آگے مقبول. والسلام علی من اتبع الھدیٰ.

قطعہ

سخن کوں اب لباسِ تازہ پہنا	در آئینِ سخن دانی تو کر سعی
جزا میں پاوے اس محنت کا لہنا[۱]	زرِ خالص اوپر کر سکہ تو

لیکن اوپر ضمیر ارباب فضل اور اصحاب دانش کے مبیّن اور مبرہن ہو جیو کہ یہ گوہر گراں بہا ذکر خواب کہ بہ تائیدِ بحرِ رحمت الٰہی صدفِ امید سے سلکِ عبارت میں منسلک ہوا، وکفیٰ باللہ شہیدا، کہ مبرا از کذب و خلاف ہے. بموجب نصِّ صحیح کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین، و مع ہذا تہمت بر جناب حضرت ابا عبداللہ الحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام باعث کفر ہے خلاف. اگرچہ مجھ سا نالائق/ روسیاہ اوس مظہر سبحانی کے دیدار مطلع انوار دیکھنے کی لیاقت کہاں رکھتا تھا لیکن [۴۱ الف] اوس فضلِ خاص اور فیضِ عام سے کیا بعید:

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

آفتابِ تاباں نے ذرۂ بے مقدار کوں اس معراجِ بلند سے سرافراز کیا اور شاہِ شاہاں نے اس گدائے بے رتبہ کوں اوس رتبۂ علیہ حضور میں باریاب کر امتیاز دیا. الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی سید المرسلین وآلہ الطاہرین الیٰ یوم الدین.

کیونکر کہ دو جہاں کا وہ صاحب مدار ہے	گر فخر دو جہاں پہ کروں سازگار ہے

اما یہ مجموعۂ محمودہ اور یہ رسالۂ مسعودہ مشتمل ہے اوپر ایک مقدمہ اور بارہ مجلس اور ایک خاتمہ کے.

رب یسر و تمم بالخیر وعلی اللہ توکلت فی جمیع اموری وھو حسبی ونعم الوکیل. [۴۱ ب]

تمت سبب الکتاب

۱- لہنا: (ہندی) نفع، فائدہ، حاصل.

تاریخ کی بھی قید کہ کس سن ہجری میں

تصنیف یہ کتاب ہوئی بے مثال ہے

یعنی جس ایام میں کہ مسودہ اس نسخہ متبرکہ کا تصنیف ہوا، مصنّف یہ تاریخ سنہ ہجریہ نبویہ حاصل کیا۔

یہ جو نسخہ ہوا ہے اب تصنیف | بہر کسبِ ثواب و فیضِ بشر
چاہا تاریخ اوس کی، بولا سروش | شیعیوں کی نجات کا مظہر

۱۱۴۵ھ

اور اب کہ نظر ثانی کر بکمیّت و کیفیتِ مضامین و بہندی اصطلاحات[۱] و استعارات و رنگین اصلاح دیا، اس تاریخ نے صفحۂ دل پر جلوہ کیا۔

ہر کس از من کند بہ نیکی یاد | بجہاں نا شس ہم بہ نیکی یاد

۱۱۶۱

طرفہ یہ کہ تمام بیت میں مدعائے تاریخ نکلا اور اسی مضمونِ تاریخ کا پھر برادرانِ ایمانی سے
[۳۷ الف] ملتمس ہوا کہ یعنی ناظران و قاریان و سامعان اس رسالے سے یہ/امید ہے کہ اس ناقص العقل عدیم الاستطاعت نے موافق مصرع،

فکر ہر کس بقدرِ ہمتِ اوست

جو کچھ قلمِ مشکیں رقم سے تحریر کیا ہے توقع ہے کہ بدیدۂ عیب جوئی و سخن چینی نظر نہ کریں۔ بیت:

فکر اگر اعجاز باشد بے بلند و پست نیست
دریدِ بیضا ہمہ انگشتہا یکدست نیست

اور بیچ حیات و ممات کے اس تبہ روزگار کوں بدعائے خیر اعانت فرماویں۔ و باللہ الموفق و التوفیق۔

تمت التاریخ بعون اللہ تعالیٰ

۱۔ اصل: استطلاحات۔

خالق کے آگے کرنی مناجات دعجزاب

فضلی غریب عاصی کا ہردم خیال ہے

الٰہی بحقِ حرمتِ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، الٰہی بحقِ فرقِ خوں آلودۂ حضرت
علی مرتضیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام، الٰہی بحقِ سوزِ سینہ و دردِ دلِ حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام
الٰہی بحقِ دلِ صدپارۂ حضرت حسن مجتبیٰ علیہ السلام، الٰہی بحقِ سرِ ناحق ازبریدۂ حضرت حسین مظلوم [۲۹ ب]
شہیدِ دشتِ کربلا علیہ السلام،

الٰہی باعزازِ آن پنج تن — کہ ہستند فخرِ زمین و زمن

الٰہی بحقِ غمِ حضرت امام زین العابدین، غم مبتلا علیہ السلام، الٰہی بحقِ شانِ حضرت امام محمد باقر
حق نما علیہ السلام، الٰہی بحقِ علمِ حضرت امام جعفر الصادق شمس الضحیٰ علیہ السلام، الٰہی بحقِ قدر
کاظم الغیظ، حضرت امام موسیٰ علیہ السلام، الٰہی بحقِ فیضِ ثامنِ ضامن حضرت امام علی موسیٰ الرضا
علیہ السلام، الٰہی بحقِ زہدِ حضرت امام محمد التقی صدر التقی علیہ السلام، الٰہی بحقِ نورِ حضرت امام علی النقی
نجم العلا علیہ السلام، الٰہی بحقِ قربِ حضرت امام حسن عسکری بدر الدجیٰ علیہ السلام، الٰہی بحقِ ظہورِ صاحب
العصر والزمان حضرت امام محمد مہدی ہادیِ راہِ ہدا علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ بیت: [۳۰ الف]

کہ در دین و دنیا مرا چند کار — برآری بفضلِ خود اے کردگار

الٰہی مجھ سا کمترین مخلوقات تیرا کوئی نہیں اور تیرے در بُرا مید سوا میری جا نہیں کہیں۔ وابستہ
تیرے لطف کی مجھ مشتِ خاک ہے اور یہ خاک ناپاک تیرے زلالِ رحمت سے پاک ہے۔ پردہ پوش
مجھ معیوب کا توں ہے، ورنہ یہ نفس امارہ میرا زبوں ہے۔ شکر تیرے عطیات کا کیونکر بجالاؤں اور
مُو مُو میرا زبان ہووے، تجھ شکر کا عہدہ برآ نہوں۔ اگر ایک شمہ تیرا شکر کروں تو ہزار شکر اوس
شکر پر لازم آوے، اور اگر تیرے شکر گوں ایک دم نہ کروں تو ہزار بار دل نادم ہووے۔ خاک
سے اوٹھا تخت پر توں نے بٹھایا، ظلماتِ عدم سے نکال راہِ نجات بقا توں نے دکھلایا۔ الحمد للہ [۳۰ ب]
کہ امتِ محمدی میں سرافراز کیا، اور محبتِ مرتضوی میں مجھے امتیاز دیا۔ پس اے خالق اس پیدا کرنے
کی تجھے لاج، اور اپنے سوا مجھ بے پناہ کو نہ کر کسو کا محتاج۔ اب مجھ کو ہر آبرو کی اپنے ہاتھ رکھ اور خوف

اپنا مدام مجھ دلِ گمراہ کے ساتھ رکھ. نعمتیں کونین کی مجھ بیکسی پر ارزانی کر، اور اس ششش جہت بساط میں ارخ و فرزین[1] بلیّات سے نہ کر ششدر. نظرِ مرحمت اپنی مجھ سے نہ اوٹھا اور بحرِ فیض اپنے سے گوہرِ ایمان کر عطا. توفیق طاعات اپنی کی مجھے عطا کر اور مجھ دلِ بے مہر کوں محبّت سے آشنا کر. مصرع:

بر من منگر، بر کرمِ خویش نگر

درد ہاے دل میرے کوں اپنے دار الشّفا سے دوا دے، اور سفینۂ حاجات میرے کوں بحرِ [۳۰ الف] نا امیدی سے/ بساحلِ آرزو لگا دے. حرص و ہوائے نامشروع مجھ دلِ ناپاک سے دُور کر اور اپنے احسان مالا مال سے مجھے مشکور کر. اس کلام کوں جناب مظلومیت مآب حسین علیہ السّلام کی بیچ مقبولیت بخش اور اس محنت و مشقت پر محبّت میری سے مجگوں مسرت بخش. یا رازق العباد مجھ رزق میں برکت دے اور اپنی درگاہ سے بے زحمت و بے محنت دے. بموجب اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا[2]، مال میں فلاح اولاد میں صلاح عطا کر، اور موافق اَمْوَالُکُمْ وَ اَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ[3]، ان کے شر و بلیّات مجھ پر نہ روا کر. مشکلات دارین میری آسان کر، اور بہر حال مجھ پر بارِ احسان کر، جو اس پنج روزہ حیات مستعار پر نہ ہوں مغرور [۳۰ ب] اور مجھ درگاہ میں سدا مجھ عاجزی رہے منظور. خاتمہ/ بالخیر مجھ عاصی کا کر اور کامل ایمان مجھ متعاصی[4] کا کر. بموجب یحشر المرء مع احبّائہ[5]، محشور مجھے شہدائے کربلا سے کیجیو، اور موافق من بکا علی الحسین او تباکا، مجھ عاصی کوں بخشیو. نامۂ اعمال میرے کوں،

---

۱. رخ و فرزین: رخ شطرنج کے ایک مہرے کا نام ہے. فرزین: شطرنج کا وزیر.

۲. الکہف ۱۸ : ۴۶ .

۳. الانفال ۸ : ۲۸ ؛ التغابن ۶۴ : ۱۵ .

۴. حد سے گذر جانے والا. گنہگار.

۵. " المرء مع من أحبّ " (المعجم ۱ : ۴۰۶ ، اور بخاری، سنن دارمی اور مسند احمد بن حنبل میں یہی مفہوم أنت مع من أحببت" کے الفاظ میں ادا ہوا ہے (المعجم ۱ : ۴۰۶)

فضلِ بے پایاں اپنے سے سفید رکھ، اور مجھے آتشِ دوزخ سے بواسطۂ قاسمِ نار و نعیم ناامید رکھ، ہدیۂ رحمتِ خاص مجھ کو دوام کر اور عطیۂ جنّت بریں مجھ پر عام کر۔ بیت

سپردم بتو مایۂ خویش را ۔۔۔ تو دانی حساب کم و بیش را

فتقبّل منی إنّک أنت السمیعُ العلیمُ إنّک علیٰ کلِّ شیءٍ قدیرٌ

جز تو کسے ندارم فریادرس الٰہی ۔۔۔ عاصی و شرمسارم فریادرس الٰہی

استجب استجب استجب دعانا یا اللہ اللہ یا اللہ یا مولانا استجب/ [۴۰ الف]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہیں اس مقدمے میں احادیث رونے کی

ان پر عمل کرے جو سو بیشک نہال ہے

اما مقدمہ بیچ بیان رونے اور رولانے مصیبتہائے پُر بلا اور محنتہائے پر عناے اہلبیتِ رسالت پر، کہ ترغیب و تحریص لکا اون کے مصائبوں پر باعث ثواب جمیل و اجرِ جزیل ہے، کیونکہ مصائب ان کے سب مقربانِ درگاہِ احدیت کے مصائبوں سے بالاتر ہیں اور شریک ان کی مصیبتوں کے ملائکہ مقربین اور انبیاے مرسلین، ساکنانِ ارض و سما، و جانورانِ ہوا، ماہیانِ دریا اور وحشیانِ صحرا اور تمام جن و بشر ہیں، پس رونا ان کی مصیبتوں پر اعظمِ طاعات اور بلندیِ درجات ہے، موجب تقویتِ ایمان اور دافعِ گنہ عاصیان۔

إنّ قتل الحسين أمرٌ عظيم

[۴ ب] بسندِ معتبر، حضرت امام رضا علیہ السّلام منقول ہے کہ روئے حسین مظلوم لیے ساتوں آسمان و زمین اور مکان و مکین، اور اوس کی نصرت لیے آئے چار ہزار فرشتہ، لیکن وہ جناب شہید ہو چکا تھا، پس اوس روز سے مدام وہ فرشتے اس قبرِ منور پر ژولیدہ مُو اور گرد آلودہ رُو، روتے ہیں۔

اور حضرت امام جعفر صادق[۲] علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے جد بزرگوار حسین لیے چالیس صباح[۳]

۱۔ اصل: ثاتوں۔

۲۔ امام جعفر صادق، سادات اہل بیت میں سے ہیں اور بارہ مشہور اماموں میں سے چھٹے۔ اپنی صدق گفتاری کی وجہ سے "صادق" کے لقب سے ملقب ہوئے۔ سال ولادت ۸۳ھ سال وفات ۱۴۸ھ (ابن خلکان: وفیات الاعیان ۱۳۰۱ (طبع تہران)؛ عطار: تذکرۃ الاولیاء ۱۲،۱ (طبع اوقاف گب)۔

۳۔ صباح: اسم مؤنث، صبح، تڑکا۔

آسمان لہو زمین پر رویا اور چالیس صباح آفتاب بہ سیاہی رویا، اور چالیس دن مہر و ماہ گہنائے ہوئے رہے، اور پہاڑ پارہ پارہ ہو لرزے میں پڑے، اور دریا جوش و خروش میں آئے، اور جمیع ملائکہ چالیس دن روئے اور عورات بنی ہاشم مدت لگ سر مہ ندیے اور شانہ نہ کیے۔ اور جانورانِ ہوا اور وحشیانِ صحرا آب و دانہ چھوڑ دیے اور جنات تمام مرثیے کہ کر روئے[1] [۳۱ الف]

چنانچہ مؤید ایں کلام، شعر[2]:

فرقة الجن نساء الجن نساء على نساء الهاشميات | بنات المصطفى احمد امام للسبريات[3]

۱۔ جنوں کے مرثیے سے کچھ اشعار ابو مخنف نے اپنے "مقتل" میں درج کیے ہیں۔

۲۔ پہلا مصرع تصحیف و تحریف کا شکار ہے۔ یہاں مکمل قطعہ پیش کیا جاتا ہے:

نساء الجن أسعدن نساء الهاشميات

بنات المصطفى أحمد يبكين شجيات

ويالطمن وينوحن بدور الفاطميات

ويلبسن لباس السود لبساً للمصيبات

ويلطمن خدوداً كالدنانير نقيات

وينحن حسيناً عظمت تلك الرزيات

ويبكين وينحن مصاب الأحمديات

اے جنوں کی عورتو! زنانِ ہاشمیہ کا ساتھ دو ٭ جو احمد مصطفیٰ کی بیٹیوں کے ساتھ رنج و الم سے رو تی ہیں٭

وہی عورتیں اولادِ فاطمہ کے گھروں میں ماتم کر رہی ہیں ٭ اور وہی سوگواری کے سیاہ لباس میں نظر آتی ہیں٭

وہ کندن جیسے صاف رخساروں پر طمانچے مار رہی ہیں ٭ اور حسین پر گریہ و زاری کر رہی ہیں، درحقیقت یہ مصیبتیں بہت ہی سخت ہیں ٭ وہ عورتیں محمد مصطفیٰ کے گھرانے کی مصیبتوں پر رو پیٹ رہی ہیں ٭

(ابو مخنف: مقتل الحسین: ۱۴۶-۱۴۷۔ مترجمہ سید محمد در رسالہ فرات جولائی ۱۹۲۱ء)۔ یہ اشعار الخوارزمی کے "مقتل الحسین" میں بھی ہیں۔

۳۔ روایت مقتل ابی مخنف:

بنات المصطفى أحمد يبكين شجيات۔

ایضاً :

مسح الرسول جبینہ فلہ بریقٌ فی الخدودِ

إنَّ قتل الحسین أمرٌ عظیم

ایک دن حضرت آدم علیٰ نبیّنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گذر صحرائے کربلا پر ہوا۔ پائے مبارک میں ایسی ٹھوکر لگی کہ لہو جاری ہوا، اور ایسا درد پہونچا کہ اندھیرا آنکھوں میں طاری ہوا۔ حضرت ابوالبشر نے بیتاب ہو کہا، یا الٰہی مجھ سے کیا واقع ہوئی خطا۔ خطاب الٰہی ہوا کہ آدم یہ دشت کربلا ہے، یہاں سبطِ محمد مصطفیٰ یعنی حسینِ مظلوم کا لہو گرے گا۔ تجھے بھی اس درد کا شریک کیا ہم نے۔ تب حضرت آدم اپنا درد بھول مصیبتِ حسین پر زار زار روئے۔

[۱۳ ب] إنَّ قتل الحسین أمرٌ عظیم

روایت ہے کہ جب کشتی حضرت نوح علیٰ نبیّنا علیہ الصلوٰۃ والسلام تلاطمِ امواجِ طوفاں سے زیر و زبر ہونے لگی، حضرت نوح نے کہا یا الٰہی بموجب إنَّ وَعدَكَ الحقّ [۲]، وعدہ تیرا برحق ہے۔ آمانہ جانوں مجھ سے کیا خطا واقع ہوئی۔ خطابِ الٰہی ہوا کہ اے نوح، وعدہ ہمارا برحق ہے اور توں مبرّا ہے

۱۔ شعر اصل نسخے میں مسخ ہوگیا ہے اور اس طرح درج ہے:

مسح الرسول جبیہ فلو برین فی الخدود

یہاں شعر کی تصحیح ذہبی کی "سیر اعلام النبلاء" اور ابو مخنف کے "مقتل" سے کی گئی ہے۔ پہلی کتاب میں مزید دو اور دوسری میں چار شعر درج ہیں:

مسح الرسول جبینہ فلہ بریق فی الخدود

أبواہ من علیا قریش وجدّہ خیر الجدود

رسول اللہ نے ان کی پیشانی کو بوسہ دیا ہے جس کی چمک رخساروں میں نور دکھا رہی ہے ان کے والدین قریش کے چوٹی کے لوگوں میں سے ہیں اور ان کے نانا سب سے افضل ہیں۔ (دیکھیے ذہبی: سیر اعلام النبلاء ۳ : ۲۱۴؛ ابو مخنف: مقتل: ۱۴۵ مترجمہ سید محمد در رسالہ فرات جولائی ۱۹۲۱ء؛ ابن کثیر: تاریخ ۸ : ۲۰۰)

۲۔ ہود ۱۱ : ۴۵۔

گناہ ہے۔ لیکن اس دم جہاں کشتی تیری تلاطم میں ہے، یہ دشتِ کربلا ہے کہ یہاں کشتیِ سبطِ محمد مصطفٰی یعنی حسین مظلوم کی کشتیِ حیات تباہی ہووے۔ تجھے بھی اوس درد کا شریک کیا ہم نے۔ پس حضرت نوح مصیبت حسین پر زار زار روے۔

إنّ قتل الحسَین أمرٌ عظیم

حضرت امام رضا علیہ التحیۃ والثناء سے منقول ہے کہ جب حق تعالیٰ نے فداے[۱] اسمٰعیل علیٰ نبیّنا علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی، میں خطور کیا کہ اگر اپنے ہاتھ سے اپنے فرزند کوں قربان کرتا، عجب ثواب [۴۴ الف] عظیم پاتا۔ وحیِ الٰہی ہوا[۲] کہ اے خلیل سب خلق سے بہت کسے دوست رکھتا۔ حضرت ابراہیم نے کہا، محمد کوں کہ حبیب تیرا ہے۔ خطاب ہوا کہ اوسے بہت دوست رکھتا ہے یا اپنے تئیں۔ کہا کہ اوسے بہت دوست رکھتا ہوں۔ پھر وحی ہوا کہ اوس کے فرزندوں کوں دوست رکھتا ہے یا اپنے فرزندوں کوں۔ حضرت ابراہیم نے کہا کہ اوس کے فرزندوں کوں۔ پھر وحی ہوا کہ ایک فرزند فرزندانِ بزرگوار اوس کے بے بخواری وزاری اور جور و ستمگاری سے غریب و تنہا گرسنہ و تشنہ بصحراے[۳] دشت کربلا میں شربت شہادت کا چکھے گا۔ حضرت ابراہیم ہچکیں میں مصیبت حسین پر زار زار روے۔ پھر خطابِ الٰہی ہوا کہ اے خلیل، ثواب اس رونے تیرے کا غم [۴۴ ب] حسین میں برابر اوس شربت کے ہے کہ اپنے ہاتھ سے فرزند[۴] اپنے کوں قربان کیا تونے۔

إنّ قتل الحسین أمرٌ عظیم

آہ، حضرت یعقوب کے بارہ فرزند تھے۔ ایک یوسف جدا ہوا تھا، روتے روتے آنکھیں مبارک نابینا ہوئیں۔ لیکن حسین مظلوم کی آنکھوں آگے علی اکبر سا نوجوان اور علی اصغر سا تشنہ دہان،

۱۔ خُطور: بضمتین، بھولنے کے بعد کوئی بات یاد آنا؛ دل میں کسی خیال کا گزرنا (فرہنگ آنند راج ۲: ۱۶۸۰)

۲۔ قفلی نے وحی کو ہر جگہ مذکر استعمال کیا ہے۔

۳۔ اصل میں یہ لفظ واضح نہیں۔

۴۔ "اپنے ہاتھ سے فرزند" اصل نسخے کے حاشیے پر درج ہے۔

قاسم سا پُر ارمان اور برادرانِ ذی شان، ہفدہ نفر ذبح ہوئے، صبر کیا اور دم نہ مارا۔ اور آپ بھی اپنا سر بہ تسلیم رضا دیا۔

إنَّ قتل الحسین أمر عظیم

اگرچہ مشہور ہے سرگردانی موسیٰ کلیم لیکن سرگردانی حسین اوس سے ہے عظیم، کہ جیتا کربلا میں سرگرداں رہا، اور موے پر سر اوس کا نیزے پر گردان ہوا

إنَّ قتل الحسین أمر عظیم

[۴۹ الف] اے عزیز / صبرِ ایوب بڑا ہے، لیکن صبرِ حسین بے انتہا ہے۔ چار ہزار کرم جسمِ ایوب میں پڑے تھے، اور حسینِ مظلوم کے جسم پر بائیس ہزار ملعون کے تیغ و تبر لگے تھے۔

إنَّ قتل الحسین أمر عظیم

اگر جمیع پیمبرین کا بیان کروں تو یہ کتاب گنجائش اس کی نہیں رکھتی، اور نہایت[1] طولانی ہوتی۔ پس اے عزیزان از حضرت آدم تا حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام، ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر غمِ حسین میں تا یوم القیام شریک ہیں۔ زنہار کہ تم آب دیدہ کوں اس غم پر دریغ نہ رکھو اور اپنے دلِ تندرست پر گھاؤ اس غم بھاری کے کاری لگا مرہمِ اشک اون زخموں پر رکھو۔

یہ عجب زخم کہ جز نالہ نہ رکھتا مرہم — یہ عجب درد کہ جز گریہ نہ رکھتا درمان

[۴۹ ب] عظم اللہ أجورنا وأجورکم بمصابنا بالحسین وارزقنا بشفاعۃ جدّہ محمد / سید الکونین۔

اے محبان، وائے موالیانِ حسین، اے دوستان وائے شیعیانِ حسین، مضمون إنّ من شیعتہ لابراھیم[2] سمجھ کر، بموجب، من بکا علی الحسین أو تباکا وجبت لہ الجنۃ، کے عمل کر، سزاوار

۱۔ اصل: نہایہ۔

۲۔ الصافات ۳۷ : ۸۳۔

بہشت ہو لو، اور موافق الدنیا مزرعۃ الآخرۃ[۱]۔ یہ دانہ اشک کا اس خاک زندگی میں بو بو کر ایک روز درو کر کھلیان کرو گے اور نفع عظیم پاؤ گے۔ جو روئے حسین اوپر اور رلا دے، اوس کی جزا یہ ہے کہ اوس پہ بلاشک بہشت واجب ہے۔

لیکن ابن بابویہ بسند معتبر حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کرے ہے کہ جو کوئی ہماری مصیبتیں یاد کر کے روئے یا رولا دے، نہ روویں آنکھیں اوس کی جس دن کہ سب کی آنکھیں روتیں ہوویں اور جو کوئی بیٹھے اوس مجلس میں کہ جس میں احوال ہمارے اور مناقب و احادیثیں ہماری بیان کرتے /ہوئیں، نہ مرے دل اوس کا کہ جس دن کہ سب کے دل ڈرے موے ہوویں [۱۴۴ الف]

اور علی بن ابراہیم، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرے ہے کہ جو کوئی ہم کو یاد کرے یا ہمارا مذکور کرے، اور آنکھ اوس کی سے نکلے آنسو برابر پر پشہ، حق تعالیٰ بخشے گناہ اوس کے ہر چند مانند کف دریا کے ہوویں۔

اور شیخ مفید[۲] و شیخ طوسی[۳] بہ سند معتبر، حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ جو کوئی غمگین رہے واسطے اوس ستم کے کہ ہم پر گزرا ہے، جو دم کہ اونچے ایک تسبیح نامۂ اعمال اوس کی میں لکھی جاوے ہے، اور غم کھانا اوس کا واسطے ہمارے عین عبادت ہے اور جو کوئی بھید ہمارے چھپاوے دشمنوں سے ثواب جہاد فی سبیل اللہ رکھے۔ اور فرمائے

۱۔ کسی بزرگ کا قول معلوم ہوتا ہے۔ قائل کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

۲۔ محمد بن محمد بن نعمان (۳۳۶ھ۔ ۴۱۳ھ)، جن کا عرف ابن المعلم ہے اور جو شیخ مفید کے نام سے مشہور ہیں۔ اپنے وقت کے بڑے مشہور شیعی عالم تھے اور صاحب تصانیف کثیرہ، کلام، فقہ، حدیث میں ید طولیٰ رکھتے تھے، شریف مرتضیٰ ان کے شاگردوں میں ہیں۔ تصانیف میں کئی سو رسائل ہیں مشہور کتابیں یہ ہیں الارشاد (ایران ۱۳۰۳ھ) :امالی (نجف ۱۳۶۷ھ) (الذریعہ ۱: ۳۰۲، ۵۰۹؛ زرکلی: الاعلام ۷: ۲۴۵)

۳۔ (۳۸۵ھ۔ ۴۶۰ھ) محمد بن حسن بن علی طوسی ملقب بہ شیخ الطائفہ رئیس فقہائے شیعہ۔ شیخ مفید کے شاگردوں میں سے ہیں۔ (لغت نامۂ دہخدا ۱: ۳۹۱)

۴۔ طوسی کے اساتذہ کی تفصیلی فہرست احمد بن یحییٰ کے ذکرے خالی ہے دیکھیے مقدمہ الاستبصار۔

[۴۴ ب] چاہیے کہ اس حدیث کوں آپ طلا سے لکھیں۔/

ایضاً شیخ طوسی بہ سند صحیح حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام روایت کرے ہے کہ جس کی آنکھ سے ایک قطرہ آنسو کا باہر آوے، واسطے اوس خون کے کہ ہمارے تن سے گرا ہے، حق تعالیٰ اوس کے تئیں ابدالآباد بہشت میں جاگہ دیوے اور دولت مند کرے۔

ایضاً شیخ مفید و شیخ طوسی روایت کرتے ہیں احمد بن یحییٰ سے کہ مخول بن ابراہیم بن منذر[1] نے کہا کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام سے سنا میں نے کہ فرماتے تھے، جس بندے کی آنکھ سے ایک قطرہ پانی نکلے بیچ مصیبت ہم اہل بیت کے، حق تعالیٰ اوسے بہشت خلد میں جاگہ دیوے۔ تب احمد بن یحییٰ[1] نے کہا کہ ایک رات حضرت امام حسین علیہ السّلام کوں خواب میں

[۴۴ الف] دیکھا میں نے، اور اس جناب میں عرض کیا کہ مخول بن ابراہیم نے اوس جناب سے یہ روایت مجھ آگے نقل کی، آیا یہ حدیث شریف ہے یا نہ، فرمایا درست ہے۔

ترجمہ حدیث دیگر۔ ملّاں محمد باقر مجلسی بہ سند ہائے قوی ابن قولویہ[2] سے کہ وہ بہ سند معتبر زرارہ[3] سے روایت کرے ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام فرمائے کہ زرارہ کوئی آنکھ خدا کے آگے محبوب تر نہیں اوس آنکھ سے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام پر روئے۔

۱۔ ان کے حالات اس وقت معلوم نہ ہو سکے۔

۲۔ ابوالقاسم جعفر بن محمد بن موسیٰ بن قولویہ، قمی بغدادی، محدّث شیعی۔ یہ کلینی اور شیخ مفید کے شاگردوں میں ہیں ان کی تصانیف کے لیے فہرست نجاشی دیکھی جائے۔ سال وفات ۳۶۸ھ (لغت نامۂ دہخدا ۱۱۹۱)

۳۔ اصل میں زرارہ، صحیح "زرارہ" ہے۔ یہ زرارہ بن اعین شیبانی ہیں جو دوسری صدی کے غیر معمولی لوگوں میں تھے۔ فقہ، تجوید، شعر و ادب میں مہارت رکھتے تھے۔ انھوں نے امام محمد باقر اور امام جعفر صادق کا زمانہ پایا اور وہ ان دونوں اصحاب کے معتمد تھے ان کا انتقال ۱۵۰ھ میں ہوا۔ تفصیلی حالات کشی: الرجال: (طبع بمبئی ۱۳۱۷ھ) میں دیکھے جائیں (مکتوب جناب ڈاکٹر مجتبیٰ حسن کامونپوری بنام مرتب)

اور کوئی رونا خدا کے آگے پسندیدہ تر نہیں اس رونے سے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام
کے غم پر دھار اشک رخسار پر بھی آئے۔ اے زرارہ، جو کوئی کہ حسین مظلوم پر رویا، حضرت فاطمہ
علیہا السلام سے نیکی کیا، اور احسان حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رکھا، اور حق ہم
اہل بیت کا ادا کیا، بیچ قیامت کے وہ بندے محشور ہوویں ہنستے ہوئے جس وقت کہ خلائق
کھڑے / ہوئیں ترس و بیم سے روتے ہوئے، حق تعالیٰ کی طرف سے بشارت بخشش اون [۴۵ ب
کوں پہونچے، اور اثر خوشی و شادی کا اون سے ظاہر ہووے۔ سب خلق کوں مقام حساب
میں لے جاویں اور ان کوں ایمن عرش تلے حضرت امام حسین علیہ السلام پاس بٹھلاویں ملائک
اون کوں تکلیف بہشت کی کریں اور وہ قبول نہ کر، کہیں ہم مصاحبت و مجالست حسین
کوں بہشت سے نہیں بیچتے، اور صورت و مصاحبت ہماری حسین کی ہمیں بہتر ہے بہشت
سے اور حور و غلماں سے۔ فرشتے کہیں کہ بہشت و حور و غلماں نے تمہیں پیغام بھیجا ہے کہ ہمیں
شوق تمہاری ملاقات کا بے انتہا ہے، وہ کمال شادی و مسرت سے اور حضرت کی حضور مجالست
سے پروا نہ رکھ، سر نہ اٹھاویں کہ پیغام بہشت و حور و غلمان سو نہیں / پھر ملائک ان کی عورات [۴۶ الف
سے اور خزینہ دار بہشت سے پیغام اون کے لیے لاویں اور اون کے آگے تعریف ان نعمتوں
کی کہ حق تعالیٰ نے بہشت میں جو کچھ اون لیے مہیا کی ہیں، کریں، وہ جواب دیویں کہ انشاء اللہ
تعالیٰ آویں گے، پر حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت سے نہ اوٹھیں۔ تب فرشتے
جواب اون کے حور و غلمان و خازنان بہشت کوں پہونچاویں، کہ حضرت امام حسین علیہ السلام
کی خدمت میں بیٹھے ہیں اور یہ جواب دیتیں ہیں، شوق حور و غلمان کا اور بہشت جاودان کا دو چند
ہووے۔ اور وہ حضرت کی ہم نشینی سے کہیں، کہ حمد و سپاس اوس خداوند کوں کہ جن نے
اس روز کی ہول سے ہمیں نجات دی۔ پھر گھوڑے اور ناقہ بہشت بزینت اون کے لیے
آویں، اور وہ ان پر سوار ہو مشغول حمد و ثنائے / الٰہی اور صلوات حضرت رسالت پناہی [۴۶ ب
ہوویں تا کہ داخل بہشت ہو، اپنی اپنی منازل اور مکانوں میں اوتریں۔

اور علی بن ابراہیم و ابن بابویہ اور سید ابن طاؤس رحمہم اللہ علیہم بسند صحیح حضرت امام زین العابدین علیہ السلام

(حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سے روایت کرتے ہیں کہ جس مومن کی آنکھ سے قطرہ آنسو کا نکلے اور مونہہ پر جاری ہووے حق تعالیٰ واسطے اوس کے بہشت میں غرفے کرامت کے مہیا کرے اور جس مومن کی آنکھ سے آنسو باہر آوے اور ذرا بھی اوس کے مونہہ [۴۴] بہے واسطے اوس آزار کے کہ ہمارے دشمنوں سے ہم پر پہونچا ہے حق تعالیٰ بہشت میں مکان نیک اوس لیے برپا کرے اور جس مومن کوں کہ آزار پہونچے ہماری [۴۴ الف] ولایت و محبت سے اور اوس آزار کے درد سے آنسو اوس کے مونہہ پر جاری ہوویں/ حق تعالیٰ اوسے ایمن[۱] رکھے ہر آزار قیامت سے، اور غضب اپنے سے اور آتش دوزخ سے.

اور حمیری[۲] بہ سند صحیح روایت کرے ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فضل ابن یسار[۳] سے پوچھا کہ آیا تم شیعی مجلس میں جو اکٹھے بیٹھتے ہو، ہمارا بھی ذکر کرتے یا نہ، کہا اون نے فدا اور بلاگردان ہوں میں، ایہی مذکور کرتے ہیں. تب حضرت نے فرمایا کہ میں اوس مجلس کوں دوست رکھتا ہوں. پس قائم رکھو حکم ہمارا دوں کوں. اے فضل، خدا رحمت کریگا اوس کوں جو حدیثیں ہماری

(حاشیہ متعلقہ صفحۂ گذشتہ) ۱۔ ابن بابویہ (م ۳۸۱ھ) چار سب سے بڑے شیعی جامعین حدیث میں ایک ہیں۔ ان کی تصانیف میں "من لایحضرہ الفقیہ" "معانی الاخبار" اور "عیون اخبار الرضا" بہت مشہور ہیں. کہا جاتا ہے کہ وہ تین سو کتابوں کے مصنف تھے. النجاشی نے ان کی ۱۹۳ کتابوں کے نام لکھے ہیں. (ہدایت حسین در اردو دائرۂ معارف اسلامیہ ۱: ۴۲۶)

۲۔ ابن طاؤس نام کے کم از کم تین شیعی عالم ایک ہی خاندان میں گذرے ہیں۔ ان میں سب سے مشہور سید رضی الدین علی بن موسیٰ بن جعفر علوی حسنی بغدادی ہیں. (۵۸۹ھ۔۶۶۴ھ) یہ ساتویں صدی کے مشہور امامی فقہا میں ہیں۔ یہ ابن العلقمی کے دوستوں میں تھے. یہ بغداد میں طویل اقامت کے بعد نجف گئے اور مغلوں کے حملۂ بغداد کے وقت وہ بغداد میں موجود تھے. جہاں ہلاکو نے انھیں علویوں کی نقابت تفویض کی۔ وہ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں "کتاب اللہوف علی قتلی الطفوف" بہت مشہور ہے. یہ کتاب صیدا میں ۱۳۲۹ھ میں چھپی ہے. (لغت نامۂ دھخدا؛ بستانی: دائرۃ المعارف ۳ : ۲۹۴، طبع بیروت ۱۹۶۰ء)

۱۔ ایمن: مبارک تر، یہاں مراد محفوظ سے ہے.

۲۔ (۱۰۵ھ۔۱۷۳ھ) سید حمیری مشہور شیعی شاعر (الاعلام ۱: ۳۲۰؛ لغت نامۂ دھخدا ۱: ۲۵۲۹)

۳۔ ابوالقاسم فضل بن یسار النہدی، یہ بصرہ کے رہنے والے تھے اور بڑے ثقہ راوی (نجاشی، کتاب الرجال ص ۲۳۸)

ذکر کرے، اور حکم ہمارے اور دین ہمارے کوں قائم رکھے، اے فضل، جو کوئی ہمیں یاد کرے، یا اوس کے روبرو ہمارا ذکر کریں، اور آنکھ سے اوس کی برابر پرِ مگس آنسو نکلے، حق تعالیٰ گناہ اوس کے بخشے اگرچہ برابر کفِ دریا[1] ہوویں۔/ [۴۷ ب]

ایضاً بہ سندِ معتبر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرے ہے کہ جو کوئی ہمارا مذکور کرے، اور آنکھو اوس کی سے آنسو گرے، حق تعالیٰ اوس پر آتشِ جہنم کوں حرام کرے۔

اور ابن بابویہ، حضرت امام رضا علیہ السّلام سے روایت کرے ہے کہ حضرت نے بریان بن شبیث کوں کہا کہ اگر چاہے توں کہ درجاتِ عالیہ بہشت میں ہم ساتھ رہے، پس ہمارے دکھ پر غمگین ہو اور ہماری شادی پر شاد ہو۔ جو کوئی کہ پتھر کوں دوست رکھے، حق تعالیٰ بموجب یحشر المرءُ مع اُحبائہٖ[2]، قیامت میں اوس کوں اوس پتھر ساتھ محشور کرے۔ پس دوست رکھو ہم کوں، تا ہم ساتھ محشور ہو۔ اے پسرِ شبیث، اگر چاہے کہ ثوابِ شہدائے کربلا پاوے جب مصیبتِ حسین علیہ السّلام یاد کرے کہہ/ یالیتنی کنت معھم فأفوزَ فوزاً عظیماً[3] یعنی آرزو کرتا ہوں میں کہ کاش اون ساتھ [۴۸ الف] ہوتا اندر مارا جاتا تا کہ رستگاری عظیم پاتا۔ اے پسرِ شبیث، اگر روے توں اوس حضرت پر حق تعالیٰ سب گنا صغیرہ اور کبیرہ تیرے بخشے، خواہ بہت ہوئیں یا تھوڑے۔

اور کتبِ معتبرہ میں دعبل خزاعی[4] سے روایت ہے کہ روز عاشورا حضرت امام رضا علیہ السّلام کی

۱۔ کفِ دریا: دریا کا جھاگ، سمندر پھین۔

۲۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن دارمی اور مسند احمد بن حنبل میں یہ حدیث بروایت "المرءُ مع من اَحبّ" درج ہے۔ دوسری روایت "أنت مع من أحببت" بھی ملتی ہے۔ (معجم الفاظ الحدیث ۱: ۴۰۶)

۳۔ النساء ۴: ۷۳۔ اصل نسخے میں "فوزاً عظیم" لکھا ہوا ہے۔

۴۔ دعبل بن علی بن رزین خزاعی (۱۴۸ھ ۔ ۲۴۶ھ) ایک کوفی ہجو نگار شاعر ہے جس کی زندگی کا بیشتر حصہ بغداد میں گزرا۔ خلفائے عباسیہ میں سے ہارون رشید، مامون، معتصم اور واثق بھی اس کی ہجو سے نہ بچ سکے۔ اس نے شعرا کے تذکرے میں ایک کتاب "طبقات الشعراء" لکھی تھی جو اب نہیں ملتی۔ (ابن خلکان: وفیات الاعیان ۱: ۱۷۸؛ ابن قتیبہ: الشعر والشعراء: ۳۵۰)

خدمت موں گیا میں۔ دیکھا کہ حضرت غمگین بیٹھے ہیں اور بہت شیعہ خدمت میں حاضر ہیں، جوں نظرِ حضرت کی مجھ پر پڑی، فرمائے، اے دعبل نزدیک آ، پاس اپنے بٹھلا فرمائے، اے دعبل آج کا دن ہم اہلبیت کے غم کا ہے اور ہمارے دشمنوں کی شادی کا۔ کوئی شعر مرثیۂ سید الشہدا
[۴۸ ب] میں پڑھ۔ اے دعبل / جو کوئی روے اور رلاوے ایک کوں ہماری مصیبت میں، اجر اوس کا خدا پر ہے۔ اور جس کی آنکھ سے آنسو جاری ہووے، واسطے اوس ظلم کے، کہ دشمنوں سے ہم پر ہو پہنچا ہے، حق تعالیٰ اوسے ہمارے گروہ میں محشور کرے۔ اے دعبل جو رویا حسین مظلوم پر حق تعالیٰ گناہ اوس کے بخشے۔ پھر فرمائے کہ پردہ کریں اور پردگیانِ حرم عصمت پیچھے بیٹھیں اور اپنے جد حسین کی مصیبت میں رو دیں۔ پھر فرمائے کہ اے دعبل مرثیۂ حسین علیہ السلام پڑھ۔ میں نے مرثیہ شروع کیا، اور حاضرانِ مجلس بیں مع حضرت اور پردگیانِ عصمت ایسا رونا پڑا کہ شور اوس بکا کا حضرت کے گھر سے بلند ہوا۔

[۴۹ الف] ایضاً حضرت امیر علیہ السلام فرمائے کہ حق تعالیٰ مطلع ہوا زمین پر اور ہمیں جمیع خلائق سے اختیار کیا اور واسطے ہمارے شیعہ کیے کہ مدد کرتے ہماری اور شاد ہوتے ہماری شادی پر اور مغموم ہوتے ہمارے غم پر، مال اور جاگہیں[1] اپنی ہمارے واسطے صرف کرتے۔ وہ ہم سے ہیں اور بازگشت اون کی ہماری طرف ہے۔

سید ابن طاؤس روایت کرتے ہیں کہ ائمۂ طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا، جو کوئی ہماری مصیبت پر روے اور سو آدمی کوں رلاوے، بہشت واسطے اوس کے ہے؛ اور جو کوئی روے اور پچاس کوں رلاوے، بہشت واسطے اوس کے ہے؛ اور جو کوئی روے اور بیست کوں رلاوے، بہشت واسطے اوس کے ہے؛ اور جو روے اور دس کوں رلاوے، بہشت واسطے اوس کے ہے؛ اور جو فقط

۱۔ اصل نسخے میں اسی طرح درج ہے ممکن ہے یہ لفظ جائیں کی تصحیف ہو۔

آپ رووسے، بہشت واسطے اوس کے ہے۔/ [٤٩ ب]

عظم اللہ أجورنا وأجورکم بمصائبنا الحسین، ورزقنا الشفاعۃ

جدّہ محمّد سیّد الکونین والصلوٰۃ والسّلام علیٰ خیر الأخیار

وآلہ الأطہار۔/ [٥٠ الف]

پہلی مجلس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی جعلنا من امۃ حبیبہ وخلیلہ محمد المصطفیٰ رب العالمین الذی ربانا فی زمرۃ اولیاء ولیہ ووصیہ علی المرتضیٰ الرحمن الرحیم الذی نور قلوبنا بمحبۃ الحسن المجتبیٰ وبمودۃ الحسین الشہید بکربلا مالک یوم الدین الذی ہدٰک علیا زین العابدین بالامامۃ والہدی ایاک نعبد عبادۃ تبلغنا فی القیامہ بصحبۃ محمد الباقر وجعفر الصادق وموسی الکاظم و علی ابن موسی الرضا و ایاک نستعین کما استعان بک محمد التقی و علی [۵ ب] النقی اللذانہما من اھل المجد والعلی اھدنا الصراط المستقیم الذی ھو متابعۃ الحسن العسکری ومحمد المھدی ھو المقتدی صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین المنکرین من اھل البدعۃ و [۱۰ الف] الھوی۵/

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بند اول از محتشم علیہ الرحمہ

بازاین چہ شورش است کہ در خلق عالم است — بازاین چہ نوحہ وچہ عزا وچہ ماتم است
بازاین چہ رستخیز عظیم است کز زمین — بے نفخ صور خاستہ تا عرش اعظم است
این صبح تیرہ باز دمید از کجا کزو — کار جہان وخلق جہاں جملہ درہم است
گویا طلوع میکند از مغرب آفتاب — کاشوب در تمامی ذرات عالم است

گر خوانمش قیامتِ دنیا بعید نیست ۔۔۔ این رستخیز عام کہ نامش محرم است

در بارگاہِ قدس کہ جائے ملال نیست ۔۔۔ سرہائے قدسیاں ہمہ بر زانوئے غم است

جن و ملک بر آدمیاں نوحہ میکنند ۔۔۔ گویا عزائے اشرفِ اولادِ آدم است

خورشید آسمان و زمیں نورِ مشرقین

پروردۂ کنارِ رسولِ خدا حسین[1] [۱۱ ب]

اس مجلسِ اول میں نبی کا وصال ہے

جس غم سوں آج دونوں جہاں پر ملال ہے

لیکن مخبرانِ اخبار اور ناقلانِ ماتم گزار وفات سید کائنات کوں دفاترِ مصائب میں یوں لکھتے ہیں کہ جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واسطے حجۃ الوداع کے طرف مکۂ معظمہ کے سدھارے، روزِ عرفہ بیچ ساعت عرفات کے یہ آیت نازل ہوا الیوم اکملت لکم دینکم یعنی آج دین تمہارے کوں کامل کیا میں نے واتممت علیکم نعمتی[2] اور نعمتوں اپنیوں کوں تمہارے اوپر تمام کیا۔ پیغمبر کے تئیں مضمون اس آیت کے سے بوئے انتقال کی طرف باغ دار الوصال کے کے بیچ مشامِ جان کے پہونچی اور جوں حج سے معاودت فرمائی راہ میں ایک منزل کہ اوسے خم غدیر[3] کہتے تھے، اُتر کر نمازِ پیشیں کوں ادا فرما، موںہہ طرف اصحابوں کے کر یوں سنائے کہ گویا

۱۔ روضۃ الشہدا : ۷۶۔

۲۔ آیت کو مذکر استعمال کیا ہے۔ ۳۔ المائدہ ۵:۳

۴۔ غدیر: تالاب، وہ نشیب جگہ جہاں برسات کا پانی جمع ہو۔ غدیر خم: ایک موضع کا نام جو کہ و مدینہ کے درمیان ہے اسی جگہ حدیث "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" حضرت علی کی شان میں ۱۸ ذوالحجہ کو ارشاد ہوئی۔ امامیہ مذہب والے اس تاریخ کو جشن مناتے ہیں اور اس کو عید غدیر کہتے ہیں۔ آتش:

جیسے کہ شادماں ہوں میں روزِ وصال میں ۔۔۔ شیعہ کرے خوشی نہ ہو عید غدیر کی

۵۔ روضۃ الشہدا : ۵۸

[۵۱ الف] میرے تئیں طرف عالم بقا کے بولاتے ہیں، اور میں قبول کرتا ہوں، اور درمیان تمہارے دو امر بزرگ چھوڑتا ہوں، ایک دوسرے سے بڑا کہ وہ قرآن اور اہل بیت میرے ہیں۔ احتیاط کیجیو کہ بعد میرے ان دو امر سے کیسا سلوک کروگے اور رعایت حقوق ان کے کس طرح بجالاؤگے، اور یہ دونو آپ سے جدا نہ ہوویں جب لگ کہ تالب حوض کوثر مجھ پاس پہونچیں۔ پس اے محبان، بعد پیغمبر ظالمان امت نے اون دونوں امر سے کیا سلوک کیا، کتاب اللہ کی حرمت بسرا[1]، اہلبیت کا حق چھنایا۔ پیغمبرِ خدا نے امت کوں حوض کوثر کا وعدہ دیا اور امت نے اوس کے فرزندوں کو بھوک پیاس سے ہلاکا، شربت زہر اور خنجر قہر سے ہلاک کیا۔ ترجمہ[2]:

[۵۲ ب] اے جو تجھ سے کیا میں ہاے وفا / توں نے بدلا کیا ہے اوس کا جفا
میں تجھے حشر میں جو پیاسا ہوئے / حوض کوثر کا ہاے وعدہ دیا
توں نے اوس بدلے مجھ حسین کے تئیں / شربت آب سے پیاسا رکھا
وہ حسین اب مرا جسے جبریل / جس جگہ دیکھا مرحبا ہی کہا
فاطمہ اوس بچے لیے ہر صبح / ہاتھ اوٹھا کر کیے کتی ہاے دعا

روایت[3] ہے کہ ایک دن حسین محلے کے لڑکوں ساتھ کھیلتے تھے اور حضرت رسول پیارے قصد کیے کہ اوسے پکڑیں، حسین لڑکوں کے بیچ بھاگے اور حضرت پیچھے دوڑے، حسین

۱۔ بسرنا: بھولنا۔

۲۔ اصل فارسی شعر یہ ہیں:

اے بجاے تو من وفا کردہ / تو مکافات آں جفا کردہ
من ترا چون بحشر تشنہ شوی / وعدۂ شربت صفا کردہ
در مکافات تو حسین مرا / بغم آب مبتلا کردہ
آں حسینے کہ جبرئیل اورا / ہر کجا دیدہ، مرحبا کردہ
فاطمہ از براے تربیتش / صد سحرگاہ "ربنا" کردہ

۳۔ یہ روایت روضۃ الشہدا میں مقتل نور الائمہ خوارزمی کے حوالے سے درج ہے: ص ۷۹۔

داہنے بائیں بھاگتے تھے اور ناناکوں دوڑاتے تھے، تب حضرت نے کہا، اے فرزند کیوں بھاگتا ہے۔ حسین نے کہا کہ[1] اے نانا میں بھاگتا نہیں، بلکہ تمہیں پکڑنے میں گرم کرتا[2]۔ معشوق کہ عاشق سے بھاگتا ہے، بلکہ عاشق کوں اپنی محبت میں تیز کرتا۔ القصہ حضرت نے حسین کوں پکڑا، اور گلے [۵۲ الف] لگا، ہاتھ اوٹھا کہا، اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ[3]، یعنی بار خدایا میں حسین کوں دوست رکھتا، توں بھی اوسے دوست رکھ، وہیں ندائے الٰہی ہوئی کہ اے حبیب میرے، اس جگر گوشے تیرے کوں کربلا کے جلتے توے پر امت تیری بریاں کرے گی اور اوس کے پیاسے حلق پر دھار خنجر آبدار دھرےگی اور یہ ہماری درگاہ میں لب تشنہ و جگر خستہ آوے گا، اور ہر ایک مقرب ہمارا اس کے کٹے سر کی سوگند کھاوے گا۔ غرض رسول کوں غم حسین تا وقت وفات تھا۔

لیکن[4] جب حضرت کوں درد سر شروع ہوا، اپنے سر کوں عصابے[5] سے باندھا، اس روز نوبت میمونہ[6]

۱۔ اصل فارسی عبارت یہ ہے: حسین گفت: شاہا! نمی گریزم ترا بجست وجوے می آرم۔ معشوق کہ از جوئندہ پرہیز می کند، گریز میکند بلکہ عاشق را در طلبِ خود تیز میکند، ص ۹۰۔

۲۔ گرم کرنا: تیز کرنا، دوڑانا۔ ناسخ ؎

گرم تم کتنا کرو اپنے سمندِ ناز کو کب پہنچتا ہے ہمارے ہوش کے پرواز کو

(نور اللغات ۴: ۲۶۴)

۳۔ یہ حدیث اختلاف الفاظ کے ساتھ متعدد کتب حدیث میں وارد ہوئی ہے: اِنِّی اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ وَاَحِبَّ (اور ایک روایت میں: فَاُحِبَّ) مَنْ یُحِبُّہٗ (المعجم ۱: ۴۰۷، الذہبی: سیر اعلام النبلاء، ۳: ۱۶۷) اَللّٰھُمَّ اَحِبَّہٗ وَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّہٗ (المعجم ۱: ۴۰۸) ابن ماجہ کی ایک حدیث میں ہے: مَنْ اَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ: مقدمہ: ۱۱ (المعجم ۱: ۴۰۶)

۴۔ اس سے پہلے فضلی نے کچھ عبارتیں اصل کی حذف کر دی ہیں۔

۵۔ عصابہ: سربند، پگڑی۔

۶۔ میمونہ بنت الحارث الہلالیہ، آنحضرت کی ازواج مطہرات میں ہیں۔ سال وفات میں اختلاف ہے، ۵۱ھ، ۶۳ھ اور ۶۶ھ ہجری سالہائے وفات بتائے جاتے ہیں (الاستیعاب ۴: ۱۹۱۴؛ ابن سعد: الطبقات الکبیر ۸: ۱۳۲)

محل کی کتی. جب آزار حضرت کی نے زیادتی کی، نودیں[1] اجل جمع ہوئے، تب حضرت فاطمہ
[۵۳ ب] فرمائی کہ حضرت اُکوں ہر روز ہر ایک کے گھر جانے میں تصدیعہ[2] ہوئیگا، ایک جا مقرر کرو. پس سب
محل عائشہ[3] کے گھر راضی ہو، حضرت میمونہ کے گھر سے باہر آ، ایک ہاتھ حضرت امیر کے کاندھے پر اور
ایک فضل ابن عباس[4] کے کاندھے پر رکھ، پانو مبارک زمین پر اینچتے، عائشہ[5] کے حجرے لگ تشریف
لا، فرش بیماری پر تکیہ فرمائے. لیکن جب مرض حضرت کے نے شدت کی تب مسجد میں سدھار،
نماز ادا فرما، بلال کوں حکم کیا کہ[6] ندا کر، جو تمام اصحاب اور اسلام جمع ہو دیں. چاہتا ہوں کہ
وصیت کروں کیونکہ یو وصیت آخری ہے. بلال نے ندا کی. اور سب اصحاب مسجد میں آئے.
تب حضرت ممبر پر چڑھ فرمائے، اے گروہ اسلام معلوم کرو کہ اجل میری نزدیک آ پہونچی ہے، دیکھتا
[۵۴ الف] ہوں کہ گویا تم سب مجھ سے جدا ہوئے ہو اور میں تم سے جدا. پھر فرمایا اے یارو، کیسا پیغمبر تھا
میں کہ تم سے جہاد کیا، حتی کہ دانت میرے توڑے اور مونہہ میرا لہو سے بھرے. جاہلان قوم
سے ظلم اینچیا. اور بھوک سے پتھر پیٹ پر باندھا. سب اصحابوں نے کہا درست ہے. قسم
خدا کی توں صابر تھا اور ہم کوں طرف حق کے توں دعوت کیا، اور بورائیوں سے امان میں رکھا.
خداتعالیٰ تجکوں جزائے خیر دیوے. پھر حضرت نے فرمایا کہ خدائے بزرگوار نے اپنی بزرگی کی قسم
یاد کی ہے کہ ظالم کے ظلم سے نہ گزرے. پس میں بھی قسم اس خدائے لاشریک لہ کی دیتا ہوں کہ جس کو

---

۱ - اصل میں اسی طرح ہے "نودں اجل جمع ہوئے" ہونا چاہیے (نودیں، پنجابی اسلوب ہے)

۲ - تصدیعہ: تکلیف، دردسر، دکھ، عام طور پر تصدیع مروج ہے. میر کہتے ہیں:

خواہش ہو جسے دل کی دل دوں اُسے ادھر کی ۔۔۔ میں نے تو اسی دل سے تصدیع بہت پائی

(نور اللغات ۲: ۱ ۲۰)

۳ - روضۃ الشہدا میں عائشہؓ کی جگہ صفیہؓ کا نام ہے.

۴ - فضل بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف قرشی. ان کی ماں حضرت میمونہؓ کی بہن تھیں وفات
ایک قول کے مطابق ۱۳ ھ میں ہوئی (ابن عبدالبر: الاستیعاب ۳: ۱۲۶۹)

۵ - روضۃ الشہدا: صفیہ. ۶ - روضۃ الشہدا: ۸۴

میں نے ستایا ہوئے یا آزردہ کیا ہوئے، او تجھے اور مجھ سے بدلا لے۔ دوست میرا وہ کوئی کہ حق
مجھ پر رکھتا ہوئے سو گردن میری سے ادا کرے، تا خوش نفس طرف احق کے پھروں۔ تب ایک [۵۴ ب]
مرد عکاشہؓ[2] نام اوٹھا۔ اور کہا یا رسول اللہ، اگر اس قدر مبالغہ نہ فرماتے تو میں نہ کہتا۔ لیکن
از بس کہ بہت مبالغہ فرمایا، پس عرض کرتا ہوں کہ بیچ سفر تبوک[3] کے تازیانہ آپ نے نکالا کر
مرکب پر لگاویں سو میرے کاندھے پر لگا، اور مجھے بہت درد اس سے پہونچا۔ بدلا اوس کا چاہتا
ہوں۔ حضرت نے فرمایا، جزاک اللہ خیرا، اے عکاشہ خوب کیا کہ بدلا آخرت پر نہ رکھا، کہ میں
بدلا دنیا میں دوست رکھتا ہوں۔ اے عکاشہ جانتا ہے کہ وہ تازیانہ کون سا تھا۔ کہا خرما کا۔
حضرت نے فرمایا، اے سلمان، وہ کوڑا فاطمہ کے گھر سے جا اورلا۔ سلمان چلا اور پوکارا کہ اے لوگو
کون ہے کہ انصاف نفس اپنے سے آپ چاہے، پیش از قیامت۔ لیکن جب سلمان حجرۂ فاطمہ علیہا السلام
پاس پہونچا، کہا، السلام علیک یا اھل بیت النبوۃ۔ حضرت فاطمہ نے آواز سلمان کی پہچان، [۵۵ الف]
جواب دیا۔ سلمان نے کہا، کہ یا سیدۃ النسا، باپ تیرا منبر پر ہے اور خلق کوں رخصت کرتا ہے،
کہ جس کا حق مجھ پر ہے طلب کرے۔ شاید ایک دن تازیانہ ناقہ پر مارتا تھا، عکاشہ کے کاندھے
پر لگا، اب وہ تیرے باپ سے بدلا مانگتا۔ جوں حضرت فاطمہ نے یہ بات سونی، رونے لگیں، اور کہیں
اے سلمان، قسم خدا کی تجھے کہ اوس شخص کوں کہ میرے باپ پر رحم کرے، کیونکہ وہ رنجور اور ضعیف ہے
بیمار اور نحیف۔ سلمان تازیانہ لے کر گیا۔ اور حضرت فاطمہ نے حسن اور حسین کوں بولا کر کہا، اے جانان
مادر، نانا تمہارے کوں مسجد میں ایک شخص تازیانہ چاہتا مارے، جاؤ اور عوض جد کے سو سو تازیانے
قبول فرماؤ، کہ نانا تمہارا بیمار ہے اور بدلا دینے تے[4] لاچار، طاقت تازیانے کی نہیں رکھتا،

۱۔ اصل: بدلا۔

۲۔ عکاشہ بن محصن اسدی: فضلائے صحابہ میں سے تھے۔ بدر، احد، اور خندق کی جنگوں میں شریک تھے۔
حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت میں وفات پائی۔ (الاستیعاب ۳: ۱۰۸)

۳۔ مدینے سے شمال کی طرف، دمشق کی سڑک پر مشہور شہر ہے۔ یہاں جس سفر کی طرف اشارہ ہے، وہ جنگ تبوک
کے موقعہ پر رجب ۹ھ (نومبر ۶۳۰ء) میں پیش آیا تھا۔

۴۔ اصل میں اسی طرح ہے یہاں میں "یا" سے" چاہیے۔

[۵۵ ب] اور لاعلاج وہ ضرب رہتا۔ حسنین مسجد طرف چلے۔ لیکن جوں سلمان مسجد میں پہونچا۔ فغان وامصیبتاہ اصحابوں سے بلند ہوا، کہ اتنے میں حسنین روتے ہوئے آئے، اور جدِ بزرگوار کے پاؤں پر گرا، عرض کیے، یا جداہ، ہم نے سونا کہ کوئی تم سے بدلہ مانگتا۔ ہم آئے کہ ہر ایک عوض ایک تازیانہ کے سو تازیانے قبول کرے۔ بیت، ترجمہ:

رکھتے یہ امید ہم جو قد تیرا اب خم نہوئے سایہ تیرے لطف کا سر سے ہمارے [کم][۲] نہوئے

حضرت نے فرمایا اے جانانِ جد، تازیانہ میں نے مارا، تم سے کیوں کر بدلا لے۔ پھر پیشانی دونوں کی چوم، رخصت کیے۔ اور فرمائے، اے عکاشہ اوٹھ اور بدلہ لے۔ عکاشہ نے کہا، یا رسول اللہ اس روز کاندھا میرا ننگا تھا۔ حضرت نے بھی پیرہن اُتارا، کہ خروش واویلا ملائکہ سے اوٹھا اور شور وامصیبتا، اصحابوں سے۔ لیکن جوں عکاشہ نے دوشِ مبارک اور مُہرِ نبوت کوں دیکھا،

[۵۶ الف] بوسہ اس مہرِ نبوت پر دے، مونہہ دونوں شانوں میں رکھ، کہا، یا رسول اللہ، عرض میرا بدلے سے نہ تھا بلکہ مراد میری یہ تھی کہ مہرِ نبوت کوں دیکھوں اور بعضے اعضا تمہارے کوں مَس کروں، بموجب فرمودۂ شریف من مسّ جلدی لن تمسه النار[۳]، یعنی جو کوئی بدن میرے کوں مس کرے، آگ دوزخ کی اوسے مس نہ کرے۔ تب حضرت محل میں سدھارے اور بیماری نہایت شدت پر ہوئی۔

دوسرے دن جبرئیل حکمِ ملکِ جلیل سے آکہا، یا سید، پروردگار نے تجھے سلام بھیجا اور فرمایا اگر چاہے تو تجھے بیماری سے شفا دوں، اور چاہے مستغرقِ دریائے رحمت کر، شربتِ مرگ چکھاؤں۔ حضرت نے کہا، میں نے آج اپنے تئیں پروردگار اپنے کوں سونپا، تاکہ جو چاہے سو کرے

[۵۶ ب] اتنے میں حضرت امیر نے آکہا،[۴] یا رسول اللہ خواب میں دیکھا میں نے کہ ایک زرہ پہنے ہوا/ تھا

۱۔ اصل: کر۔ "گر" مناسب قرأت ہوگی۔

۲۔ اضافۂ مرتب۔

۳۔ اصل: مسہ۔

۴۔ روضۃ الشہدا: ۸۷۔

یکایک وہ زرہ مجھ سے جدا ہوئی، اور میں بے زرہ رہا۔ حضرت نے فرمایا، علی، زرہ تیری میں تھا
اب وقت وہ ہے کہ میں مر جاؤں اور توں اکیلا رہ جاوے۔ یا علی بعد میرے بڑی مصیبتیں
تجھے پہونچیں گی، صبر کیجیو اور ثواب آخرت طلب کیجیو۔ مردوں سے جو کوئی کہ پہلے حوض کوثر
پر مجھ پاس پہونچے، توں ہووے گا۔ اتنے میں حضرت فاطمہ نے آ کہا، اے پدرِ بزرگوار، خواب
میں دیکھا میں نے کہ کئی ورق مصحف کے رکھتی ہوں اور چاہتی ہوں کہ پڑھوں، ناگاہ وہ میرے
ہاتھ سے غائب ہو گئے۔ حضرت نے فرمایا، اے جگر گوشہ، وہ ورق قرآن کے میں تھا کہ تیری
نظر سے غائب ہوں گا۔ اتنے میں حضرت امام حسن اور امام حسین آ گئے، اے جدِ بزرگوار، ہم [۵۵ الف]
دونوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک تخت ہوا میں جاتا ہے اور ہم تلے اوس تخت کے سر ننگے
روتے جاتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا، اے فرزندو، وہ تخت تابوت میرا ہے، کہ تم تلے اوس
کے سر ننگے روتے ہوئے جاؤ گے۔ اتنے میں شور اہلِ بیت سے اوٹھا اور آنکھوں سے آنسو
جاری ہو، جگر ہر ایک کا جدائی کی آگ سے بریاں ہوا۔ ترجمہ[۱]:

سب جان جلتی آگ میں جانان جاوے ہے　　رہ لوہو کی زدیدۂ گریان جاوے ہے
حسنین بولے رو کے کہ اے جدِ نامدار　　تعبیر ہماری خواب کی کیسی بتاوے ہے
دادا کسے پکاریں گے ہم ہائے ہائے　　توں تو خبر یتیمی کی ہم کوں سناوے ہے

روایت ہے کہ پیش از مرگ، عزرائیل کے ساتھ ایک فرشتے[۲]، اسمٰعیل نام کے، کہ وہ حاکم تھا
لاکھ فرشتے پر، بموجب حکم حق تعالیٰ کے کہ اوسے حکم ہوا، جا زمین پر میرے دوست پاس، لیکن
بے رخصت اوس کے گھر میں نہ جائیو اور بے حکم اوس کے قبض روح نہ کیجیو۔ [۵۵ ب]

۱۔ جانہا در آتش است کہ جانان ہمی رود　　سیلاب خون ز دیدۂ گریان ہمی رود
اس کے بعد تین مزید فارسی شعر روضۃ الشہدا میں درج ہیں لیکن فضلی نے یہاں ان شعروں کا ترجمہ نہیں۔ اردو کے دونوں
شعر ان کے طبع زاد ہیں۔

۱۔ روضۃ الشہدا: ۸۸-۸۹۔

۲۔ اصل میں اسی طرح "فرشتے"، لیکن یہاں "ایک فرشتہ اسمٰعیل نام کا" ہونا چاہیے۔

عزرائیل بصورت ایک عرب کے آیا اور حضرت کے دروازے پر کھڑا ہو کہا، السلام علیک یا أهل بیت النبوۃ، رخصت دو کہ راہ دُور سے آئے ہیں۔ حضرت فاطمہ اوس وقت حضرت کے پاس تھی۔ جواب دیی کہ یہ وقت ملاقات کا نہیں، کیونکہ پیغمبر اپنے حال میں مشغول ہے پھیر رخصت مانگی، وہی جواب سونا۔ تیسری مرتبہ اس طرح رخصت چاہی کہ جو اس جاگہ تھے، آواز اوس کی سے ڈرے اور لرزے۔ حضرت ہوش میں آ، پوچھے، کہ کیا ہے۔ حضرت فاطمہ نے کہا، یا رسول اللہ ایک عرب دروازے پر کھڑا ہے، بصورتِ مہیب و بشکل عجیب، رخصت مانگتا کہ اندر آوے۔ ہر چند عذر چاہا، نہیں مانتا۔ حضرت نے فرمایا۔ یا فاطمہ، جانتی ہو یہ کون ہے، توڑنے

[۸۰ الف] والا لذتوں کا اور کاٹنے والا آرزوؤں کا، جدا کرنے والا جمیعتوں کا، رانڈ کرنے والا عورتوں کا، یتیم کرنے والا فرزندوں کا، ایسا حریف کہ بغیر کونجی دروازہ کھولے اور بغیر ہتھیار جان لیوے۔ اگر دروازہ اس پر موندیں، دیوار سے آوے اور جس گھر میں آوے دھنوا[2] اوس گھر سے اوٹھاوے۔ اے فاطمہ، یہ عزرائیل[1] ہے کہ تیرے باپ کی روح قبض کرنے کوں آیا، اور ادب جو کھٹ ہماری کا بجا لایا، وگرنہ رخصت مانگنا، عادت اوس کی نہیں۔ دروازہ کھول کہ آوے۔ حضرت فاطمہ یہ خبر وحشت اثر سن رونے لگیں اور کہیں، واویلا، مدینہ خراب ہوا اور صاحب سکینہ نے قصدِ سفر کیا۔ لمؤلفہ

آہ و واویلا مدینہ آج ہوتا ہے خراب
فاطمہ کا جیو جگر اس آگ پر ہوتا کباب

[۸۰ ب] حضرت نے فاطمہ علیہا السلام کوں چھاتی سے لگا، ایک لحظہ انکھیں موندیں، گویا کہ روحِ مقدس بدنِ مطہر سے جدا ہوئی۔ فاطمہ نے کان نزدیک لے جا کہا: اے بابا، اے بابا۔ کچھ جواب نہ سونی پھر رو کر کہی، اے پدر، جان میرا قربان تیرے، کیوں جواب نہیں دیتا، ذرا انکھ کھول اور مجھ دو کھیا سے بول۔ حضرت نے انکھ کھول کہا: اے فرزند مت رو، کہ تیرے رونے سے حاملانِ عرش روتے اور اپنے ہاتھ سے آنسو فاطمہ کی آنکھوں سے پونچھ کہے، بار خدایا فاطمہ کوں میری

۱۔ لفظ "عزرائیل" نسخے کے حاشیہ پر اضافہ کیا گیا ہے۔

۲۔ دھنوا: دُھواں (بہر خانہ کہ درآید، دود از دودمانِ آں برآید۔ روضۃ الشہدا: ۸۹)۔

جدائی میں صبر دے. پھر فاطمہ کوں فرمائے، جوں روح میری قبض کریں، کہیو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. اے فاطمہ حسنین کوں بولا. حضرت فاطمہ نے ایک شخص اون کے بولانے کوں بھیجا. شاہزادوں نے کہا، واویلا، اس تاکید سے کبھو ہمیں نہیں بولایا. آئے اور روبرو کھڑے ہوئے، جوں حضرت نے اون کوں دیکھا/ رونا شروع کیا، اور پاس بولا چھاتی [۵۹ الف] سے لگا، مونہہ چوم، نظرِ رحم سے دیکھ، فرمایا، دریغ ان مونہوں تمہاروں سے، کہ گردِ غریبی اور افسوس ان بالوں تمہاروں سے کہ غبارِ یتیمی سے آلودہ ہوویں گے، نہ جانوں کہ ظالمانِ امت تم سے کیا کریں، اور بعد میرے کام تمہارا کہاں لگ پہونچادیں. حسنین کہتے تھے، اے جدِّ بزرگوار، بعد تیرے پناہ ہمارا کون ہوئیگا اور غمخوارِ دلنوار کون.

کس کوں کہہ دادا پوکاریں بعد تیرے ہم غریب
ہم سے دوکھیوں کا ترے بن کون ہوویگا طبیب

پھر حضرت فاطمہ بولی، اے پدرِ عالی مقدار، اگر مجھے غم ہوئے تو کس سے کہوں اور حسنین کوں آرزو ہوئے تو کس سے طلب کروں؟ اے دلدار غریبوں کے، اور اے پناہ بیکسوں کے، اور اے نوازنے والے یتیموں کے، اور اے ہاتھ پکڑنے والے بیچاروں کے، میں تیری جدائی سے کیونکر صبر کروں؟

کیونکے جیوں تجھ جدائی میں اے بابا میں دوکھیا
کاش مرجاؤں میں ہی تجھ آگے لے تیری بلا/ [۵۹ ب]

پھر حضرت مرتضیٰ علی کوں بولا، گلے لگایا اور جو جو وصیتیں کہ کرنی تھیں کر کے سمجھایا. پھر ملک الموت آیا اور کہا، السّلام علیک یا نبی اللّٰہ. حق تعالیٰ نے تجھے سلام بھیجا ہے اور مجھے حکم کیا کہ روح تیری قبض نہ کروں، بغیر حکم تیرے. حضرت نے فرمایا اتنا صبر کر کہ بھائی میرا جبرئیل آوے. کہا تابع حکم ہوں، وہیں جبرئیل کوں حکم ہوا کہ جا میرے دوست پاس جبرئیل آیا اور کہا، لموٗلفہ:

یا محمد بشارتیں لایا تب پیمبر نے سن کے فرمایا
کیا بشارات ہیں اے اخی جبرئیل کہا جبرئیل حق نے فرمایا
آگ دوزخ کی سب بجھا دیویں جنت آراستہ یو کروایا

حکم ہوا ساری حوروں کو سنگار[1] صفیں سب فرشتوں[2] کی بند کیا
روح میرے حبیب کی آتی اس سبب کوں آپ بنوایا[3]

اور ملائکۂ اعظم تیری روح کے استقبال کوں کھڑے ہیں۔ ترجمہ[4]:

[۶۰ الف] مکانِ قدس تمھارے لیے بنایا ہے کرو خوشی سے گذر در تماشہ گاہِ زار

حضرت نے فرمایا، یہ تو بشارتیں خوب ہیں، ولیکن اس سے بہتر بشارت دے کہ آنکھیں میری روشن ہووئیں اور دل میرا شاد۔ جبرئیل نے کہا: بہشت حرام ہے سب پیغمبروں اور اون کی امتوں پر جب لگ کہ توں اور امت تیری قدم وہاں نہ رکھے۔ حضرت نے فرمایا کہ بشارت اس سے بہتر دے کہا یا رسول اللہ مقرر ہوا ہے کہ روز قیامت پہلے تاجِ بخشش کا جس کے سر پر رکھیں توں ہووے حضرت نے فرمایا کہ اے اخی بشارت ایسی دے کہ گردِ غم کوں میرے دل سے دھووے۔ جبرئیل نے کہا، اے پیشوائے انبیا بیان فرما کہ کس غم میں اور کس کے فکر میں ہے کہ ایسی خبروں خوشی افزا سے بوجھ غم کا دل سے تیرے نہیں اٹھتا۔ حضرت نے فرمایا کہ ہمیشہ غم واندیشہ میرا واسطے امت کے تھا اور اب اس سے زیادہ ہے کہ آیا بعد میرے روزہ داران

[۶۰ ب] ماہِ مبارک رمضان / بغیر میرے کیونکر روزہ کھولیں اور حج کرنے والے بیت الحرام کے بغیر میرے کیونکر مناسک[5] آویں اور قیامت میں آخر کار اور عمل ان کے کہاں لگ پہونچیں۔ جبرئیل نے کہا یا رسول اللہ دل اپنا خوش رکھو کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ آج امت تیری کوں اپنی پناہ میں رکھے اور فردائے قیامت اس قدر امت تیری سے بجگوں بخشے کہ توں راضی ہووے

۱۔ سنگار باعلانِ نون نہ پڑھا جائے تو مصرعہ ناموزوں ہوگا۔

۲۔ " فرشتوں پڑھا جائے، جب موزوں ہوگا۔

۳۔ اصل میں اسی طرح ہے، یہاں "بلوایا" ہوگا۔

۴۔ جملۂ قدس برائے تو بیاراستہ اند
خوش خرامان گذری بتماشا گہِ ناز

۵۔ منیٰ۔

تب حضرت نے فرمایا. اب خوش ہوا میں اور آنکھیں میری روشن ہوئیں. اے عزرائیل آگے آ، اور جس کام پر کہ مامور ہوا ہے عمل میں لا. ملک الموت، روح مبارک کے قبض کرنے میں مشغول ہوا. اور حضرت اوس حالت میں طرف چھت کے دیکھتے تھے کہ ہاتھ اوٹھا کر کہے بالرفیق الاعلیٰ اور طرف عالم وصال کے سدھارے[1]. اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

تمت المجلس[2] [۶۱ الف]

---

۱. روضۃ الشہدا : ۹۲.

۲. ورق ۶۱ الف سادہ ہے.

دوسری مجلس

[۶۱ ب] /بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی أذاب قلوب الأحباء من الشوق لقاء الحسین وارتفع مدارج الشهداء و معارج العرفاء من تحت لواء الحسین و نور عیون المشتاقین الذین هم محبة أهل بیته صادقون و بشفاعتهم واثقون بتربة کربلاء الحسین و زیارة أحبائه الذین جاهدوا فی سبیل الله فقاتلوا و قتلوا مع أقرباء الحسین و شرف شیعة نبیه و ولیه بزیارة قبة قرة عین المصطفیٰ والبتول الزهراء أعنی سید الشهداء الحسین وصلی اللہ علی محمد /وآله أجمعین والحمد للہ رب العالمین ۰ [۶۲ الف]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کشتی شکست خوردهٔ طوفانِ کربلا / در خاک و خوں فتادہ بمیدانِ کربلا
گر چشمِ روزگار برو فاش میگریست / خوں میگذشت از سرِ ایوانِ کربلا
نگرفت دستِ دہر گلابے بغیرِ اشک / زان گل کہ شد شکفتہ بہ بستانِ کربلا
در آب ہم مضایقہ کردند کوفیاں / خوش داشتند حرمتِ مہمانِ کربلا
بودند دیو و دد ہمہ سیراب و می مکید / خاتم ز قحطِ آب سلیمانِ کربلا
زان تشنگاں ہنوز بعیوق میرسد / فریادِ العطش ز بیابانِ کربلا
آہ از دمے کہ لشکرِ اعدا نکرده شرم / کردند رو بخیمهٔ سلطانِ کربلا

آن دم فلک بر آتشِ غیرت سپند شد
کز خوفِ خصم در حرمِ افغان بلند شد/ [۶۲ ب]

یہ دوسری جو مجلس ہے سو اس میں سربسر
خیرالنسا کے مرنے کا یاراں حوال[1] ہے

موزخانِ اخبار معتبر اور مفسرانِ آثارِ نامود وفات فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کوں یوں روایت کرتے ہیں[2] کہ جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا سے کوچ[3] کیا، شور و فغاں مدینہ میں ایسا پڑا کہ آسمان رویا اور زمین لرزی۔ لیکن جیسا کہ باپ کے غم نے[4] حضرت فاطمہ پر اثر کیا تھا کسو پر نہ کیا۔ رات دن سوا رونے کے کام اوس کا نہ تھا[5] اور سوا واویلا و وا بابا کوئی صدا اوس کی نہ سونا۔

روتے روتے فلک وا ابر کوں شرمندہ کیا
خونِ دل خونِ جگر نے آنکھوں سے راہ لیا
چھوڑ کر آب و خورش غم کوں کیے اپنی غذا
خواب و آرام کو تج رونے میں تھکہ بوجھی ماتم

تاب و طاقت کوں کیا اونے نے رخصت تن سے
اور ضعیف ہونے[7] لگے سارے قوی گل گل کے
سب مواد خصم[6] ہو گئے ہائے وہ جثۂ گُل کے
تنکے سا سوکھ گیا گھر کیا اوس تن موں غم

[۶۳ الف]

روایت ہے کہ یک دن فاطمہ نے کہا: چاہتی ہوں کہ اپنے باپ کے موذن کی آواز سنوں۔ جوں یہ خبر

۱۔ اصل: حوالی۔

۲۔ روضۃ الشہدا: ۱۰۷۔

۳۔ کوبخ: کوچ: کوچ کرنا، رحلت کر جانا، دنیا سے گزرنا۔

۴۔ اصل: میں۔

۵۔ ابن الاثیر نے لکھا ہے کہ آنحضرت کی وفات کے بعد جب تک وہ زندہ رہیں، کسی نے انھیں ہنستے نہیں دیکھا۔ (اسد الغابہ ۵: ۵۲۴) طبع مصر ۱۲۸۰ھ

۶۔ یہ غالباً "خستہ" کی تحریف ہے۔ ۷۔ ہوئے؟

بلال کوں پہونچی، اذان شروع کیا۔ جوں اللہ اکبر کہا، فاطمہ نے باپ کوں یاد کر رونا شروع کیا اور جب اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، کہا، فاطمہ نے نعرہ مارا۔ اور پچھاڑ کھا، بیہوش ہوئی۔ لوگوں نے جانا کہ جان بحق تسلیم ہوئی۔ بلال کوں کہا بس کر، فاطمہ کا کام آخر ہوا لیکن بعد ایک دیر کے فاطمہ میں ہوش آیا۔ القصہ اسی طرح روز روتیں اور بیہوش ہوتیں۔ اور حسنین کوں دیکھ کہتیں، کہاں جدِ بزرگوار تمھارا جو تمھیں گلے لگاوے، اور کہاں وہ ناز برداری تمھارا جو تمھیں پیادہ نہ چلنے دے اور کاندھے چڑھاوے۔ ہائے اب کبھو نہ دیکھونگی کہ دروازہ کھول [۴۲ ب] میرے گھر آوے۔ اور کبھو نہ دیکھوں گی کہ تمھیں گلے لگا کاندھے چڑھاوے۔ یہاں تلک روئیں کہ لوگ مدینہ کے اور ہمسائے کے تنگ آئے، اور کہے، اے فاطمہ دن کو روا ور رات کوں سو، یا رات کو روا ور دن کوں آرام سے سو، تاکہ ہم بھی آرام پاویں۔ اتنے میں حضرت آئے اور کہے اے جگر گوشۂ رسول، آج مدینے میں عجب قیامت ہے۔ اگر چاہے کہ میں تجھ سے راضی ہوں آواز اپنی کسو کوں نہ سونا اور صبر کر کہ رات آوے، تب تجھے قبرِ رسول پر لے جاؤں، شاید کہ تسلی پاوے۔ فاطمہ نے صبر کیا تب لگ کہ رات آئی، اور خلق آرام پائی۔ حضرت امیر گھر آ دیکھے کہ فاطمہ بیہوش پڑی ہے۔ صبر کیے کہ ہوش میں آئی اور کہی، مصرع

یا علی، رات کس قدر گذری [۴۳ الف]

حضرتِ امیر نے فرمایا کہ تیسرا حصہ، تب فاطمہ نے کہا، اب مجھے رخصت ہے کہ باپ کی قبر پر جاؤں۔ حضرت امیر نے کہا کہ چلو۔ آہ جوں فاطمہ اٹھی، ضعف سے تیوراکر گر پڑی۔ تب حضرت امیر نے ہاتھ پکڑا اور روضۂ منورہ پر لائے۔ جوں نظر فاطمہ کی باپ کی قبر پر پڑی زار زار روئی اور مونہہ اپنا اس خاک پر ملی۔ حضرت امیر نے کہا اے فاطمہ، اتنا مت رو۔ تب فاطمہ نے کہا، اے نور دیدۂ عالم، صبر ایسے باپ کی جدائی میں مشکل ہے۔ لمولفہ

میں صبر کیونکر کروں صبر بھی ہوا بے صبر — میرا شفیق پدر مر گیا، بجھاتی قبر

۱۔ حبیب السیر (وقایع سال یازدہم)، ص ۴۴۴۔

۲۔ روضتہ الشہدا: ۱۰۸۔

اوس روز سے فاطمہ ہمیشہ شہیدوں کی قبر پر جاتی اور اتنا روتی کہ بیہوش ہو جاتی۔

روایت ہے کہ جب دو مہینے پندرہ دن یا تین مہینے پانچ دن[2] وفات سرورِ کائنات سے گزرے۔ حضرت امیر گھر میں آ دیکھے کہ فاطمہ نے تھوڑا آٹا خمیر کیا ہے کہ روٹی پکاوے اور [۱۰۹ ب] تھوڑی مٹی بھگوئی کہ سر فرزندوں کے دھلاوے اور قصدِ حسنین کے جامہ دھونے کا رکھتی۔ حضرت امیر نے کہا اے صاحبۂ دو جہاں، اور اے معصومۂ آخر الزماں، اے بلقیسِ حجرۂ پاکی، اور اے اشرفِ مخلوقاتِ خاکی، اے زہرائے مرضیہ، و اے حورائے انسیہ، اے ماں مظلوم اور اے بیٹی ایک معصوم کی، اے دولھن کم جہیز، اور اے بیبی پردہ پرہیز، اے پارۂ جگرِ احمدی، اور اے پونجیِ حضرتِ محمدی، ہرگز اس بیچ مدت کے نہ دیکھا میں نے کہ ایک دن دو کام دنیا کے آگے تمہارے ہوئیں اور آج دیکھتا ہوں کہ تین کام میں مشغول ہو۔ آیا اس میں کیا حکمت ہے؟ فاطمہ نے جوں یہ حرف سونا آنسو آنکھوں سے جاری کر کہا، اے تاجدارِ سورۂ ہل اتیٰ، اور اے [۱۰۹ الف] شہسوارِ میدانِ لافتیٰ، اے خطیبِ منبرِ سلونی، اور اے وارثِ مرتبۂ ہارونی، اے شیرِ جنگلِ شریعت، اور اے کشتیِ دریائے طریقت، اے شگوفۂ باغِ ابوطالب اور اے نواختہ اسد اللہ الغالب اے امیرِ کل امیر۔ لمولفہٖ:

کیا کہوں یا مرتضیٰ کچھ غم زدے کوں کیا دوں غم
جلتے کوں کچھ کیا جلاؤں لیک سن اے محترم
کہتی ہوں لاچاری سوں لیتی ہوں اب راہِ عدم
ایک دن مجھ کوں فلک نہیں دیکھ سکتا شادماں
باپ کی ہجرت میں تو تھی فکرِ ہجرت روز و شب

۱۔ روضۃ الشہدا: ۱۰۹۔

۲۔ و بروایتے شش ماہ (روضۃ الشہدا: ۱۰۹)؛ ابن الاثیر نے بھی یہی لکھا ہے اور یہی صحیح ہے ایک روایت تین ماہ کی بھی ملتی ہے (طبقات ابن سعد، ۸: ۲۸) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ صرف ستر دن زندہ رہیں۔ (اسد الغابہ ۵: ۵۲۴)

تس پہ محسنؔ[1] کے تعب نے اب دیا زیادہ تعب
بیکلی اس درد کی بیکل رکھے ہے مجھ کوں اب

رات کوں رخصت میں ہونگی دن تلک تم اں میہماں

[۲۵ ب] هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ[2]، دولت ملاقات کی آخر/ ہوئی اور نوبت فراق کی پہونچی. پدر بزرگوار کوں رات خواب میں دیکھا میں نے کہ کھڑا ہے اور ہر طرف دیکھتا ہے گویا منتظر کسو کا ہے. میں پوکاری کہ اے بابا توں کہاں ہے کہ جدائی تیری سے جاں میرا بلب آیا. فرمایا اے فاطمہ وقت جدائی کا آخر ہوا اور مجھے بھی آرزو تیری صورت کی ہے. اب وقت ہے کہ پنجرۂ[3] تن کا توڑے اور خارستانِ دنیا سے گلستانِ عقبیٰ میں آوے. اے فاطمہ، جلد آ کہ جب تک نہ آوے توں نہ جاؤں میں. کہی اے پدر بزرگوار میں بھی آرزومند تیرے دیدار کی تھی. فرمایا کہ کل رات میرے پاس ہوئے گی. اتنے میں نیند سے چونکی اور اشتیاق اوس عالم کے نے غلبہ کیا. جانتی ہوں کہ آخر روز یا اوّل شب [۲۶ الف] آیندہ رحلت کروں گی/ روٹی اس واسطے پکائی کہ کلھ[4] توں میری مصیبت میں گرفتار ہوئیگا، فرزند میرے بھوکے نہ رہیں، اور جامے اس واسطے دھوتی کہ نہ جانوں بعد میرے کپڑے میرے بچوں کے کون دھووے اور ماٹی اس واسطے بھگوئی کہ دونوں کے گیسوؤں کوں دھو کنگھی کروں. نہ جانوں بعد میرے ان کے سر کے بالوں کوں کون دھووے. لمؤلفہ

نہ جانوں بعد میرے کون لے ان کی خبر مجھ بن
کھلاوے کون نہلاوے اٹھے[5] کون آئے کر مجھ بن

۱۔ محسن، حضرت فاطمہ کے صاحبزادے جو بہت کم عمری میں فوت ہوے (ابن کثیر: البدایہ ۷: ۳۳۱) حبیب السیر (وقائع سال یازدہم ۴۳۶) ابن سعد نے طبقات میں ان کا ذکر نہیں کیا. شیعی روایت یہ ہے کہ حضرت فاطمہ کا یہ حمل ہی ساقط ہو گیا تھا، لیکن خوارزمی مقتل الحسین (۱: ۸۳) میں محسن کی ولادت کا ذکر کرتے ہیں.

۲۔ الکہف ۱۸: ۱۹۔

۳۔ اصل: پنجرا۔

۴۔ کاتب نے زیادہ تر "کل" اور کہیں کہیں "کلھ" بھی لکھا ہے. "کلھ" (مع ہ) خالص پنجابی لہجہ ہے اور آج بھی پنجاب میں اسی طرح بولا جاتا ہے۔

۵۔ اٹھے = انھیں۔

پنہادے کون جامے دھوے کران کے بدن بھیتر   دھولادے کون گیسوان کے غم کھا ہر سحر مجھ بن

آہ فاطمہ اوس گردے کہ حسنین کے بالوں پر بیٹھتی، غمگین ہوتی۔ اگر دیکھتی کہ بال عنبر شمال اون کے خاک میں ملے اور موںہہ خوش جمال اون کے لوہو میں رُلے کیونکر تحمل کرتی۔ ترجمہ[۱]:

موںہہ ملاتی بھیتر لوہو بھرا اکھیر حسین/   دیکھتی گر فاطمہ اوس وقت آ، در کربلا [۶۹ ب]

اس روش روتی کہ زاری اس کی سے ائے دوستاں   رہنے والے آسماں کے روتے سارے برملا

جوں حضرت امیر نے بات فراق کی سونی، آنسو آنکھوں سے جاری کر فرمائے، اے فاطمہ ابھی تیرے باپ کی جدائی سے آرام نہ پکڑا تھا کہ نوبت تیری جدائی کی پہونچی۔ ترجمہ[۲]:

زمانہ[۳] داغ غم کا ہر گھڑی رکھے جگر اوپر   ابھی وہ داغ چنگا نہیں ہوا اور رکھے اوس اوپر دو؟

لمؤلفہ:

ابھی سینے سے مٹا تھا نہ ترے باپ کا داغ   ابھی اوس کے ہی میں ماتم سوں نہ پایا تھا فراغ

تس پہ یہ داغ ملے ہے مجھے بالائے داغ   ہائے ان داغوں کے جلتا ہوا جل ہوں گا بھسم

فاطمہ نے فرمایا، یا علی، اوس مصیبت میں صبر کیا، اس مصیبت میں بھی صبر فرما، اور ایک ساعت کہیں نہ جا، کہ دم میرا گنتی[۴] میں پڑا ہے۔ یہ کہتی تھی اور جامے فرزندوں کے دھوتی/ تھی اور اون کے [۷۰ الف] موںہہ دیکھ آہ حسرت اینچ، کہتی تھی: کاش جانتی میں کہ بعد میرے تم پر کیا ہوئے گا اور آخر کار تمہارا کہاں لگ پہونچے گا۔ حسنین ماں کی یہ باتیں سن رونے لگے اور فاطمہ کہی، اے جانانِ مادر، ایک ساعت گورستان بقیع میں جاؤ اور اپنی ماں کے حق میں دعا فرماؤ۔ حسنین سدھارے اور

۱۔ رُوے گرد آلودہ ور خسار پُر خونِ حسین   گر بدیدے فاطمہ در عرصہ گاہ کربلا

آنچناں بگریستے کز گریہ ہاے زارِ او   ساکنانِ آسماں بگریستندے برملا

۲۔ ہر دم زمانہ داغ غم بر جگر نہد   یک داغ نیک ناشدہ، داغ دگر نہد

۳۔ اصل: زمانا۔

۴۔ اصل: کنتی = گنتی: گنتی میں پڑا ہے ترجمہ ہے کاشفی کے فارسی فقرے "نفسم بشمارہ افتادہ است" کا۔ نفس شماری کنایہ ہے حالتِ نزع سے۔

فاطمہ لبِ بستر پر تکیہ دے، حضرت امیر سے کہی، ذرا بیٹھو کہ وقتِ رخصت ہے اور اسما بنت عمیس[1] کوں بولا کہیا، کھانا حاضر کر، جوں فرزند میرے آویں، نوش جان فرماویں کہ وہیں صاحبزادے آئے۔ اسمار نے اون کوں ایک اور مکان میں بٹھا، کھانا لائی۔ شاہزادوں نے کہا اے اسمار کبھو دیکھا ہے توں نے کہ بغیر ماں کے کھانا کھائے ہیں۔ اسمار نے کہا ماں کا جیو کاہلا[2] ہے۔ تم نوش کرو۔ رو کر کہے کہ ہمیں بغیر ماں کے کھانا گوارا نہیں۔ اور اوٹھ کر ماں کے حجرے میں جا، دیکھے [۷۰ ب] کہ مادرِ مہربان بسترِ بیماری پر تکیہ دے لیٹی ہیں، اور پدرِ بزرگوار سرہانے اون کے بیٹھے ہیں، جوں حضرت فاطمہ نے اون کوں دیکھا، حضرت امیر سے کہا، یا علی، ایک ساعت ان کوں میرے باپ کی قبر پر بھیج، کہ میں حق تعالیٰ سے بھید اپنا کہوں[3]۔ حضرت امیر نے کہا، اے جانانِ پدر، ایک نفرہ اپنے دادا کی قبر پر جاؤ کہ ماں تمہاری بیمار ہے۔ حسنین روتے ہوئے حجرے سے باہر نکلے۔ حضرت فاطمہ نے کہا، یا علی، ایک ساعت بیٹھ، اور سر میرا اپنے زانو پر دھر کہ مجھ عمر سے کچھ اب باقی نہیں رہا۔ حضرت امیر نے کہا، اے فاطمہ مجھے قوت ان باتیں سوننے کی نہیں، اور طاقت اس حال دیکھنے

۱۔ اسماء بنت عمیس الخثعمیہ، یہ ام المومنین حضرت میمونہ کی بہن تھیں۔ اپنے شوہر حضرت جعفر بن ابی طالب کے ساتھ حبش کی طرف ہجرت کرنے والوں میں یہ بھی تھیں۔ وہاں ان کے بطن سے محمد، عبداللہ اور عون پیدا ہوئے۔ پھر آپ نے مدینہ کو ہجرت کی۔ حضرت جعفر کی شہادت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق کی زوجیت میں آئیں اور ان سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے۔ حضرت ابوبکر کی وفات کے بعد حضرت علی نے ان سے شادی کی ان سے یحییٰ بن علی بن ابی طالب پیدا ہوئے۔ ابن الکلبی کا خیال ہے کہ عون بن ابی طالب کی ماں بھی یہی اسماء ہیں۔ (الاستیعاب ۴: ۱۷۸۴؛ الاصابہ ۴: ۲۲۵؛ اسد الغابہ ۵: ۳۹۵؛ طبقات ابن سعد ۸: ۲۸۰)

۲۔ کاہلا: (پنجابی) تیز: مراد یہ ہے کہ ان کی طبیعت بے چین ہے؛ اصل فارسی میں ہے: مادرِ شما اندک ملالے دارد۔

۳۔ اصل فارسی عبارت یہ ہے: یک زماں ایشاں را بسر روضۂ پدرم فرست تا با خدائے خود راز گویند دنیا زعرضہ دارند (روضۃ الشہدا: ۱۱۱) ظاہراً نقلی، کاشفی کی عبارت کا مطلب غلط سمجھے:

کی نہ۔ فاطمہ نے کہا، یا علی، ایسی راہ درپیش آئی کہ بالضرور[1] جایا چاہیے۔ اور ایسے غم نے دل میں جوش مارا/ کہ بے اختیار کہا چاہیے۔ ایک دم بیٹھ اور بات میری گوش کر، اور شربتِ تلخ [۶۸ الف]
فراق جوں جانے توں نوش کر۔ حضرت امیر بیٹھے، اور حضرت فاطمہ کا سر زانو پر رکھے۔ لیکن جوں فاطمہ آنکھ کھول دیکھی کہ حضرت امیر مثلِ ابرِ بہار زار زار روتے۔ فاطمہ نے کہا، یا علی، وقتِ وصیت ہے، نہ ہنگامِ گریہ و تعزیت۔ حضرت امیر نے کہا، یا سیدۃ النساء، کیا وصیت ہے۔ فاطمہ نے کہا، چار وصیتیں، اول یہ کہ اگر تیری جناب میں مجھ سے کوئی گناہ ہوا ہووے تو بخشیو۔ حضرت امیر نے فرمایا، حاشا کہ اس مدت میں کچھ ایسا تم سے واقع نہیں ہوا کہ باعث میری دل آزردگی کا ہووے۔ تم ہمیشہ میری غمگسار رہیں[2]، نہ دل آزار، اور میں نے تمھیں وفادار پایا نہ جفاکار۔ پھر فاطمہ نے کہا، دوسری وصیت یہ کہ میرے بچوں کوں عزیز رکھیو، اور ہاتھ مہر و شفقت کا ان کے سر سے نہ اٹھائیو، اور اگر کچھ تقصیر ان سے واقع/ ہوئے تو معاف فرمائیو [۶۸ ب]
کہ بے مادر ہیں۔ تیسرے یہ کہ مجھے رات کوں دفن کیجیو کہ[3] جیوتے جیو نظر بیگانے کی میرے قد و بالا پر نہیں پڑی، تیوں ہی بعد مرنے کے نظر کسو کی میرے جنازے پر نہ پڑے۔ چوتھے یہ کہ پانو میری زیارت سے نہ اینچیو کہ مجھے تم سے کمال اُنس تھا۔ حضرت امیر نے یہ بات سن فریاد و کھا بیقرار ہو، کہا، اے فاطمہ قبول کیا میں نے، لیکن توں بھی کرم کر، اور میری بھی وصیتیں قبول دھر۔ فاطمہ نے کہا فرماؤ۔ حضرت امیر نے کہا، اوّل یہ کہ اگر تیری خدمت میں مجھ سے کچھ تقصیر ہوئی ہو معاف فرمائیو۔ دوسرے یہ کہ جب پدر بزرگوار اپنے سے ملاقات کرے، سلام مجھ جدا ہوئے[4]، دل جلے کا اور غم و دکھ اینچے ہووے کا عرض کیجیو۔ تیسرے یہ کہ میری طرف سے کچھ

۱۔ اصل: بالضرور۔

۲۔ اصل: رہی

۳۔ رات کو دفن کرنے کا ذکر متعدد مصادر میں ہے۔ (دیکھیے، اسد الغابہ ۵: ۵۲۴؛ طبقات ابنِ سعد ۸: ۲۹)

۴۔ اصل: ہیں۔

اوس جناب میں گلہ نہ کریو.

[۶۹ الف] بند مرثیہ/

کیونکہ اے فاطمہ تو لختِ جگر ہے اوس کی — میں نے آزردہ اگر تجکوں کیا ہووے کبھی
وہ خطا بخشیو، کہیو نہ پیمبر سیتی — الاماں تجھ گلہ سے مانگتا عرشِ اعظم

فاطمہ نے کہا کبھو اس مدت میں کچھ ایسا تم سے نہ دیکھا میں نے کہ موجبِ گلہ ہووے. یہ کہتی تھی کہ یکایک باہر سے آواز حسنین کے رونے کی آئی اور دروازۂ حجرے پر آ کہے، اے پدرِ بزرگوار، دروازہ کھول، کہ دیدار آخری اپنی ماں کا دیکھیں اور رخصت ہوویں. حضرت امیر نے دروازہ کھول پوچھا، اے جانانِ پدر، تم نے کیوں کر جانا کہ ماں تمہاری اس وقت دنیا سے جاتی ہے. حسنین کہے، اے پدرِ مہربان ہم ابھی دادا کی قبر پر نہ پہونچے تھے کہ آواز رونے کی سونی، کہ ابراہیم [۶۹ ب] خلیل کہتے تھے، یتیمانِ فاطمہ زہرا آئے اور اسماعیلِ ذبیح/کہتے تھے، شفیعانِ روزِ جزا آئے. اور دادا نے فرمایا کہ میرے جگر گوشے آئے. جوں دادا کی قبر پر پہونچے، سلام کیے. مرقدِ جدِ بزرگوار سے آواز آئی کہ اے فرزندو، پھرو، اور دیدار آخری اپنی ماں کا دیکھو کہ ارواحِ پیمبریں[۱] تمھاری ماں کے استقبال کو آئی ہیں. ہم وونہیں پھرے، یہ کہتے ہوئے حجرے موں جا زمین پر پچھاڑیں کھا، روتے، ماں سے بیچ[۲] کہے، اے مادرِ مہربان آنکھیں کھول، اور ہم غریبوں سے بول، اپنے یتیموں کوں نظرِ شفقت سے نواز اور اپنے بیکسوں کوں حرفِ مرحمت سے کر سرفراز:

نظرے کن کہ فراقت دلِ ما را خون ساخت — سخنے گو کہ ز ہجرت جگرِ ما بگداخت
[۷۰ الف] کیوں یتیمی کی فوج ہم پر ابھی سے آتا خت — یہ تو بن مادری کا وقت نہ تھا کیا کریں ہم/

جوں آواز حسنین کی فاطمہ کے کان میں پہونچی، آنکھیں کھول، ہاتھ اوٹھا، دونوں کوں گلے لگا بولیں، اے مظلوماں، مادر نہیں جانتی کہ بعد میرے تم پر کیا ہووے گا. پھر بیٹیوں کوں بولا،

۱. "ارواحِ پیمبراں" کی جگہ فضلی نے "ارواحِ پیمبریں" استعمال کیا ہے.

۲. بیچ: لپٹ.

حضرت امیر پاس سب کوں سونپا. اور اُمِ سلمہ کوں کہا پانی لاؤ کہ نہاؤں. اُمِ سلمہ پانی حاضر کی. سیدۃ النسا نے غسل کر، اور کپڑے پاک پہن فرمائی کہ بچھونا میرا ایوان میں بچھاؤ. پھر داہنے پہلو لیٹ، مُنہہ قبلہ طرف کر، ہاتھ رخسار تلے رکھ، اسما کوں کہا، ایک دن جبرئیل میرے پاس آیا اور تھوڑا کافور بہشت واسطے حنوط کے لایا. باپ میرے نے اوس کے تین حصّے کیے. ایک حصّہ آپ لیے اور دو مجھے دیے. کہے ایک حصہ تیرا اور ایک علی کا. اے اسما وہ کافور فلانی جگہ ہے اوس
میں سے چالیس مثقال لے کر مجھے/ حنوط کر اور باقی واسطے علی کے دھر. اسما نے بموجب فرمودہ عمل [۰، ب]
کیا. پھر کہا اے اسما، باہر جا، اور مجھے چھوڑ تنہا، تا ایک ساعت بھید اپنا حق سے کہوں. اسما باہر گئی اور ایک ذرہ صبر کیی آواز حضرت فاطمہ کے رونے کی سونی. اندر جا دیکھی کہ سیدۃ النسا. روتی اور حق تعالیٰ سے مناجات کرتی، خداوندا واسطے حرمت میرے باپ محمد مصطفیٰ کے اور واسطے دردِ دل علی مرتضیٰ کے اور واسطے سوزِ دلِ حسن و حسین اور بیٹیوں غم مبتلا کے کہ میرے باپ کی امت پر رحم کیجو اور پروردگارا ان کے گناہوں سے درگذر لیو. اتنے میں اسما پر رونے نے غلبہ کیا. حضرت فاطمہ نے پھر دیکھ کر کہا، اے اسما تجھے نہ کہا میں نے کہ مجھ اکیلا چھوڑ اور ایک
ساعت پیچھے پوکار. اگر جواب دیی تو فبہا والّا نہ/ [اپنے] پروردگار پاس گئی. پھر اسما گھر سے [۱، الف]
باہر نکل ایک ساعت انتظار کر پوکاری، یا قرۃ العین رسول، جواب نہ سونی. پھر پوکاری یا سیدۃ النسا آواز نہ آئی، اندر جا چادر موہنہ سے اوٹھا دیکھی کہ حجرۂ فنا سے عالمِ بقا میں سدھاری.
اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن/ [۲، الف]

۱۔ صحیح ام سلمیٰ. ابو رافع کی بیوی تھیں ان کا ذکر مسند احمد بن حنبل میں ملتا ہے ابن الاثیر نے ان کا ذکر مختصر حال لکھا ہے اور یہ روایت تفصیل سے نقل کی ہے (اسد الغابہ ۵: ۵۹۰) نیز دیکھیے مقتل الحسین للخوارزمی (۱: ۸۱) اور طبقات ابن سعد (۸: ۲۷-۲۸) حبیب السیر (وقائع سال یازدہم) میں سلمیٰ آزاد کردہ حضرت مصطفیٰ لکھا ہے. پھر موالیات کی فہرست میں بھی ان کا نام "سلمیٰ ام رافع" لکھا ہے. ص ۴۲۰.

۲۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت فاطمہ نے وصیت کی تھی کہ اسما بنت عمیس اور حضرت علی انھیں غسل دیں. چنانچہ ان دونوں نے غسل دیا. یہی روایت صحیح معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ غسل میت، وفات کے بعد واجب ہوتا ہے: زندگی میں غسل کر لینا اس کی قائم مقامی نہیں کر سکتا.

۳۔ پوری روایت حبیب السیر (وقائع سال یازدہم) میں بحوالہ کشف الغمہ مندرج ہے.

تیسری مجلس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ رَوَّحَ اَرْوَاحَ الْمُحِبِّیْنَ بِنَسِیْمِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَعَطَّرَ مَشَامَ الْمُشْتَاقِیْنَ بِآثَارِ شَمِیْمِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَآنَسَ قُلُوْبَ الْعَاشِقِیْنَ فِیْ غَلَبَاتِ شَوْقِهِمْ وَطَیَّبَ حَالَاتِهِمْ بِالْاِشْتِغَالِ بِقَوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَنَوَّرَ عُیُوْنَ الْعَارِفِیْنَ وَجَمَالَ الْعَاشِقِیْنَ بِنُوْرِ مَعْرِفَةِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَسْرَجَ مِشْکٰوةَ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَحِبَّاءِ الرَّاسِخِیْنَ وَزَیَّنَ مَحَالِسَهُمْ بِدَوَامِ ذِکْرِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝/ [۴۲ ب]

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝

بند سیویم از مرثیۂ محتشم علیہ الرحمہ

بر خوانِ غم چوں عالمیاں را صلا زدند
اول صلا بسلسلۂ انبیا زدند

نوبت با ولیا چو رسید آسمان طپید
زان ضربتے کہ بر سرِ شیرِ خدا زدند

پس آتشے ز اخگر الماس ریزہا
افروختند و بر حسنِ مجتبیٰ زدند

وانگہ سرادقے کہ ملک محرمش نبود
کندند از مدینہ و در کربلا زدند

وز تیشۂ ستیزہ دران دشتِ کوفیاں
بس نخلہا ز گلشنِ آلِ عبا زدند

پس ضربتے کز اں جگرِ مصطفیٰ درید
بر حلقِ تشنۂ خلفِ مرتضیٰ زدند

اہلِ حرم دریدہ، گریبان، کشادہ مو
فریاد بر درِ حرمِ کبریا زدند

روح الامین نہادہ بزانو سرِ حجاب
تاریک شد ز دیدنِ او چشمِ آفتاب/ [۴۳ الف]

یہ مجلس ہےگی تیسری جس میں شہادت اب
شاہِ نجف کی ہے جسے سوتا[1] محال ہے

اہلِ سیر معتبر شہادت امیر المومنین حیدر صلوٰۃ اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کوں یوں روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت امیر علیہ السلام جنگ نہروان سے فارغ ہوئے، فرمائے کون ہے کہ خبر فتح میری کوفے میں پہونچا دے۔ ابن ملجم لعین نے کہا، یا امیر المومنین حکم ہوئے میں جاؤں اور یہ خوش خبری فتح اہلِ کوفہ کوں پہونچاؤں۔ حضرت فرمائے، جا اور کام اپنا بھی بنا۔ بعضوں نے کہا ہے کہ اصل ابن ملجم لعین کا مصر سے تھا۔ اور ایک روایت[2] ہے کہ جب حضرت جنگ نہروان کوں متوجہ ہوئے، سب طرف سے مدد بلوائے۔ یمن سے بھی دس شخص آئے۔ ابن ملجم لعین اون میں تھا۔ ہر ایک نے اون دسوں سے تحفہ اور تبرک حضرت کوں نذر گذرانے/ اور حضرت قبول فرمائے۔ اور ملعون نے شمشیر [۲۰ ب] قیمتی پیش کش کی اور حضرت نے قبول نہ فرمائی۔ عرض کیا کہ سب کی نذر قبول ہوئی اور میری نہ ہوئی کیا کم طالعی میری۔ حضرت نے فرمایا، کیوں کر لوں حال آنکہ مراد تیری اس تلوار سے بر آوے اور وار اس کا تیرے ہاتھ سے میرے سر پر بیٹھے۔ ملعون رونے لگا، اور عرض کیا، یہ خیال محال ہرگز میرے دل موں نہیں اور اگر تحقیق ہے پس حکم ہوئے کہ دونو ہاتھ میرے کاٹیں۔ حضرت نے فرمایا یہ دونو بات ہوئی ہے اور مجھے رسولِ صادق نے خبر دی ہے۔ لیکن بغیر فعل نہ ہونے کے حد لازم نہیں۔ القصہ جب اوس ملعون نے رخصت پائی کہ فتح [کی] خبر کوفے میں پہونچاوے، چلا اور کوفے میں پہونچ خبر فتح ہر ایک کوں دیتا تھا۔ ناگاہ ایک دروازہ پر پہونچا/ [۲۱ الف] آواز راگ کی سونا، کھڑا ہو نعرہ مارا اور ان لوگوں کوں اوس بدعت سے منع کیا۔ یک مرتبہ اندر سے کئی عورتیں نکلیاں۔ درمیان اون کے ایک عورت سلیطہ[3]

۱۔ سوتا = سوتنا۔

۲۔ تفصیلات شیخ مفید کی الارشاد: ۸، اور دوسرے تاریخی مصادر میں دیکھے جائیں۔

۳۔ سلیطہ: زبان دراز اور بدزبان عورت۔ "زن سلیطہ سگِ بے قلادہ است۔" (دہخدا: امثال و حکم ۲: ۹۲۵)

جمیلہ قطامہ[1] نام۔ جوں نظر اوس رُو سیاہ کی اوس ملعونہ پر پڑی، آگ عشق اوس کے کی بیچ انگیٹھی سینۂ پُر کینہ میں روشن ہوئی۔ ایک دل نہ سو دل سے عاشق ہوا، اور پردۂ شرم وحیا کا مونہہ پر سے اُٹھا، پاس اس ملعونہ کے جا کہا، کس قبیلہ سے ہے۔ کہا بنی تمیم، وہ قبیلہ خوارجوں کا تھا، اور حضرت امیر نے بیچ جنگِ نہروان کے باپ بھائی اوس ناپاک کا دس لعینوں سے نار جہنم بھیجا تھا۔ ابن ملجم لعین نے کہا، رانڈ ہے یا خصم رکھتی؟ کہی رانڈ ہوں لیکن خصم چاہتی۔ ملعون نے کہا، مجھے قبول کرے گی۔ ملعونہ کہی، تین شرط سے۔ اول لونڈی

[۴، ب] خوب صورت کہ ثانی اوس کی / پیدا نہ ہووے، دویم دس ہزار اشرفی نقد مہر قبولے۔ تیسرے قتل علی ابن ابی طالب اختیار کرے۔ ابن ملجم لعین کہا کنیز و مہر قبول، لیکن مارنا علی کا مشکل ہے، کیوں کہ وہ شہ سوار مشرق اور مغرب کا اور گردن توڑنے والا گردن کشانِ عرب کا۔ ترجمہ[2]

جب اینچے وہ شہ ذوالفقار از غلاف — پڑے ڈر سیتی لرزہ در کوہِ قاف

جب اوس ہاتھ میں نیزہ گرداں ہووے — بلائے دلیران و گرداں ہووے

ملعونہ نے کہا سب چیز سے گذری لیکن قتل علی سے نہیں گذرتی۔ جب لگ کینہ اپنے باپ بھائی کا اوس سے نہ لوں، آرام نہ پکڑوں اور مہر میرا مارنا علی کا ہے۔ اگر میرا ملاپ چاہے یہ کام اختیار کر، وگرنہ جان کہ ہرگز مجھے نہ دیکھا تھا۔ وگر جو دیکھا تھا تو خواب بیچ دیکھا تھا۔ ملعون

[۵، الف] جوں یہ بات سونا، آگ دشمنی اوس کی نے شعلہ اینچا اور دیگ/ جاہلیت اوس کی کی جوش میں آئی۔[3] اور کہا قسم خدا کی علی پر سچ کہتا تھا۔ اس شہر میں نہ آیا میں مگر واسطے قتل علی کے۔ اے قطامہ قبول کیا

۱۔ اس کا نام قطامہ نہیں، قطام بنت الاخضر بن شجنہ ہے (ابو الفرج الاصفہانی: مقاتل الطالبیین ۳۲) حبیب السیر میں قطام دختر اشجع تمیمی لکھا ہے۔ ابن کثیر نے قطام بنت الشجنۃ لکھا ہے۔ (البدایہ والنہایہ ۷: ۳۲۶) اس کا باپ اور بھائی حضرت علی کے ہاتھوں جنگ نہروان میں مارے گئے تھے۔

۲۔ چو او برکشد ذوالفقار از غلاف — زہیبت فتد لرزہ بر کوہِ قاف

چو در دست او نیزہ گرداں شود — بلائے دلیراں و گرداں شود

۳۔ فضلی کہنا چاہتے ہیں کہ اس کی جاہلیت کی دیگ جوش میں آئی۔

اور قتلِ علی پر کمر باندھا. ملعون نے شمشیر اپنی اوس ملعونہ کو گرو دے کر، حضرت کے پاس آیا.
اوس وقت کہ حضرت کوفے میں داخل ہوے تھے اور اہلِ کوفہ استقبال کوں گئے تھے. لیکن
حضرت امیر دروازۂ مسجدِ کوفہ میں پہونچ گھوڑے سے اتر، قدم مسجد میں رکھے اور نماز ادا کر
منبر پر سدھارے اور ایک خطبۂ الٰہی اور نعتِ رسالت پناہی ادا فرما، حاضروں کو عذابِ
الٰہی سے ڈرائے اور ثواب جاودانی سے امیدوار کیے. پھر منبر کے داہنی طرف دیکھے، حضرت
امام حسن کوں دیکھ پوچھے یَا بُنَیَّ کَمْ مَضٰی مِنْ شَہْرِنَا ھٰذَا، یعنی اے فرزند اس مہینے سے
کے/دن گذرے، اور وہ ماہ رمضان تھا. شاہزادہ نے کہا تیرہ[۱۳] دن. پھر بائیں طرف منبر کی [۱۰ ب]
دیکھے، حضرت امام حسین کوں دیکھ پوچھے، یَا بُنَیَّ کَمْ بَقِیَ مِنْ شَہْرِنَا ھٰذَا، یعنی اے فرزند
اس چاند کے کے دن باقی رہے. عرض کی کہ سترہ[۱۷] دن. تب حضرت امام نے ہاتھ اپنے محاسن[۱]
پر رکھ فرمائے، اس چاند میں داڑھی میری کوں میرے سر کے لہو سے خضاب کرے بدبخت
ترینِ امت. اور مارنا میرا چاہتا ہے ایک نامرد قبیلہ مرادے. حال آنکہ اپنی مراد کوں نہ
نہ پہونچے. میں نے اوس سے نیکی کی ہے اور وہ مجھ سے برائی کرے. یہ کہہ بہائے ہائے تمام ریشِ
ریشِ مبارک تر ہوئی. اور حاضرانِ مجلس بھی روے. پھر حضرت نے کہا، اے یارو، نہ جانیو
کہ میں مرگ سے ڈرتا ہوں،/نہ نہ، بلکہ ہمیش آرزومند مرگ کا تھا اور انتظار شہادت کرتا تھا. [۱۰ الف]

مرگ مارا زندگیِ دیگر است

لیکن رونا میرا ان بچوں مظلوم لیے ہے کہ اب دردِ غریبی میں مبتلا ہیں اور بعد میرے سوزِ یتیمی میں
گرفتار ہوئیں گے. پھر کہے اے حاضراں سلام میرا غائبوں کوں پہونچائیو اور یہ سونائیو کہ جب میرے
بچوں کو شہید کریں اور تمھیں خبر پہونچے، ان کی مصیبت پر رویو کہ رونا تمہارا واسطے میری اولاد
کے ضائع نہ ہوے گا. ترجمہ:

آج جو کوئی میرے فرزندوں لیے کھاوے گا غم　　ہوئے گی حد سے زیادہ شادیِ محشر اوسے

۱- محاسن: مُحَسَّن کی جمع (خلاف قیاس) بدن کے خوبصورت مواقع، ڈاڑھی مونچھ (پلیٹس ۱۰۰۶؛ فوربس: ۳۴۴)
ناسخ کا مصرع ہے: ہے محاسن علامتِ مردی (سراجِ نظم، ص ۲)

۲- روضۃ الشہدا (ص ۱۴۲) میں مندرج اشعار حسب ذیل ہیں. فضلی نے تیسرے اور چوتھے دو شعروں کا مفہوم
اپنا آخری شعر میں ادا کرنے کی کوشش کی ہے: (باقی اگلے صفحہ پر)

اے عزیزو ایک دم حالِ حسنؑ کوں کر کے یاد — زندگی کڑوی کرو زہراب دے کا فرادے
[۶، ب] کربلا میں تشنہ لب رکھ اولیں شبیؑر کوں — چور پھر زخموں میں کر آخر/ دیے خنجر ادے

پھر مسجد سے باہر آئے۔ اوس روز سے ایک دن حضرت امام حسن کے گھر افطار فرماتے اور ایک دن حضرت امام حسین کے گھر۔ لیکن زیادہ تین لقمہ سے نوش جان نہ کرتے۔ شاہزادوں نے عرض کی یا امیر کیوں زیادہ تناول نہ فرماتے۔ فرماتے، نزدیک ہے کہ طرف درگاہِ الٰہی کے جاؤں۔ پس چاہتا ہوں کہ جوں حکم حق تعالیٰ پہونچے آلودہ نہ رہوں[۱]۔ لیکن ابن ملجم ملعون اسی رات سے قطامہ سلیتہ کے گھر تھا اور اوس ملعونہ نے دو ملعون قبیلہ اپنے سے پیدا کیے، کہ ایک کا نام شیث[۲] لعین اور دوسرے کا وردان[۳] ملعون، کہ ابن ملجم لعین کے ساتھ مددگار اور رفیق رہیں۔ وہ تینو
[۷، الف] خارجی ہمیشہ قطامہ زانیہ کے گھر شراب پیوتے اور منتظر فرصت رہتے، جب لگ/ کہ اونیسویں رات رمضان کی آئی، حضرت امیر تمام رات عبادتِ الٰہی میں مشغول رہے اور مطلق نہ سوئے۔ ہر ساعت صحن گھر میں نکل آسمان کوں دیکھ فرماتے، صدق یا رسول اللہ، کیا چیز مانع ہوئی کشندے میرے کوں مارنے میرے سے۔ تب لگ وہ وقت ہوا کہ مسجد میں سدھاریں وضو کر اور کمر باندھ، فرمائے کمر کوں سخت باندھ واسطے مرگ کے کہ تجھ سے ملاقات کرے گی۔ لیکن جوں حضرت

ہر کہ امروز از برائے آں شہیداں غم خورد — باشد از اندازہ بیروں شادی فردائے او
اے عزیزاں یک رہ از حالِ حسن یاد آورید — کشتہ تلخ از زہر دشمن لعلِ شکر خائے او
پس براندیش آنگہ از قتلِ حسین ابن علی — وز غمِ اولادِ پاک و عترتِ والائے او
تشنہ لب خستہ جگر، مجروح تن پُر غصہ دل — درمیانِ خاک و خوں پنہاں رخِ زیبائے او

۱۔ شیخ مفید، الارشاد: ۷

۲۔ شیث تصحیف ہے، صحیح نام شبیب بن بجرۃ الاشجعی ہے (الاستیعاب ۲: ۱۱۲۴؛ مقاتل الطالبیین: ۳۲) ابن کثیر نے شبیب بن نجدۃ الاشجعی الحروری لکھا (البدایہ ۷: ۳۲۶) تاریخ ابن خلدون میں شبیب بن شجرہ ہے (۲: ۱۱۳۲) طبع بیروت ۱۹۵۶ء

۳۔ وردان بن مجالد قبیلہ تیم الرباب سے تھا (مقاتل الطالبیین: ۳۲)

صحن گھر میں پہونچے اور چلے مرغابیاں کئی ایک گھر میں تھیں، حضرت کے پاؤں میں پٹیں اور چوچوں[1] سے دامن حضرت کا پکڑ نہ چھوڑتیں تھیں کہ باہر سدھاریں[2]. لمؤلفہ

تجدید کر وضو کوں علی آگے دھر قدم | مرغابیاں جو گھر موں تھیں دامن میں ہوکے ضم
باہر نہ جانے دیتیں تھیں فریاد کر بہم | بوجھیں تھیں شاہ باز و کبوتر کا واقعہ/ [۱۰، ب]

مانع ہوئیں امیر کی تب اون کوں بیٹیاں | اون نور دیدہ دل سے کہے شاہ انس و جاں
ہاتھ ان سے رکھو مجھ پہ ہیں یہ رونے والیاں | ہے ان کی زندگانی کے شہپر کا واقعہ

جوں حضرت کی بیٹیوں نے چاہا کہ اون کو دور کریں، حضرت نے کہا، منع نہ کرو کہ یہ ماتم کرنے والیاں میری ہیں. حضرت امام حسن نے عرض کی، اے پدر بزرگوار یہ کیا فال ہے کہ فرماتے، اور دل ہم درد مندوں کا جلاتے. فرمائے، اے فرزند یہ فال نہیں لیکن دل میرا گواہی دیتا ہے کہ اس مہینے میں سب شہیدوں میں ہوگا. پھر سب فرزندوں سے ایک ایک کوں بطریق وداع باتیں سوناتے تھے. اور در و دیوار سے آواز الوداع والفراق فرمائے. ترجمہ[3]:

باندھ کر اسباب دل دنیا سے توڑ | اب چلا ہوں صحبتِ دیرینہ چھوڑ/ [۸، الف]
چھوٹوں غم غصے سے وقت آیا ہے اب | چھوڑ دل شادی اور غم عالم کا سب
مسندِ جنت بنی ہے ہم لیے | بس کہ اس زنداں میں ہم محنت کیے

پھر جوں گھر سے باہر قدم رکھا قلابہ دروازے کا حضرت کے پٹکے میں اٹکا اور پٹکا کھل زمین پر گرا. حضرت نے پھر کمر بند کوں اوٹھا کمر کوں کس باندھی اور مسجد طرف قصد کر، فرمائے:

خلوا سبیل المؤمن المجاھد | فی اللہ لا یعبد غیر الواحد

---

۱. چوچ، چونچ.

۲. شیخ مفید: الارشاد: ۸.

۳. رخت بر بستیم و دل برداشتیم | صحبتِ دیرینہ را بگزاشتیم
وقت شد کز غصہ و غم وارہیم | بر غم و شادیِ عالم پا نہیم
صدرِ جنت بہر ما آراستہ | ما درین زندان بمحنت کاستہ

یعنی راہ دو مومن جہاد کنندہ کوں بیچ راہ خدا کے کہ ہرگز سوا معبود یکتا کے پرستش کسو کی نہیں کیا۔
پھر جوں مسجد میں پہونچے، قندیل مسجد کی خاموش ہوئی تھی اور مسجد میں اندھیرا تھا۔ حضرت نے
اذان کہی اور لوگوں کوں واسطے نماز کے آواز دی۔ لیکن جوں قطامہ ملعونہ نے آواز حضرت کی
[۸، ب] سونی / ابن ملجم لعین کوں جگا کہی، اوٹھ کہ علی مسجد میں آیا۔ کوئی دم میں لوگ مسجد میں آویں۔ فرصت
نہ پاوے گا، شتاب جا اور علی کوں مار، مراد اپنی مجھ سے حاصل کر۔ ملعون اوٹھا اور شمشیر زہر آلود لے
مسجد میں سوئے ہوؤں کے درمیان چھوپا۔ اور وہ دو نو ملعون کہ رفیق تھے، مسجد میں انتظار اوس
لعین کا کرتے تھے۔ لیکن حضرت اذان سے فارغ ہو مسجد کے سوئے ہوؤں کوں آواز کر، پاؤں
اپنا ابن ملجم لعین پر مار کہے، اوٹھ نماز کر اور اس طرح مت سو کہ خواب شیطان ہے اور جس قصد
پر کہ آیا ہے، شتابی کر کہ یہی آن ہے اور چاہے تو کہوں کہ تیرے دامن میں کیا چھوپا ہے۔

[۹، الف] تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ حضرت ابھی اذان میں تھے کہ شبیث لعین نے وردان ملعون / کو کہا،
آ ہم دونوں تلوار چلاویں اگر ایک سے خطا ہوے تو دوسرے کی لگے۔ اور ابن ملجم کوں کہا،
توں اندر قدم دھر، اگر ہم سے کام نہ ہوے، توں کام اپنا کر۔ لیکن جوں حضرت اذان کہ قدم
مسجد میں رکھے، شبیث لعین نے شمشیر چلائی، طاق مسجد پر لگی اور ٹوٹی۔ وہیں وردان
نے تلوار چلائی، دیوار مسجد پر بیٹھی۔ ابن ملجم لعین نے کہا، واویلا، ابھی لوگ پہونچیں اور ہمیں پکڑلیں
شمشیر اینچ کر محراب میں آیا اور صبر کیا کہ حضرت نے سر سجدے سے اوٹھایا، وہیں اوس حرامزادہ روسیاہ
نے شمشیر چلائی۔ قضا سے اوس جاگہ لگی، جہاں جنگ خندق میں عمرو ابن عبدود[۲] لعین نے زخم مارا تھا۔
[۹، ب] جوں [وہ] شمشیر اوس زخم پر پہونچی، آہ مغز لگ سر مبارک / پھٹ گیا۔ اور حضرت نے کہا فزت
برب الکعبہ، یعنی، خلاص ہوا میں قسم خدا ے کعبہ کی۔ تب ابن ملجم لعین بھاگا اور شہرہ پڑا کہ حضرت
امیر کوں شہید کیا۔ خلائق یک مرتبہ مسجد میں آئی۔ لیکن جوں شہزادوں نے یہ خبر دل سوز غم اندوز سونی

۱۔ تاریخ طبری: ۶: ۸۵۔

۲۔ عمرو بن عبدود العامری (مقتول ۵ ہجری) قریش کے فارسوں اور شجاعوں میں تھا۔ اس نے اسلام کا زمانہ پایا لیکن مسلمان نہ ہوا۔ جنگ خندق میں ۸۰ سال کی عمر میں مشرکین کی طرف سے شریک تھا، اسی جنگ میں یہ حضرت علی رض کے ہاتھ سے مارا گیا۔

گریباں چاک کر اور چیرے زمین پر پٹک مسجد میں سدھارے۔

اوس حال سیتی داخلِ مسجد جب آ ہوئے ہر طرف اضطراب سوں رو رو نظر کیے
بابا نظر پڑا نہ وہاں ڈھونڈ ھنے لگے کس جا ہوا ہے وارث سر بر[۱] کا واقعہ

ہے ہے دونوں کی جا پڑی یک بارگی نگاہ منبر پڑا ہے خالی و منبر کا بادشاہ
محراب میں پڑا ہے بجھا اپنا قبلہ گاہ کہے کاش ہوتا ہم دو برادر کا واقعہ

دونوں یتیم باپ سے پلچے[۲] اور رونا شروع کر، تلوے باپ کی آنکھوں پر ملنے لگے۔ لمولفہ

بابا کا ہاے شق ہوا سر گود لے حسن/ شمشیر دیکھی پیر گئی سر موں مغز چھن [۸۰ الف]
پاؤں اوپر حسین گرے سایے کی نمن[۳] دیکھ ہائے اپنے باپ سے دلبر کا واقعہ

اوس وقت حضرت ہاتھ اپنے سے لوہو اپنے مونہہ اور ڈاڑھی پر ملتے تھے اور کہتے تھے اس حال سے رسولِ خدا کوں دیکھوں، اور اس صورت سے فاطمۂ زہرا سے ملاقات کروں اور اس ہیئت سے حمزۂ سیّد الشہدا سے ملوں، اور اس شکل سے بھائی جعفرِ طیّار کوں دیکھوں حَسنین اور بزرگان کوفہ ان باتوں پر روتے تھے اور لوٹتے تھے۔ ناگاہ ابنِ ملجم لعین کوں اوس کے چچا کا بیٹا پکڑ گھسیٹتا لایا اوس حضرت نے امام حسن کوں فرمایا کہ باجماعت نماز کر۔ لیکن جوں نظر ابن ملجم لعین پر پڑی، رو کر فرمائے: اے بھائی، مگر میں بورا امیر تھا درمیان تمہارے/ کہا معاذ اللہ۔ تب حضرت نے فرمایا، [۸۰ ب] پس کیا تھا کہ توں نے میرے بچوں کو یتیم کیا اور رخنہ میرے خاندان[۴] میں ڈالا، میں تو تجھ سے بھلائی کیا تھا۔ ملعون نے کہا، جو ہونا تھا سو ہوا۔ تب حضرت نے فرمایا کہ اسے بندی خانہ میں لے جاؤ اور

۱۔ اصل میں اسی طرح لکھا ہے، یہ ممکن ہے "سرور" یا "سربر" ہو۔ سربر: غالب، فوقیت رکھنے والا۔ واجد علی شاہ اختر کا شعر ہے: (نور اللغات ۳: ۲۰۹)

گر تم سے ہوا وہ عازمِ شر بتلاؤ تم اس سے ہو گے سربر

۲۔ اصل: پلچھے، پلچنا ہے، پلچنا: گتھنا۔ لپٹنا، چمٹنا (فرہنگ آصفیہ ۱: ۴۱۱)

۳۔ نمن: طرح، مثل۔

۴۔ اصل: خانہ داں۔

کھانے پیونے سے جو میں کھاؤں اوسے کھلاؤ، اور ہرگز دانا پانی اس پر بند نہ کرو۔ اگر میں شفا پایا جو کچھ کہ خواہش میری ہووے گی سو کروں گا۔ اگر فوت ہوا، ایک ضرب سے زیادہ اسے نہ ماریو ان نے بھی ایک ضرب مجھے ماری ہے[1]، پھر فرمائے، ایضاً لمؤلفہ:

مسجد سے مجکوں لے چلو اب گھر لہولہاں ‫ دیدار آخری میرا دیکھیں جو بیٹیاں

[۸۱ الف] رخصت ہووں سبھوں سیتی بھی ہولوں ذرا وہاں ‫ تب ہوئی اوسھوں کی زینت منبر[2] کا واقعہ/

تب حسنین حضرت کوں گلیم پر لٹا، ایک طرف سے حضرت امام حسن اور ایک طرف سے حضرت امام حسین نے کاندھوں پر اوٹھا کر لے چلے۔ اتنے میں صبح صادق نے گریباں چاک کیا۔ تب حضرت نے فرمایا وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ[3]، یعنی اے صبح، قسم اوس کی کہ جس کے حکم سے توں نے دم نکالا، قیامت کے دن تجھے گواہ بولاؤں گا، کیونکہ تو سچ گواہی دیگی۔ اوس دن سے کہ رسولِ خدا پاس اول جوانی سے ایمان لایا اور نماز ادا کیا اور جو کچھ اون نے کہا قبول کیا، اور جس چیز سے کہ منع کیا، گرد اوس کے نہ پھرا، آج لگ توں نے مجھے سویا نہیں پایا۔ روز محشر کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر حاضر ہوویں، چاہیے کہ سچ گواہی دیوے توں۔ بزرگان کوفہ جوں یہ بات

[۸۱ ب] سونی زار زار رونے لگے/۔ لیکن جب حضرت کوں اوس حال سے گھر موں لائے، عجیب قیامت فاطمہ کی بیٹیوں سے اوٹھی، اور آواز واویلا و واعلیا زمین سے آسمان لگ پہونچی۔ لمؤلفہ:

معجر[4] سے کوئی لو ہو لے کرتی تھی سر سے پاک ‫ کوئی پونچھتی تھی باپ کے پاؤں سے ہاکے خاک

کوئی کھینچتی تھی درد سیتی آہِ سوزناک ‫ کوئی کہتی آج ہوا ہے پیمبر کا واقعہ

اور کہتیاں، اے کاش، ماں ہماری، فاطمۃ الزہرا جیوتی ہوتی، تو یتیمی اور بے کسی ہماری پر رحم کرتی،

۱۔ تفاصیل تاریخ طبری ۶: ۸۶ میں دیکھے جائیں۔

۲۔ منبر؟

۳۔ تکویر ۸۱: ۱۸۔

۴۔ معجر: چادر، عورت کے سر پر باندھنے کا کپڑا، اوڑھنی، پگڑی۔

یا مدینہ میں دادا کی قبر پر ہوتیاں، تا دردِ دل اپنا اوس قبر سے کہتیاں۔ اے باپ یتیموں کے اور
اے پناہ بیکسوں اور غریبوں اور بے چاریوں کے ہم بغیر تیرے دنیا میں کیونکر پھریں گیاں، اور
بغیر تیرے دیدار کے کیونکر زندگی کریں گیاں۔ اے پدر مہربان، ابھی ہمارا کون وقت یتیمی اور بیکسی [۸۲ الف]
کا تھا۔ لمؤلفہ

ہائے بابا کیا کریں گیاں ہم دکھیاریاں تیرے بعد — کس کوں کہہ بابا پوکاریں ہم بچاریاں تیرے بعد

راوی لکھے ہے کہ رونا اور فغاں حضرت کے فرزندوں کا جو کوئی کہ سونتا تھا، لوہو کے آنسو سے
روتا تھا۔ ترجمہ[1]:

جس کوں دیکھوں میں، اسی سوز میں روتا گلتا[2] — جس کوں دیکھوں میں اسی آتشِ غم میں جلتا

حضرت ایک ایک کوں گلے لگاتے تھے اور بوسا انھوں کے مونہہ پر دے فرماتے تھے، صبر کرو کہ تمہارے
دادا محمد مصطفیٰ پاس جاتا ہوں اور ماں تمھاری فاطمۃ الزہرا سے ملاقات کروں۔ بارہا ان راتوں تمھارے
دادا کوں خواب میں دیکھا میں نے کہ اپنی آستین سے گرد و غبار میرے منہ سے پاک کرتے اور فرماتے
یا علی جو کچھ تجھ پر تھا سو بجالایا۔ پس یہ خواب دلالت کرے ہے کہ پردہ میری آنکھوں سے اوٹھا دیں کہ [۸۲ ب]
جلوہ کرتا ہوا محل قدسیوں میں جاؤں۔ مصرع:

مرود میں ان دنوں اس خواب کی تعبیر یہی آتی

وہیں عمر بن نعمان جراح[3] آیا۔ جوں آنکھ اوس جراح کی گھاؤ پر پڑی، منديل سر سے پھکا اور گریان

۱۔ ہر کرا بینم ازیں سوز و الم میگرید — ہر کرا یابم ازاں آتشِ غم می سوزد

۲۔ گلتا یعنی گھلتا۔

۳۔ عمر بن نعمان جراح کا پتا نہ چلا۔ ایک عمرو بن النعمان بن مقرن المزنی کا ذکر الاستیعاب (۲: ۱۲۰۹) الاصابہ (۲: ۳) اسد الغابہ (۴: ۱۲۴) میں ہے۔ جو مصعب بن زبیر کے عہد تک زندہ تھے لیکن ان کے جراح ہونے کا ذکر کہیں نہیں ملتا۔ ابو الفرج الاصفہانی نے لکھا ہے کہ حضرت علی جب زخمی ہوئے تو سب اطباے کوفہ جمع ہوئے۔ ان میں جراحی میں سب سے ماہر اثیر بن عمرو بن ہانی السکونی تھے۔ انھوں نے زخم کی حالت دیکھ کر کہا اب وصیت لکھنے کا وقت ہے (مقاتل الطالبین: ۳۸)

پھاڑ، چیخ مار، بولا، واویلا، اس شمشیر کوں زہر کے پانی میں بوجھلائے۔ یہ زخم مرہم پذیر نہیں۔ لمؤلفہ:

افسوس تجھ سا مقتدا، افسوس تجھ سا پیشوا اب گھا ڈ ایسا کاری کھا مقتول و مظلوم ہو چلا

پھر دوسری مرتبہ آواز واویلا، حضرت کے فرزندوں سے اوٹھی اور یہ واقعہ شبِ جمعہ انیسویں ماہِ رمضان واقع ہوا۔ اور حضرت نے اوس دن وصیّت نامہ[1] لکھ فرزندوں کوں وداع کیا جب رات
[۸۳ الف] اتیوار کی اکیسویں/ ماہِ رمضان آئی، حضرت فرمائے تا اوسے حجرۂ خاص میں لے گئے اور امّ کلثوم کوں کہے، اے فرزند دروازہ موند، امّ کلثوم نے باہر آ دروازہ بند کیا۔ اور حسنین در کے باہر بیٹھے۔ ناگاہ آواز ہاتف آئی، أَفَمَن يُلْقَىٰ فِي النَّارِ خَيْرٌ أَم مَّن يَأْتِي آمِنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ[2]۔ پھر آواز لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ سونی۔ شاہزادوں میں طاقت نہ رہی، دروازہ کھول، حجرے موں گئے اور
[۸۳ ب] پدرِ بزرگوار کوں دیکھے کہ دارِ فانی سے عالمِ جاودانی کو سدھارے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ/

۱۔ وصیّت نامہ کا متن ابوالفرج اصفہانی کی مقاتل الطالبیین (ص ۲۵۔۲۷ طبع ایران)، ص ۳۸۔۴۰ (طبع قاہرہ ۱۹۴۹) میں درج ہے۔ نیز دیکھیے نہج البلاغہ ۲: ۷۸؛ تاریخ طبری ۶: ۸۶؛ ابن الاثیر ۳: ۱۶۹؛ ابن کثیر ۷: ۳۲۷؛ ابن ابی الحدید ۲: ۴۴۔

۲۔ حٰم السجدہ ۴۱: ۴۰؛ اصل میں "خیراً" لکھا ہوا ہے۔

چوتھی مجلس

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد للہ الذی أورثنا الجنۃ ببکاء الحسین وبشرلنا ما نتمنّی فی الدنیا و الآخرۃ ببہاء الحسین ورفع درجات رجالنا ونسائنا بسبب ارتقاء الحسین ویسر لنا طیّبات الرزق وصالحات العمل بانزواء الحسین وشفع لنا سیآتنا ومظالمنا وجرائمنا ومآثمنا بآباء الحسین وجعل لنا النجاۃ فی یوم المحشر تحت لواء الحسین ولعن القاتلین الذین قتلوا الحسین وأبناء الحسین ولعنۃ اللہ علیٰ أعدائہم ومخالفہم أجمعین إلی یوم الدّین/ والحمد للہ ربّ العالمین۔ [۸۴ الف]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بند چہارم از مرثیۂ محتشم

کاش آن زمان سرادقِ گردوں نگوں شدے — وین خرگہِ بلند ستون بے ستون شدے
کاش آن زمان درآمدے از کوہ تا بکوہ — سیلِ سیہ کہ روئے زمیں قیرگون شدے
کاش آن زمان زآہِ جگر سوز اہلبیت — یک شعلہ برقِ خرمنِ گردونِ دون شدے
کاش آن زمان کہ این حرکت کرد آسمان — سیماب وار روے زمین بے سکون شدے
کاش آن زمان کہ پیکر او شد بزیرِ خاک — جانِ جہانیان ہمہ از تن بردن شدے
کاش آن زمان کہ کشتیِ آلِ نبی شکست — عالم تمام غرقۂ دریاے خون شدے
این انتقام گر نفتادے بروزِ حشر — با این عمل معاملۂ دہر چون شدے

آلِ نبی چو دستِ تظلم بر آورند
ارکانِ عرش را بتزلزل در آورند/ [۸۴ ب]

چوتھی ہے مجلس آج کی ہر دل کے باغ میں
حضرت حسن کے مرگ کا غم تو نہال ہے

مؤرّخان اخبارات صحیح اور مفسّران حکایات فصیح شہادت حضرت امام حسن علیہ السّلام کوں صفحۂ غم اور صحیفۂ الم پر یوں لکھتے ہیں[۱] کہ جس دن امام حسن تولّد ہوے، حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کوں خبر پہونچی تبسّم فرما، خوش ہو، حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لائے۔ اور حسن کو منگائے، گود لے سیدھے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہے۔ پھر پوچھے کہ نام اس کا کیا رکھا۔ حضرت امیر نے کہا یا رسول اللہ پیش دستی نہ کر سکا[۲] جو آپ فرما دیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں بھی حق تعالیٰ

[۸۰ الف] سے پیش دستی نہیں کرتا۔ وہیں جبرئیل نازل ہو، کہا، یا محمد! حق تعالیٰ سلام بھیجتا اور/ اس فرزند کوں ہارون کے بیٹے کے نام سے پوکارتا[۳]۔ حضرت نے فرمایا، ہارون کے بیٹے کا کیا نام تھا۔ کہا شبّیر[۴]! فرمائے، عربی میں کہہ۔ کہا حسن۔ لمؤلفہٖ

۱۔ روضۃ الشہدا: ۱۳۹

۲۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت علیؑ نے کہا کہ میں بچّے کا نام حرب رکھنا چاہتا ہوں (خوارزمی، مقتل الحسین: ۸۸) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نے اپنے چچا حضرت حمزہ کے نام پر نومولود کا نام حمزہ رکھنے کی اجازت آنحضرتؐ سے مانگی۔ ذہبی نے لکھا ہے کہ حسن کا حمزہ اور حسین کا جعفر نام رکھ لیا تھا، لیکن آنحضرت نے بدل کر حسن اور حسین کر دیا۔ (ذہبی، سیر اعلام النبلاء ۳: ۱۶۴)

۳۔ عبارت فارسی روضۃ الشہدا کی یہ ہے: جبرئیل... گفت.... علی از تو بمنزلۂ ہارون است از موسیٰ، الّا آنکہ بعد از تو پیغمبرے نخواہد بود۔ پس ایں پسر را بنام پسر ہارون مسمّیٰ گردان۔

۴۔ روضۃ الشہدا: شبّیر: شبّر اور شبّیر حضرت ہارونؑ کے صاحبزادوں کے نام ہیں۔ آنحضرتؐ اپنے بڑے نواسے حسن کو شبّر اور چھوٹے کو شبّیر کے لقب سے یاد فرماتے تھے (نور اللغات ۳: ۴۲۷) یہ بھی لکھا ہے کہ شبّر سریانی زبان کا لفظ ہے۔ حسین بمعنی حسین، خوبصورت۔ شبّیر، شبّر کی تصغیر ہے (۳: ۴۲۸)

جب حسن نام رکھا ہووے خدا نے جس کا
کیونکہ پس لازم ہے یاراں اوسے دینا اب ہر
ایک کوں زہر دیے، ایک کوں خنجر ظالم
رحم ہرگز نہ کیے اون پر پڑے حق کا قہر

روایت ہے کہ وہ شاہزادہ ہمیشہ دامن رسول پر بیٹھتا تھا اور کاندھے پر چڑھتا۔ بزرگی اوس امام معصوم کی بے حد ہے۔

ایک دن رسول خدا مسجد موں تشریف رکھتے تھے اور سب اصحاب حاضر تھے، حضرت فرمائے أَيُّهَا النَّاس، چاہتے ہو کہ دکھاؤں تمھیں بہترین مرداں۔ صحابہ نے کہا دکھلائیے، یا رسول اللہ۔ تب اشارہ کیے طرف حسنین کے۔ اور فرمائے کہ جو کوئی ان کوں دوست رکھے / مجھے دوست رکھے [۸۵ ب] اور جو کوئی ان کا دشمن ہووے میرا دشمن ہے۔

اور ایک روایت ہے کہ ایک دن رسول خدا نماز کرتے تھے اور سجدہ موں گئے تھے۔ امام حسن آکر حضرت کے کاندھے پر سوار ہوے اور حضرت سجدے کو طول دیے، جب لگ کہ امام حسن اترے تب اوٹھے۔ اور سلام پھیرے۔ صحابہ نے کہا۔ یا رسول اللہ، سجدے کوں بہت طول دیا۔ ہم جانے کہ وحی نازل ہوا۔ فرمائے کہ وحی نہ ہوا تھا لیکن فرزند میرا حسن میرے کاندھے پر سوار تھا۔ نہ چاہا میں کہ شتابی سجدے سے سر اٹھاؤں اور وہ دلگیر ہووے۔

القصہ امام حسن علیہ السلام نے بعد باپ بزرگوار کے بہت آزار معاویہ سے اٹھائے اور بارہا اون نے زہر بھیجے۔ حضرت نادانستہ کھائے، لیکن حق تعالی شفا دیتا تھا۔ تب لگ کہ / تنگ آئے اور مدینہ میں [۸۶ الف] سدھارے۔ اون دنوں مروان[2] ملعون حاکم تھا مدینہ کا اور حاکم شام کے کہنے سے، شب و روز حضرت کے

۱۔ خوارزمی، مقتل الحسین ۱: ۱۱۳ (باختلاف روایت)
۲۔ مروان بن الحکم بن ابی العاص (۲ھ۔ ۶۵ھ) ذہبی نے انھیں کبار تابعین میں شمار کیا ہے، حضرت عثمانؓ کی شہادت پر یہ بھی ان کے خون کے مطالبے کے لیے نکلے اور جنگ جمل میں شریک ہوئے۔ جنگ صفین میں بھی امیر معاویہ کے ساتھ شریک تھے۔ معاویہ نے انھیں ۴۲ھ میں مدینہ کا والی مقرر کیا تھا۔ ان کی وفات دمشق میں ہوئی۔ (ابن سعد ۵: ۲۴؛ ذہبی، سیر اعلام النبلاء ۳: ۴۷۶؛ استیعاب ۱: ۲۹۳؛ الاصابہ ۳: ۴۵۵)

مارنے کی فکر میں تھا ایک دن الیسونیہ[1] نام کوٹنی کہ سب گھروں میں آمد و رفت رکھتی تھی، مروان کے گھر آئی۔ مروان نے پوچھا، اے الیسونیہ، حسن کے گھر بھی آمد و رفت رکھتی ہے اور اوس کی جورو اسمار[2] سے بھی ملاقات کرتی۔ کہی کہ ہاں۔ تب مروان نے کہا، ایک بات تجھ سے کہوں، اگر بھید میرا کسو سے نہ کہے۔ ہزار دینار سرخ اور پچاس تھان مصری تجھے دوں گا اور یہ سو درم[3] بیانے کے لے۔ اوس دلالہ نے سخت سوگند کھائی کہ بھید اوس کا کسی سے نہ کہے۔ تب مروان نے کہا کہ دل اسمار کا حسن سے پھیر اور کہہ تیرے حسن و جمال کا شہرہ شام میں گیا اور یزید تیرے عشق میں / بیقرار ہو مرنے [۸۶ ب] کے قریب پہونچا۔ اگر یزید کوں قبول کرے، مجھے خبر دے، تا تدبیر کروں۔ الیسونیہ ملعونیہ وہاں سے نکل امام حسن کے گھر گئی۔ اتفاقاً حضرت گھر میں نہ تھے اور اسمار اکیلی تھی۔ الیسونیہ بیٹھ، اول تو ادھر ادھر کی بات درمیان لائی۔ آخر مکر و فریب سے مطلب پر آئی۔ ترجمہ[4]:

عورتیں ایک پل میں مکر و فند[5] سے — فرشتوں کوں کردیں گمراہ راہ سے
جس گھڑی مکر اپنے میں وہ ہوویں گرم — باتوں میں کر ڈالیں دل پتھر کا نرم
عورتوں کی خو وفاداری نہیں — بو وفا کی ان میں نہیں ہرگز کہیں

۱۔ ملا کاشفی نے لکھا ہے کہ الیسونیہ ایک رومی کنیز تھی۔

۲۔ امام حسن کی بیبی کا نام جعدہ بنت اشعث بن قیس ہے (مقاتل الطالبیین: ۵۰)، مینے میں وہ عام طور پر اسماء کے نام سے مشہور تھی۔ اس کا نام سکینہ، شعثار اور عائشہ بھی بتایا جاتا ہے۔

۳۔ روضۃ الشہدا میں "صد دینار" لکھا ہے۔ بعض مصادر میں ایک لاکھ درہم بھجوانے کے وعدے کا ذکر ہے (مقاتل الطالبیین: ۷۳؛ الارشاد: ۱۹۷؛ مقتل الحسین: ۱۲۶)

۴۔ اصل فارسی اشعار یہ ہیں؛ تیسرا شعر جس کا ترجمہ نہیں کیا گیا، یہاں درج نہیں کیا جاتا ہے۔

زناں زافسوں و از افسانۂ خویش — فرو ریزند نوش صافی از نیش
گہ مردم فریبی از دم گرم — ہمیں سازند سنگ خارہ را نرم
وفاداری مجوی از خوے ایشاں — وفا را نیست رہ در کوے ایشاں

۵۔ فند، مکر و فریب، قلق:

کوئی نہ بس چلا مرا اس خود پسند سے — آخر وہ دل کو لے ہی گیا لاکھ فند سے

چنانچہ کلام مجید میں خدانے فرمایا: اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا[1] و اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ[2]۔ یعنی مکرِ شیطان عورتوں کے مکر آگے ضعیف ہے / اور تحقیق مکرِ زنان عظیم ہے۔ ترجمہ[3] [۷۹ الف]

مارے گنہ سے شیطاں ہر وقت راہِ مرداں لیک حیلہ مکر اندر شاگرد عورتوں کا

القصہ الیسونیہ ملعونہ نے مکر و فریب سے ایسی آگ سو لگائی کہ دل اسمار کوں محبتِ حسن سے خالی کر عشقِ یزید میں لگائی۔ ترجمہ[4]:

زنہار کہ عورت سے نہ کوئی مہر کوں ڈھونڈھے سبزہ بھی اوگا ہیگا کہیں شور زمیں بیچ

الیسونیہ جوں دیکھی کہ اسما دام میں آئی، وہاں سے نکل، خبر مروان ملعون کو پہونچائی۔ اوس ملعون نے یمعہ شیشۂ زہر ہلاہل پھر پیغام بھیجا کہ جب لگ حسن جیوتا، یزید تلک تیرا پہونچنا نہیں ہوتا۔ کسو طرح اوس کے مارنے کی فکر کر اور یہ زہر ملا اوس کے کھانے یا پانی بھیتر۔ تب اسمار بے وفا وہ زہر لی اور فرزندِ مصطفیٰ کے مارنے کی تدبیر میں پڑی ایک مرتبہ تھوڑا / زہر شہد میں ملا [۸۰ ب] امامِ مظلوم کوں کھلائی اور کچھ محبت و ڈر دل موں نہ لائی۔ آہ وہ امام بے گناہ تمام رات اوکتا[5]، قے کرتا رہا اور پیٹ کے درد سے جوں کبوترِ نیم بسمل لوٹتا رہا۔ صبح کوں، روضۂ مقدسۂ رسول اللہ پر کہ دارالشفائے دردمنداں تھا، جا، اپنے تئیں اوس خاک پر لوٹا، شفائے کلی پایا۔ اور اسمار ملعونہ سے بدگمان ہو، وہاں سے کھانا موقوف کر، قاسم کی ماں کے گھر مقرر فرمایا۔ اتفاقاً پھر کئی ایک دن اسمار کے گھر گئے۔ وہ بے حیا عرض کی کہ یا سیدِ زماں، خرما تحفہ حاضر ہیں، اگر حکم ہوئے لاؤں۔ حضرت خرما سے تر سے شوق تمام رکھتے تھے۔ فرمائے کہ لا۔ اسمار گئی اور آدھے خرما میں زہر

۱۔ النساء ۴: ۷۵۔ ۲۔ یوسف ۱۲: ۲۸۔

۳۔ شیطان زند از عصیاں ہر لحظہ رہِ مرداں درمکر و حیل اما شاگردِ زناں باشد

۴۔ مبادا کس کہ از زن مہر جوید کہ از شورہ بیاباں گل نروید

۵۔ اوکنا: قے کرنا۔

[۸۸ الف] ملا، آدھے سادے رکھ، طباق بھر لائی. لیکن سادوں پر کچھ نشان کیا کہ آپ پہچانے /. لمؤلفہ

رنڈیوں[1] کے مکر سے حق دے اماں — الاماں، از مکر اینہا الاماں!

جب طبقِ خرما حضرت کے آگے رکھی، حضرت نے فرمایا، ایک شرط سے کھاوں، جو تو بھی ساتھ کھاوے. ملعونہ کہی کہ بہتر. تب حضرت نوش جان فرمانے لگے. وہ بے حیا خرمائے سادہ کھاتی تھی، اور حضرت دو نو قسم کے کھاتے تھے؛ تاکہ سات خرمائے زہر نوش کیے. دل برہم ہونے لگا، ہاتھ اینچے. اور حضرت امام حسین کے گھر آ، تمام رات ڈاک[2] سے بیقرار رہے. پھر صبح کوں نانا کے روضۂ مطہرہ پر جا کہے، ترجمہ[3]:

پادشاہا تیری درگہ ہیگی اب دارالشفا — درد مند ہوں میں یہاں درماں لیے آیا ہوں اب

پھر دوسری مرتبہ برکت جدِ بزرگوار اپنے سے شفا پا، اسماء بے وفا کے گھر سدھار، فرمائے، کل رے جو

[۸۸ ب] تیرے گھر خرما کھائے تمام رات عجب حال میرا / رہا. ملعونہ طیش کھا، کہی طباق بھرا خرما سے تھا اور میں بھی ساتھ کھاتی تھی، نہ جانوں کہ تمہیں کیا ہوا. حضرت بھی طیش کھا وہاں سے اوٹھے اور

۱۔ رنڈی: عورت. اس معنی میں یہ لفظ اس کتاب میں متعدد جگہ استعمال ہوا ہے. ان معنوں میں اُردو میں اس سے قدیم تر استعمال مرتب کی نگاہ سے نہیں گذرا. یہ لفظ قدیم زمانے میں دہلی اور لکھنؤ دونوں جگہ استعمال ہوتا تھا. میر امن کے ہاں متعدد جگہ آیا ہے. فرہنگ آصفیہ (۲ :) میں بھی موجود ہے. لکھنؤ کے شعرا اور نثر نویسوں میں ناسخ (سراجِ نظم: ۹) اور رجب علی بیگ سرور (فسانۂ عجائب: ۱۷) قابلِ ذکر ہیں. شیر شاگرد دبیر ایک مثنوی میں، جو واجد علی شاہ کے ایما سے ۱۸۵۷ء کے بعد لکھی گئی ہے، کہتے ہیں (ص ۱۳):

محل رنڈیوں سے ہے سارا بھرا

[معاصر ا: ۱۰۳] نفائس اللغات مرتبۂ اوحدالدین احمد بلگرامی میں رنڈی کے معنی صرف عورت کے دیے ہیں (ص ۵۳۴) کسبی اور زنانِ بازاری کے معنی میں یہ لفظ بعد کو مستعمل ہوا ہے.

۲۔ ڈاک: قے جو پیہم بغیر قصد آتی ہو. محاورہ "ڈاک لگنا" ہے، ناسخ:

کیا پیوں میں ہجر میں ساقی کہ لگ جائیگی ڈاک — بس گلو میرا ابھی شیشے کا گلو ہو جائیگا

۳۔ بادشاہا، درگہت دارالشفائے رحمتست — دردمند ایم و اینجا بہرِ درماں آمدیم

گھر میں تشریف لا، بھائیوں کو بولا کہے، اے بھائیو، میں بتنگ[1] آیا، یہاں تندرست نہیں رہتا۔ چاہتا ہوں کہ موصل جاؤں کہ ہوا وہاں کی خوب ہے، شاید کہ صحت پاؤں اور دشمنوں کے مکرسے چھوٹوں۔

تب ابن عباس[2] اور جمیع خواص اپنوں سے موصل کوں چلے۔ جوں حوالی موصل میں پہونچے، اہل شہر استقبال کوں آئے اور حضرت بدولت داخلِ شہر موصل ہوئے۔ ایک اندھلا ظاہر و باطن کا اہل دمشق سے ساتھ حضرت کے حاکم شام نے بھیجا تھا[3] اور ایک عصا کہ بھال[4] اوس کی زہر کے پانی میں بوجھی تھی، اوسے دیا تھا کہ جب فرصت پاوے، بھال اوس کی امام معصوم کی پشت پر چوبھاوے۔ لیکن وہ حرامزادہ[5] فرصت نہ پاتا تھا۔ اتفاقاً ایک دن حضرت دروازۂ مسجد میں بیٹھے تھے اور دہنا پاؤں بائیں پاؤں پر رکھے اصحابوں سے باتیں کرتے تھے، کہ وہ حرامزادہ مسجد سے باہر آیا، اور دروازۂ مسجد سے

۱۔ بتنگ: بیزار، میر حسن دہلوی:

سدا عیش و عشرت، سدا رنگ رنگ   نہ تھا زیست اپنی سے کوئی بتنگ

اب اس جگہ تنگ بولتے ہیں۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس (ولادت ۳ سنہ قبل ہجرت) مشہور صحابی۔ حضرت علی کے ساتھ جمل اور صفین میں موجود تھے۔ آخر عمر میں نابینا ہو کر طائف میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ وہیں ۶۸ھ میں وفات پائی۔ صحیحین میں ۱۶۶۰ حدیثیں ان سے مروی ہیں۔ وہ ترجمان القرآن کہلاتے تھے۔ شعر و ادب، ایام عرب، انساب وغیرہ کے ماہر تھے۔ ان کی طرف قرآن پاک کی ایک تفسیر بھی منسوب ہے، جو شائع ہو چکی ہے۔ (الاصابہ ۲: ۳۲۲؛ سیر اعلام النبلاء ۳: ۳۳۱)

۳۔ وہ شخص حاکمِ شام کا فرستادہ تھا یا نہیں، اس کے متعلق کاشفی خاموش ہے۔ لکھا ہے کہ وہ دشمن اہل بیت تھا، اس لیے اس نے امام کو شہید کرنے کا ارادہ کیا۔

۴۔ بھال: (ھ) سنان، پیکان، برچھی کا پھل، تیر کی نوک۔

۵۔ حرامزادہ: در عرف بمعنی کسیکہ بد ذات و فتنہ انداز باشد، بعربی آنرا شریر گویند و بفارسی فتنہ انگیز۔ (اوحدالدین احمد بلگرامی: نفائس اللغات: ۲۳۴)

تکیہ لگا، حضرت کوں دعا کرتا ہوا، عصا کوں زمین پر رکھا۔ قضائے بھال امام مظلوم کے پاؤں پر پہونچی ملعون نے قیاس سے جانا کہ امام کے پاؤں پر ہے، بقوت تمام زور کیا کہ بھال عصا کی حضرت کے تلوے میں پھوٹ نکلی۔ امام نے آہ اینچ، ضعف[1] کیا اور پاؤں سوج، لہو بہا۔ لمؤلفہ

ہائے فضلی ہوئے تصدّق اوس مبارک پاؤں پر
کاش ہوتا اوس گھڑی کرتا شہ اوپر جیو فدا/

[۸۹ ب] تب ابن عباس اور اصحاب چاہے کہ اوس ملعون کوں ماریں۔ حضرت نے منع کر فرمایا، جیسے کہ یہ ظاہری اندھلا ہے، ویسا ہی باطن کا بھی اندھلا ہے اور قیامت کوں بھی اندھلا اٹھے گا۔ پھر درد سے فریاد کر کہے، چاہا کہ میں دو تین دن محنت و بلا اور دشمنانِ پُر جفا سے چھوٹوں لیکن جہاں جاتا بلا ساتھ ہے تحقیق اور دشمن ہیں رفیق[2]۔ ترجمہ۔ رباعی[3]:

غم رکھتا نہیں غیر قدم میرے قدم
سبحان اللہ عجب وفادار یہ غم
آج آپ سے دل جلے کوں میں ڈھونڈھتا ہوں
تا دو تو دو کھیا روویں ذرا بیٹھ اک دم

پھر حضرت جوں توں گھر میں آئے۔ اور درد سے بیقرار ہو جراح کو بولائے، جوں جراح کی آنکھ اوس زخم [۹۰ الف] پر پڑی، بے اختیار نعرہ مار کہا، افسوس اس لوہے کوں زہر کے پانی میں بوجھائے ہیں۔ لیکن جراح اوستاد کامل تھا۔ معالجے میں مشغول ہوا۔ اور بہ حکمت تمام زہر کوں رگوں سے نکالا۔

پھر حضرت متوجّہ مدینہ ہوئے اور ایک روایت ہے کہ ملک شام میں تشریف فرما، معاویہ پر حجتیں ثابت

۱۔ ضعف: بے ہوشی، غشی، ضعف آنا: غش آنا، بے ہوش ہوجانا۔

۲۔ روضۃ الشہدا: "ہر جا کہ میروم محنت قرین است و رنج و بلا ہم نشین"۔

۳۔ اصل فارسی میں عنوان رباعی درج نہیں۔

غم می فتد از پے قدم من قدمے — سبحان اللہ زہے وفادار غمے
امروز چو خود سوختہ می طلبم — تا ہر دو بدرد دل بنالیم دمے

کیے۔ اور اسی حالت بیماری سے مدینہ میں سدھارے۔ ازبس کہ اسماے ملعونہ سے بدگمان تھے، حضرت امام حسین کے گھر تشریف رکھتے تھے۔ اور الیسوزیہ ملعونہ اسماے بیوفا پاس ہمیشہ آتی جاتی تھی۔ ایک دن پھر زبانی یزید جا کہی، اے اسماشتاب فکر حسن کر، والّا نزدیک ہے کہ تیرے عشق کی آگ مجھے جلاوے اور تیری آرزوے وصال دل میں رہ جاوے۔ اسماے ملعونہ نے کہا، کہ دو مرتبہ اوسے اس زہر سے دیا، کیا کروں کاری نہ لگا۔ دلالۂ مکارہ نے مروان [۹۰ ب] سے کہا، اوس ملعون نے تھوڑا الماس پیسا ہوا، ساتھ ایک لڑی جواہر کے اسما پاس بھیجا۔ ملعونہ نے جوں لڑی جواہر کی دیکھی اور وہ باتیں مہر کی سونی، جیو جان سے امام مظلوم کے مارنے میں پڑی۔ لیکن ہر چند کوشش کرتی تھی، کچھ قابو اور مکر نہ پاتی تھی کہ اوس الماس سے امام مظلوم کوں دیوے۔

ترجمہ[۱]:

جو نیک ہوتی عورت اور عورت کی عقل — نہ مار اوس کا نام ہوتا یہ کیا کہ مار
اُنھے مارنا واجب اے مرد فہم — ہیں معنوں میں بھی افعی زہر دار

تب لگ، کہ اٹھائیسویں تاریخ تیرہ تیزی[۲] کی اور رات جمعہ کی آئی، ملعونہ اوس الماس پیسے کوں لے کر امام بے کس کی طرف چلی اور یہ مکر کئی کہ جو کوئی مجھے دیکھے تو کہوں کہ اس سے طاقت [۹۱ الف] جدائی کی نہ رہی، ذرا دیکھنے آئی اور جو کوئی نہ دیکھے، فبہا: کام اپنا کروں:

یہ مثل مشہور ہے مردوں آگے[۳] — عورتوں کے مکر سے اشتر لدے

۱۔ اصل فارسی شعر روضۃ الشہدا کی دو اشاعتوں (تہران ۱۳۳۴ شمسی؛ بمبئی ۱۲۸۵ھ) میں نہ مل سکے۔ غالباً اردو کے دونوں شعر حضرت فضلی ہی کے نتائج افکار سے ہیں۔

۲۔ تیرہ تیزی، تیراں تیزی: عورتوں کی زبان میں صفر کے مہینے کے اول تیرہ روز جن میں رسول مقبولؐ سخت بیمار پڑے تھے؛ اسی وجہ سے یہ مہینا منحوس خیال کیا جاتا ہے۔ بعد کو لوگ پورے صفر کے مہینے کو تیرہ تیزی کہنے لگے۔ یہ نام نور جہاں بیگم ملکۂ جہانگیر بادشاہ کا رکھا ہوا ہے (فرہنگ آصفیہ ۱: ۶۲۲)

۳۔ اصل میں "آگے" لیکن یہاں "آگے" پڑھا جائے گا۔ قدما کے یہاں دونوں شکلیں "آگے" اور "آگے" کثرت سے ملتی ہیں۔

پر مکر بنا، اندر آ، سوراخ سے جھانکی۔ دیکھی کہ امام مظلوم تکیہ کیے ہوئے آرام میں سوتے اور بہنیں بیٹیاں گرد بیٹھیں۔ ایک ساعت صبر کی، تب لگ کہ سب سوئیں۔ فرصت پا، آہستہ اندر آ، وہ کوزہ پانی کا کہ حضرت کے سرھانے سر بمہر دھرا تھا، اوس پیسے ہوے الماس سے اوس کے کپڑے پر ڈال، اونگلی سے ملا کہ وہ زہر سب چھن کر پانی میں ملا، اور مہرِ کوزہ قائم رہی تب آپ شتاب اپنے گھر گئی۔

ایک ساعت گذری کہ وہ امام غریب نیند سے چونکا۔ اور بہن زینب کوں پوکار کہا، اے ہمشیرہ اوٹھ، [۹۰ ب] ابھی نانا محمد مصطفیٰ اور باپ علی مرتضیٰ اور ماں فاطمۃ الزہرا کوں خواب میں دیکھا میں نے۔ تھوڑا پانی لاو وضو کروں۔ اور آپ ہاتھ لنبا کر اوس کوزہ کوں اوٹھا اور مہر کو دیکھ پانی نوش کیے۔ ابھی ایک دو گھونٹ پیے تھے کہ کوزہ زمین پر رکھ، نعرہ مار کہے، آہ یہ کیسا پانی تھا، کہ حلق سے ناف لگ ٹکڑے ٹکڑے ہوا میرے بھائی حسین کوں بولاؤ۔ جوں دوسرا امام مظلوم آیا، امام حسن نے گلے لگا کہا، اے بھائی آگہ ہمارا تیرا دیکھنا قیامت پر پڑا۔ ترجمہ۔ رباعی[۱]

ہم بار فراق تجھ پہ رکھّے و چلے سو چشمہ لہو سے دل کے کھولے و چلے

تھا دل مرے کی مراد توں عالم میں بے بس یہ مراد آج چھوڑے و چلے

[۹۰ الف] اے بھائی، ابھی جدّ بزرگوار و مع پدر و مادر خواب میں دیکھا میں نے کہ ہاتھ میرا پکڑے/ ہوئے باغ بہشت میں پھرتے اور حور و قصور مجھے دیکھلاتے۔ جدّ بزرگوار مجھے کہتا، اے فرزند، غم نہ کھا کہ دشمنوں کے ہاتھ سے خلاص ہوا[۲]۔ کلھ کی رات ہمارے پاس ہوئیگا۔ وہیں چونک اسی کوزے سے پانی پیا، حلق سے ناف لگ کٹ گیا۔ امام حسین نے کوزہ اوٹھا چاہا کہ آپ پیویں؛ امام حسن نے جلدی سے کوزہ بھائی کے ہاتھ سے چھینا، زمین پر پٹکا۔ جوں وہ پانی زمین پر پہونچا، زمین جوش کھا، پھٹ گئی، اور درد پیٹ کا امام کوں شروع ہوا۔ زمین پر لوٹنے لگے اور ڈاکٹر نے

۱۔ ما بارِ فراق بر تو نہادیم و شدیم صد چشمہ ز خونِ دل کشادیم و شدیم

کامِ دلِ ما تو بودے اندر عالم ما کام بنا کام بدادیم و شدیم

۲۔ روضۃ الشہدا: از دستِ دشمناں خلاصی یافتی۔ (خلاص: آزاد)

غلبہ کیا۔ ہر ساعت آنتیں اور ٹکڑے جگر کے وہ مظلوم حلق سے طشت میں اوگلتا تھا۔ ترجمہ[۱]:

آہ، کن الماس پیسا اوس کے کوزہ میں کیا ۔۔۔ جو ہوا زہر اوس سیتی پانی حسنِ مظلوم کا
مونہہ زمرّد رنگ ہوا الماس سے نیلم مثال ۔۔۔ جو اتھا یاقوت سا خوش رنگ مونہہ مسموم کا / [۹۲ ب]
ایک سے ستّر دو ٹکڑے ہو گیا اوس کا جگر ۔۔۔ سب کلیجا حلق سے نکلا کٹ اوس معصوم کا
تڑپھنے لاگا زمین پر جوں کہ بن پانی مچھی[۲] ۔۔۔ کانٹے کانٹے ہو گیا سوراخ اوس حلقوم کا
تب کہیں کلثوم و زینب کر گریباں اپنے چاک ۔۔۔ ہائے اب بھائی چلا ہے زینب و کلثوم کا

لیکن جوں آفتاب بلند ہوا، مونہہ امام غریب کا سبز ہوا۔ امام حسین نے جوں بھائی کا رنگ سبز دیکھا، جانا کہ زہر کاری لگا۔ بے اختیار چیرا سرسے زمین پر پٹکا اور فریاد وا أخاہ ، اوٹھا کر کہا، لمؤلفہ:

ہائے بن بھائی ہووے ہے آج بیچارا حسین ۔۔۔ دوکھ بھرا دوکھ موں پڑے ہے آج دوکھیارا حسین
کیا توں بیٹھا روشنی میں اے حسین اب پل میں گئی ۔۔۔ بن حسن بھائی ہوئے ہے سب گھر اندھیارا حسین
باپ تو مر کے گیا تھا، دوجے[۳] نانا اور اماں ۔۔۔ بھائی / ابھی اب چل بسے ہے توں موے آوارا حسین [۹۳ الف]

تب امام حسن نے فرمایا، لمؤلفہ

میرے بچوں کا نہیں غم خوار کوئی تجھ بن حسین ۔۔۔ ان یتیموں کا نہیں دل دار کوئی تجھ بن حسین

پھر امام حسین نے کہا اے بھائی، حرف معراج پیغمبر کی سے مجھے خبر کر۔ امام مظلوم نے فرمایا کہ جب رسولِ خدا کوں معراج ہوا، حضرت سیر بہشت فرماتے تھے کہ آنکھ دو محلوں پر پڑی ایک زمرد سبز اور ایک یاقوت سُرخ کا۔ حضرت نے رضوان داروغۂ بہشت سے پوچھا کہ صاحب ان دونوں محلوں کا کون ہے، رضوان نے کہا ایک کا حسن اور ایک کا حسین۔ تب حضرت نے فرمایا، پس کیوں یہ دونو

۱۔ روضۃ الشہدا میں شاعر کا نام ابن حسام لکھا ہے اور ۸ شعروں کا قطعہ درج کیا ہے۔ یہ غالباً شمس الدین محمد پسر جمال الدین ابن حسام برجندی خراسانی (متوفی ۸۷۵ ہجری) ہیں، جو سلطان حسین مرزا والیِ ہرات کے عہد میں گذرے ہیں حضرت علیؑ کی سیرت میں خاور نامہ بھی انہی کی تصنیف ہے۔

۲۔ مچھی: مچھلی: عوام کی زبان (اور پنجاب میں بھی) بالتشدید مستعمل ہے۔

۳۔ دوجے: دوسرے، اُردو میں بہت کم مستعمل ہے گیت وغیرہ (اور پنجابی زبان میں) البتہ ملتا ہے۔

[۹۳ ب] گھر ایک رنگ نہ ہووے۔ رضوان چپ رہا۔ حضرت کہے کیوں جواب نہیں دیتا۔ جبرئیل نے کہا کہ/ یا رسول اللہ، رضوان شرم سے نہیں عرض کرتا، سبز گھر حسن کا ہے۔ ملعون امت تیری کے اوسے زہر دیویں کہ دم آخر رنگ اوس کا سبز ہووے، اور سرخ گھر حسین کا کہ اوسے شہید کریں اور دم آخر رنگ اوس کا سرخ ہووے۔ یہ کہہ بھائی کوں تنگ بغل میں لے، موںہہ پر موںہہ کل، بوسے ایک دوسرے کی پیشانی پر دیتے تھے، اور زار زار روتے تھے۔ کہ کسوں کوں طاقت دیکھنے کی نہ تھی اور حاضران باتفاق روتے تھے کہ در و دیوار سے آواز رونے کی آتی تھی۔

خدا کسوکوں نہ دیکھلاوے دن جدائی کا — خصوص دل جلے بھائی کوں داغ بھائی کا

پھر امام مظلوم نے اسمائے ملعونہ کوں خلوت میں بولا، فرمایا اے بی بی نالائق بے حیا میری اور اے
[۹۴ الف] یار ناسازگار بے وفا میری، جان/ کہ تجھ سے میں نے نیکی کی؛ بھائیوں اور بیٹوں کوں تیرے اس عمل کی خبر نہ دی اور پردہ تیرے عیب و گناہ کا نہ اوٹھایا۔ لیکن میں نے انصاف اپنا اور تیرا قیامت میں خدا پر رکھا۔ تجھے کچھ شرم اور مہر نہ آئی۔ جیف دوست دوستوں سے ایسا ہی کرتے اور خصوص مجھ سا دوست وفادار۔ ترجمہ[۲]؛

اے یار کوئی بے سبب اب یار کوں مارے — اور تجھ سے کوئی یار وفادار کوں مارے
تو دوست نہ کہہ دشمن ہی گن اپنا میرے تئیں — دشمن کوں بھی یوں کوئی نہ گنہگار کوں مارے

یہ کہہ موںہہ اوس ملعونہ سے پھرا، فرمائے، جا کہ اپنی مراد کوں نہ پہنچے گی۔ پھر بھائی حسین کوں پکار
[۹۴ ب] سب فرزندوں اور بھائیوں کوں بولا، طاعت و بندگی حق/ تعالیٰ پر وصیت فرمائی۔ پھر بہن کلثوم[۳] کوں

۱۔ اصل: نعلمین۔

۲۔ اے یار، کسے بے سببے یار کشد — وانگاہ چو من یار وفادار کشد
تو دوست مگو، دشمن خود گیر مرا — کس دشمن خویش را چنیں زار کشد

۳۔ صحیح، ام کلثوم۔ حضرت علی رض کی سولہ صاحبزادیاں تھیں، جن میں حضرت زینب اور حضرت ام کلثوم کی والدہ حضرت فاطمہ رض تھیں یہ سنہ ۶ھ میں پیدا ہوئیں (طبقات ۸: ۳۳۹؛ الاصابہ ۸: ۲۷۵؛ الاستیعاب ۲: ۷۷۲؛ سیر اعلام النبلاء ۳: ۳۲۹)

کہے، اے ہمشیرۂ نامدار میری اور اے باپ ماں کی یادگار میری، میرے بچے قاسم کوں بولا۔ ام کلثوم نے قاسم کوں بولایا۔ امام غریب نے اسے گلے لگا، موںہہ اپنا اوس موںہہ پر کل، ہائے ہائے کر روئے، پھر ہاتھ قاسم کا پکڑ، بھائی حسین کے ہاتھ دے، فرمائے، اے بھائی، فلانی بیٹی تیری نامزد قاسم[1] کی کی ہیں نے جب وقت آوے اوسے سونپو اور نظر پدری و شفقت اس پرسے نہ اوٹھائیو۔ جوں اونیسویں رات تیرہ تیزی کی آئی، حال امام مظلوم کا برہم ہوا۔ بھائی اور فرزند سب حاضر تھے۔ جب آدھی رات گذری، آنکھیں کھول فرمائے، اے بھائی حسین، اے ماں جائے[2] حسین، الوداع، الوداع، ان بچوں اور بھائیوں کو تجھ پاس سونپیا اور / تجھے خدا پاس۔ پھر [۹۵ الف]
کلمۂ شہادت پڑھ، دار فانی سے عالم جاودانی کوں سدھارے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ./ [۹۵ ب]

۱۔ حضرت قاسم بن امام حسن، میدان کربلا میں امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے (مقتل الحسین: ۷۹؛ تاریخ طبری ۶: ۲۵۶؛ تاریخ ابن الاثیر ۴: ۳۲؛ روضۃ الشہداء: ۲۵۵)۔

۲۔ ماں جایا: سگا بھائی۔ انیس:

مرے بیٹے مرے ماں جائے پہ ہوتے ہیں فدا

پانچویں مجلس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ الحمید المجید المبدئ المعید فعّال لما یرید و وعد
بدار کرامتہ وحیاض عنایتہ المسلم الشہید الذی رفع منزلۃ الحسین
علی الرتبۃ حتیٰ قال حبیب السدید حسین منی و أنا من حسین عند
قریب وبعید أشہد أن لا إلٰہ إلا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ القدرۃ والبقاء
والعظمۃ والثناء وھو فی ذاتہ وصفاتہ وحید أشہد أن محمداً عبدہ
ورسولہ البشیر النذیر السراج المنیر علی کل شقی وسعید وأشہد أن [۹۶ الف]
علیاً ولی اللّٰہ وصفوتہ الشجاع الغضنفر والغالب المظفر علی کل جبار عنید [۹۶ ب]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بند پنجم از مرثیۂ محتشم

چوں خون حلق تشنۂ او بر زمیں رسید	جوش از زمیں بذروۂ عرش بریں رسید
نزدیک شد کہ خانۂ ایماں شود خراب	از بس شکستہا کہ بارکان دیں رسید
نخل بلند او چو خساں بر زمین زدند	طوفاں بر آسماں ز غبار زمیں رسید
باد آں غبار چوں بمزار نبی رساند	گرد از مدینہ بر فلک ہفتمیں رسید
یکبار جامہ در خم گردوں بنیل زد	چوں ایں خبر بعیسیٰ گردوں نشیں رسید
پُر شد فلک ز غلغلہ چوں نوبت خروش	از انبیاءؑ بحضرت روح الامیں رسید
کرد ایں خیال وہم غلط کار کایں غبار	تا دامن جلال جہاں آفریں رسید

ہست از ملال گرچہ بری ذات ذوالجلال
او در دلست و ہیچ دلے نیست بے ملال

ہے مجلس آج پانچویں مسلم عقیل کی
کوفے میں جانا، مرنا، شروعِ قتال ہے

راویانِ اخبارات جاں گداز اور ناقلانِ حکایت پُرسوز و ساز شہادتِ مسلم ابن عقیل علیہ الصلوٰۃ من رب الجلیل یوں بیان کرتے ہیں[1] کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام دیکھے کہ خط و خطوط کوفیوں[2] کے حد سے گذرے، در جواب لکھے کہ نامے تمہارے مجھے پہونچے اور مضمون معلوم ہوئے۔ میں اب اپنے چچا کا بیٹا مسلم ابن عقیل کہ بھائی میرا ہے اور بزیورِ علم و حلم آراستہ ہے بھیجتا ہوں۔ اگر وہ لکھے کہ تمہارے سرداروں کوں تحقیق میری رغبت ہے، تو شتاب آؤں۔ پھر مسلم کوں اون لوگوں سے[3] کہ کوفے سے آئے تھے روانہ کیے۔ ابھی مسلم ایک منزل نہ گئے تھے[4] کہ ایک شکاری اون کے داہنے ہاتھ سے ہرن پیچھے دوڑا آیا اور اوس ہرن کوں پکڑ ذبح کیا۔ مسلم جوں یہ دیکھے پھر کر حضرت امام حسین پاس آکے، یا ابن رسول اللہ [۹۰ الف] کوفے میں جانا میرا مصلحت نہیں کہ یہ فالِ بد دیکھی میں نے۔ حضرت فرمائے، اے بھائی مگر ڈرے تم۔ اور اگر تمہاری رضامندی نہیں، پس میں اور کوں بھیجوں۔ مسلم نے کہا، ہزار جان میری فدا تیری، لیکن ازبس کہ یہ شگونِ بد راہ میں دیکھا، میں نے چاہا کہ عرض کروں، و الا، کیا مجال کہ تجھ حکم سے موںہہ پھیروں۔ ترجمہ[5]:

اگر سر میرے کوں کاٹے، نہ سر تجھ حکم سے پھیروں
مجھے عید اوس گھڑی ہووے کہ قرباں رہ پہ تیری ہوں

۱۔ روضۃ الشہدا: ۱۷۱: بعض جزوی باتوں کو چھوڑ کر اس مجلس کی بیشتر تفصیلات ابو الفرج الاصفہانی کی مقاتل الطالبیین: ۹۵-۱۰۹ میں بھی موجود ہیں۔

۲۔ شیث بن ربعی، سلیمان بن صرد، مسیب بن نجبہ اور کوفے کے سرداروں نے خطوط لکھے۔ وہ امام حسین کی بیعت اور یزید کے خلع پر اصرار کر رہے تھے۔ خط کا متن ابو مخنف کی مقتل الحسین: ۱۸ اور تاریخ طبری (اردو) ۲:۱: ۱۷۶ میں ہے۔

۳۔ سے یعنی ساتھ۔

۴۔ روضۃ الشہدا: یک منزل از مکہ۔

۵۔ تا بہ سر فرمانت، بتیغم گر زنی ہر دم — مرا عید آں زماں باشد کہ قربانِ رہت گردم

یا ابن رسول اللہ جاتا ہوں، لیکن یہ مجھے گمان ہے کہ پھر دیدارِ فائض الانوار تیرا میرے نصیب نہ ہوئے گا. اوسی واسطے پھر آتھا کہ پھر ایک مرتبہ یہ آنکھیں تیرے جمالِ باکمال سے روشن کرلوں[1]. یہ کہہ حضرت کے [۹۰ ب] قدموں کوں بوسہ دے، رو کر کہے، یوں جانتا ہوں کہ یہ دیدار آخری ہے اور یہ قدم بوس آخری. لموٗلفہٖ:

رخصت ہوتا ہوں و لے جانوں ہوں، یہ رخصت آپ
رخصتِ آخری ہے، پھیر قیامت میں ملاپ

حضرت بھی یہ سُن بہت روئے اور اوکھوں کوں گلے لگا، دعائے خیر کر رخصت کیے.

مسلم روتے ہوئے چلے. ایک نے راہ میں کہا کہ، اے مسلم، مگر مرگ سے ڈرتا ہے کہ روتا ہے. مسلم بے اختیار آہ مار کہے، رونا میرا نہ مرگ کے ڈر سے، بلکہ جدائی حسین پر کہ کبھو اوس سے جدا نہ ہوا تھا. ڈرتا ہوں کہ پھیر اوسے نہ دیکھوں، اور باغ وصال اوس کے سے میوہٗ مراد نہ چینوں[2]. ترجمہ[3]:

آگے جاتا ہونگا اور دیکھتا پھر پھر پیچھے | نہیں خبر پاؤں کی پیچھے پڑے ہے یا آگے
[۹۸ الف] یہ گماں کرتا ہوں اور دل موں یقین آتا ہے | کہ یہ دیدارِ حسین، ہائے نہ پھر توں دیکھے

القصہ مسلم مدینہ منورہ میں جا، روضہ متبرکہ پیغمبر کی زیارت کر، گھر سدھارے اور دو طفلِ صغیر رکھتے تھے کہ اونھے بہت پیار کرتے تھے. دونوں کوں ساتھ لے، اہل و عیال کوں رخصت کر، ایک راہبر مقرر کیے کہ راہِ جنگل سے طرف کوفہ کے پہونچاوے. جوں کئی منزل گئے، راہبر نے راہ گم کی. اور ہر چند تردّد[4] کیا، ہرگز وہ شاہراہ نہ پائی. مسلم اوس جنگل میں دونوں بچوں سمیت ہزار محنت و مشقت سے آپ کوں پانی لگ پہونچائے. اور حضرت امام حسین کی جدائی کی آگ میں جل کر کباب ہو،

۱. ع : دیدہ روشن کنم از روے جہاں افروزت

۲. یہ "از بوستانِ وصلش میوہٗ لقا نچینم" کا ترجمہ ہے.

۳. میردم وز سر حسرت بقضا می نگرم | خبر از پائے ندارم کہ زمیں می سپرم
میردم بیدل و بے یار و یقیں می دانم | کہ من بیدل و بے یار، نہ مردِ سفرم

۴. تردّد: سوچ، فکر، لیکن یہاں استعمال پنجابی طریقے پر ہے بمعنی کوشش، محنت، تلاش،

فرمائے۔ ترجمہ[1]:

کروں ہر ساعت اب فریاد میں تیری جدائی سے
ہزار افسوس، گر بادِ صبا تجھ لگ نہ پہونچا دے

آخر الامر، مسلم ہزار مصیبتوں سے کوفے میں پہونچے اور سرائے مختار[2] میں اترے۔ دوست واسطے ملازمت[3] کے آئے۔ اور مسلم نامہ حضرت امام حسین سبھوں کو سونائے۔ سب کوفی بے وفاشن کر رو رو کے [۹۸ ب] اور ز راشتیاقِ ملازمتِ حضرت رشتۂ آرزو میں پرو دیے۔ پس ہر روز اہلِ کوفہ مسلم کی خدمت میں آنے لگے اور بیعت دینے لگے، تا کہ بیست ہزار آدمی[4] نے بیعت دی۔ مسلم نے جوں دوستی اور یک جہتی کوفیوں کی دیکھی، نامہ حضرت امام حسین کوں لکھا کر اہلِ کوفہ رغبت تمام رکھتے اور بیست ہزار[5] مردِ جنگی دائرہ بیعت میں سرفراز ہوئے۔ جس وقت خاطر مبارک میں آدے، توجہ فرمایئے۔ لیکن جاسوسوں نے احوال یزید پلید کوں لکھا۔ جوں یہ خبر اوس رُوسیاہ کوں پہونچی، اون نے عبداللہ زیاد کوں لکھ بھیجا کہ مسلم کوفہ میں آیا اور واسطے حسین کے بیعت لیتا۔ پس حکومتِ کوفہ تجھ پر مقرر ہوئی [۹۹ الف] شتاب جا اور مسلم کوں اس کے رفیقوں سمیت مار کر، سر اوس کا مجھ پاس پہونچا۔ جوں وہ نامہ ابن زیاد لعین کوں پہونچا، خوش وقت ہوا، اسبابِ ظلم موجود کر، کوفے کوں چلا۔ لیکن جب کوفہ ہاں پہونچا، مسجد میں جا، کوفے کے سرداروں کوں بولایا، اور نامہ صوبہ داری اپنی کا سبھوں کوں دیکھایا۔ لیکن جوں مسلم

۱۔ میزنم ہر نفس از دردِ فراقت فریاد   آہ، اگر نالۂ زارم نرساند بتو باد

۲۔ روضۃ الشہدا: در سرائے کہ بدار مختار مشہور بود۔ طبری نے لکھا ہے کہ مختار بن عبید کے یہاں اترے یہ وہی گھر ہے جسے اس زمانے میں ابن مسیب کا گھر کہتے ہیں۔

۳۔ مُلازَمَت، (بفتح اول و فتح چہارم و پنجم) ملاقات، سحر:

کہیں ہو، راہ، گلی میں سلام ہو جائے   مُلازَمَت کو نہ رکھیے مکان پر موقوف

۴۔ ملا کاشفی نے تعداد نہیں لکھی "جمع کثیر" لکھا ہے۔ ذہبی نے بارہ ہزار کا ذکر کیا ہے (سیر اعلام النبلاء، ۳: ۳۰۶)

۵۔ روضۃ الشہدا میں تعداد بیس ہزار کی جگہ "ہیجدہ (ہژدہ) ہزار" لکھی ہے۔

ابن زیاد لعین کے آنے کی خبر سونے، مختار کے گھر سے نکل ہانی کے گھر سدھار، کہے، اے ہانی[1]، میں اس شہر میں غریب اور مسافر ہوں، توں کوفیوں کوں پہچانتا ہے۔ لمؤلفہ:

تجھ طرف ہی پناہ لایا ہوں بیکس ہوں، بیکسی کا مایا[2] ہوں

ہانی قبول کیا۔ اور ایک کوٹھری اپنے محل میں بنا، مسلم سے کہا۔ مصرع[3]:

کرم نما و فرود آکہ خانہ خانۂ تست

[۹۹ ب] مسلم وہاں اترے۔ وہیں لوگ جاتے تھے اور بیعت دیتے تھے لیکن / ابن زیاد ملعون جیتا[4] تلاش کیا کہ مسلم کی خبر پاوے، نہ پا سکا۔ بعد تلاش بے حد ہانی بن عروہ کے گھر معلوم کیا اور ہانی کوں مکر سے بولا، مارا۔ مسلم جوں قتل ہانی کی خبر سونے، وہاں سے نکل، محمد کثیر کے گھر گئے۔ ابن زیاد کوں وہاں کی خبر پہونچی، محمد کثیر کوں بھی قتل کیا۔ تب مسلم وہاں سے دونوں بچوں کوں شریح[5] قاضی کے پاس سونپ، شہر کے دروازے کی راہ پکڑے کہ شہر سے باہر جاویں۔ ایک نے کہا، اے مسلم، کہاں جاتا ہے کہ سب دروازے شہر کے بند کیے ہیں۔ مسلم قدم کئی ایک چلے تھے کہ صبح روشن ہوئی اور ایک ملعون حارث شامی نام کی آنکھ مسلم پر پڑی۔ مسلم کوں پہچان، ابن زیاد لعین سے جا کہا کہ مسلم کوں

۱۔ ہانی بن عروۃ الغطیفی المرادی (متوفی ۶۰ھ) کوفہ کے سادات و اشراف میں سے تھے۔ امیر بصرہ و کوفہ عبیداللہ ابن زیاد نے انھیں مسلم بن عقیل کو پناہ دینے کے سبب زد و کوب کر کے قید میں ڈال دیا اور جب انھوں نے مسلم کو حوالے کرنے سے انکار کیا تو قتل کر کے کوفہ کے بازار میں ان کی لاش سولی پر لٹکا دی۔

۲۔ مایا: غالباً یہاں مراد کھیل سے ہے یعنی میں بے کسی کا کھلونا بن گیا ہوں۔

۳۔ یہ مصرع حافظ شیرازی کا ہے، پورا شعر یہ ہے،

رواق منظر چشم من آشیانۂ تست کرم نما و فرود آکہ خانہ خانۂ تست

(دیوان حافظ، ۱۹۸)

۴۔ جیتا یعنی جتنا۔

۵۔ شریح الکندی: ابتدائے اسلام کے مشہور قاضیوں اور مفتیوں میں سے ہیں۔ یمنی الاصل تھے۔ حضرت عثمان، حضرت علی اور امیر معاویہ کے عہد میں کوفہ میں قاضی رہے۔ حجاج بن یوسف ثقفی کے عہد میں انھوں نے (۷۷ھ) خدمت سے معذرت چاہی۔ حدیث میں ثقہ تھے۔ ادب و شعر میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔ طویل عمر پا کر کوفہ میں ۷۸ھ میں وفات پائی۔ (طبقات ابن سعد ۶: ۹۰؛ ابن خلکان ۱: ۲۲۴؛ الاعلام ۳: ۲۳۶)

[۱۰۰ الف] بڑھیوں[۱] کے بازار میں/ دیکھا میں نے کہ قصد دروازہ بصرے کا کیے ہوئے جاتا ہے۔ ابن زیاد ملعون نے نعمان لعین کوں پچاس سوار سے[۲] مسلم کے پیچھے بھیجا۔ جوں مسلم نے دیکھا کہ ایک تنکہ[۳] سواروں کا میرے پیچھے آتا ہے، گھوڑے سے اُترے، تازیانہ مار، ہانک دیا۔ اور آپ ایک مسجد خراب میں ایک کونے میں چھپ رہے[گیا]۔ نعمان لعین نے گھوڑے کے پاؤں کی پے[۴] لی؛ گھوڑا پایا، لیکن مسلم سے اثر نہ پایا۔ ابن زیاد ملعون نے کہا کہ شہر کے دروازوں کوں محکم موندیں[۵] اور منادی کریں کہ جو کوئی مسلم کی خبر لاوے، مال و منالِ دنیا بہت پاوے۔ کئی بدبخت مسلم کے ڈھونڈنے میں پڑے۔ اور حضرت مسلم بھوکے پیاسے اوس مسجد ویرانہ میں تھے تب لگ کہ رات آئی۔ مسجد سے پاؤں باہر رکھتے، لیکن نہ جانتے تھے کہ کہاں جاتا ہوں اور کہتے تھے، افسوس کہ دشمنوں کے ہاتھ گرفتار ہوں اور امام حسین سے برکنار۔ ترجمہ[۶]: [۱۰۰ ب]

نہ قاصد کوئی جو پیغام میرا نہ محرم کوئی سلام تمام میرا
جو پہنچاوے حسین ابن علی کوں کہے میرا یہ غم وے سے دلی کوں
پڑا اس شہر میں بے یار افسوس نہ میرا یہاں کوئی غم خوار افسوس
کہوں کس سیتی اس دم یہ دکھ اپنا کہ یہاں رکھتا نہیں ہوں کوئی اپنا
غریب و بیکس و بے آشنا ہوں سراسر خستۂ مکر و دغا ہوں

اسی طرح مسلم سرگشتہ و پریشان، دل خستہ و حیران اس محلے میں پھرتے تھے کہ یکایک ایک گھر کے

۱۔ اصل، بڈھیوں؛ روضۃ الشہدا میں: بازار دروگراں ہے۔

۲۔ سے بمعنی ساتھ۔

۳۔ تنکہ: اس کے معنی غالباً ٹکڑی، گروہ کے ہیں۔ لیکن سند اس وقت یاد نہیں۔

۴۔ پے: فارسی میں پاؤں کا نشان، سراغ، کھوج (جامع اللغات مرتبہ مفتی غلام سرور ۱: ۳۰۴)، اُردو میں پے لینا کی سند نظر سے نہیں گذری۔ اصل فارسی عبارت ہے: نعمان پئی اسپ برگرفت و می رفت۔

۵۔ یعنی مضبوطی سے بند کریں۔

۶ نہ قاصدے کہ پیامے بہ نزد یار برد نہ محرمے کہ سلامے بداں دیار برد
فتادہ ام بشہر غریب و بے کسے نیست کہ قصۂ زغریبے بشہریار برد

دروازے پر پہونچ دیکھے کہ ایک بوڑھیا کھڑی، تسبیح ہاتھ میں، ذکرِ الٰہی کرتی۔ اور طوعہ اوس کا نام ہے[۱]۔ لمؤلفہ:

جس طرف جاتا تھا دروازے مونہے تھے شہر کے
[۱۰۱ الف] راہ کہیں پاتا نہ تھا جو نکل جاوے شہر سے
رات گذری دن کوں ایک مسجد خرابہ میں چھپے
سارا دن گذرا، پڑی نہ مونہہ میں اوڑکر ایک کھیل[۲]
دوسری رات اوس خرابے سے وُو سرگرداں نکل
بھوکا اور پیاسا نہایت تس پہ مہمانِ اجل
ایک بوڑھیا سے کہا، اے ماں، مرے دل کا کنول
پانی بِن مُرجھائے جاتا، ٹک دے پانی، کر نہ ڈھیل[۳]

مسلم نے کہا، اے ماں، تھوڑا سا پانی دے سکے گی، تا حق تعالیٰ تجھے قیامت کی پیاس سے اپنی امان میں رکھے، کیونکہ بہت پیاسا ہوں اور جگر میرا جل گیا ہے۔ طوعہ گئی اور ایک کوزہ ٹھنڈے پانی کا لائی۔ مسلم پیے اور وُو نہیں بیٹھے۔ دل موں کہتے تھے، ہزاروں دشمنوں میں گرفتار ہوں، مبادا کسی کے ہاتھ پڑوں
[۱۰۱ ب] کر وہ پیرِ زال کہی، اے جوان، یہ شہر ہے پُر شور، جدھر سے آیا ہے، اُدھر جا۔ مسلم نے کہا، اے ماں، میں ایک مردِ غریب، مسافر، گھرانے عزت و پاکی کے سے ہوں اور اپنے گھر بار و شہر و دیار سے دور پڑا۔ جا گہ نہیں رکھتا۔ اگر مجھے اپنے گھر موں جگہ دیوے، تو حق تعالیٰ تجھے بہشت میں جگہ دیوے۔ ترجمہ[۴]:

۱۔ طوعہ، اشعث بن قیس کی اُمّ ولد تھی، جسے اس نے آزاد کر دیا تھا؛ آزادی کے بعد اُسید الحضرمی نے اس سے عقد کر لیا تھا۔

۲۔ کھیل: (د ھ)، خفیف سا، تھوڑا سا۔ کھیل اُڑکر منہ میں نہیں پڑی یعنی کچھ نہیں کھایا (عورتوں کی زبان میں)۔

۳۔ ڈھیل: (د ھ)، دیر، تاخیر۔

۴۔
در کوے بلا ساختہ دارم وطنے — در منزلِ درد خستہ جانے و تنے
ہر چند بکارِ خویش در می نگرم — محنت زدہ نیست بعالم چو منے

کوچے موں بلا کے میں بنایا ہوں وطن — منزل میں مصیبتوں کی یہ جان نزیہ تن
جس قدر میں اپنے کام میں سوچتا ہوں — محنت زدہ کوئی نہیں ہے عالم میں چو من[1]

طوعہ[2] پوچھی کیا نام ہے اور کس قبیلے سے ہے۔ مسلم نے کہا محنت زدہ ہوا اور ظلم و ستم اینچا ہوا۔ کیا پوچھتی ہے نام اور قبیلہ میرا۔ طوعہ نے مبالغہ کیا، تب لاچار مسلم نے کہا، لمؤلفہٖ:

مجھ سا بیکس، مجھ سا بے لبس، مجھ سا کوئی بے خانماں
مجھ سا اب غربت زدہ کوئی نہ ہوئیگا اے اماں
نے رکھوں ہوں گھر، نہ رکھتا در، نہ کوئی مہرباں [۱۰۲ الف]
نام مجھ برگشتہ طالع کا ہے، مسلم بن عقیل

امام حسین کے چچا کا بیٹا ہوں، کوفیوں نے بے وفائی کی اور مجھے ورطۂ بلا میں ڈالا۔ طوعہ سونتے ہی مسلم کے پانو پر گری اور گھر میں لا، اچھی جگہ بٹھا، کھانے پینے سے جو کچھ کر رکھتی تھی، حاضر کئی۔ مسلم نے کھانا نوش فرما اور نمازِ قضا کر ادا، و و رات دن کا تھکا ہارا ہوا تکیہ پر سر رکھ آرام کیا۔

اتنے میں بیٹا اوس بوڑھیا کا آیا۔ دیکھا کہ ماں کبھو گھر میں جاتی اور کبھو باہر آتی، کبھو ہنستی اور کبھو روتی۔ لعین نے پوچھا، اے ماں آج رات عجب حال ہے تیرا، خیر ہے۔ طوعہ کہی، خیر ہے، توں مشغول اپنے کار رہ، پھر وہ بجد[3] ہوا کہ خواہ مخواہ مجھ سے کہہ۔ طوعہ کہی، ایک شرط سے کہوں کہ سوگند کھا دے توں کہ یہ بھید کسی سے نہ کہے اور بات میری چھپاوے۔ ملعون نے قبول کیا اور سوگند کھایا۔ طوعہ کہی کہ مسلم عقیل پناہ [۱۰۲ ب] میرے گھر لایا اور میں شرطِ خدمت بجالاتی، فردائے قیامت حق تعالیٰ سے اجرِ عظیم طمع رکھتی۔ ملعون سُن کر خاموش ہو، سو رہا اور مسلم سوتے ہوئے خواب پریشاں دیکھ، جاگے اور حضرت امام حسین کی جدائی، اپنی تنہائی اور بچوں کی یاد میں ڈاڑھ مار، رو کہے۔ ترجمہ[4]:

۱۔ چو من یعنی میری طرح۔

۲۔ اس کا نام بلال بن اُسید الحضرمی تھا اور یہ محمد بن اشعث کے خانہ زادوں میں سے تھا۔

۳۔ بجد ہونا: مصر ہونا، ضد کرنا، ہٹ کرنا (فرہنگ آصفیہ ۱: ۲۷۰)

۴۔ بیا اے اشک، تا بر روزگارِ خویشتن گریم — چو شب از محنت شبہائے تارِ خویشتن گریم
ندارم مہربانے، تا کند بر حالِ من گریہ — ہماں بہتر کہ خود بر حالِ زارِ خویشتن گریم

اے آنسو، توں آ، تا روزگار اپنے پہ میں روؤں
شمع ساں محنتِ شب ہائے تار اپنی پہ میں روؤں
نہ کوئی مہرباں رکھتا، جو روے حال میرے پر
وہی بہتر کہ آپ ہی حالِ زار اپنے پہ میں روؤں

لیکن جوں دن ہوا اور گرگِ فتنہ و فساد نے موہنہ پسارا[1]، بیٹا اوس پیر زال کا ابنِ زیاد ملعون کی
طرف گیا، اوس وقت کہ منادی ندا کرتا تھا، جو کوئی خبر مسلم امیر لیے لاوے/ ہزار درم [۱۰۳ الف]
پاوے، واگر چھپاوے اور امیر خبر پاوے، اوسے قتل کر گھر اوس کا لوٹا وے. جوں اس بدبخت
نے مال کا وعدہ سونا، آگے گیا اور خبر مسلم کی اون سے کہا. ابن زیاد ملعون سونتے ہی باغ باغ
ہوگیا اور دُونہیں ابن اشعث[2] لعین کوں تین سے سوار[3] سے طوعہ کے گھر بھیجا. جوں وہ فوج
آئی، گرد پیش[4] سے اوس کے گھر کوں گھیرے میں لائی. اوس وقت مسلم نمازِ صبح پڑھ، تکیہ دیوار کوں
دیے بیٹھے تھے، اکہ آواز گھوڑوں کے سموں کی کان میں پہونچی، جانے کہ مجھ لیے فوج آئی. شمشیر حمائل کر،
باہر نکلے اور وہ تین سے سوار یک مرتبہ حملہ کیے. مسلم نے بھی مانند شیر غضبناک کے حملہ کیا اور سو
ملعونوں کوں اوسی حملے میں جہنم بھیجا. خبر ابن زیاد لعین کوں پہونچی، کہ مسلم نے ایک حملہ/ میں سو سوار [۱۰۳ ب]
مارے ملعون نے ابن اشعث کوں کہلا بھیجا کہ مسلم کو امان دے کر مجھ پاس لا. تب ابن اشعث
نے کہا، اے مسلم اپنے تئیں ہلاک نہ کر، امیر نے تجھے امان دی. مسلم نے کہا مجھے تمہاری امان کی
احتیاج نہیں. ترجمہ[5]:

۱۔ پسارنا: کھولنا، پھیلانا.

۲۔ محمد بن الاشعث: یزید بن معاویہ کے مددگاروں اور عبیداللہ بن زیاد کے سرداروں میں تھا. مسلم بن عقیل کو جھوٹی دے کر ابن زیاد کے پاس لے آنے کی مہم اسی کے سپرد ہوئی تھی (تاریخ طبری ۶: ۲۰۶-۲۱۳؛ مقاتل الطالبیین: ۱۰۵)

۳۔ ابوالفرج الاصفہانی نے ۶۰، ۷۰ کی تعداد لکھی ہے.

۴۔ گرد پیش: چاروں طرف.

۵۔ نہ دیدم من از ہیچ کوئی وفا ز کوئی نیاید بغیر از جفا

نہ دیکھا کسو کوفی سے ہیں وفا　　　وفا کوفیوں میں نہ غیر از دغا

یہ کہہ پھیر حملے کیے اور کئی ملعونوں کوں مار، بہتوں کوں زخمی کر دیے۔ آخر وہ کوتے عاجز ہو، در و دیوار پر چڑھ، مسلم کوں سنگ باراں کر تنِ نازنیں اوس کا تمام زخمی کیے۔ تب کہے، اے مسلم، مرگ کو تیار رہ اور دشمنوں کی دفع میں کوشش کر اور خلعتِ شہادت پہن۔ مصرع[1]:

راہ اوس کا شہید ہے سرخ رُو دو جگ منے

یکایک ایک حرامزادے نے ایک پتھر پیشانی حضرتِ مسلم پر مارا کہ لوہو مونہہ پر جاری ہوا اور / مسلم نے [۱۴۰ الف] کہا، ترجمہ[2]:

جگر کے لوہو سے مونہہ میرا اب بھرا ہیہات　　　کسے دکھاؤں یہ مونہہ اب کہاں لیجا، ہیہات!

لمؤلفہ: ہزار حیف نہ دیکھا حسین کا دیدار　　　کہ وقتِ آخری مجھ سر پہ آ کھڑا ہیہات!

پھر مونہہ طرف مکۂ معظمہ کے کر کہے، یا ابن رسول اللہ، آیا کچھ خبر ہے کہ تیرے چچا کے بیٹے سے کیا کرتے اور میں تیری راہ میں ظلم و جفا انچتا ڈر نہیں، سعادت بوجھتا، ناگاہ ایک حرامزادے نے اور پتھر مارا، ہونٹ اور دانتوں پر لگا، آہ، ہونٹ پھٹ گیا، اور لوہو ڈاڑھی پر جاری ہوا۔ لمؤلفہ:

ایک پتھر آہ، جب آ مونہہ پر مسلم کے لگا

پھٹ گیا اوپر کا لب دانتوں سے لوہو بہ چلا

ہوے محاسن تر بتر لوہو میں، مسلم نے کہا

لوہو میرا ہے حسین ابن علی پیچھے سبیل / [۱۴۰ ب]

تب مسلم گھبا دانِ[3] بیشمار سے پیٹھ دیوار کوں لگا بیٹھے، کہ اوس ملعون نے گھر سے نکل پیچھے سے بکیر بن حمران[4] آ، تیغِ ستم بے کس پر مارا، آہ اوپر کا ہونٹ کٹ گیا۔ وونہیں مسلم نے شمشیر اوس کے گردن پر ماری کہ سر اوس کا دس قدم دور پڑا۔ پیٹھ دیوار کوں لگا، کہا، خداوندا، تھوڑا پانی دے۔ ظالم نظارہ کرتے تھے اور دوتے

۱۔ چوں شہید راہِ اُو در ہر دو عالم سرخ روست　　　خوش دمے باشد کہ ما را کشتہ زیں میداں برند

۲۔ خونِ جگرم ز دیدہ بر رُخ پالود　　　رُخسارہ کجا برم چنیں خون آلود

۳۔ گھاؤ کی جمع۔

۴۔ صحیح یہ ہے کہ اس کا نام بکیر بن حمران الاحمری تھا

تھے، لیکن بوند پانی کی نہ دیتے تھے، آخر ادسی بوڑھیا نے قدح پانی کا لا، ہاتھ دیا. جوں مسلم نے مونہہ سوں لگایا، لوہو سے بھر گیا. طوعہ وہ پانی ڈال اور لائی. لمؤلفہ:

پھر قدح مونہہ سے لگایا، پھر لوہو سے بھر گیا
نیک بخت اور پانی لے آئی شتابی سیتی جا
تیسری بار جو مسلم پیونے لاگا، مونہہ لگا
دانت سارے گر پڑے اوس پیالے میں مانند کھیل[۱]

[۱۰۵ الف] تب مسلم نے پیالا ہاتھ سے رکھ کہا، لمؤلفہ:

پانی پیونا اب ہمارا جا قیامت پر پڑا[۲] اب تو قسمت میں ہوا ہے لوہو اپنا پیونا

ناگاہ اور حرامزادہ نے آنیزہ پیٹھ پر مارا، کہ مسلم اوندھے مونہہ زمین پر گرے اور ظالم چوگرد سے گھیر مسلم کوں پکڑ، ابن زیاد ملعون پاس لے چلے. تب مسلم نے کہا، یا ابن رسول اللہ، آرزو رکھتا تھا کہ پھر بھی ایک بار اس دیدۂ محنت دیدہ کوں تیرے دیدار سے روشن کرتا. حیف کہ میسر نہ ہوا! ترجمہ[۳]:

اے بادِ صبا از لطف و یاری کعبہ کی طرف توں جا گذر کر
شہزادۂ حسین کوں جوں دیکھے تب اوس سے یہ بات مختصر کر
یوں کہیو کہ مسلم ستم کش مارا پڑا توں علاج سر کر
مغرور نہ ہو بقولِ کوفیاں اور مکر سے ان کے اب حذر کر
[۱۰۵ ب] میں نے تو ترے بدل دیا جان توں اپنے بچے نہ در بدر کر

۱۔ کھیل یعنی دانہ.

۲۔ اس شعر کا مضمون فضلی نے: "آب خوردن من بقیامت افتاد" (روضۃ الشہدا، ۱۸۲) سے لیا ہے.

۳۔
اے باد صبا ز رہ یاری سوے حرم خدا گذر کن
شہزادۂ حسین را چو بینی بنشین و حدیث مختصر کن
ہر بد کہ ز کوفیاں بدیدی فرزند رسول را خبر کن
برگوی کہ مسلم ستم کش شد کشتہ تو، چارۂ دگر کن
مغرور مشو بقولِ کوفی وز فتنۂ شامیاں حذر کن

لیکن جب مسلم[1] کوں ابن زیاد لعین پاس لے گئے[2]، مسلم سلام نہ کیے۔ ظالم کہے، اے مسلم، امیر کوں کیوں سلام نہ کیا۔ مسلم نے کہا اس سلام میں نہ سلامتی دنیا کی دیکھتا نہ عقبیٰ کی۔ ابن زیاد ملعون نے یہ بات سُن، سر پشیمانی کا تلے کر کہا، کیوں زمانے کے امام پر خروج کیا توں نے اور فتنہ و فساد برپا کیا۔ تب مسلم نے کہا، امام زمانے کا امام حسین بن علی علیہما السلام ہے۔ میں اوسی کے حکم سے اس شہر میں آیا اور جو کچھ کیا برضائے حق کیا۔ لیکن دشمنوں نے نہ چاہا کہ حق مرکز پر بیٹھے۔ لیکن اے ابن مرجانہ جانتا ہوں کہ میرے مارنے کا حکم کرے گا توں۔ بالفعل جب الگ کہ حکم کرے[3] کہ ایک شخص کوں قبیلۂ قریش سے کہ مجھ پاس آوے۔ تا کئی وصیتیں کہ رکھتا ہوں /سونے۔ پھر [۱۰۶ الف] پیچھا پھیر دیکھے کہ عمر سعد لعین کھڑا ہے۔ مسلم نے کہا، اے ابن سعد، تین وصیتیں کرتا ہوں، اوّل یہ کہ گھوڑا میرا سمیت ہتھیاروں میرے سے کہ میرے بدن میں ہیں بیچیو اور اس شہر میں سات[4] سے درہم کا قرضدار ہوں، ادا کیجیو۔ ابن زیاد ملعون نے کہا ہمیں تیرے ہتھیاروں اور گھوڑے سے کچھ کام نہیں۔ دوسری یہ کہ جوں مجھے ماریں، جانتا ہوں کہ سر میرا شام میں یزید کے پاس بھیجیں گے، بدن میرے کوں جائے مناسب دفن کیجیو۔ ابن زیاد لعین بولا کہ جب ہم نے تجھے مارا جو کچھ کہ ترے بدن سے چاہیں گے سو کریں گے۔ تیسری یہ کہ نامہ امام حسین علیہ السلام کوں لکھیو کہ کوفیوں نے بے وفائی کر، تیرے چچا کے بیٹے کوں مارا۔ زنہار کوفے میں نہ آئیو اور قول کوفیوں پر اعتماد نہ فرمائیو۔ پھر ابن زیاد ملعون نے کہا، اگر حسین ہمارا قصد /نہ کرے گا، تو ہم بھی قصد نہ [۱۰۶ ب] کریں گے، اور اگر خلافت کا خواہاں ہووے گا تو ہم بھی چپ نہ رہیں گے۔ پھر کہا، کون ہے کہ مسلم کوں کوٹھے پر لے جاوے اور سر اوس کا کاٹ مجھ کنے لاوے۔ [بکیر][5] بن حمران لعین نے کہا کہ یہ کام میرا ہے کہ اون نے آج میرے باپ کوں مارا ہے۔ تب حرام زادہ نے ہاتھ مسلم کا پکڑ کوٹھے

۱۔ روضۃ الشہدا: ۱۸۲۔

۲۔ یہاں ایک لفظ مٹا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

۳۔ تفصیلات تاریخ طبری میں دیکھیے (۶: ۲۱۱)؛ نیز مقاتل الطالبیین: ۱۰۵۔

۴۔ اصل: ثاثتا۔

۵۔ اضافہ از روضۃ الشہدا:

پرلے گیا۔ مسلم اس وقت درود رسولِ خدا پر بھیجتے تھے اور کہتے تھے، اللّٰھُمَّ[1] اُحکم بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ[2]، بار خدایا، حکم کر درمیان ہمارے اور اس قوم کے براستی کر تو بہترین حکم کرنے والا ہے کہ انھوں نے ہمیں بولایا اور جوں میں آیا، مجھ سے یہ سلوک کیا۔ لمؤلفہ:

کوئی نہ ہوا رفیق میرا — کس ظلم سے آکے مجھ کوں گھیرا
بے کس کیے مجھ کوں بے کسی میں — آوارہ کیے ہیں بے بسی میں
[۱۰۷ الف] میرے بچے مجھ سیتی توڑائے[3] — مجھ کوں پکڑ اس روش لے آئے
اب سیس[4] میرا جدا یہ کرتے — تجھ عزّوجل سے کبھی نہ ڈرتے
افسوس کہ میں جدا پڑا ہوں — شبّیر سے، جس پہ جاں فدا ہوں
کوئی نہ یہاں مرا ہے ہمدم — کوئی نہ رفیق ہے، نہ محرم
اب مارتے بے گناہ مجھ کوں — سر کاٹتے کرتباہ مجھ کوں

پھر جوں کوٹھے پر پہونچے مونہہ طرف مکّہ کر کہے۔ السّلام علیك یا ابن رسول اللّٰہ، لمؤلفہ:

مسلم کے حال سے کبھی تجھے ہیگی کچھ خبر — اے مرتضیٰ کے پیارے پیمبر کے دل جگر!
تجھ مونہہ کے دیکھنے کا ہوا وعدہ روزِ حشر — پس اب وداع ہوتا تجھے حق کوں سونپ کر

پھر مسلم نے کوٹھے سے تلے نظر کی۔ دیکھا بہت لوگ تماشے[5] لیے کھڑے ہیں۔ تب مسلم نے کہا، یا ابن رسول اللّٰہ، ترجمہ:

[۱۰۷ ب] گنہ میں مارتے تجھ عشق کے وغوغا ہے
توں کبھی یو کوٹھے پہ چڑھ دیکھ عجب تماشا ہے[6]

۱۔ اصل: اللّٰہ۔

۲۔ اصل: یاالحق۔

۳۔ توڑانا (ے تڑانا): چھوڑانا، علیحدہ کرنا، جدا کرنا۔

۴۔ سیس (ھ) سر۔

۵۔ یعنی تماشا دیکھنے کو۔

۶۔ بجرمِ عشقِ توام می کُشند غوغا ئیست — تو نیز بر سرِ بام آکہ خوش تماشا ئیست

پھر مونہہ کوفیوں طرف کر، کہے۔ ترجمہ[۱]:

جب سر مرا اے کوفیو، تن سے جدا کرو ... تن میرے کوں مدینہ میں ہی دفن جا کرو
جو قافلہ کہ مکہ طرف ہووے اب رواں ... جامہ مرا ادھر ہی روانہ لیجا کرو
کہیو خدا کے واسطے شبیر آگے اب ... یہ لہو لوہان جامہ نشانی روا کرو
رتے ہوئے یتیموں پہ میرے یو کریو رحم ... جب یاد قتل میرا زباں پر ذرا کرو
جب بچے میرے میری خبر پوچھیں تم سیتی ... تحفہ دعا کا مجھ سے اون اوپر ادا کرو

پھر مسلم نے ہاتھ واسطے دعا کے اوٹھا کہا، بارخدایا، فتح دے دوستوں کوں اور راند[۲] دشمنوں کوں. پھر کلمۂ شہادت پڑھ، امید وار قتل ہوے. جوں ابنِ حمران نے چاہا کہ شمشیر مسلم پر مارے، ہاتھ ملعون کا خشک ہو گیا اور اوپر کا/ اوپر ہی رہا. ابن زیاد نے کہا تجھے کیا ہوا. ملعون نے کہا، ایک مرد باہیبت [۱۰۸ الف] کوں دیکھا میں نے کہ میرے برابر کھڑا ہے اور اونگلی اپنی دانتوں سے کاٹتا ہے. میں اوس سے ڈرا. ابنِ زیاد ملعون نے کہا، توں چاہا کہ خلاف عادت کام کرے، دہشت نے غلبہ کیا. تب اور ملعون کو بھیجا، جب وہ لعین اوپر گیا، جمالِ باکمالِ محمد مصطفیٰ دیکھ، کلیجا پھٹ، مر گیا. تیسرے ملعون شوم شامی بے حیا[۳] نے مسلم غریب کوں شہید کیا اور سر کوں بدن سے کاٹ، لاشہ کو کوٹھے سے نیچے ڈال دیا. اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ / [۱۰۸ ب]

۱۔ اے کوفیاں چو سر ز تن من جدا کنید ... باری تن مرا بسوے خاکدان برید
چوں کارواں بجانب مکہ رواں شود ... پیراہنِ مرا سوے آن کاروان برید
گوئید کز برائے خدا بہر یادگار ... نزد حسین جامۂ پرخوں نشان برید
رحمے برآب چشم یتیمان من کنید ... آندم کہ یاد کشتن من بر زبان برید
چوں طفلکانِ من خبرِ من طلب کنند ... از من تحیتے سوی آن طفلکاں برید

۲۔ راند۔ فارسی مصدر "راندن" سے "راندنا" بنالیا گیا ہے بمعنی دھتکارنا، رد کرنا، شکست دینا وغیرہ۔

۳۔ کاشفی نے لکھا ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ بسر بکیر ہی نے مسلم کو شہید کیا۔ (روضۃ الشہدا : ۱۸۴) اصفہانی نے بھی یہی لکھا ہے (مقاتل : ۱۰۷) نیز دیکھیے تاریخ طبری (۶ : ۲۱۳)

چھٹی مجلس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی قدّرنا فی صوا نعم علمہ بالاحسان رب العالمین الذی ربانا بالجود والنعم الالوان الرحمٰن علینا فی سکرات الموت بالایمان الرحیم علینا اذا کنا فی القبور بین التراب والدیدان مالک یوم الدین یحکم بالعدل والاحسان ایاک نعبد حق العبودیۃ بالفضل والامتنان وایاک نستعین ۔ علی جمیع الاعدآء من الجنّ والانس والشیطان اھدنا الصراط المستقیم بالاستقامۃ علی التوبۃ والایمان صراط الذین انعمت علیھم الیٰ سواء السبیل والجنان
[۱۰۹ الف] غیر / المغضوب علیھم من أھل البدع والعصیان ونشھد أن لاالٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد أنّ محمدًا عبدہ ورسولہ ونشھد انّ علیًّا ولی اللہ
[۱۰۹ ب] ووصی رسولہ وسلم تسلیمًا کثیرًا برحمتک یا أرحم الراحمین ہ/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اے مونسِ شکستہ دلاں حالِ ما ببیں — مارا غریب و بیکس و بے آشنا ببیں
اولادِ خویش راکہ شفیعانِ محشراند — در ورطۂ عقوبتِ اہلِ جفا ببیں
در خلد بر حجاب دوکوں آستیں فشاں — واندر جہاں مصائبِ ما برملا ببیں
نے نے درآ چو ابر خروشاں بکربلا — طغیانِ سیل و فتنہ و موجِ بلا ببیں
تن ہائے کشتگاں ہمہ در خاک و خوں نگر — سرہائے سروراں ہمہ بر نیزہا ببیں
آں سر کہ بود بر سر دوشِ نبی مدام — یک نیزہ اش ز دوشِ مخالف جدا ببیں
وآں تن کہ بود پرورشش در کنار تو — غلطاں بخاکِ معرکۂ کربلا ببیں

یا بضعۃ الرسول زابنِ زیاد داد
[۱۱۰ الف] کو خاک اہلِ بیتِ رسالت بباد داد/

اس مجلس چھٹی میں جو پڑھتا ہوں دریغ
مسلم کے دونو بچوں غریبوں کا حال ہے

سنو اے دوستاں یہ ماجرا تم — اب اپنا ہوش اس دوکھ میں کرو گم
ہے مسلم کے دو بیٹوں کی شہادت — تمہیں رونا ہے اس دوکھ میں سعادت
سنو اون دو دوکھیاروں کا تم احوال — کرو شادی نہ کر اس غم سوں پامال
کہ کیا احوال اون دوکھیوں پہ گذرا — سراسر دوکھ اونہی سوکھیوں پہ گذرا
بیاں کرتا ہے فضلی ٹک دھرو کان — کہ غم سوں کھولتا ہاتم کی اب کھان

قاہمانِ اخبارِ الم پژوہ اور شارحانِ آثارِ غم واندوہ شہادتِ پسرانِ مسلم عقیل صفحۂ سیمیں پر قلم مشکیں رقم سے یوں لکھتے ہیں کہ بعد قتل مسلم کے جاسوسوں نے ابن زیاد ملعون کوں کہا، دو بیٹے مسلم کے اس شہر میں چھوپے ہیں، کہ نہ چاند روشنی اون کے موںہہ کی سی رکھتا ہے اور نہ سنبل تاب/ اون کے گیسوؤں [۱۰ ب] کی سی لاسکتا۔ ترجمہ[۱]

موکھڑا اوکیسا موکھڑا مانند آفتاب ہے — اور بال کیسے بال ہیں ہر حلقہ پیچ وتاب ہے

ابن زیاد ملعون نے کہا۔ ڈھنڈھوراپیٹیں کہ بیٹے مسلم کے جس کے گھر میں چھوپے ہوئیں اور نہ لاوے، فرماؤں کہ اوسے مار اوس کے گھر کوں تاراج کریں اور وہ دونو شریح قاضی کے گھر تھے۔ جوں قاضی منادی سونا، شاہزادوں کوں بولایا۔ جوں آنکھ اوس کی دونو پر پڑی، بے اختیار نعرہ مار، رونے لگا، شاہزادے باپ کی شہادت سے بے خبر تھے۔ جوں قاضی کوں روتے دیکھے، دونو کی خاطر میں شک گذرا، اور انھوں نے قاضی سے کہا، اے قاضی تجھے کیا ہوا کہ جوں تو نے ہمیں دیکھا، رونا شروع کیا، اور دل ہم غریبوں کا حسرت کی آگ پر جلایا۔ قاضی نے چیتا چاہا کہ اوس بھید کوں/ چھوپاوے، نہ چھوپا سکا۔ ترجمہ[۲] [۱۱ الف]

۱۔ روے چگونہ روے، روے چو آفتاب ے — موے چگونہ موے ہر حلقہ پیچ و تاب ے

۲۔ نالہ را چنداں کہ می خواہم کہ پنہاں برکشم — سینہ می گوید کہ من تنگ آمدم فریاد کن

جس قدر رونے کوں چاہوں ہوں کہ پوشیدہ کروں
چھاتی کہتی ہے کہ میں تنگ آئی ہوں فریاد کر

قاضی نے بے اختیار رو کر کہا، اے صاحبزادو معلوم کرو کہ خلعتِ شادیِ دنیا بے اعتبار اور شربتِ خوشوقتیِ دنیا زہر دار، جو پھول عشرت کا ہے، اوس کے ساتھ خار اور جو بنیادِ مسرّت ہے، سو ناپائدار۔ ترجمۂ[۱]

کوئی روشن دل اب دریں عالم   شادی کا دن نہ دیکھا بے شبِ غم

اب باپ بزرگوار تمہارا کہ ستارا برج نیک بختی کا تھا، شہادت کے بازوؤں سے طرف باغ بہشت کے پرواز کر سدھارا۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ تمھیں صبر اس مصیبت میں کرامت کرے۔ جوں یتیموں نے یہ
[۱۱۱ ب] بات سونی، بے ہوش ہوئے اور جب ہوش میں آئے، جامے چاک /کر، چہرے زمین پر ٹیکے اور گیسو اپنے مشک مثال کھول، فریاد کر، کہے، اے قاضی، یہ کیا خبر دل سوز، غم اندوز ہمیں سونائی۔ آہ، کیا، قاضی ہمارا باپ سچ اب مر گیا، ہم دو لوکوں تج، بلاؤں میں یتیم اب کر گیا:

ہائے پس ہم کیا کریں گے جیو کر یو باپ، حیف   تن رہے ہم دو کے خالی ان تنوں کا سر گیا
باپ ہم کوں تج گیا ہم ہو رہے بیکس یتیم   وہ تو سب دوکھ سنہ سدھارا، ہم لیے دوکھ دھر گیا

پھر شور واویلا و وابابا اوٹھائے۔ قاضی نے کہا اے صاحبزادو، وقت رونے کا نہیں کہ ابن زیاد ملعون کے لوگ تمہیں ڈھونڈھتے ہیں اور میں اس شہر میں محبت اہل بیت سے تہمت زدہ ہوں اور دشمن میرے بھی حال کی تلاش میں ہیں۔ اپنی بھی جان اور تمہاری بھی جان سے ڈرتا۔
[۱۱۲ الف] اب ایک فکر /کی ہے، کہ تمہیں کسو پاس سونپوں کہ مدینہ میں پہونچا دے۔ آہ، معصوم، ابن زیاد لعین کے ڈر سے چپ ہوئے لیکن جوں رات ہوئی، قاضی نے ہر ایک کی کمر میں پچاس پچاس اشرفی باندھ اپنے بیٹے اسد نام کوں کہا، آج شہر کے باہر ایک قافلہ اترا ہے اور مدینہ کوں جاتا۔ ان

۱۔ ہیچ روشن دلے دریں عالم   روزِ شادی ندید بے شبِ غم

دونو خوزادوں[۱] کوں لے جا اور اون میں سے جس کی پیشانی میں اثرِ صلاح دیکھے، سونپ کر
اون کوں مدینہ میں پہونچاوے۔ اسد اوس اندھیری رات میں دونوں بیچاروں کوں شہر کے
دروازوں سے باہر لے گیا۔ قضارا قافلہ اوس وقت کوچ[۲] کر گیا تھا اور سیاہی اوس کی نظر آتی تھی۔
اسد نے کہا، اے صاحبزادو، یہ قافلہ جاتا ہے، جاؤ اور قافلہ میں ملو۔ دونو معصوم قافلے پیچھے چلے۔
جوں کئی قدم گئے، سیاہی قافلہ اون کی نظر سے غائب ہوئی۔ اور دونوں غریب ڈر کر راہ بھولے۔ [۱۱۲ ب]
یکایک کئی جاسوس اون کوں ملے۔ اور دونوں کو پکڑا۔ جانے کہ مسلم کے بیٹے ہیں، ہاتھ دونوں کے
باندھ لیے۔ سردار اون کا دشمن اہل بیت کے گھرانے کا تھا۔ راتوں رات اون کوں ابن زیاد پاس
لے گیا۔ اس حرامزادہ نے دونو کوں بندی خانہ بھیجا، اور نامہ یزید پلید کوں لکھا کہ دو بیٹے مسلم کے
چھ سات برس[۳] کی عمر ہیں، پکڑے آئے اور میں نے قید کیے، مارنے یا آزاد کرنے میں جو حکم۔ لیکن
پیادہ[۴] بندی خانہ کا نیک بخت پاک اعتقاد تھا اور دوست دار اہل بیت کے گھرانے کا، مشکور نام
اوس کا۔ جوں شاہزادوں کوں بندی خانہ لا، اوس پاس سونپے، اون نے قدم دونو کے چوم ابھی

۱۔ خوزادہ: خواجہ زادہ کا مخفف، فضلی نے کہیں کہیں "خُرزادہ" بھی استعمال کیا ہے: صاحب زادہ، سردار۔ اس کا املا دونوں طرح یعنی خوزادہ اور خُرزادہ صحیح ہے لیکن واو سے لکھنا بہتر ہے (نور اللغات ۲: ۴۹) انیس لکھتے ہیں:

اسوار ہوا جب وہ دو عالم کا خوزادہ

مرثیۂ مسکین میں بھی "خوزادہ" استعمال ہوا ہے:

بی بی بھی ماری گئی ہے ساتھ ہی خوزادہ ہوا

(گل کرسٹ اور اس کا عہد: ۱۵۱)

۲۔ کوچ: کوچ۔

۳۔ اصل: چہ سات برس۔ لیکن روضۃ الشہدا میں عمر سات آٹھ سال لکھی ہے (ص ۱۸۶)

۴۔ پیادہ: نوکر کوتوال (نفائس اللغات: ۲۲۱) شاہی ہرکارہ، کوتوال یا حاکم کا نوکر: مصحفی:

خالِ جبیں پیادہ بنا کوتوال کا ... مجرم کی طرح دل کو مرے کھینچ لے گیا

(نور اللغات ۲: ۱۳۶)

[۱۱۳ الف] جاگہ بٹھا، تمام دن ہاتھ باندھے ہوئے خدمت کرتا رہا۔ اور کھانا/لا کھلایا، تاکہ رات ہوئی۔ مشکور دونوں کوں بندی خانہ سے باہر لا، قادسیہ ایک شہر تھا اوس راستہ پر پہونچا، انگوٹھی اپنی ان کے ہاتھ دی۔ کہا یہ راہ امن کی ہے۔ سدھارو، تب لگ کہ شہر میں پہونچو۔ وہاں میرے بھائی کوں بولا یہ انگوٹھی اوسے دکھلائیو، کہ وہ تمہیں مدینہ میں پہونچا دے۔ دونوں یتیم غریب مشکور کوں دعا کرتے ہوئے چلے لیکن بحکم لا رَادَّ لِقضَائِہٖ یعنی رد نہیں ہوتی قضا اوس کی۔ جوں تھوڑی دُور گئے، پھر راہ بھولے۔ آہ اوس اندھیری رات میں دونو غریب ویران سرگرداں پھرتے تھے، تاکہ دن ہوا بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی سے کہا، اے بھائی، ہم اب لگ شہر ہی کے دروازے پر ہیں۔ مبادا پھر

[۱۱۳ ب] دشمن آویں اور پکڑے جاویں۔ یہ کہہ ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ بائیں ہاتھ اون کے ایک میدان کھجوروں کا تھا۔ ادھر گئے۔ ایک چشمہ پانی کا دیکھے، اور اس چشمہ پر ایک درخت پورا تا کہ پیٹ اوس کا خالی تھا، اوس درخت میں جا چھوپے۔ لیکن جب وقت نماز پیشیں[۱] کا ہوا، ایک لونڈی آفتابہ ہاتھ میں اس چشمہ پر آئی، عکس اون دونو کی صورت کا کہ آسمانِ بے کسی کے چاند سورج تھے، پانی میں دیکھ سر اوپر اوٹھائی۔ نظر اون دونو پر پڑی، دیکھی، ترجمہ[۲]:

دو پھول باغِ دیں کے کھلے ہیں درخت پر	دو سرو خوش خرام چڑھے ہیں درخت پر
دو چاند برجِ آبی سیتی کر رہے طلوع	دو سیب تازے جھوم رہے ہیں درخت پر

آفتابہ ہاتھ سے رکھ، پوچھی، تم کون ہو۔ اونھوں نے کہا، ہم دو غریب بیچارے آوارے، باپ ماں سے

[۱۱۴ الف] دُور پڑے/ ہوئے، راہ بھول گئے اور پناہ اس درخت میں لائے۔ اوس نے کہا، باپ تمھارا کون تھا۔ جوں نام باپ کا سونے، بے اختیار رونے لگے۔ لونڈی کہی، گمان کرتی ہوں کہ تم بیٹے مسلم عقیل کے ہو۔ تب معصوم کہے، اے ماما، توں بیگانی ہے یا آشنا، دوست وفادار ہے یا دشمن پُرجفا۔ وہ کہی

۱۔ نماز پیشیں، نماز ظہر۔ نماز ظہر کو پیشیں اس لیے کہتے ہیں کہ سورج نکلنے کے بعد دن میں یہ پہلی نماز ہے چنانچہ عصر کو نماز دیگر کہتے ہیں۔

۲۔

دو گل از گلشنِ دولت دمیدہ	دو سرو از باغ خوبی سر کشیدہ
دو ماہ از برج خوبی رخ نمودہ	ز دیدہ چشمۂ باراں گشودہ

میں دوستدار اہلِ بیت ہوں، اور ایک بی بی رکھتی کہ وہ بھی ہمیشہ دم تمہاری محبت کا مارے ہے۔ آؤ تمھیں اس پاس لے جاؤں اور مت ڈرو کہ اچھی جگہ پہونچاؤں۔ معصوم اوس کے ساتھ چلے، جوں گھر کے نزدیک پہونچے، لونڈی نے آگے ہی جا، بی بی کوں بشارت دی کہ مسلم کے بیٹوں کوں لائی۔ بی بی نے اوڑھنی سر سے اُتار لونڈی کوں دی، کہی، اپنے مال سے تجھے آزاد کیا میں نے/ اور دو نہیں سر پانوں ننگے، معصوموں پاس دوڑی۔ اور دونوں کے پانو پر گر، مثلِ مادرِ مہربان ایک ایک کوں گلے لگا، مسلم کی خواری اور اون کی گرفتاری پر زار زار رو، کہی۔ لعنتِ خدا اون پر کہ جو تمھیں بے پدر کیے۔ پھر دونوں کوں گھر میں لا کھانا حاضر کیی۔ اور ایک مکان اچھا بنا، وہاں بٹھا کھانا کھلائی اور لونڈی کوں کہی خدا کے واسطے یہ بھید میرے خاوند سے چھپا۔ اور آپ تمام دن صاحبزادوں کی خدمت میں حاضر رہی۔ فرد[1]:

نہ ہر زن زنست و نہ ہر مرد مرد خدا پنج انگشت یکساں نکرد

پھر جب رات ہوئی دونوں کوں پھر کچھ کھلا، فرش پاکیزہ بچھا، نہایت دلداری کر سلائی۔ اتنے میں خاوند اوس کا آیا، نہایت تھکا اور ہارا ہوا۔ اوس نیک بخت نے کہا، اے مرد آج/ اب لگ توں کہاں تھا۔ بدبخت نے کہا، جوں صبح امیر کے گھر گیا، منادی ندا کرتا تھا کہ مشکور زندان بان[2] نے مسلم کے بیٹوں کوں بندی خانے سے آزاد کیا، جو کوئی اونے لاوے، امیر اوسے مال بیشمار دلاوے۔ بہت لوگ اون کے ڈھونڈنے کوں گئے تھے۔ چنانچہ میں بھی گیا اور بہت ڈھونڈھا اونے خراب ہوا۔ اس قدر گھوڑا دوڑایا کہ مار سولا آیا، پر اونے نہ پایا۔ اوس عزیزہ نے کہا، اے مرد، خدا سے ڈر اور رسول خدا سے شرم کر، کون سا کم بخت ہووے کہ دو یتیم معصوم مظلوم کوں پکڑ، دشمن کے حوالے کرے۔ ملعون نے کہا چپ کر، تجھے اون سے کیا کام۔ ابنِ زیاد خلعت و گھوڑا اور مال دینے کہا ہے انعام۔ کچھ کھانے کوں لا۔ وہ عاجزہ کھانا لائی اور اپنا خونِ جگر کھائی۔ ملعون/ کھانا زہر مار کر بیہوش ہو سنگ مست سویا۔

۱۔ علی اکبر دہخدا: امثال و حکم ۴: ۱۸۵۹، یہ شعر سعدی کا ہے اور گلستاں میں موجود۔ فارسی شعر روضۃ الشہدا میں نہیں۔

۲۔ زندان بان (یہاں بان علامت فاعلی ہے) یعنی زندان کا مہتم: داروغہ۔

۳۔ روضۃ الشہدا: مردان رُوئے بجُست وجُوئے ایشان آوردند و من ہم در طلبِ ایشاں الیستادم و جد و جہد می نمودم، آخر اسپم ہلاک شد۔

لیکن جب آدھی رات کا عمل ہوا، بڑا بھائی کہ نام اوس کا محمد تھا، نیند سے چونکا اور چھوٹے بھائی کوں کہ نام اوس کا ابراہیم تھا جگا، کہا، اے بھائی، اوٹھ کہ ہمیں بھی اب مارے جائیں گے، ابھی اپنے باپ کوں خواب میں دیکھا ہوں، نے کہ حضرت محمد مصطفیٰ اور علی مرتضیٰ اور فاطمہ زہرا و حسن مجتبیٰ کے ساتھ باغ بہشت میں پھرتے تھے. جوں نظر پیغمبر کی مجھ پر اور تجھ پر پڑی، ہمارے باپ کی طرف موہنہ کر فرمائے، اے مسلم کیوں کر دل تیرے نے یاری دی کہ ان دو طفل معصوم کوں دشمنوں میں چھوڑ آیا. باپ ہمارے نے عرض کی کہ یا رسول اللہ، اب میرے پیچھے آتے ہیں اور کل مجھ پاس ہوئیں گے. تب چھوٹے بھائی نے کہا، قسم خدا کی، میں نے بھی یہی خواب دیکھا. پھر دونو بھائی ہاتھ ایک دوسرے کی گردن میں ڈال/ زار زار رونے لگے. اون [۱۱۶ الف]
کے رونے کی آواز سے حارث لعین نیند سے چونک جورو سے پوچھا، یہ کون روتا ہے. وہ عاجزہ، چپ رہی، اور جواب نہ دی. ملعون کہا، اوٹھ چراغ روشن کر. مومنہ بیہوش ہوئی اور نہ اوٹھ سکی. ملعون نے آپ اوٹھ چراغ جلا، اوس گھر میں گیا، جہاں وہ دونو مظلوم تھے. دیکھا کہ دو لڑکے ایک دوسرے کی گردن میں ہاتھ ڈالے ہوئے روتے. حارث پوچھا تم کون ہو. معصوم جانے کہ یہ بھی دوستوں سے ہے. کہے کہ ہم مسلم عقیل کے بیٹے ہیں. لمؤلفہ:

ہائے مسلم کے بچے ڈھونڈھتا حارث جس دم
اپنے گھر آئے کہ پایا او نخے بولا اوس دم
یار مجھ گھر میں ہے میں ڈھونڈھتا ہوں در عالم
پانی کوزے میں ہے میں پیاسا پھروں ہوں اس دم
آج میں تم دونوں کے ڈھونڈھنے خاطر/ اپنا [۱۱۶ ب]
گھوڑا دوڑایا کہ دوڑتے میں گھوڑا بھی موا
تم دونو بیٹھے ہو آرام سے مجھ گھر میں آ
میں خرابوں میں خراب ہوتا پھروں ہوں ہلکم[1]

۱- ہلکم: عورتوں کی زبان میں ہلچل، تہلکہ، کھلبلی، (نور اللغات ۴: ۹۸۵) لیکن یہاں فضلی نے ہلکان، حیران، پریشان کے معنوں میں یہ لفظ استعمال کیا ہے.

میں نے آج تمہارے ڈھونڈھنے میں گھوڑا اپنا مارا اور تم میرے ہی گھر میں ہو. جوں وہ دونو اجل گرفتہ یہ بات سونے، چپکے ہو، سر تلے کیے. لمؤلفہ:

ہائے حارث نے وو نہیں پہونچ کے بے رحمی سے
کئی طمانچے دونو کے نازنیں موکھڑوں پہ جڑے
ہائے وہ چاند سے موکھڑے دونوں کے نیلے ہو گئے
اور نشان اونگلیوں کے ابھر اوٹھے گالوں پہ جم

آہ، ملعون طمانچے مار، گیسو دونو کے ملا کر باندھا اور باہر نکل دروازے کوں قفل دے، کونجی اپنے پاس رکھا. لیکن وہ نیک زن اوس مردود کے پانو پڑتی تھی اور زار زار رو، کہتی تھی، ترجمہ[1]:

[۱۱۱ الف]

مت ظلم کر ان یتیموں اوپر/ ٹک رحم کر ان غریبوں اوپر
یہ باپ کے دوکھ میں مبتلا ہیں/ یہاں ہائے، غریب بے نوا ہیں
تو در گذر، اب جفا سے ان کی/ پرہیز کر اب دغا سے ان کی
نفرینِ یتیم محنت آور/ عالم میں لگا دے آگ یکسر

ملعون نے اوسے گھڑک[2] کہا جا دور ہو اور اس بات سے در گذر، والّا ابھی تن پر دیکھے سر. آخر وہ غریبہ چپ رہی. لیکن جب صبح ہوئی، وہ تیرہ بخت، سیاہ دل دونو مظلوموں کوں گھر سے نکال، دریاے فرات پر لے چلا. من کلام مسکین[3]:

---

۱. بیداد مکن بریں یتیماں/ لطفے بنماے چون کریماں
اینہا بفراق مبتلا اند/ در شہر غریب و بے نوا اند
بگذر ز سر جفاے ایشاں/ پرہیز کن از دعاے ایشاں
نفرینِ یتیم محنت آلود/ آتش بجہاں در افگند زود

۲. گھڑکنا، گھرکنا: ڈانٹنا، ڈپٹنا.

۳. یہ دونوں شعر مرثیۂ مسکین (محمد عتیق صدیقی: گل کرسٹ اور اس کا عہد: ۲۴۹) میں اس طرح درج ہیں:

جب دن ہوا، تو دس نے شمشیر کر کے عریاں/ بچوں کو گھر سے کاڑھا، اور باندھیں ان کی زلفاں
زلفاں جھٹک جھٹک کے کنپٹیاں ٹوٹ چلیاں/ جاں کندنی کو پہونچا، بچوں کا آہ و نالا

جب دن ہوا تو ظالم شمشیر کرکے عریاں — بچّوں کوں گھر سے کاڑھا[1] باندھے ہوئے دو زلفاں
زلفاں پکڑ جو کھینچاں، کنپٹیاں ٹوٹ چلیاں — جاں کندنی سے گذرا، بچّوں کا آہ و نالا

[۱۱۰ ب] اور جورو اوس کی سر پانوں ننگے، پیچھے دوڑتی تھی اور رو رو/ عاجزی کرتی تھی، لیکن وہ کوتا، شمشیر اینچ دوڑتا اور مومنہ تلوار کے ڈر سے بھاگتی. تاکہ یونہیں دریا پر پہونچا اور ایک غلام رکھتا تھا خانہ زاد کہ اوس کے بیٹے ساتھ دودھ پیا تھا، وہ بھی ساتھ تھا. ملعون نے شمشیر اپنی اوس غلام کوں دی کہا ان دونوں کا سر جدا کر. غلام شمشیر لے، کہا، اے خواجہ، کیوں کر دل کسو کا یاری دیوے کہ ان بچّوں بے گناہوں کوں مارے. ملعون نے غلام کوں گالیاں دے کہا، جا جو کچھ کہ کہتا ہوں، سو بجالا. ترجمہ[2]:

ناہ، ہاں سے کام بندے کوں نہیں — آگے خواوند اپنے کے جُز عاجزی

غلام نے کہا، اے خواجہ مجھے ان کے مارنے کی قدرت نہیں. حارث لعین نے کہا، اگر توں ان

[۱۱۸ الف] کوں نہ مارے، میں تجھے ماروں. غلام کہا، جب لگ توں مجھے مارے، میں ہی/ تیرا سر اتاروں. ملعون نے ہاتھ لنبا کر، غلام کے بال پکڑے، غلام نے ڈاڑھی اوس بدبخت کی پکڑ، اینچی اور چاہا کہ شمشیر مارے، ملعون نے قوّت کر، غلام کے ہاتھ سے تلوار چھنالی. تب غلام نے اپنی شمشیر اینچ، حملہ کیا. حارث نے اوس کا وار بچا، آپ تلوار چلایا کہ سیدھا ہاتھ غلام کا کٹ گیا. غلام بایاں ہاتھ لنبا کر اوسے لپیٹا. اتنے میں جورو اور بیٹا اوس مردود کا پہونچا اور کمر غلام کی پکڑ پیچھے اینچ کر کہا، اے باپ شرم نہیں کرتا کہ اس غلام نے میرے ساتھ دودھ پیا. ماں میری کا بجائے بیٹا ہے، اور میرا بجائے بھائی. حارث نے بیٹے کا جواب نہ دے، تلوار مار غلام کوں ہلاک کیا. تب بیٹے نے کہا، سبحان اللہ

[۱۱۸ ب] تجھ سا سخت دل نہ دیکھا میں نے. لعین نے کہا، سخن کوتاہ کر اور شمشیر لے، کاٹ دونوں کے سر./ اون نے کہا قسم خدا کی ہرگز یہ کام نہ کروں اور تجھے بھی نہ چھوڑوں کہ ایسا کام کرے. ایدھر جورو بھی رو رو کہتی تھی، اے ظالم، ان بے گناہوں کوں نہ مار، اور ناحق ان یتیموں کا خون نہ کر. کاش جیوتا ابن زیاد پاس لے جا اور حاصل کر اپنا مدعا. ملعون نے کہا، اکثر اہلِ کوفہ دوستداران کے ہیں اگر شہر میں لے جاؤں

ا- کاڑھنا (پنجابی) نکالنا، باہر کرنا.

۲- بندہ را بایں و باآں کار نیست — پیشِ خواجہ قوّتِ گفتار نیست

شاید غوغاے عام ہووے اور کوئی اٹھنے مجھے چھینا لیوے اور میری محنت ضائع ہووے، یہ کہہ آپ شمشیر اینچ، قصد یتیموں کا کیا۔ وہ مظلوم رو کر کہے، اے نامرد، ہماری یتیمی اور غریبی پر رحم کر اور بخش ہماری اور عاجزی پر۔ ترجمہ[١]:

نرم دل پتھر کا ہوئے ہم رو کی غربت کے اوپر　　یہ دلِ فولاد تیرا ذرہ سوہان گیر[٢] نہیں

حارث ملعون نے ہرگز اون کی بات نہ /سن، آگے جا، چاہا کہ اون دو سے ایک پر شمشیر چلاوے، جورو [١١٩ الف]
اوس کی دامن میں لپٹ گئی۔ لمؤلفہ:

اے شقی، تجکوں قسم اپنے دین اور مذہب کی
اور خدا کی قسم، اور اوس کا، جو کہلاتا نبی
ڈر خدا سے اٹھنے مت مار، یہ بیکس ہیں دکھی

ہوئے گا اس وقت تزلزل میں وو عرشِ اعظم

اے نامرد خدا سے ڈر اور جزاے قیامت سے اندیشہ کر۔ حارث حرام زادہ نے غصہ ہو، تلوار اوسی جورو پر مار، زخمی کیا۔ لیکن جب بیٹے نے دیکھا کہ ماں زخمی ہوئی اور حارث چاہتا کہ پھر زخم مارے، ہاتھ باپ کے پکڑ کہا، اے ظالم، ہوش میں آ، اور غضب کی آگ کوں رحم اور حلم کے پانی سے بوجھا۔ حارث سنگ دل نے وہی شمشیر بیٹے پر چلائی اور ایک وار میں اوسے بھی مارا۔ جب اس مومنہ نے بیٹے کوں /موا [١١٩ ب]
دیکھا، دھنوا اوس کے دل سے اوٹھا۔ لیکن اوس زخم سے اوٹھ نہ سکتی تھی کہ اپنے تئیں لڑکوں تلک پہونچاوے پھر ملعون نے شمشیر اینچ، قصد یتیموں کے مارنے کا کیا، اور مظلوموں نے گھگیا[٣] کر کہا، اے حارث، ہمیں نہ مار اور

١۔ سنگ را دل خون شود از نالہاے زارِ ما　　ایں دلِ فولاد تو یک ذرہ سوہان گیر نیست

"چوں دلِ پولاد او یک ذرہ سوہاں گیر نیست" سیفی نیشاپوری کا مصرع ہے اور بہار عجم اور فرہنگ آنند راج (٣: ٢٥١٩) میں موجود ہے۔

٢۔ سوہان گیر: کنایہ از نرم و ملایم، (نور اللغات اور فرہنگ آصفیہ میں یہ موجود نہیں)

٣۔ گھگیانا: عاجزی کرنا، گڑگڑانا، الحاح و زاری کرنا۔

جیوتا ابن زیاد پاس لے جا، تاکہ وہ جو چاہے سو ہمارے حق میں کرے۔ ملعون نے کہا، تمہارا قصد یہ ہے کہ تمھیں شہر میں لے جاؤں اور بلوائے عام ہو، کوئی مجھ سے چھنا لیوے، اور ابن زیاد نے جو کچھ وعدہ کیا ہے سو مجھے نہ دیوے۔ تب لڑکوں نے کہا، لمؤلفہ:

گر ماں کی غرض ہے تجھے، کر ہمیں غلام
ایک ایک کا جدا توں غلاموں سار اکھ[۱] نام
بازار بیچ بیچ ہمیں، در میانِ عام
لیکن ہمارے جیو کوں اب مت گنوائے ہائے

[۱۲۰ الف] حارث ملعون نے کہا، تمہارے سر پر گیسو عنبر مثال سے لٹکتے ہیں، تمھیں کوئی غلام کیوں کر جانے گا۔ لمؤلفہ:

لڑکوں نے پھیر اوس سے کہا، بس کر ایک کام
بلوا کے ایک نائی، مونڈا گیسو یہ تمام
پھر بیچ ہم دونوں کوں، و دمن مانتے لے دام
تجکوں دعا دیں ہم سے، جو توں ہات تھا و ٹھائے ہائے
بولا نہ تم کو بیچوں، نہ اب جیوتا رکھوں
تن سے تمہارے سر کوں تمہارے جدا کروں
بے جاں کروں تمہیں تبھی آرام سے رہوں
بولے کہ کر لو جس میں ہے تیری رضائے ہائے

اسی طرح وہ یتیم مظلوم معصوم منت و عاجزی کرتے تھے اور گڑگڑا کہتے تھے، ہمارے لڑکپن اور یتیمی پر، عاجزی اور غریبی پر، بیکسی اور اسیری پر رحم کر۔ ملعون نے کہا، میرے دل موں رحم نہیں۔ کہے، بھلا، چھوڑ،

[۱۲۰ ب] جو دو رکعت نماز کریں۔ کہا، واللہ، نہ چھوڑوں۔ کہے، قسم اوسی خدا کی کہ جس کا نام لیا، چھوڑ کہ دو سجدہ کریں۔ کہا نہ چھوڑوں۔ مظلوم کہے، وا ویلا، یہ کیا عداوت ہے کہ ہم یتیموں سے کرتا اور رخصت سجدۂ خدا

۱۔ راکھ: رکھ۔

نہیں دیتا۔ لمؤلفہ

ہائے اس وقت کہاں وارث ہمارا شبیر
جو دیکھے حال ہمارا کہ ہیں ہم بے تقصیر
اس روش ظالم بے رحم ہاتھ ہو کے اسیر
مارے جاتے ہیں گھڑی مرنے اوپر بے بس ہم

ہائے، ماں بھائیوں سے دُور پڑے بیوطن ہو
یہ خبر کون دے شبّیر سے اب وارث کو
ہائے اس دم نہ کوئی یار و ہوادار[1] دیکھو
کیا بنے ہم دو نوں کے جیوں پہ لے وائے ستم

افسوس کہ تیرے ہاتھ میں گرفتار ہیں اور حضرت امام حسین سے برکنار۔ ترجمہ[2]:

ایک ہم نفس اب ہمارا نہیں عالم میں — فریادرس اب نہیں کوئی / اس غم میں [۱۲۱ الف]
افسوس پڑے ہیں کیسے ابلیس کے ہاتھ — دھو ہاتھ پڑا عداوتِ آدم میں

تب حارث حرامزادہ اون دونوں سے جسے چاہتا تھا کہ مارے دوسرا کہتا پہلے مجھے مار کہ میں بھائی کوں مُوا نہ دیکھ سکوں گا۔ لمؤلفہ:

کیونکہ دیکھوں گا تڑپھتا بنا سر دھڑ اوس کا
کیونکہ دیکھوں گا کٹے حلق سے لوہو بہتا
کیونکہ دیکھوں گا کہ دھڑ لوٹے ہے لوہو میں پڑا
کیونکہ دیکھوں گا کہ سر ہاتھ میں تیرے محکم

۱۔ ہوادار: خیر خواہ، دوستدار۔ بحر:

میرا یہ حال ہے دنیا کی ہواداری میں — جس طرح ذرہ بگولے میں پریشان ہے

۲۔ یک ہم نفسے نیست بعالم مارا — فریادرسے نیست درین غم مارا

آہ، آخر کار اوس نابکار[1] نے سر بڑے بھائی کا کہ نام اوس کا محمد تھا، کاٹ کر تن دریاے فرات میں بہا دیا اور چھوٹے بھائی ابراہیم نے سر بھائی کا اوٹھا مونہہ پر مونہہ رکھ، ہونٹھ اپنے اوس کے ہونٹوں پر ملتا تھا اور بوسہ اوس مونہہ پر دے رو رو کہتا تھا، اے بھائی، شتابی نہ کر کہ میں بھی آتا ہوں۔ لمؤلفہٖ

ہاے اے جانِ برادر، نہ کر اب توں تعجیل
میں بھی آتا ہوں / میرے آنے میں بھی کچھ نہیں ڈھیل [۱۲۱ ب]
اِنّا للّٰہ میں تجھ لیے پڑھا، مجھ لیے جبریل
پڑھے گا بے شک و شبہہ، ہے یقیں مجھ پہ اتم

واویلا، تب حارثِ بدبخت نے وہ سر اوس یتیم کے ہاتھ سے چھنا لیا، اور اوس کا بھی سر تن
[۱۲۲ الف] سے کاٹ، وہ بھی دھڑ دریاے فرات میں بہا دیا۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن/*

۱۔ ابوالفرج الاصفہانی نے محمد بن مسلم بن عقیل کے قاتل کے نام ابو مرحم الازدی اور لقیط بن ایاس الجہنی بتائے ہیں (مقاتل الطالبیین: ۹۴)

* ورق ۱۲۲ ب سادہ ہے۔

ساتویں مجلس

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الذی قدرنا فی صوانع علمہ بالإحسان رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الذی ربّانا بأجود والنعم الالوان الرَّحْمٰنِ علینا فی سکرات الموت بالإیمان الرَّحِیْمِ إذا کنّا فی القبور بین التراب والدیدان مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ یحکم بالعدل والإحسان إِیَّاکَ نَعْبُدُ حق العبودیۃ بالفضل والإمتنان وَإِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ علی جمیع الأعداء من الجنّ والإنس والشیطان اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ بالإستقامۃ علی التوبۃ والإیمان صِرَاطَ الَّذِیْنَ أَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ إلی سواء السبیل والجنان غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ [١٢٢ ب] من اھل البدع والعصیان ونشھد أنّ لا إلہ إلا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد أنّ محمدا عبدہ ورسولہ ونشھد أنّ علیاً ولی اللّٰہ ووصی رسولہ وسلّم تسلیماً کثیراً کثیرا برحمتک یا أرحم الراحمین ؕ/ [١٢٣ الف]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترسم جزائے قاتلِ او چوں رقم زنند — یک بار بر جریدۂ رحمت قلم زنند
ترسم کزیں گناہ شفیعانِ روزِ حشر — دارند شرم کز گنہِ خلق دم زنند
دستِ عتابِ حق بدر آید ز آستیں — چون اہلِ بیت دست بر اہلِ ستم زنند
آہ از دمے کہ با کفنِ خون چکاں زخاک — آلِ نبیؐ چو شعلۂ آتش علم زنند
فریاد از آں زماں کہ جوانانِ اہلِ بیت — گلگوں کفن بعرصۂ محشر قدم زنند
جمعے کز زدہ ہم صفِ شاں شورِ کربلا — در حشر صف زناں صفِ محشر بہم زنند
از صاحبِ حرم چہ توقع کنند باز — آں ناکساں کہ تیغ باہلِ حرم زنند

بس بر سناں [نہند] سرے را جبرئیل
شوید غبار گیسوش از آب سلسبیل/ [١٢٣ ب]

یہ مجلس ہیگی ساتویں تس میں حسین کا

کعبہ سے کوفے کوں سفر اور حُر[1] کا حال ہے

راویانِ[2] مصائبِ جگر سوز اور ناقلانِ نوائبِ غم اندوز بیانِ توجہ سید الشہدا طرفِ کوفہ اور پہونچنا بدشتِ کربلا، شروع لڑائی اور شہادتِ حُر ابن یزید الریاحی سردفترِ غلامی میں یوں لکھتے ہیں کہ جب مسلم ابن عقیل کوفے میں پہونچے بہت کوفی بے وفا دائرۂ بیعت میں سرفراز ہوئے۔ مسلم، نامہ حضرت امام حسین کی جنابِ مظلومیت مآب میں لکھے اور تمام رویداد اوس میں درج کیے۔ جوں وہ نامہ اوس جناب میں پہونچا، حضرت نے قصد کوفہ کیا۔ واسطے حرم محترم[3] کے محافے بنا، تیسری تاریخ بقرعید[4] کی مکہ معظمہ سے کوچ کیے۔

[۱۲۴ الف] قضا سے اوسی دن مسلم عقیل کوفے میں شہید ہو چکے تھے۔ ایک نے کہا، یا ابن رسول اللہ، کوفے میں جانا تمہارا مصلحت نہیں۔ حضرت فرمائے، ترجمہ[5]:

مجھ گلے میں دوست نے ڈالی ہے ڈور   جاؤتا ہوں، کھینچتا ہے وہ جس اور

القصہ[6]، حضرت منزل بمنزل چلے تاکہ بہ منزلِ شقوق[7] پہونچے۔ ایک شخص کوفے سے آتا تھا، اور حضرت

۱۔ حر بن یزید التمیمی الیربوعی، اشراف تمیم کے قاعد تھے۔ جنھیں حصین بن نمیر تمیمی نے ایک ہزار شہسواروں کے ساتھ قادسیہ سے حضرت امام حسین کو روکنے کے لیے بھیجا تھا، تاکہ وہ کوفے نہ پہونچ سکیں۔ لیکن وہاں پہونچ کر وہ حضرت امام کے ساتھ مل گئے اور لڑتے شہید ہوئے (حالات مروج الذہب ۵: ۱۴۲، (طبع پیرس)؛ ابن الاثیر ۴: ۱۹ میں ہیں۔ اس جنگ کی تفصیلات ابن الاثیر، تاریخ طبری اور البدایہ والنہایہ میں ملیں گے)

۲۔ روضۃ الشہدا: ۱۹۷ (تفصیلات فضلی کے یہاں موجود نہیں)

۳۔ اصل: حرم محترمہ   ۴۔ اصل: بقرہ عید

۵۔ بہ کنم من، چہ کنم من کہ گرفتار کمندم   گر ازیں سوے برندم، گر ازاں سوے کشندم

۶۔ روضۃ الشہدا: ۲۰۰

۷۔ شقوق، مکہ کے راستے میں ایک مقام؛ کوفے سے آئیں تو واقصہ کے بعد یہ منزل ملتی ہے۔ (یاقوت الحموی معجم البلدان ۳: ۳۵۶)

خیمہ اپنے سے دور سرِ راہ بیٹھے تھے۔ اوسے بولا، احوال کو فہ پوچھے۔ عرض کیا کہ یا امام، کوفے سے نکلا تھا کہ مسلم کوں قتل ہوا دیکھا۔ ابن زیاد نے سرکاٹ یزید پلید پاس بھیجا اور تنِ مسلم کوں دار پر اینچا۔ حضرت سونتے ہی آہ مار، کہے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ لیکن سوا حضرت کے کوئی اوس بات پر واقف نہ ہوا۔ اور جب محل میں تشریف لائے، مسلم کی ایک بیٹی تھی تیرہ برس کی، حضرت پاس آ، بیٹھی۔ امامِ مظلوم [۱۲۴ ب] اوس پر بہت نوازش فرمائے اور ایسی دلداری کیے کہ کبھو نہ کی تھی۔ ساعت بساعت اوس کے مونہہ کو دیکھتے اور ہاتھ اوس کے سر پر پھیرتے۔ لڑکی کے دل میں شک گیا اور قیاس سے معلوم کو کہا، یا ابنِ رسول اللہ، آج رات مجھ پر عجب نوازش فرماتے اور ایسی دلداری کرتے کہ لائق یتیموں کے کیجیے۔ مگر باپ میرا شہید ہوا۔ یہ بات سونتے ہی حضرت میں صبر کی تاب نہ رہی۔ بے اختیار رو، فرمائے، اے جانِ عم، دل تنگ نہ ہو اور مت رو کہ میں تیرا باپ ہوں اور زینب بہن میری، ماں تیری۔ بیٹیوں کوں اپنی بہنیں کر جان[۲] اور میرے بیٹوں کوں اپنا بھائی پہچان۔ لیکن لڑکی نے اپنا گریبان چاک کیا اور آپ کوں زمین پر لوٹا کر کہا۔ ترجمہ[۳]:

اے کاش کہ ماں مجھے نہ جنتی / اور ہوئی تھی تو کاش وہ نہیں مرتی [۱۲۵ الف]
اے کاش کہ یہ دن مجھے نہ آتی / جو باپ بن اب نہ پھٹتی چھاتی
اے کاش میری بھی موت آوے / لیجا کے جو باپ سے ملاوے

جوں یہ فریاد و فغاں لڑکی کا گھر میں بلند ہوا، مسلم کے بیٹوں نے بھی معلوم کیا، جیرے سر سے پٹکے اور گریبان چاک کیے۔ لمؤلفہ:

سن زاری بہن کی سب مسلم کے دونو بیٹے
پھاڑ اپنے گریبان تب جیرے سروں سے پٹکے
مائی پڑ پچھاڑ تن کھا باکوں لگے رونے
سب خاک لے جنگل اپنے سروں پر چھانی

۱۔ روضۃ الشہدا میں مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ دونوں کا نام ہے۔

۲۔ کر جان یعنی "کی طرح خیال کر"۔

۳۔ روضۃ الشہدا: ۲۰۱ میں تین فارسی شعر درج ہیں۔ پہلے شعر کا مفہوم فضلی نے وہیں سے لیا ہے؛ لیکن ان کے بقیہ دونوں شعروں کا فارسی شعروں سے کوئی تعلق نہیں۔

ایدھر امام مظلوم زار روتے تھے اور تمام اہل حرم تلملاتے تھے۔ ایضاً المؤلفہ:

لڑکی کوں دلاسا دے شہ روتے گئے باہر
بیٹوں کوں بھی مسلم کے پرسا دیے یوں رو کر
کیوں روتے ہو آج ایتا، اے دلبر مسلم پر
کل کوں یہی ظلم آفت / تم پر مجھ اوپر آئی

[۱۲۵ ب]

پھر اکثر اصحابوں نے عرض کی کہ یا امام، اب آپ پر اور اپنی اہل بیت پر رحم کرا اور کوفے کے جانے کا خیال نہ کر۔ تب مسلم کے بیٹوں نے کہا، ہم بعد باپ کے جیو کر کیا کریں، نہ پھریں، جب لگ کہ بدلا[1] اپنا نہ لیں، یا ہم بھی مریں۔ حضرت فرمائے، پس ان بغیر مجھے زندگی کب خوش آوے۔ ترجمہ[2]:

زندگی بہر دیدن یار ہے   یار جب نہیں، تو زندگی عار ہے

آخر کار وہاں سے کوچ کیے۔ لمؤلفہ:

پھر کوچ کیے وہاں سے جاتا تھا وہ دوکھیارا
کہیں راہ بھٹکتا تھا بے راہ ہو آوارا
سر پیٹنے جاتا تھا سب سیسوں کا بچارا
سارے سروں کا گاہک ڈھونڈھے تھا باسانی

یونہی جاتے تھے کہ منزل ثعلبیہ میں پہونچے۔ اور زینب بہن کے زانو پر امام غریب سر دھر سو گئے۔

۱۔ اصل: بدلا۔

۲۔ زندگی بہر دیدن یار است   یار چوں نیست، از زندگی عار است

۔ اصل میں اسی طرح ثعلبہ درج ہے لیکن صحیح ثعلبیہ ہے جو کوفے سے مکہ جانے والی راہ پر شقوق کے بعد اور خزیمہ سے پہلے کی منزل ہے۔ (معجم البلدان ۱: ۷۸) نیز دیکھیے (مراصد الاطلاع، ۱: ۲۹۶؛ لیعقوبی: البلدان:
۷۱ طبع نجف)

یکایک چونکے اور زار زار/ رونے لگے۔ دونوں بہنیں بیتاب ہو کہیں، اے برادر بجان برابر کیا ہوا [۱۲۹ الف
خیر ہے، باعث رونے کا کیا، خدا تجھے روتا ہمیں نہ دکھلائے، حضرت کہے، ابھی اپنے نانا[1] کوں خواب میں دیکھا میں نے کہ روتے تھے اور کہتے تھے، اے حسین تیرے پہونچنے کا ہم پاس وقت آیا۔ اور ایک سوار دیکھا میں نے کہ مجھ آگے کھڑا کہتا ہے، تم جاتے ہو اور مرگ تمہارے پیچھے جاتی[2]۔ یہ دیکھ چونکا اور نانا[3] کے رونے سے مجھے بھی رونا آیا۔ زینب و کلثوم اور تمام اہل حرم رونے لگے۔ پھر صبح کو وہاں سے کوچ کر منزل بمنزل چلے، تا کہ ایک رات تمام لشکر راہ بھولا اور رستہ راہ کا اون سے چھوٹا۔ امام علیہ السلام اوس اندھیری رات میں تمام رات حیران سرگردان پھرتے تھے اور نہ جانتے تھے کہ کدھر جاتے تاکہ صبح ہوئی۔ لمؤلفہ:

جب رات گذری صبح وہاں آشکار ہوئی — بے بے اجل گرفتوں سے آ موت دو چار ہوئی / [۱۳۰ ب

آہ، گھوڑا امام حسین مظلوم کا ایک زمین ہولناک میں پہونچا، اور ٹھٹھکا۔ جیسا کہ حضرت تازیانہ مارتے تھے، قدم سے قدم نہ اوٹھاتا تھا۔ لمؤلفہ

اجل نے جال بچھا، پانو گھوڑے کے پکڑے — زمیں کہی کہ نہ جا آگے ہیں سبھوں کی موت

تب حضرت کہے، کوئی اس زمین کا نام جانتا ہے یا نہ۔ ایک نے کہا، "ارضِ بادیہ"، اور ایک کہا، "ارضِ ابلعی"۔ حضرت فرمائے، شاید ان ناموں سوا کوئی اور بھی نام رکھتی ہووے۔ بعضوں نے کہا کربلا بھی کہتے ہیں، آہ، تب امام مظلوم نے کہا، اللہ اکبر، "اَرضُ کربٍ و بلاءٍ و سفکُ دماءٍ" یعنی

۱۔ اصل "دادا" تھا جسے کاٹ کر کسی نے "نانا" لکھ دیا ہے۔ یہ خط کاتب نسخہ کا نہیں۔ روضۃ الشہدا کی عبارت ہے "دریں ساعت جدم را در خواب دیدم"۔ فضلی نے سب جگہ جد کا ترجمہ دادا کیا ہے، جو ٹھیک نہیں تھا؛ بعد کو کسی شخص نے تصحیح کی ہے۔

۲۔ یہ روایت خوارزمی کے مقتل الحسین (۱: ۲۲۶) اور دوسرے مصادر میں مندرج ہے۔

۳۔ یہاں بھی اصل میں "دادا" کو کسی شخص نے قلم زد کر کے "نانا" لکھ دیا ہے۔

یہ زمین کرب و بلا ہے اور جگہ ہمارے لوہو گرنے کی، قتل گاہِ آلِ عبا ہے۔ ترجمہ[۱]:

گر نام اس زمیں کا یقیں کربلا ہوئے — یہاں پس نصیب ہمارے یو درد و بلا ہوئے

[۱۲۷ الف] آلِ نبی کے مونہہ پہ یہاں نکلے تیغ تیز — بے شبہہ یہاں تو ماتم آلِ عبا ہوئے

یہاں اہلِ بیت میرے تمامی خراب ہوئیں — یہاں قتل ہر ایک میرا ذوی الاقربا ہوئے

یہاں پانی بن تڑپھ مریں معصوم میرے سب — یہاں سر میرا بدن میرے سیتی جدا ہوئے

ڈالے مصیبتوں پہ میری اپنے آنسو ہاے — جو مرغ و ماہی کہ در آب و ہوا ہوئے

تب علی اکبر نے عرض کی کہ اے پدرِ بزرگوار، یہ کیا فال ہے کہ فرماتے۔ فرمائے کہ اے جانِ پدر یہ فال نہیں بلکہ واقعی، کیونکہ میں تیرے دادا، حضرت امیر علیہ السّلام ساتھ جنگ صفین کو جاتے ہوئے، اس زمین پر پہونچا تھا۔ امیر علیہ السّلام یہاں اترے اور سر اپنا بھائی حسن کے زانو پر رکھ آرام کیے [۱۲۷ ب] میں بھی سرہانے بیٹھا تھا۔ یکایک نیند سے روتے ہوئے چونکے۔ بھائی حسن نے کہا، یا أبتاہ، کیا ہوا۔ فرمائے کہ خواب میں دیکھا میں نے، دریا لوہو کا اس جنگل میں بہتا ہے اور حسین میرا اوس لوہو کے دریا میں پڑا ہاتھ پاؤں مارتا ہے، اور کوئی اوس کی داد فریاد کوں نہیں پہونچتا۔ پھر مونہہ میری طرف کر فرمائے، اے حسین، اگر تجھ پر یہاں یہ مصیبت پڑے اور کوئی تیری فریاد کوں نہ پہونچے، پس توں کیا کرے۔ میں عرض کیا یا أبتاہ، صبر کروں اور اس درد کا بجز صبر کچھ علاج نہ ڈھونڈھوں۔ فرمائے کہ یوں ہی کیجیو کہ اجرِ صابراں بشمار ہے اور صابروں کا خدا یار ہے۔ پس اے جانِ پدر، اب ونٹ اٹھاؤ اور بوجھ اتار، خیمہ کھڑے فرماؤ۔ یہ کہ حضرت گھوڑے سے منہیں اوترے۔ جوں قدم حضرت کا خاکِ کربلا [۱۲۸ الف] پر پہونچا، رنگ خاک کا زرد ہوگیا، اور ایک غبار زمین سے اوٹھا کہ گیسو امام مظلوم کے پُر گرد ہوئے۔ ام کلثوم نے کہا، اے بھائی عجب حال دیکھتی اور عجب ہولِ عظیم اس جنگل سے مجھ دل میں بیٹھا

۱۔ گر نام ایں زمیں بیقیں کربلا بود — ایں جا نصیب ماہمہ کرب و بلا بود

ایں جا بود کہ تیغ بر آلِ نبی کشند — وایں جا بود کہ ماتمِ آلِ عبا بود

کارِ مخدّراتِ من ایں جا، تبہ شود — پشتِ مبارزانِ من ایں جا دوتا بود

ریزند در مصیبتِ من آبِ چشمِ خویش — ہر مرغ و ماہی کہ در آب و ہوا بود

حضرت بہن کو گلے لگا، تسلّی کیے، اور شہر بانو کوں وصیت فرمائے، کہ اے یارِ دلنواز دلے مونسِ ممتاز جب یہاں مجھے دیکھیے کہ گھوڑے سے گرا اور زخموں سے چور ہوا، زنہار سر اپنا کھولیو اور موںہہ اپنا نہ نوچیو کہ دشمن ہنسائی ہے۔ سب اہلبیت سن کر رونے لگے اور کہے، واویلا، یہ کیا خبر دل سوز ہمیں سوناتے اور دل ہم غریبوں کا جلاتے۔

القصہ ابنِ زیاد ملعون نے عمر سعد لعین کوں بائیس ہزار سوار سے حضرت پر بھیجا اور اوس بدبخت نے آ خیمۂ حضرت دریا پر سے اوٹھا دیا، اور دریا کوں اپنے تصرف میں لا، پانی امامِ مظلوم اور اطفالِ معصوم پر بند کیا۔ دو روز کامل سبھوں کوں پیاس سے بلکا اور تھکا، تیسرے دن نویں تاریخ وقتِ عصر [۱۲۸ ب]
لڑنے کوں چڑھ کھڑا ہوا۔ اوس وقت امام غریب کی آنکھ لگ گئی تھی۔ جوں گردِ سیاہ اور فوجِ روسیاہ نمودار ہوئی، حضرت جاگ پڑے اور حقیقت معلوم کر، بھائی عباس کوں، بیست سوار سے بھیجے کہ آج کی رات اون سے مہلت مانگ، کیونکہ شبِ جمعہ ہے۔ عباس گئے اور کہے، اے کوفیانِ بیوفا فرزندِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ آج کی رات تم سے مہلت مانگتا، کیونکہ یہ آخری رات ہے۔ چاہتا کہ عبادتِ حق میں گذارے۔ وہ ملعون نہ مانتے تھے۔ آخر بہزار باعث پھرے اور مہلت دیے۔ اوس رات
امام غریب ایک کرسی آبنوس پر بیٹھ، سب خویشوں، بھائیوں اور اصحابوں کوں جمع کر ایک خطبۂ [۱۲۹ الف]
حمدِ الٰہی اور نعتِ رسالت پناہی ادا فرما، فرمائے، اے یارانِ باوفا و اے رفیقانِ باصدق و صفا، میں آج کی مہلت تم لیے لیا ہیں، معلوم کرو کہ ان دشمنوں کوں کسو سے کام نہیں مجھ سوا، اور اے فرزندانِ مسلم عقیل، ایک غم اور ایک ماتم تمہیں ہو چکا اور میرے کہنے سے تمہارا باپ سر اپنا کھو چکا۔ پس تم کوں اور ان سب کوں بدل و جان رخصت دیتا کہ ہر ایک تم میں سے آج رات میرے ایک ایک اہلبیت کا ہاتھ پکڑ نکل جاؤ کہ وقتِ فرصت ہے اور اپنے اپنے وطن پہونچ کر بلائے نجات پاؤ اور مجھے خدا کوں سونپو تا جو کچھ کہ مجھ ایک دم پر بیتے گا، سہہ لوں گا۔ مرثیہ:

سب سے شہ کہے رو کر، یا نصیب و یا قسمت!
گذرے گا جو میرے سر، یا نصیب و یا قسمت!
راضی ہوں رضا اوپر، یا نصیب و یا قسمت! [۱۲۹ ب]

سر مرا دم خنجر ، یا نصیب و یا قسمت!

اب مرے رفیقو تم، اب یہاں سیتی جاؤ
ناحق اپنے سر تن سے مجھ بدل[1] نہ کٹواو
بلکہ میرا بھی ناموس[2] اپنے ساتھ لے جاؤ
ہونا ہے سو ہووے مجھ پر، یا نصیب و یا قسمت!

اب تلک ننگی شمشیر در میاں نہیں آئی
اور کسو کی تو گردن نہیں اجل نے کٹوائی
تم تو جیوتے بچ نکلو یہاں پوری گھڑی[3] ہے
میں نہ ہوں گا گر جا تر، یا نصیب و یا قسمت!

گر رہو گے تم اب یہاں ور اگر جو جاؤ گے
سر مرا کسی عنوان تن اوپر نہ پاؤ گے
پس یہاں کے رہنے میں اپنے سر کٹاؤ گے
اس سے جاؤنا بہتر، یا نصیب و یا قسمت!

میری بات اب مانو، اپنے سر نہ کٹواؤ
میرے بعد مجھ ناموس[4] در بدر نہ پھرواؤ
مجھ حرم کوں، بچوں کوں اب وطن لے پہنچاؤ
پہونچیں گھر میں تو پھر کر، یا نصیب و یا قسمت!

۱۔ بدل: عوض، مجھ بدل یعنی میرے بدلے۔

۲۔ ناموس: آبرو اور لاج کے معروف معنوں کے علاوہ اس کے معنی حرم اور اہل خانہ کے بھی ہیں۔

(نور اللغات ۴: ۸۴)، دبیر:

ناموسِ نبی شام کے بازار میں آیا — سر حضرتِ شبیر کا دربار میں آیا

۳۔ یعنی میری آخری گھڑی آ پہونچی ہے۔

۴۔ مجھ ناموس، یعنی میرے اہل حرم۔

مر سُوں گا گر میں یہاں دے چکوں گا اپنا سر
بچ رہے گا عابدؔ تو اور اکبرؔ و اصغرؔ
مجھ کریں گے آب اور آتش[۱] ہاتھ اوٹھا کے فاتحہ
گر رہے گا نام جگ بھیتر، یا نصیب و یا قسمت!

او حضرت سے یہ بات سن، سب بھائی بند اور خویش و فرزند جواب دیے کہ یا ابن رسول اللہ ہمیں [۱۳۰ الف]
طاقت تیری جدائی کی نہیں اور تیرے بعد اپنی زندگی نہیں چاہتے. جب لگ کہ جان میں جان ہے،
جان ہمارے تن میں اور رمق بدن میں ہے، تجھ پر نثار کریں، اور جہاں ترا پسینہ گرے، لوہو اپنا
ڈالیں. لمؤلفہٖ:

بولے رو کے سب اتی، اے حسین دے والی
ہم کنے[۲] تو ہے ایک جیو، رکھتے ہوویں گر سو جی
تیرے قدموں پر قربان کر دیویں خوشی سیتی
تجھ قدم ہمارے سر، یا نصیب و یا قسمت!

ہم تو جسم خالی ہیں ہم سبھوں کا ہے تو جان
جان بن کہیں جاتا جسم ناتواں، اے جان
سر فدا کریں جیو پر ہے ہمارا یہی ارمان
جیو پہ جو ہو سو تن پر، یا نصیب و یا قسمت!

چھوڑ کر جو تیرے تئیں ہم سب آج جاویں گے
کل علیؔ و زہراؔ کوں کیا لے مونہہ دکھاویں گے

۱۔ آب و آتش: خوردنی ہاے پختہ (لغات دھخدا، ۱: ۲۳)
۲۔ کنے: (ھ) پاس، نزدیک، اب متروک ہے. مطلب یہ ہے کہ ہمارے پاس صرف ایک جان ہے، لیکن اگر سو جانیں بھی ہوتیں، تو خوشی سے آپ کے قدموں پر قربان کر دیتے.

[۱۳۰ ب] اور شفاعت احمد کی کس طرح سے پاویں گے/

نے نے جاویں تجھ پر مر، یا نصیب و یا قسمت!

تب حضرت اون کوں دعائے خیر کر، فرمائے، جزاک اللہ خیراً. اب جو یو نہیں تمہاری رضامندی ہے، پس یہ باقی رات طاعت و عبادت خدا میں گذرانو اور صبح سب حاضر ہو کر نماز با جماعت مجھ ساتھ پڑھو کر وہ جماعت آخری ہوئے گی. الغرض سب یارِ باوفا و اصحاب باصفا اپنے اپنے خیموں میں جا، اوراد و وظیفہ میں مشغول ہوئے اور تمام رات بھوکے پیاسے ذکرِ الٰہی اور درودِ رسالت پناہی میں گذرانے. چاند نے تعزیہ خانۂ مغرب میں مقام کیا اور رات نے لباسِ سیاہ اوس ماتم میں پہنا. ستاروں نے آنکھیں شہیدانِ کربلا کے دیکھنے کوں کھولیں. آسمان نے نیلی لباس کیا اور زمین خاک اپنے سر پر چھائی.

[۱۳۱ الف] لیکن تمام اہلِ حرم خصوص زینب و کلثوم بیتاب / تھیں اور کہتی تھیں کہ ہائے اتنی رات کا بھائی مہمان ہے.

ہائے ما نجایا ہمارا ہم سے کل — بچھڑے گا کیوں کر یہ گلول[۱] جاوے ٹل
کاشکے پہلے آوے ہم سب کی اجل — یا نہ ہووے دن، رات ایسے ہی دھیان ہے

صبح کوں پھر ہم کہاں، بھائی کہاں — اتنی ہی شب کا ہے بھائی میہماں
دن کے ہونے سوں یہ بھائی مہرباں — بچھڑتا ہے، ہوش سرگردان ہے

اے فلک سورج کوں مت کر یوں بلند — آگ سوں اوس کی جلیں ہم دردمند
اے دن، اپنا جلد مت کر توں سمند[۲] — تیری جولاں میں یہ گھر میدان ہے

---

۱. گلول ٹلنا: عورتوں کی زبان میں: مصیبت دور ہونا، بلا دفع ہونا، یہ قدیم محاورہ ہے. میر:

ہمیں غش آگیا تھا وہ بدن دیکھ — بڑی گلول ٹلی بے جان پڑے

۲. سمند: گھوڑا، سمند اٹھانا، سمند چھیڑنا: یعنی ایڑ دینا، گھوڑا تیز کرنے کے لیے یہاں سمند کرنا بھی انھی معنوں میں آیا ہے.

اے پیاری رات، توں اب ٹھہر جا — ورنہ ہم سے بھائی پیارا بچھڑتا
اے پیارے چاند، توں رہ یہیں کھڑا — اے ستارو مت ٹلو احسان ہے

رات گذری دو دکھیوں کوں اس فکر کی — یک بیک آ صبح ظاہر ہو گئی
پڑ گئی گھر بیچ کیسی کھلبلی — روزِ محشر کا گویا دیوان[1] ہے / [۱۳۱ ب]

آہ، جوں روشنیِ صبح ظاہر ہوئی، یک مرتبہ ایک آواز آسمان سے آئی کہ اے دوستانِ خدا، اٹھو، یعنی سوار ہو کر وقت لڑائی ہے اور ساعت کوچ آئی۔ امِ کلثوم یہ آواز سونتے ہی مانند بے ہوشوں کے چنگھاڑ مار، بھائی حسین کے خیمہ میں دوڑیں اور کہیں، اے، یہ آواز جو آسمان سے آئی، تم نے بھی سونی۔ حضرت کہے، اے بہینا[2] آواز بھی سونا اور اس سے بھی عجب تر حقیقت دیکھا، ابھی آنکھ میری جھپک گئی تھی لیکن دل جاگتا تھا، دیکھتا ہوں کہ کئی کوتوں نے مجھ پر حملہ کیا۔ اون میں ایک کوتا تھا کوڑھی، نہایت دیوانہ، میں اوسے دیکھ دل میں کہا، یہ مجھے مارے گا۔ اس فکر میں تھا کہ نانا[3] محمد مصطفیٰ مجھ پاس آ کہے، اے فرزند اور اے شہید آلِ محمد، میں اور رہنے والے آسمان کے، اور مقرب خدا کے، تیری روح / کے استقبال کوں آئے، کوشش کر کہ آج رات مجھ ساتھ افطار کرے اور دادا[4] کے ساتھ ایک [۱۳۲ الف] فرشتہ تھا اور اوس ہاتھ ایک شیشہ سبز۔ دادا نے کہا، اے حسین اسے پہچانتا ہے۔ میں کہا کہ نہیں۔ فرمائے یہ فرشتہ ہے، آسمان سے شیشہ سبز لے اُترا، تاکہ تیرا لہو اس میں بھرے۔ امِ کلثوم بیتاب ہو، رونے لگیں۔ اور امامِ مظلوم نے کہا، اے ہمشیرہ سب اہلِ بیت کوں بولا کہ رخصت ہو لوں۔ لمؤلفہ:

الوداع اے دوستو ہیگا ہمارا اب سفر — تم کوں سونپے حق کنے ہم جاتے ہیںگے اپنے گھر

۱۔ دیوانِ محشر: دارالعدالت، وہ محکمہ جو قیامت کے دن حساب کتاب، جزا سزا کے لیے قائم ہوگا۔

۲۔ بہینا، بہنا: عورتیں پیار سے بجائے بہن کے بولتی ہیں۔ انیس:

جلد آن کے بہنا کی خبر لیجیو بھائی

۳۔ یہاں بھی "دادا" کاٹ کر "نانا" بنایا گیا ہے۔

۴۔ اصل میں اسی طرح ہے: "نانا" چاہیے۔

آہ جب تمام اہلِ حرم اور فرزندِ پرغم حاضر ہوے، حضرت نے فرزندوں کوں اپنے پاس بٹھایا اور
[۱۳۲ ب] بوسے سبھوں کی پیشانیوں پر دے چھاتی سے لگایا اور زار زار رو، فرمایا، اے جگر گوشو، نہیں جانتا کہ تم سے کیا بولوں اور سفارش تمہاری کس سے کروں۔ پھر شہر بانو کی طرف دیکھ کہے اے یارِ دیرینہ وارے آرام سینہ، نہیں جانتا کہ ان یتیموں سمیت کیا کرے گی اور رحم ان کا کیسا کساوے گی۔ فریاد و فغاں اہل بیت سے اوٹھا اور کشتیِ صبر اون کی تباہی ہوئی۔ لمؤلفہ:

غم کا دریا اوٹھا سب کی آنکھوں سے　　　آنسو جھڑنے لاگے ساری پلکوں سے

اس واویلا میں تھے کہ صبح نے اپنا گریبان چاک کیا اور رات نے مونہہ اپنا دامنِ خجالت میں چھوپایا۔ امام مسافر نے بانگ نماز کہی اور سب اصحابوں نے خاک سے تیمم کر بجماعت نماز کیے۔ ابھی اوراد[۱] پڑھتے
[۱۳۳ الف] تھے کہ آواز لڑائی کے نقارے اور رن سینگی[۲] کی دشمنوں کے لشکر سے بلند ہوئی۔ اور نوجوانوں کی عقیں بندھ آواز ہل من مبارز کی اوٹھی۔ موالی[۳] امام کے بھی از بس کہ کم تھے، دشمن کے لشکر سے اندیشہ نہ کر صف اینچے۔ حضرت نے داہنی فوج کا سردار زہیر بن قیس کوں کیا اور بائیں فوج کا حبیب بن مظاہر کوں اور نشان اپنے بھائی عباس کوں سونپ آپ درمیان کھڑے ہوئے۔ ہاتفِ غیب نے آواز فوجِ اسلام کے کان میں پہونچائی۔ ترجمہ[۴]:

۱۔ اوراد: ورد کی جمع، وظائف۔

۲۔ اصل رن سینگی: یہ مرکب ہے رن = لڑائی + سینگی = سینگ، کا بنا ہوا باجا جو مونہہ سے بجتا ہے، گویا رن سینگی، لڑائی کا بگل، قرنا ہے۔ یہ لفظ مرتب کی نظر سے کہیں اور نہیں گزرا۔

۳۔ موالی: مولیٰ کی جمع: یار دوست نوکر چاکر، انیس:

اس دکھ میں نہ یاور تھے، نہ مولیٰ کے موالی

۴۔
روز جنگست جنگ باید کرد　　　کوشش، نام و ننگ باید کرد
تا شود مرد عرصۂ میدان　　　تنگ بر اسپ تنگ باید کرد
وقت جوشش شتاب خوش باشد　　　گاہ کوشش درنگ باید کرد
شکم ماہ و پشت ماہی را　　　ز اشک شمشیر رنگ باید کرد
اندریں بحر غوطہ باید خورد　　　جا بکام نہنگ باید کرد
رزم با ایں سگان روبہ باز　　　ہمچو شیر و پلنگ باید کرد

دن لڑائی کے جنگ کیجیے اب — کوشش نام و ننگ کیجیے اب
مردِ میدان ہو کے میداں میں — تنگ[۱] گھوڑے کا تنگ کیجیے اب
کانے[۲] کے پیٹ و پیٹھ مچھی کوں — آب تیغوں سے رنگ کیجیے اب
ویسے دریا میں کھائے کر غوطے — جاں بکامِ نہنگ کیجیے اب
ان کو توں لومڑی صفت سے لڑائی — مثلِ شیر و پلنگ کیجیے اب/ [۱۴۲ ب]

لیکن جوں دونوں صفیں آراستہ ہوئیں، حضرت خیمہ میں آ، چیرا رسول خدا کا سر پر رکھ، زرہ رسول پہن، ذوالفقار حضرت امیر حمایل کیے اور گھوڑے پر سوار ہو، صف سے بڑھ، نسب اپنا کہہ، ملعونوں کو نصیحت فرما، عذاب الٰہی سے ڈرائے لیکن کچھ فائدہ نہ کیا۔ ترجمہ[۳]:

ہو جس کے بخت کی شطرنجی کو تباہی سیاہ — بس آبِ زمزم و کوثر سے ہو سکے نہ سفید

حضرت دیکھے کہ نصیحت ان سنگدلوں کوں اثر نہیں کرتی۔ فرمائے، خداوندا گواہ ہو جیو کہ حجت اس قوم پر تمام کیا۔ پھر ابنِ سعد ملعون کہا، اے حسینؑ ان باتوں سے فایدہ نہیں، یزید کوں بیعت دے ورنہ، اپنے سر پہ شمشیر لے۔ یہ کہہ تیر کمان میں رکھ امام غریب طرف چلایا۔ اور مونہہ اپنے لشکر طرف کر کہا، شاہد رہنا، پہلے/ جن نے کہ تیر حسین بن علی پر چلایا، میں تھا۔ [۱۴۳ الف]

تب حُر آگے آ[۴] کہا، اے عمر سعد حسین ساتھ لڑے گا، کہا، ہاں۔ حُر کہا، اس لڑائی میں بہت تن

۱۔ تنگ: زین کسنے کا تسمہ۔ (دوسرا تنگ، فراخ کی ضد ہے) انیس:

لشکر کے زرہ پوشوں نے گھوڑوں کے کسے تنگ

۲۔ ترکی میں چاند کو "اے" کہتے ہیں۔ ممکن ہے یہ "کر اے" ہو۔

۳۔ اصل فارسی شعر نہ مل سکا۔

۴۔ روضۃ الشہدا: ۳۲۰ میں یہ واقعات ایک علیحدہ فصل "بیانِ شہادتِ حر بن یزید ریاحی با برادر و پسر و غلامش" میں درج ہیں۔

بے سر ہوئیں گے. پھر حُر گھوڑا پھیر میدان میں آ، اپنے بھائی کوں کہا، اے بھائی میں نے بہشت اختیار
کیا. اور گھوڑا اوٹھا حضرت پاس آ، پیادہ ہو، رکاب مبارک چوم، موںہہ اپنا ذوالجناح کے سموں پر رکھ،
کہا، یا ابنِ رسول اللہ، مجھے گمان نہ تھا کہ یہ لوگ قصدِ تیز اکریں. خیال رکھتا تھا کہ دل اس مہم کی صلح
پر دھریں. لیکن اب جو سرکشی اور ظلم ان کا مجھ پر ظاہر ہوا، اس جناب میں آیا. آیا توبہ میرا قبول ہووے
گا یا نہ. حضرت اس کے سر پہ ہاتھ پھیر فرمائے، اے، اے حُر، بندہ ہر چند گناہ کرے لیکن جب اپنے خداوند
کی درگاہ میں رجوع کر، توبہ کرے، البتہ امیدِ قبولیت ہے. جو گناہ مرا کر کیا تھا، نہ کیا جانا میں نے[1]. اور [۱۳۴ ب]
جو تقصیر کہ تجھ سے صادر ہوئی تھی، درگذرا میں. توبہ تیری قبول ہوئی ہے. اور توں آزاد ہے دوزخ
کی آگ سے، اوس نام سبب کہ تیری ماں نے رکھا ہے. فردائے قیامت بے حساب بہشت میں
جاوے. لیکن جب حُر کے بھائی مصعب نے دیکھا کہ حُر نے آخرت اختیار کر، ہاتھ آلِ عبا کے دامن
میں مارا. وہ بھی گھوڑا اوٹھا بھائی پاس آ، کہا، اے بھائی، خضرِ راہ میرا ہوا[2] اور ظلماتِ کفر سے سرچشمۂ حیات
کوں پہونچایا[2]. حُر بھائی کوں حضرت پاس لایا. حضرت اوسے بھی گلے لگا، نوازش فرمائے. پھر حُر نے
کہا[3]، یا ابنِ رسول رات اپنے باپ کوں خواب میں دیکھا میں، کہ کہتا ہے، اے حُر، اتنے دن توں کہاں
تھا. کہاں ہیں گیا تھا، جو راہِ حسین پر ردکوں/ وہ کہا، راد لا اے فرزند، تجھے فرزندِ رسولِ خدا سے کیا [۱۳۵ الف]
کام؟ اگر آتشِ دوزخ کی طاقت رکھتا، جا، اوس سے لڑ اور اگر اس کے جد کی شفاعت چاہتا، جا، اوس
آگے مر. پس امیدوار ہوں کہ میدان میں جاؤں. حضرت فرمائے، اے حُر، توں مہمان ہمارا ہے، صبر کرتا اور
کوئی جاوے. کہا، یا ابنِ رسول اللہ، پہلے حُر ہی لڑنے کوں آیا. پس امیدوار ہے کہ اب حُر ہی پہلا شہید
کہلاوے. آخر رخصت پا، میدان میں گیا اور حُر کوں عرب میں ہزار سوار برابر گنتے تھے، مردِ مردانہ[4] اور بہادرِ یگانہ[5]

---

۱. یعنی میں نے جانا گویا تم نے نہیں کیا تھا.

۲. اصل میں یوں ہی ہے. "حل ہوا" کی جگہ "ہو" اور "پہونچایا" کی جگہ "پہونچا" لکھا ہے.

۳. روضۃ الشہدا: ۲۱۱ میں یہ روایت بہ نقل امام اسماعیل کے حوالے سے درج ہے.

۴. اصل واضح نہیں: "مرد مردانہ" تصحیح قیاسی.

۵. اصل: "بہادری گانہ": "بہادر یگانہ" قیاسی تصحیح.

تھا۔ للکارا کہ ہاں کوئی نامرد آوے۔ ترجمہ[۱]

ہوں میں شیر دل حُرِّ مردم ربا　　کمر باندھے پیش ولیِ خدا

ہوں میں شیر و شمشیرِ بران ہاتھ　　ٹھہرتا ہے کون ان آگے دیکھوں آ

جوں عمر سعد ملعون نے حُر کوں میدان میں دیکھا، لرزہ بدن پر پڑا،/ اور صفوان بن حنظلہ لعین کو کہا، جا اور [۱۲۵ ب]
حُر کوں نصیحت کر، مجھ پاس لا اور اگر نہ مانے سر اوس کا کر جدا۔ صفوان آ، حُر کی برابر ہو، کہا، اے حُر،
توں مردِ عاقل اور بہادرِ کامل ہے، کہاں روا کہ یزید سے پھرے اور حسین طرف مڑے۔ حُر کہا،
اے بدبخت، تیری عقل سے عجب ہے کہ یہ بات کی۔ یزید پلید فاسق و ظالم ہے، اور حسین، پاک و پاکیزہ
و معصوم۔ اوس کی ماں فاطمۃ الزہرا کا نکاح بہشت میں ہوا اور اس کا گہوارہ جبرئیل جھولایا، رسولِ خدا
اوس کے مونہہ کے بوسے لیا اور اوس کوں اپنے باغ کا ریحان کہا۔ ترجمہ[۲]

وصف اوس کی شرح سے بالا تر ہے　　جو کہوں میں اوس سیتی والا تر ہے

صفوان لعین کہا، میں بھی یہ سب جانتا، بلکہ زیادہ اس سے پہچانتا۔ لیکن ہم سپاہی ہیں، مال و منال
چاہیے، فضیلت/ و بزرگی کیا کام آوے۔ حُر کہا، اے ملعون، حق کوں جانتا اور چھوپا۔ [۱۲۶ الف]

کل تجکوں کرے خمار اب تو مست ہے[۳]

صفوان بے ایمان جھنجھلا، نیزہ سینۂ حُر کے حوالہ کیا۔ حُر جواں مرد نے اوس کا نیزہ چھینا، اپنا نیزہ اوس کے
سینۂ پُر کینہ پر مارا کر اوس کے پیٹھ سے گز بھر پھوٹ نکلا۔ پھر اوسے نیزہ سے اوٹھا، زمین پر پٹکا کر تمام

۱۔ عربی رجز کا یہ ترجمہ ابو المفاخر رازی کا کیا ہوا ہے:

منم شیر دل حُرِّ مردم رُبائے　　کمر بستہ پیشِ ولیِ خدائے

منم شیر و شمشیرِ بُراں بدست　　کہ دارد بر شیر و شمشیر پائے

۲۔ وصفش از شرح و بیاں بالا تر است　　ہر چہ من گویم از آں والا تر است

۳۔ ع " فردا کند خمار کہ اکنوں مستی۔

استخوان چور ہوئے اور شور دونو لشکر سے اوٹھا۔ صفوان کے تین بیٹے[1] اجل گرفتہ تھے۔ باپ کے غصہ سے تینوں حملہ کیے۔ حُر نے بھی جگر سے نعرہ اینچ اور خدا کوں یاد کر، ایک کی کمر پکڑ، زمین سے اوچک، زمین پر مارا کہ گردن اوس بدبخت کی اوکھڑ گئی۔ اور دوسرے پر دوڑ، شمشیر ماری کہ چھاتی تمام کھل گئی۔
[۱۳۶ ب] تیسرا ملعون بھاگا۔ بھاگتے ہوئے پر نیزہ مارا کہ پیٹھ سے پھوٹ نکلا۔ تب مونہہ حضرت کی طرف کر کہا، یا ابن رسول اللہ مجھ سے راضی ہوا اور بخشا۔ حضرت فرمائے کہ میں راضی ہوا، حق تجھ سے راضی ہوجیو۔ حُر وہ بشارت سن خوش وقتی تمام سے پھر مونہہ میدان طرف کر، لڑائی کے دریا میں غوطہ کھایا، اور جدھر کو مونہہ کیا، مارے ہوؤں سے پشتے بنایا۔ اوس درمیان ایک پیادہ نے دوڑ، اوس کے گھوڑے کوں پے کیا[2]۔ حُر پیادہ لڑائی میں مشغول ہوا، اور اوس کے غصہ کی آگ نے شعلہ اینچا۔ لمولفہ

دُو بر لڑتا ہوا جس سے جا دوچار ہوا ہوا دُو ایک سے دو اور دو سے چار ہوا

حضرت دیکھے کہ حُر پیادہ لڑتا ہے، گھوڑا تازی نژاد اپنا باسازِ قیمتی بھیجا۔ حُر اوس کی رکاب چوم سوار ہوا اور داہنی طرف کی فوجوں کوں مار، جہنم بھیجا، تب لگ کہ تمام لشکر کوں تل[3] اوپر کر پراگندہ کیا۔ جوں چاہا کہ پھر کر، حضرت پاس جاوے، ہاتف آواز دیا کہ، اے حُر، مت پھر کہ حوریں تیرے قدم کی ہیں منتظر۔ حُر وہیں سے حضرت طرف مونہہ کر کہا، یا ابن رسول اللہ، تیرے دادا[4] پاس جاتا ہوں۔ کچھ پیغام دل آرام دیتا ہے۔ حضرت رو کر فرمائے، اے حُر، خوش دل رہ کہ ہم بھی تیرے پیچھے آتے ہیں۔

۱۔ روضۃ الشہدا: اما صفوان را سہ برادر بود۔ ہر سہ از غصہ قتل برادر بیک بار، بر حُر حملہ کردند۔ فضلی نے 'بھائی' کی جگہ غلطی سے 'بیٹے' لکھ دیا۔

۲۔ 'پے کیا' ترجمہ ہے فارسی 'پے کردن' کا۔ پے کردن: گوشت پاشنہ بریدن برائے منع دویدن و راہ رفتن۔ (فرہنگ آنند راج ۲: ۹۶۲) عربی میں اسے عقر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ نور اللغات (۲: ۱۳۶) میں ہے: پے کرنا: کونچیں کاٹ ڈالنا۔

وہ پے کیا پیدل کو، وہ اسوار کو کام

۳۔ یعنی تلے اوپر۔

۴۔ 'نانا' چاہیے۔

اوس وقت شور حضرت کے لشکر سے اوٹھا اور حُر نے آپ کوں کا فروں پر مارا کر نیزہ ٹوٹ گیا. پھر شمشیر اینچ، جس نابکار کے سر پر جھاڑا، سینہ لگ کھول دیا. اور جس کی کمر میں مارا، دو ٹکڑے کیا، تب لگ کہ عمر سعد کے علم دار لگ پہونچا. عمر لعین بیتاب ہو، نعرہ اپنے لشکر پر مارا کہ ہاں گرداگرد سے گھیرو. تب لشکریوں نے غلبہ کر، چو طرف سے حُر پر زخم چلائے. ناگاہ قصور بن کنانہ لعین نے ایک / نیزہ حُر کے سینۂ بے کینہ پر مارا، کاری لگا، لیکن حُر نے بھی ایسی تلوار ماری کہ کمر لگ دو کیا. [۱۳۷ ب]
تب حُر بھی گھوڑے سے گر پوکارا، یا ابن رسول اللہ، اِدھر کنی اِدھر کنی. حضرت گھوڑا دوڑا حُر کوں میدان سے اوٹھا اپنے لشکر میں لائے اور سر اوس کا اپنے زانو پر رکھ، آستین اپنی سے خاک حُر کے مونہہ کی پونچھتے تھے. ابھی ایک رمق جان باقی تھی کہ آنکھیں کھول سر اپنا زانو سے حضرت پر دیکھا. مسکرا کر کہا، یا ابنِ رسول اللہ، مجھ سے راضی ہوا. حضرت فرمائے، میں تجھ سے راضی، حق تجھ سے راضی ہوجیو. حُر یہ بشارت سُن کہا:

گر اس خوشی سے جان تصدق کروں روا　　　کیونکر کہ یہ خوشی مری آرام جان ہے / [۱۳۸ الف]

یہ کہہ جان اپنا جان دینے والے کوں سونپا. اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ. / [۱۳۸ ب]

۱۔ فضلی نے اس شعر کے ترجمہ ہونے کا ذکر نہیں کیا. لیکن واقعہ یہ ہے کہ ترجمہ ہے مندرجہ ذیل فارسی شعر کا:

بریں مژدہ گر جاں فشانم رواست　　　کہ ایں مژدہ آسائشِ جانِ ما است

آٹھویں مجلس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

بر حرمگاہ چوں رہِ آں کارواں فتاد — شور نشور واہمہ را در گماں فتاد
ہم بانگ غلغلہ در شش جہت فگند (؟) — ہم گریہ بر ملائکِ ہفت آسماں فتاد
ہر جا کہ بود آہوے، از دشت پا کشید — ہر جا کہ بود طائرے، از آشیاں فتاد
شد وحشتے کہ شورِ قیامت بگرد رفت — چون چشمِ اہل بیت بر آں کشتگاں فتاد
ناگاہ چشمِ دخترِ زہرا در آں میاں — بر پیکرِ شریفِ امامِ زماں فتاد
چنداں کہ بر تنِ شہدا چشم کار کرد — بر زخم ہاے کاریِ تیغ و سناں فتاد
بے اختیار نعرۂ ہٰذا حسینؑ، از اُو — سر زد چنانکہ آتش ازو در جہاں فتاد

پس با زبانِ پُر گلہ آں بضعۃ البتول
رُو در مدینہ کردہ کہ یا ایہا الرسول/ [۱۳۹ الف]

ہے مجلس آج آٹھویں قاسم کا [ا ہے] بیاہ
تس میں قضا قدر کا عجائب خیال ہے

ہائے قاسم کا سونا تا ہوں بیاہ — لاکے دولھن گھر جو لیتا موت کی راہ
ایک پل میں ہووے آباد دُو گھر — ایک پل میں ہو وناے برباد دُو گھر
ایک پل میں دُو بنا دولھا بنے — ایک پل میں دو بنا مردہ بنے
ایک پل میں ہووے سہرا سر پر — ایک پل میں ہووے سر نیزے اوپر
ایک پل میں دُو چڑھے تخت اوپر — ایک پل میں دُو پڑے تختے پر

ایک پل میں دھریں اوس شہ کی لگن[1] ایک پل میں ہووے اوس بر میں کفن
ایک پل میں بنے دولھا وہ پوت ایک پل میں بنے اوس کا تابوت
ایک پل میں یو شہانے گاویں ایک پل میں یو جنازہ لاویں
ایک پل میں ہووے دولھا دولھن ایک پل میں ہووے بیوہ دولھن
ایک پل میں ہووے نتھ[2] ناک بھیتر ایک پل میں ہووے نتھ خاک بھیتر [۱۲۹ ب]
ایک پل میں ہووے پنکڑیوں[3] کا چاؤ ایک پل میں کہیں، ماٹی میں ملاؤ
ایک پل میں کرے سر پر پٹی[4] ایک پل میں لے، لگا دے مٹی
ایک پل میں کرے دولھن کا بناؤ ایک پل میں کرے رنڈ ہپن[5] کا بناؤ
ایک پل میں چونیں مل کرکے نبات[6] ایک پل میں کریں دو دولوں نہ بات
ایک پل میں دلویں جلوہ بر تخت[7] ایک پل میں دو اجڑ جاویں بخت
ایک پل میں دو سوہاگن ہووے ایک پل میں دو دوہاگن[8] ہووے

۱۔ لگن دھرنا: شادی کا دن مقرر کرنا۔ لگن: (ہندو) شادی کی شبھ تاریخ اور وقت کا تقرر۔ واجد علی شاہ اختر:

آراستہ بزم وانجمن ہے اک غیرتِ شمع کی لگن ہے

۲۔ نتھ: ناک کا مشہور زیور۔ کنایۃً سہاگ۔

۳۔ پنکڑیوں: پنکھڑیوں۔

۴۔ پٹی کرنا، پٹی نکالنا اور پٹی جمانا کے معنوں میں: بالوں کی آرائش۔

۵۔ رنڈھ: رنڈ: رانڈ کا مخفف۔ رنڈھ پن: رنڈاپا۔

۶۔ نبات: قند، مصری۔ نبات چنوانا: مصری کی ڈلیاں جو عروس کے دونوں مونڈھوں، کہنیوں گھٹنوں، پیٹھ اور ہاتھوں پر رکھ کر چین ریت رسم کے وقت دولھا سے منہ سے بغیر ہاتھ لگائے کھلواتے ہیں۔ عوام عورتوں کی زبان پر یہ نو باتیں چنوانا ہے۔ (نو باتیں: نباتیں)

۷۔ جلوہ: وداع کے روز دولھا دولھن کو تخت پر آمنے سامنے بٹھا کر آرسی مصحف دکھانا۔

۸۔ دوہاگن (دوہاجن) وہ عورت جو پہلے شوہر کے مرنے کے بعد دوسرا نکاح کرے۔ یہاں مراد بیوہ سے ہے۔ اس کے مقابلے میں مذکر دوہاجو ہے۔

ایک پل میں ہووے سراپا شادی | ایک پل میں ہوئے رنڈاپا شادی
ایک پل میں ہووے خبر ہلجان[1] کی | ایک پل میں پڑے چل[2] جان کی
قصہ کوتہ یہ سنو شادی و غم | کہ دونو اکٹھے ہوئیں آ یک دم

ناقلانِ دردو محن اور مخبرانِ غم و شیون شہادتِ قاسم ابن حسن یوں بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت [۱۳۹ الف] امام/ حسین علیہ السلام دیکھے کہ یار و مددگار نہ رہے، آہ سوزناک جگر سے بھرے لیکن جوں قاسم وہ حال دیکھا، دھولنوا[4] اوس کے دل سے اوٹھا اور روبروِ چچا بزرگوار کے جا کہا، یا عماہ، اب مجھے طاقت بھائیوں کی جدائی کی نہیں رہی۔ زمانے نے تختِ راحت سے خاکِ مصیبت پر بٹھایا اور روزِ وصال کوں ایامِ ہجراں کر دکھایا۔ رخصت ہوئے کہ بدلا بھائیوں کا لکالوں یا اپنا سر بھی اون پیچھے دوں۔ حضرت فرمایے، اے جانِ عم، تو مجھے میرے بھائی سے یادگار ہے اور مجھ دلِ پُرغم کا غمگسار۔ پس تجھے کیوں کر رخصت دوں اور اس سینۂ داغدار پر یہ بھی داغ لوں۔ القصہ قاسم رخصت نہ پا، لاچار خیمہ میں جا، [۱۴۰ ب] سر اپنا زانوے غم و الم میں رکھ رونا شروع کیا۔ یکایک اوس رونے میں یاد/ آیا کہ میرے باپ بزرگوار نے ایک تعویذ میرے بازو پر باندھ، فرمایا تھا کہ جب تجھے غم کمال گھیرے یہ تعویذ بازو سے کھولیو اور جو اس میں لکھا ہووے، عمل کیجیو۔ تب قاسم نے تعویذ بازو سے کھول دیکھا کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے اپنے خطِ مبارک سے لکھا ہے کہ اے فرزند، وصیت کرتا ہوں کہ جب بھائی میرے حسین کو دیکھے کہ کربلاے پُربلا میں بیچ ہاتھ شامیانِ دغا اور کوفیانِ بے وفا کے گرفتار ہووے، البتہ سر اپنا اوس کے قدم تلے نثار کیجیو اور جان اپنا اوس جان لیے[5] ذبح کیجیو اور وہ جس قدر تجھے

۱۔ ہلجان: عورتیں میدے کی روٹی اور قیمہ میٹھی میں پکا ہوا بھونے ہوئے پانوں پر رکھ کر منگنے کے بعد تقسیم کرتی ہیں۔

۲۔ چل جان = چلے جانا، روانہ ہونا۔

۳۔ روضۃ الشہدا: ۲۵۵ "ذکر شہادتِ قاسم بن امام حسن، تفصیلات تاریخ طبری ۶: ۲۵۶؛ ابن الاثیر ۴: ۳۲ میں دیکھے جائیں۔

۴۔ دھولنوا = دھواں، دھواں دل سے اٹھنا: کنایہ ہے آہ نکلنے سے، جلیل:

بامثلِ شمع سینے سے اٹھنے لگا دھواں | کس نے بھری یہ آہ مرے دل کے سامنے

۵۔ جان کی جگہ، واسطے۔

منع کریں، توں اسی قدر مبالغہ کیجیو کہ حسین پر جان فدا کرنا نہایت سعادت اور وسیلۂ شہادت ہے. جوں قاسم وہ وصیت نامہ پڑھا، بہ خوشی/ تمام چچا بزرگوار کنے گیا اور وہ کاغذ گزرانا. شاہِ شہیداں [۱۴۱ الف] نے جوں وہ کاغذ دیکھا، آہ دردناک بھر زار زار رو کہا، اے جانِ حسین، اپنے باپ کی وصیت پر عمل کرے گا اور مجھ لیے مرے گا. پس مجھے بھی تیرے حق میں ایک وصیّت کی ہے. چاہیے کہ میں بھی بجا لاؤں. پھر ہاتھ قاسم کا پکڑ خیمہ میں سدھار، قاسم کی ماں کوں فرمائے، پوشاکِ نو قاسم کوں پہناؤ اور اپنی بہن زینب کوں فرمائے، جامہ دانی[1] بھائی حسن کی لاؤ، اوس میں سے جامۂ قیمتی بھائی حسن نکال، قاسم کوں پہنائے اور چیرا اپنے ہاتھ سے اوس سر پر باندھ، اپنے بھائیوں عون و عباس کوں بولائے. پھر وہ بیٹی اپنی کہ نامزدِ قاسم تھی، اوس سے نکاح باندھ، فرمائے، اے قاسم، یہ امانت تیرے باپ کی ہے، وہ آج/ لگ مجھ پاس تھی، اب لے. یہ کہہ ہاتھ اوس کا قاسم کے ہاتھ دے باہر سدھارے [۱۴۱ ب]

رباعی لمولفہ

بھائی کے کہے یہ بوجھ قاسم کا دَین — اپنی دُو صَبیہ سے کیے بیاہ حسین
جس دم ملے ماہ و مشتری بہ لامروش — در برجِ شرف بہیں قِران السّعدَین

قاسم ہاتھ دولھن کا پکڑ موہنہ اوس کا دیکھتا تھا کہ لشکرِ عمر سعد سے آواز آئی، اے حسین، کوئی اور رہا ہے، تو میدان میں بھیج. جوں یہ آواز قاسم کے کان پہونچی، ہاتھ دولھن کا چھوڑ چاہا کہ باہر جاوے، دولھن نے دامن پکڑ کہا، اے قاسم، کیا خیال رکھتا اور کہاں جاتا. ترجمہ[2]:

مجھے چھوڑ کر توں کہاں اب چلا — کہاں اب چلا؟ کہہ، کہاں اب چلا؟

قاسم نے کہا اے نورِ دیدہ، قصدِ میدان رکھتا، دامن چھوڑ کہ تیری دولھنی اور میری دامادی قیامت پر پڑی[3]. لمولفہ/ [۱۴۲ الف]

۱۔ جامہ دانی: صندوق جس میں پہننے کے کپڑے رکھتے ہیں.

۲۔ بگو کز بر من چرا می روی — مرا می گذاری، کجا می روی

۳۔ روضۃ الشہدا: دامن را رہا کن کہ عروسی و دامادیِ ما بقیامت افتاد.

اللہ اب حافظ ہے تیرا میری ہے رخصت — اب موت کی دولھن سے لگن میری دھرائی[1]

پھر دولھن کہی، عجب بات فرماتے کہ دولھنی تیری اور دامادی میری قیامت پر پڑی. پس فردائے قیامت تمہیں کہاں پاؤں اور کس نشان سے پہچانوں. قاسم اپنی آستین پھاڑ کہا، اس نشان سے، مجھے میرے باپ اور اپنے دادا پاس ڈھونڈیو. شور اہل بیت سے اٹھا، اور شہر بانو نے آہ مار کہا، ترجمہ[2]

قاسم اب کیا کرے ہے بیدادی — کس طرح کی ہے رسم دامادی

چھوڑ دولھن کوں اب کہاں جاتا — ساس کس پاس ہووے فریادی

ہائے، ویراں نہ کر بسا ہوا گھر — مت دے، برباد میری آبادی

مت رنڈاپا دے میری بیٹی کوں — ڈال مت ماتم اب توں از شادی

ہائے دولھن کے حق میں یا بن حسن — ہے جدائی تیری تو جلادی/ [۱۴۲ ب]

جب حضرت امام حسین نے دیکھا کہ قاسم میدان میں چلا، کہے، اے جان چچا کی، اپنے پاؤں سے گور میں جاتا ہے[3]، اس طرح[4] نہ جا اور مرنے کی طرح سیکھ جا. پھر اپنے ہاتھ سے گریبان قاسم کا چاک کر، دونو آنچل چیرے کے مونہہ کی دونوں طرف لٹکائے اور صورت کفن بنا، شمشیر اپنی دے، فرمائے، لمؤلفہ

کفن اپنا توں اپنے ساتھ لے جا — مجھے درد و غم اپنا ہاے دے جا

۱۔ دھرائی: ٹھہری، طے ہوئی (نیز دُھراؤنا. دوسری شادی. دیکھیے نور اللغات، ۳، ۱۰)

۲۔ روضۃ الشہدا میں یہاں صرف ایک شعر درج ہے:

قاسما، این چہ ظلم و بیدادیست
این نہ آئین و رسم دامادیست

۳۔ روضۃ الشہدا: بپائے خود بگورستان می روی.

۴۔ طرح: وضع، انداز، طرز.

تب قاسم میدان میں جا کہا، ترجمہ[۱]:

دل خریدارِ جاہ اب کروں گا — جاں شکر ریزِ شاہ اب کروں گا
ہاے دامادی کے لباس سیتی — طے اجل کی یو راہ اب کروں گا
چھوڑ کر نو عروس کوں گھر میں — موت سے پھر بیاہ اب کروں گا
سُمِ گھوڑے سے، نوکِ نیزہ سے — ماہ و ماہی تباہ اب کروں گا
مثلِ بلبل بنالہ ہاے دوکھ — بانگِ واسیداہ اب کروں گا [۳۰۳ الف]
کبریا کوں کفیل[۲] کر کے میں — مصطفےٰ کوں گواہ اب کروں گا
با بتول و علی شکایتِ قوم — بیچ حریمِ الٰہ اب کروں گا

یہ کہا اور تلوار اپنی بہت ظالموں کے سر تن سے جدا کیے۔ پھر کوئی قصد قاسم کا نہ کیا۔ آپ ہی برابر فوجِ ظالمان جا کہے، اے عمر سعد بے وفا، سب یار اور ہوا دار حضرت امام حسین کے توں نے شہید کیے۔ یہی ایک پریشان دل رہ گئے، اون سے بھی ہاتھ نہیں اوٹھاتا اور ایک قطرہ پانی اون پیاسوں کے مونہہ میں نہیں چواتا اور جو کچھ کیا ہے، اوس سے باز نہ آتا۔ پشیمانی

۱۔ مندرجہ ذیل فارسی اشعار ابوالمفاخر کے ہیں:

دل خریدارِ جاہ خواہم کرد — جاں شکر ریزِ شاہ خواہم کرد
با لباس و لباسِ دامادی — عزمِ ترتیبِ راہ خواہم کرد
بسُمِ مرکب و سرِ نیزہ — ماہ و ماہی تباہ خواہم کرد
آبِ ہندی و بادِ تازی را — بشہادت گواہ خواہم کرد
بلبل آئیں بنغمہ ہاے حزیں — بانگِ واسیداہ خواہم کرد
کبریا را وکیل خواہم کرد — مصطفےٰ را پناہ خواہم کرد
با بتول و علی شکایتِ قوم — در حریمِ الٰہ خواہم کرد

چوتھے فارسی شعر کا ترجمہ فضلی نے چھوڑ دیا ہے جب کہ تیسرا اردو شعر ان کا طبع زاد ہے۔

۲۔ روضۃ الشہدا: وکیل

اصلاح خاطر میں نہ لاتا[1]:

نہ اینچ صیدِ حرم پر توں تیغ اب زنہار کیا ہے ہم سے جو کچھ اب بھی آ پشیماں ہو

[۱۴۳ ب] ملعون کہا، اب لگ تم نافرمانی سے باز نہ آئے اور اپنا مآل کار خاطر میں نہ لاتے، بہتر یہ ہے کہ بیعتِ / یزید اور متابعتِ ابن زیاد قبول کرو اور دروازہ سلامتی کا آپ پر کھولو۔ قاسم نے اوس پر اور یزید و ابن زیاد پلید پر لعنت کر کہا، اے بدبخت، دین کوں دنیا سے دنی ہاتھ بیچا اور آپ کوں شفاعتِ رسولِ خدا سے طرف دوزخ کے اینچا۔ اے لعین، یہ دنیا کس کی ہوئی اور کس کی ہووے گی، ترجمہ[2]

ہزاروں بَر[3] کیے ہیں اس دولھن نے اے نامرد وے نہیں رہی ہے عقد میں کسو کے یہ

اے عمر آج توں نے اپنے گھوڑے کوں پانی پلایا یا نہ۔ کہا، ہاں پلایا۔ قاسم کہا، لعنتِ خدا تجھ پر، دعوا[4] مسلمانی کا کرتا اور اپنے گھوڑے کوں سیراب رکھتا، فرزندانِ رسول اللہ پیاسے اور عورات و

[۱۴۴ الف] اطفال پیاس سے جاں بلب پہونچے۔ اس بے حیائی سے باز آ اور ہم بےکسوں کوں / پیاسوں مت تپا۔ روزِ محشر کی پیاس سے ڈر اور ساقیِ کوثر سے شرم کر۔ ملعون نے سن جواب نہ دیا اور موہنہ اپنے لشکر طرف کر، کہا، اس سوار کوں پہچانتے ہو، یہ قاسم بن حسن ہے۔ تم ایک ایک اس سے بَر نہ آؤ گے[5]، اکھٹے جاؤ اور گھیر کر سر لاؤ۔ تب چار ہزار ناکس نامرد، قاسم تنہا پر آئے، اور گھیرے میں لائے۔ لیکن قاسم بھی جدھر موہنہ پھرایا، مارے ہوؤں سے پُشتے بنایا۔ باقی سب بھاگے، اور قاسم دولھن کے خیمہ کی طرف گیا۔ سو ناگہ دولھن روتی ہے اور کہتی ہے، لمؤلفہٖ

۱۔ یہ ترجمہ ہے درج ذیل فارسی شعر کا،

دگر بصیدِ حرم تیغ بر مکش زنہار وزانچہ بادلِ ما کردہ پشیماں باش

۲۔ جمیلہ الیست عروسِ جہاں، ولے ہشدار کہ ایں مخدرہ در عقدِ کس نمی آید

۳۔ بَر: شوہر۔

۴۔ یعنی دعویٰ۔

۵۔ بر نہ آنا: کامیاب نہ ہونا

اب میں ہوں اور یہ آستیں ہمدرد اور نشانی
جلنا ہے دھیمیں دھیمیں[1] اور کرنی جاں فشانی
گر موت آ کرے گی جلدی سے مہربانی
بہتر ہے، ورنہ سکھ لے ابنِ حسن چلا ہے[2]

[۱۴۴ اب]
ستیاں جو ستی[3] ہوتیں، ست بوجھ[4] جل مریں ہیں
سو ست نہیں کوست ہے[5] پر کفر وہ کریں ہیں
ست کہتے ہینگے اس کوں جو ست سے ہم جلیں ہیں
جلنا سنبھل سنبھل اب ست کا سخن چلا ہے

قاسم نے یہ سن رو دیا اور کہا، ترجمہ[6]

نکل باہر اے دلبر، میں بھی یکبار آرزو رکھتا | وداعِ عمر نزدیک ہیگی دیدار آرزو رکھتا

جوں دولھن وہ آوازِ جاں نواز سونی، خیمے باہر دوڑ، کہی، ترجمہ[7]:

اچھے آئے کہاں سے آئے بیٹھو | سراپا اب خوشی تم لائے بیٹھو
تمھارے یہ قدم آنکھوں پو سر پر | میرا سب دوکھ مصیبت جائے بیٹھو
انہی قدموں کی راہ اب دیکھتی تھی | دونوں آنکھوں اوپر دوں جائے[8] بیٹھو

۱۔ اصل: چلنا ہے دریا سیمیں دہن میں (تصحیح قیاسی) دھیمیں دھیمیں: دھیمے دھیمے
۲۔ یعنی میرا سکھ ابن حسن ساتھ لے کر جانے والا ہے۔
۳۔ ستی: وہ ہندو عورت جو شوہر کی لاش کے ساتھ جل جایا کرتی تھی۔ جمع ستیاں۔
۴۔ ست: سچ، صداقت۔ ست بوجھ، یعنی صداقت خیال کرکے۔
۵۔ کوست = کُست: ست کا عکس، ناراستی، گمراہی، ضلالت۔
۶۔ بروں آ آنکہ جاناکہ بسیار آرزو دارم | وداع عمر نزدیکست دیدار آرزو دارم
۷۔ خوش آمدی، ز کجا می رسی بیا، بنشیں | بیا کہ می دہمت بر دو دیدہ جا بنشیں
۸۔ جائے: جگہ۔

کہاں پھر میں، کہاں پھر تم، اے قاسم غنیمت جان کوئی دم بے بیٹھو
[۵۴: الف] رنڈاپا تو لکھا مجھ قسمت آخر کوئی پل تو سوہاگ اب چھائے[۱] بیٹھو

آہ قاسم گھوڑے سے اتر دولھن کے پاس جا کہا، اے نورِ دو دیدہ وائے رفیقِ پسندیدہ، وقت بیٹھنے اور بولنے کا نہیں کہ سپاہِ دشمن دلیری کرے ہے اور قاسم بے اختیار دل دوری پر دھرے ہے۔ ترجمہ[۳]
ترے دیدار سے دوری ضرور ہوتی ہے ورنہ نہیں چاہے ہے کوئی موجود جاں تن سے جدا ہووے

پھر قاسم دولھن کوں رخصت کر قصدِ میدان کیا اور دولھن سے یہ سونا، لموئفہ:
پھر روبرو سے اے گل گلزار جاؤتا بلبل کوں اپنے ہجر میں کر خوار جاؤتا

لیکن چوں قاسم میدان میں آیا اور مبارز بولایا، کوئی قبول نہ کیا۔ اوس کے غصے کی آگ نے شعلہ کھینچا اور داہنے بائیں فوجوں پر ٹوٹ بہت ظالموں کوں خاک برابر کیا۔ لموئفہ:
[۵۴ ب] بھبھک[۴] شیر کی طرح قاسم سا مرد نکالا نحس کو فنیوں سیتی گرد
یونہیں چار حملہ کر پھر میدان میں آ مبارز چاہا۔ عمر ملعون نے ایک لعین ارزق نام کوں کہ سپہ سالار شام کا تھا، بولا، کہا، اے ارزق، ہر سال دو ہزار دینار[۵] یزید سے لیتا اور بہادروں کے کان میں شہرہ اپنی بہادری کا پہوچاتا۔ بارے اس جوان کوں ہمارے سر سے دفع کر۔ اوس نے کہا، اے عمر، یہ بات تجھ سے بعید ہے کہ مجھے ملکِ شام میں ہزار سوار کے برابر گنتے اور توں مجھے ایک لڑکے سے لڑنے کوں بھیجنا چاہتا ہے کہ نام و ننگ میرا توڑے۔ مجھے ننگ آتا ہے کہ اس سے لڑوں۔ عمر نحس گھر مک، کہا،

۱۔ اصل میں اسی طرح جو مصرعہ غلط ہے (شاید "ہائے" ہو یا "آئے")
۲۔ چھائے یعنی سایہ کرے۔
۳۔ ز دیدارِ توام دوری ضرورت می شود ورنہ نخواہد ہیچ موجودے کہ جاں از تن جدا باشد
۴۔ بھبھکنا، بھبکنا: گرم ہونا، غصہ ہونا، غرّانا۔
۵۔ روضۃ الشہدا میں دس ہزار دینار لکھا ہے۔

اے ملعون، یہ لڑکا کیونکر ہے۔ فرزند حسن مجتبیٰ کا، پوتا شیرِ خدا کا، نواسا محمد مصطفےٰ کا، کئی سو بہادروں
کوں/ ابھی تجھ آگے مارچوکا۔ قسم خدا کی کہ وہ پیاس سے عاجز ہے، وگرنہ اوسے عار تھی کہ ہم سے بات [۱۴۵ الف]
کرے۔ جا بہانہ نہ کر اور لا اوس کا سر، تا یزید و ابنِ زیاد آگے عمدہ[۱] کہلاوے اور آبرو پاوے۔ ارزق
کہا، اگر بدن میرا مقراض سے ریزہ ریزہ کرے تو بھی اس سے لڑنے نہ جاؤں۔ اور جو بہت بجد ہے،
چار بیٹے ہیں میرے ایک کوں بھیجتا کہ سر اوس کا لاوے، اور تجھے اس غم و غصے سے چھوڑاوے۔ تب
بڑے بیٹے کوں بولا، قاسم کے مقابلے بھیجا۔ اوس بدبخت نے آ، قاسم پر حملہ کیا۔ قاسم نے بھی للکار،
نیزہ اوس کے سینۂ پر کینہ پر چلایا۔ وہ لعین سپرِ فولادی پر [پر] روکا۔ نیزہ قاسم کا ٹوٹ گیا۔ قاسم نے جھنجھلا،
تلوار انچی۔ اون نے بھی تلوار قاسم کے حوالے کی۔ قاسم سپر روکا۔/ شمشیر اوس بدبخت کی نے سپر کاٹ [۱۴۵ ب]
ہاتھ قاسم کا زخمی کیا۔ محمد انس[۲] نے اور سپر پہونچائی، پھر چیرا اپنا پھاڑ چاہا کہ قاسم کے ہاتھ میں باندھے
قاسم نہ باندھنے دیا[۳] اور ڈھال ہتھوالتے[۴] کر پھر اس حرامزادہ پر حملہ کیا۔ وہ بھی چاہا کہ قاسم پر حملہ
کرے۔ گھوڑا اوس کا کھڑا ہوا، اور وہ زمین پر گرا، چیرا سر سے اتر گیا۔ بال سر پر بڑے رکھتا تھا۔ قاسم نے
گھوڑے سے جھک، بال اوس کے ہاتھ میں لپیٹ، گھوڑا اوٹھایا اور تمام میدان میں لوٹایا۔ پھر ہاتھ
سے ڈال، گھوڑا اوس پر دوڑایا کہ تمام استخوان چور ہوئے۔ پھر اوسی کی شمشیر اور نیزہ لے للکارا کہ
اور نامرد[۵] آوے۔ دوسرا بیٹا بغیر رخصت باپ کے آ کہا، اے بے رحم، مارا توں نے ایسے جوان کوں
کہ تمام شام میں مانند اوس کا/ نہ تھا۔ قاسم کہا، اے دشمنِ خدا، تجھے بھی اوسی پاس بھیجتا۔ یہ کہہ ایسا [۱۴۶ الف]

۱۔ عمدہ: معتمد، ذی عزت، ذی رتبہ، سردار۔ ان معانی میں اگلے شعرائے اردو نے بھی باندھا ہے، سودا:

الفاقاً اک آشنا میرے گئے تھے اک عمدہ کے ڈیرے

فرہنگ آصفیہ (۳ : ۲۸۶) اس کی جمع عمایدا ب بھی مستعمل ہے۔

۲۔ محمد انس، لشکر امام حسین کے ایک جری سپاہی جن کا تفصیلی ذکر آگے نویں مجلس میں آتا ہے۔

۳۔ یہ روضۃ الشہدا کی روایت کے خلاف ہے جہاں لکھا ہے: "قدرے از عمامہ دریدہ بر آنجا بست"۔

۴۔ ہتھوالتے: یہ نامانوس لفظ ہے۔ سیاق سے اس کے معنی یہ معلوم ہوتے ہیں کہ ہاتھ پر جما کر، کس کر۔ اسی جگہ
روضۃ الشہدا میں ہے: "قاسم سپر در دست گرفتہ آہنگ خصم خود کرد"۔

۵۔ اصل: آدمی۔

نیزہ پہلو میں مارا کہ دوسرے پہلو پھوٹ نکلا۔ تیسرا بیٹا سر میں خاک ڈال، گریبان چاک کر، گھوڑا اوٹھایا۔ قاسم وہی نیزہ اوس کے پیٹ پر مارا کہ پیٹھ پھوڑ نکلا۔ چوتھا حرامزادہ گالیاں دیتا ہوا، قاسم پر حملہ کیا۔ قاسم نے ایک تلوار ماری کہ سیدھا ہاتھ اوس کا قلم کیا۔ پھر وہ بھاگا اور نزدیک اپنے لشکر کے پہونچ جہنم واصل ہوا لیکن جب ارزق بدبخت چاروں بیٹے موئے دیکھا، جہانِ روشن اوس آنکھوں آگے اندھیر ہوا۔ خاک سر میں ڈال اور گریبان پھاڑ قاسم کے مقابل آ، کہا، اے قاسم سنگ دل، ایسے چار بیٹے میرے مارے کہ شہر شام میں کوئی اون کے برابر نہ تھا۔ قاسم نے
[۱۴۷ ب] کہا، غم نہ کھا، تجھے بھی اونہی پاس بھیجتا ہوں۔ لیکن جوں حضرت امام حسین علیہ السّلام، ارزق کوں قاسم کے برابر دیکھے، ہاتھ اوٹھا، پروردگارِ عالمیاں سے فتح و نصرت قاسم کی دعا مانگے۔ دونو لشکر دیکھتے تھے کہ ارزق نے نیزہ قاسم پر چلایا۔ قاسم نے اوس کا نیزہ رد کر اپنا نیزہ چلایا۔ یونہیں بار نہ وار آپس میں ہوئے۔ لمؤلفہ

نیزوں کی سوئیں[۱] برق مانند | چمکیں تھیں دونو کے فرق[۲] اوپر

تب ارزقِ نابکار نے جھونجھلا، ایک نیزہ قاسم کے گھوڑے پر مارا کہ گھوڑا گرا اور قاسم پیادہ رہا۔ تب حضرت نے محمد انس کوں فرمایا، اے ابنِ انس، دوڑ میرے پیارے قاسم کی خبر لے اور یہ کوتل[۳] میرا لے
[۱۴۸ الف] جا کر اوسے دے۔ ابنِ انس نے کوتل قاسم کوں پہونچایا اور سوار کر دیا۔ پھر قاسم/ ارزق پر حملہ کیا اور تین وار آپس میں ہوئے۔ آخر ارزق شمشیر اپنچ دوڑا۔ قاسم بھی تلوار اینچ کہا،

اب آ تو یہاں جنگِ شیراں کریں | یہاں دست بردِ دلیراں کریں
دیکھیں ہم ہیں کس کوں بلندی [ہے] اب | دو کس کے تئیں فتح مندی ہے اب

جوں ارزق لعین تلوار قاسم کے ہاتھ دیکھا، پہچانا کہ یہ میرے بیٹے کی ہے۔ [کہا]، اے قاسم یہ تلوار

۱۔ سوئین = سُنِّین: تصغیر سِنان کی، نیزے کا پھل دار حصّہ، آوج:

پھر کیا تھا وار چلنے لگے جانبین سے | آخر مقابلہ ہوا تیر و سُنِّین سے

۲۔ فرق: سر کے بالوں کی مانگ، سر۔

۳۔ کوتل: سواری کا وہ مرکب جو سوار کے بغیر خالی ساتھ ہوتا ہے۔

تیرے ہاتھ کیونکر لگی۔ قاسم کہا کہ تیرے بیٹے کی یادگار ہے! تجھے بھی شربت مرگ اسی سے چکھاؤں اور تیرے فرزندوں کنے بھجاؤں[1]۔ لیکن اے ارزق، کہاں روا ہے کہ مرد سپاہی کہلاوے اور سوار ہوتے، گھوڑے کے تنگ کی خبر نہ رکھے کہ اپنا سست ہوا، نزدیک ہے کہ زین پھرے اور توں گرے۔ ارزق جوں تنگ دیکھنے کوں جھوکا، قاسم ایسی تلوار مارا کہ کٹری ساد و کیا اور شور لشکرِ شام [۱۴۰ ب] سے اوٹھا۔ قاسم اپنے گھوڑے سے اُتر، اوس کے گھوڑے پر سوار ہو کوتل چچا کنے لایا۔ جوں نزدیک پہونچا، گھوڑے سے اُتر رکابِ عالی کوں بوسہ دے کہا، یا عماہ، العطش، العطش، حقا کہ اگر ایک قطرہ پانی کا پاؤں، ایک ظالم کا سر تن پر نہ رکھوں۔ حضرت فرمائے، اے جانِ حسین، نزدیک ہوا کہ دادا کے ہاتھ سے شربتِ کوثر پیوے۔ جا کہ ماں تیری فراق میں روتی اور آرزو میں ہے تیرے دیدار کی۔ لمؤلفہ:

نہیں ہے چین اوسے تیرے بن اے قاسم جمال اپنا دیکھا اوس کوں صبر دے قاسم

قاسم بموجب حکم چلا۔ جوں نزدیک پہونچا، سونا کہ ماں روتی ہے اور کہتی ہے، لمؤلفہ[2]:

گیا مجھ آگے سے میں آہ بجاں ہوں تجھ بن توں کہاں ہے کہ نہ جانوں میں کہاں ہوں تجھ بن [۱۴۱ الف]

اور دولھن کہتی ہے، لمؤلفہ:

کیونکر کٹے مجھ بالیں اب جیونا دوبھر پڑا بابا چلا دولھا چلا، اور کوئی نہ دھرتی ہائے ہائے

قاسم نے یہ باتیں سونتے ہی آہ ماری۔ جوں ماں اور دولھن وہ آواز سونیں، خیمہ سے باہر دوڑیں، اور قاسم کے پاؤں پر لوٹیں۔ قاسم اونھوں کی دلداری لگے کرنے اور صبر و تحمل لگے فرمانے۔

۱۔ یعنی بھیجوں یا بھجواؤں۔

۲۔ یہ مندرجہ ذیل فارسی شعر کا ترجمہ:

رفتی از دیدہ و من بیسر و پایم بے تو تو کجائی کہ ندانم کہ کجایم بے تو

پھر کہے، اے عزیزو، آج وہ دن ہے کہ باؤ[1] خوشی کی دلوں کے باغ پر نہیں چلتی اور بُو شادی کی مشامِ ارواح میں نہیں پہونچتی جوں چمنِ زندگانی تمہارے کوں تازگی نہ رہی، ویسے ہی پھول مراد و شادمانی میری کا بھی کوملہار رہا ہے، اور جیسے تمہیں طاقت تنہائی نہیں ایسے ہی مجھے بھی قوت صبر اور جدائی نہ۔ لیکن یہ دوری ضروری ہے اور جدائی بے اختیاری۔ لمؤلفہ:

[۱۴۹ ب] ہم چلے بے اختیاری / سے جدا تم سیتی ہو　　　تم رہو روتے ہمیں اور[ا] پیٹتے تازندگی

پھر جوں قاسم چلا، سونا کہ ماں رو کہنے لگی، لمؤلفہ:

آرام جان چلا اب اے جان توں بھی اب جا　　　جب وہ چلا، تو اوس پر قربان توں بھی اب جا

اور دولھن سے یہ آواز سونا، لمؤلفہ:

نہ جاؤ تم مجھے جب لگ نہ مارو　　　چھوڑا کر جاؤ اب اس دردِ سر سے

پھر جوں قاسم یہ باتیں جدائی کی سونتا اور روتا ہوا میدان میں پہونچا، آنکھ عمر لعین کے نشان[2] پر پڑی کہ اوس سر پر کھڑا کیا تھا۔ گھوڑا ادھر ہی چلایا اور قصد اوس نشان کے توڑنے پر دوڑایا، کہ راہ میں پیادوں نے گھیرا۔ جوں قاسم پیادوں کی لڑائی میں مشغول ہوا، گرد سے سوار آ گھیرے اور تیر و نیزہ و شمشیر چلے، [۱۵۰ الف] قاسم دریاے لڑائی میں غوطہ کھایا اور پھر موتی فتح و ظفر / کا پایا۔ تیس سوار اور پچاس پیادے گرایا۔ اور صف سواروں کی چیر گھوڑا باہر چلایا کہ کوفیوں نے تیر باران کیا اور گھوڑا زخمی ہو گرا۔ آہ شیث لعین نے نیزہ سینۂ بے کینۂ قاسم پر مارا کہ بھالِ نیزہ پیٹھ سے چھوٹ نکلی اور قاسم زمین پر گرا۔ آہ ستائیس زخم قاسم کے بدن پر بیٹھے تھے اور لہو جاری تھا کہ قاسم پوکارا، اے چچا، اپنے قاسمِ بیکس کی خبر لے۔ جوں یہ آواز حضرت کے کان پہونچی، گھوڑا اوٹھا صفوں کو برہم مار دیکھے کہ قاسم لوہو میں مانند مچھلی بن پانی کے تڑپھتا ہے اور شیث لعین چاہتا کہ سر کاٹے۔ حضرت ایک تلوار سے اوسے دو کیے

۱۔ یعنی ہوا (باد)، باؤ کے گھوڑے پر سوار ہونا مشہور مثل ہے۔

۲۔ نشان، علَم، لشکر کا جھنڈا۔

اور قاسم کوں اوٹھا خیمہ میں لائے. المؤلفہ

اوس بھتیجے نوجواں کی بھچانی[١] لاش جب اپنی گودی میں اوٹھا کر گھر میں لایا وہ چچا [١٥٠ ب]
گھر میں لاش لاتے ہی، ہے ہے قیامت مچ گئی ہائے قاسم، ہائے قاسم، ہائے قاسم پڑ گیا

ابھی ایک رمق جان باقی تھی کہ چچا نے سر قاسم کا اپنے زانو پر رکھ بوسے اوس موںہہ پر دے، زار زار رو، فرمائے، المؤلفہ

حیف اے قاسم، اب کنگن تیرا اور شوانی[٢] وو پیرہن تیرا
تس پہ ہوتا ہے اب مرن تیرا پیرہن ہووے ہے کفن تیرا

میرے بھائی حسن کے جیو جگر اب چلا توں چچا کے تئیں تج کر
اے بھتیجے تیرے چچا اوپر آ کھڑا ہیگا دوکھ کٹھن تیرا

اور شہر بانو بولیں.

اب رنڈاپا ملے ہے دولھن کوں نو جیتی ہے وہ اپنے ابرن[٣] کوں
دیکھ قاسم توں اوس کی تپن[٤] کوں یاد کرتی ہر ایک سخن تیرا

ادھر قاسم کی ماں لاش سے پچھی[٥] اور موںہہ سے موںہہ مل کہتی تھی. [١٥١ الف]

واری ماں بیتی ہے تجھ پہ پڑی کہتی یہ کیا مصیبت آئی پڑی
اے بچے، تجھ بن ایک ایک گھڑی دو بھر ہوئی، ہائے، بالپن تیرا

---

١. بھچانی: مراد بھری جوانی سے ہے.

٢. شوانی: شو بمعنی شوہر. شوانی سے مراد، شہانہ یا شادی کا جوڑا ہے.

٣. اَبرن (ھ) سنسکرت: آبھرن: زیور، عورتوں کے بارہ ابرن سولہ سنگار مشہور ہیں. بارہ ابرن کی تفصیل کے لیے امیر اللغات (٢: ١١) دیکھیے

٤. تپن (تپ + بن): اضطراب و بیقراری (نور اللغات ٢: ١٠٩)

٥. پلچھنا: گھٹنا، لپٹنا، چمٹنا (فرہنگ آصفیہ ١: ١١٣)

ہاے، کیا کیا میں ترے بین[۱] کروں
تیری صورت کی یاد میں میں مروں
تیری آنکھوں بھنووں کوں یاد کروں
یا یہ غنچہ سا مکھ دہن تیرا

یا یہ لب تیرے لعلِ احمر سے
یا تیرے گورے دو نو رُخسارے
یا تیری بھیگتیں مسیں[۲] جیسی
ہاے، یا یہ چہِ ذقن تیرا

یا تیرے دانتوں کی بتیسی[۳] اب
یاد کر کر جلوں بتی سی اب
یا ہنسی تیری رسمسی[۴] سی اب
کہنا یا مسکرا، سخن تیرا

یا یہ تیری صراحی سی گردن
یا یہ تجھ نوجوانی کا جوبن
یا یہ موزون قدِ سرو نمن[۵]
یا خوش اسلوب سیم تن تیرا

ہاے قاسم اماں کے جیو جگر
اب چلا ماں دوکھیا کوں توں تج کر [۱۵۱ ب]
قاسم اب تیری بالی دولھن پر
جم[۶] ہولاگے گا یہ مرن تیرا

میں نہ موئی ہاے لے کے تیری بلا
جو تیری لوتھ بچھی کوں بجھا
بیٹھی دیکھوں ہو رو رو واویلا
نہیں اب گور اور کفن تیرا

۱۔ بین: (ھ) نوحہ، مُردے کی خوبیاں بیان کر کے رونا رُلانا۔

۲۔ اصل: مَسَیں۔

۳۔ بتیسی: انسان کے دانتوں کی دونوں لڑیاں، دوسرے مصرع میں بتی یا شمع کی طرح جلنا۔

۴۔ رَسمَسا (ھ): تر، پانی سے ہو یا پسینے سے۔ رسمسی: صفت مؤنث۔ رسمسانا، تر ہونا

۵۔ نمن: مانند

۶۔ جم (یم): فرشتۂ موت، عزرائیل۔

ہائے ہائے بچے، میں ہوئی بن بچے ماتا جلتی میری تجھ غم سے
جیوا آخر تجھوں گی تجھ پیچھے سونگھ سونگھ ہائے پیرہن تیرا

ایک تو رانڈ میں سدا کی تھی بہو بھی رانڈ گھوٹنے[1] لگ بیٹھی
مجھ پہ یہ مار ہوئی رنڈاپے کی یہی پائی میں ماں و دھن تیرا

تجھ کوں پائی تھی دیکھیا اے بچے ہائے، کن الجھوں[2] کن مرادوں سے
سو میں اب موت ہاتھوں بیٹھی سے بے بسی میری اور مرن تیرا

آہ یونہیں ماں بین کر، روتی تھی کہ دولھن چیخ مار، کہی، المؤلفہ ٭

تقدیر نے میرے تئیں گھونگھٹ میں ہی افسوس میرے بنّے[3] کی مجھ پہ لا، لاش دکھائی [۱۵۵ الف]
یہ کیا بورا پیرا[4] تھا میرا، ہائے، اے لوگو! دولھا کوں سوہائی نہ میں اور موت سوہائی[5]
اے لوگو میں بھونڈ پیری[6] تھی کیا، جو میرے آتے دولھا موا، تھی مجھ قدم ہی کی یہ بورائی
اے لوگو، میں بختوں کی جلی ایک ذرا بھی صورت بنے اپنے کی نہیں دیکھنے پائی

۱۔ اصل: گھوٹنے۔ گھٹنے سے لگ کر بیٹھنا۔ پاس سے جدا نہ ہونا۔

۲۔ یہ لفظ اصل میں یونہی لکھا ہے، لیکن اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے۔ ممکن ہے کہ "الجھنوں" ہو یعنی مشکلوں سے۔ سنسکرت کا ایک لفظ "لکشن" ہے (جس سے ہمارا "لچھن" نکلا ہے) اس کے معنی ہیں: صورت، شبھ گھڑی وغیرہ۔

۳۔ بنا: دولھا، نوشاہ: بنی: دولھن۔ ٭ یہ اشعار کریم الدین نے اپنے تذکرے میں درج کیے ہیں ص ۴۲

۴۔ پیرا، پیر: بورا پیرا: سبز قدم، منحوس۔

۵۔ سہانا۔ پسند آنا، مرغوب ہونا۔

۶۔ بھنڈ پیرا: سبز قدم، منحوس، بھنڈ پیری اس کی تانیث ہے۔ اس کی جگہ "بھن پیرا" اور "بھن پیری" بھی مستعمل ہے: "اس کی ایسی ہی باتیں ہیں موئی بھن پیری"۔ (سیر کہسار)۔ لفظ کی اصلیت کے لیے دیکھیے ڈاکٹر شوکت سبزواری: اشتقاقیات (مجلہ اردو نامہ، کراچی، شمارہ ۱۸ ص ۱۱۴)، محاورات بیگمات (رنگین) اور نوادر الالفاظ (سراج الدین علی خاں آرزو) میں بھی "بھنڈ قدمی: بد قدم" درج ہے (اردو ادب جولائی ۱۹۵۲ء ص ۱۱۴) اوپر کے شعر میں اس کا مترادف "بورا پیرا" بھی استعمال ہوا ہے۔

اے لوگو، یہ ایک پل میں بسا گھر میرا ادجڑا — یہ کیسی پھری موت کی اب رائی، دوہائی[1]
لاشے کے کنے بیٹھ کہے، اے مرے نوشہ — توں مرگیا اور میرے تئیں موت نہ آئی
نوشہ توں مرے، میں جیوں، اور رانڈ کہاؤں — مجھ کوں بھی بولا لے، نہ کر اب دشمن ہنسائی
اے میرے بنّے میں نے ترے لوہو سیتی دیکھ — بھر بھر کے دونوں ہاتھوں میں اب مہندی لگائی
[۱۵۲ ب] اے میرے بنّے، مجھ سی بنی بیٹھی ترے پاس / — توں نے مجھے، تج، گور سیتی آنکھ لگائی
اے میرے بنّے، تیری بنی تیرے بنا ہاے — کفنی گلے میں ڈال کرے گی یو گدائی
اے میرے بنے، یہ مرا مونہہ ہو گیا کالا — بن موت نظر آتی نہ کہیں میری سمائی
اے میرے بنّے، ساس کوں کیا مونہہ لے دکھاؤں — دل موں کہے گی، کیسی بہو بیاہ میں لائی
اس کے ہی قدم سیتی موا میرا جواں پوت — اس کوں کروں گی کیا جو آپس آس گنوائی

اودھر زینب و کلثوم زار زار رو کہتیں تھیں۔ ولہ
قاسم توں مرے پھوپھیاں جیویں، حیف یہ جیونا — ہوئیں واری جہاں ہاتھ دھوئے تھی تیری دائی

اور اوس گھڑی سکینہ معصوم ماں سے پوچھتی تھی، ایضاً:
ماں کیا ہوا اس کوں یہ ابھی دولھا بنا تھا — بہنوئی میرا اور چچیرا مرا بھائی

[۱۵۳ الف] اسی طرح دولھن اور ماں / شہر بانو اور پھوپھیاں روتیاں تھیں اور خاک سر پر اوڑاتیاں تھیں کہ قاسم نے آنکھ کھول سب کی طرف دیکھا اور دولھن کی طرف مسکرا جان [جان] دینے والے کوں سونپا۔
[۱۵۳ ب] اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ /

۱۔ دوہائی پھرنا: منادی ہونا، ڈھنڈورا پٹنا۔ محسن:
وہ توحید کی اک دوہائی پھری — کہ دورِ بتاں سے خدائی پھری

نویں مجلس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

روزیکہ شد بنیزہ سرِ آن بزرگوار　　خورشید سر برہنہ برآمد ز کوہسار
موجے بجنبش آمد و برخاست کوہ کوہ　　ابرے ببارش آمد و بگریست زار زار
گفتی، تمام زلزلہ شد خاکِ مطمئن　　گفتی، فتاد از حرکت چرخ بے قرار
عرش آنچناں بلرزہ درآمد کہ چرخ پیر　　افتاد در گمان کہ قیامت شد آشکار
آں خیمہ کہ گیسوے حورش طناب بود　　شد سرنگوں ز بادِ مخالف حباب دار
جمعے کہ پاسِ محملِ شان داشت جبرئیل　　گشتند بیعماری و محمل شتر سوار
باآنکہ سرزد ایں عمل ز اُمتِ نبی　　روح الامین ز روے نبی گشت شرمسار
آنگہ ز کوفہ خیلِ حرم رُو بشام کرد
نوعے کہ عقل گفت قیامت قیام کرد

[سہوا الف]

اس مجلس نویں میں شہادت پڑھوں میں ہیں
عباس علی محمد انس دس کی کہ نال[1] ہے

راویانِ روایت تیغ گنج اور مخبرانِ اخبارات پُر رنج شہادت حضرت عباس علی کوں تواریخ غم و الم میں یوں درج کرتے ہیں کہ عباس علی حضرت امام حسین علیہ السلام کے علمبردار تھے جب احوال بھائیوں اور عزیزوں کا اس روش دیکھے، رو لہو کی آنکھوں سے بہا کہے۔ ترجمہ[2]

افسوس سب عزیز و برادر فنا ہوئے　　آپس سے اس بلا کے جنگل میں جدا ہوے

۱۔ نال: (پنجابی) ساتھ، ہمراہ۔

۲۔ آیا برادران و عزیزاں، کجا شدند　　در دشتِ کربلا ہمہ از ہم جدا شدند

پانی بدل[1] سبھوں نے پیا اپنا لہو آج ہو پانی پانی[2]، پانی بنا ہائے، کیا ہوئے

پھر علم اوٹھا، حضرت امام حسین آگے آئے اور اس نشان کوں سرِ مبارک پر کھڑا کر فرمائے کہ اے
[۵۴ ب] بھائی، اب علم داری ہماری قیامت/پر پڑی۔ رخصت فرما کہ میدان میں جاؤں اور اپنا انتقام
اس اہلِ ظلام سے لوں۔ امامِ مظلوم زار زار رو، فرمائے، اے برادرِ غم خوار، نشان لشکر میرے کا
توں تھا۔ اب جو توں سدھارے، سب جمعیت تفرقہ ہووے۔ لمولفہ

ہوئے بس اوس گھڑی عباس سیتی شہ نے کہا خدا بر در بہ کجا میروی در دین صحرا
ترا تو بھائی یہاں بیکس اور ہے تنہا ترے بنا کرے گا کون میری غم خواری

تب عباس کہے، یا ابن رسول اللہ، جان میرا قربان تیرے، دل میرا دنیا سے تنگ آیا اور بھائیوں
کی جدائی سے کمال غم کھایا۔ چاہتا ہوں کہ داد اپنی ان ظالموں سے لوں یا اپنا سر بھی دوں۔ تب حضرت
[۵۵ الف] فرمائے کہ اگر ارادہ تیرا یہی ہے، پس چاہیے کہ میدان میں قدم دھر اور اول اس قوم پر حجت/
ثابت کر، اور جو کچھ کہ میں کہوں اون سے۔ اگر نہ مانیں، تب ارادۂ لڑائی کر۔ پھر حضرت نے کچھ
باتیں عباس سے کہہ، رخصت کیے۔ لیکن عباس بہادرِ نامدار اور شجاعِ عالی مقدار تھا۔ جرأت و
قوتِ جنگ اپنے باپ بزرگوار حیدرِ کرار سے میراث رکھتا تھا۔ ایک گھوڑے تیز رفتار، برق
کردار پر سوار ہو شمشیرِ مصری جوں افعیِ زہر دار ہاتھ میں لے اور سپرِ مکی جوں گردۂ خورشید بیٹھ پر
لگا، خودِ فولادی جوہر دار سر پر دھر، قصدِ میدان کیا۔ ترجمہ[3]

ایک بجلی لے کے ہاتھ میں ایک ابر پیٹھ پر ایک چاند سر پہ رکھ لیا، ایک چرخ زیر ران

اور میدان میں پہونچ، گھوڑا جولان میں لا، صورت ہوا کوں گرد و غبار سے اندھیار کر دیا۔ اور صحنِ زمین

۱۔ بدل: عوض۔

۲۔ پانی پانی ہونا: شرم سے پسینے پسینے ہو جانا، شرما جانا، نادم ہونا۔

۳۔ برقے گرفتہ در کف و ابرے بپیش روے ماہے نہادہ بر سر و چرخے بزیر ران

کوں تُم و نعلِ رہوارے/ جوں گلزار بنایا۔ پھر جوں نزدیک صفِ کوفیاں پہونچے، باگ گھوڑے [۱۵۹ ب]
کی لے، کہے، اے قومِ ستم گار، فرزندِ احمد مختار اور جگر گوشۂ حیدرِ کرار تم سے کہتا ہے کہ تم نے میرے
سب بھائی بند اور خویش و فرزند مارے اور سب یار و ہوادار و صحابۂ دین و تابعین میرے ہلاک
کیے، اب بھی اتنا پانی مجھے دو کہ اطفال و عورات کوں پلاؤں اور مجھے چھوڑ دو کہ یہ کئی ایک دم جو بچے
ہیں اُنھے لے، کدھر ہی نکل جاؤں، بلکہ ملکِ ہند کا قصد کروں اور ولایتِ عرب تمھیں چھوڑ دوں۔
اور شرط کرتا ہوں کہ فردائے قیامت تم سے دشمنی اور دعوا نہ کروں۔ جوں عبّاس نے یہ پیغامِ جگر سوز
ادا کیا، تمام سپاہ میں شور پڑا۔ ایک گروہ سن کر چپ رہے اور/ ایک گالیاں شروع کیے۔ بعضے پشیمان [۱۶۰ الف]
ہوئے اور بعضے رونے لگے۔ لیکن شمر ذی الجوشن اور شیث ربعی[1] اور حجر ابن الاحجار تینوں آگے آ،
کہے، اے فرزندِ ابوتراب، اپنے بھائی سے کہہ کر اگر تمام روئے زمین پانی ہووے، ایک قطرہ اوس
سے تجھے نہ دکھلاویں، جب لگ کہ بیعتِ یزید دیوے اور اطاعتِ ابن زیاد قبول کرے۔ عبّاس
انھوں پر لعنت کر، پھرے اور جو کچھ کہ سونے تھے، حضرت سے کہے۔ حضرت سر تلے کر، آنسو بھر لائے۔
ناگاہ خیمۂ اہلِ بیت سے فریاد و فغاں اوٹھا اور شورِ العطش بلند ہوا۔

تمام چھوٹے بڑے پانی پانی کرنے لگے | وُو کرتے پانی پانی، پانی پانی ہونے لگے
ہو لو ہو پانی، بنا پانی بچے مرنے لگے | بڑوں کا زہرہ ہوا پانی[2] پانی بن عاری

کوئی کہے، اے فلک، تُو نہیں ترس کر ہم پر/ | وُو بھیج ہم سے پیاسوں پہ ایک بادل بھر [۱۶۰ ب]
کوئی کہے، اے زمیں ہم سے تُو نہیں[3] محبت کر | دکھائے چشمہ کوئی آبِ شیریں سے جاری

کوئی کہے، اے فلک، شبنم ہی کا منہہ برسا | جو تر ہو ئیں کپڑے اُونھے ہی نچوڑ پیویں ذرا

۱۔ اصل: ربیع۔

۲۔ زہرہ آب ہونا اور زہرہ پانی ہونا: کنایہ ہے خوفزدہ اور پست حوصلہ ہونے سے۔ غالب:

گھر سے بازار میں نکلتے ہوئے | زہرہ ہوتا ہے آب انساں کا

۳۔ تُو نہیں = توں ہی = تو ہی۔

کوئی کہے اے زمیں تُو نہیں اب کہیں وھنس جا | دیکھاوے قلبہ[1] اچُوا کوئی شیریں یا کھاری

یکایک آئی درا اوپر سکینہ لے چھاگل | پوکاری اے چچا عبّاس، پیاس سوں گئی جل
لے آؤ پانی کسو سے مری دے یہ ہیکل | کہ پیاسوں آؤتی ہے مجھ انکھیوں میں اندھیاری

دیکھو کہ جیبھ میری کانٹے ہوگئی اب | گلا کرے ہے گا چٹ چٹ، دیکھو یہ خشک ہیں لب
مجھے گذر گئے ہیں پیاسوں دو دن اور دو شب | کہ بوند پانی نہ پائی بجز آنجھو[2] کھاری

[۱۰۵ الف] زرا جو پانی لے آؤگے، اے چچا صاحب / | بڑا ثواب کماؤگے، اے چچا صاحب
موئی بھتیجی جلاؤگے، اے چچا صاحب | تمہارے جیو تے جیو لگ کروں پرستاری

بچی کی باتوں کو سُن ہائے، حضرتِ عبّاس | انکھیوں میں آنسوکوں بھر و زندگی سے ہو کے اداس
وُو شہ کے سر پہ عَلَم پھر کے کاڑھ[3]، بولے نراس | پڑی ہماری قیامت پہ اب علم داری

حضرت کوں اطفال و عورات کی فریادِ العطش سے اور عبّاس کی جدائی سے آنسو آنکھوں میں بھر آئے اور عباس مشک و چھاگل اوٹھا، قصدِ آبِ فرات[4] کر، کہے، جاتا ہوں کہ دریا سے یا پانی لاؤں یا ہو

۱۔ قلبہ: کھیتوں کے درمیان پانی دینے کی چھوٹی نالی۔ چوُا یعنی ٹپکا۔ مراد ایسی جگہ سے ہے جہاں قطرہ بھر بھی پانی دستیاب ہو سکے۔

۲۔ آنجھو (ہندی): آنسو۔

۳۔ کاڑھنا (پنجابی): نکالنا، پھیلانا، ڈھانکنا وغیرہ۔ مراد یہ ہے کہ انھوں نے دوبارہ دیکھ کر، حضرت امام کے سر پر علم لہرایا اور مایوس ہو کر کہا... الخ

۴۔ اصل: فراط۔

کے دریا میں غوطہ کھاؤں، کیونکہ اس پیاسے رہنے اور پیاسوں کے رونا سونے سے چھوٹوں۔ ترجمہ[1]

دریا بڑے میں غوطہ کھاؤں — یا غرق ہوں، یا لے موتی آؤں

یا سر دیوں / یا لوں اوروں کا سر — یا لوہو ہوں یا پانی لاؤں [۱۵۰ ب]

راوی لکھے ہے کہ چار ہزار نامرد دریاے فرات پر موکل تھے۔ جوں عباس دریا پر پہونچے، وہ بدبخت راہ عباس پر روکے۔ عباس کہے، "اے قوم، تم مسلمان ہو یا کافر۔ جواب دیے کہ مسلمان۔ عباس کہے کہ مسلمانی میں کہاں روا ہے کہ سگ و خوک و چرند و پرند سب اس پانی سے پیوتے، اور تم فرزندانِ رسول اللہ کوں محروم رکھ منع کرتے۔ قیامت کی پیاس سے ڈرو اور اُس دن سے شرم کرو۔ ترجمہ[2]

تجھے کہ درد نہیں، حال ہمارا کیا معلوم — توں ہمار پیاسے کی کیا جانے ہے کنار فرات

جب اون کوفیوں نے یہ بات سونی، یاں سے سوار و پیادہ بڑھ، عباس پر تیر باراں کیے۔ عباس نے ڈھال موہنہ پر لے، نیزہ پکڑ حملہ کیا / اور اسّی ملعونوں کوں جہنم بھیج باقیوں کوں بھگا دیا، اور گھوڑا دریاے [۱۵۱ الف] فرات میں ڈالا، کہ اتنے میں اونہ سوار پہونچ قصد لڑائی کیے۔ عباس بھی گھوڑا ڈپٹ پانی سے باہر آ، رجز کہتے ہوئے حملے کیے۔ ترجمہ[3]:

۱۔ در بحرِ محیط غوطہ خواہم خوردن — یا غرقہ شدن یا گہرے آوردن

این کارِ مخاطرہ است خواہم کردن — یا روے بدان سرخ کنم یا گردن

۲۔ ترا کہ درد نباشد ز حالِ ما چہ تفاوت؟ — تو سوزِ تشنہ چہ دانی کہ بر کنارِ فراتی

۳۔ اصل: اتنے۔

۴۔ عباس علی ست شیرِ غازی — از بیشۂ خسروِ حجازی

آوردہ بزیرِ ران و بردست — آبِ یمنی و بادِ تازی

سرمی بازم گمر بیا بم — نزدیکِ خداے سرفرازی

بر آلِ نبی سپہ کشیدن — کاریست کہ نیست کارِ بازی

غافل مشوید از آں کہ بحرد — بیہودہ سخن بدیں درازی

عبّاسِ علی ہے شیرِ غازی — از بیشۂ خسروِ حجازی
لایا ہے دُو ران تلے وِ بیچ ہاتھ — آبِ یمنی و بادِ تازی
کھوتا ہوں گا سر مگر کہ پاؤں — حق آگے کمال سر فرازی
اب آلِ نبی پہ فوج لائی — مشکل کام ہے نہیں ہے بازی
مت ہوجیو غافل اور نہ جانو — بیہودہ یہ بات اتی درازی

لیکن وہ نامرد حملۂ عبّاس سے پھر بھاگے اور عبّاس پھر گھوڑا دریا میں ڈالے، پھر ملعون حملہ کیے۔ تب
[۱۵۸ ب] عبّاس نیزہ پانی میں ڈال، شمشیر اینچ، جیدھر موہنہ کیے نامرد پھر بھاگے، تاکہ دریا کا کنارا/ اون نحسول
سے پاک کیے۔ پھر گھوڑا دریا میں ڈال، مشک بھر چلے ہے کہ تھوڑا پانی پیویں، پیاس بجھائی کی اور
اہلِ بیت و سکینہ پیاسی کی یاد کر، نہ پیے، اور پانی ہاتھ سے ڈال دیے۔ لمؤلفہ

غرض کہ پہونچ کے دریا پہ، تشنہ لب عبّاس — جو چاہے پانی پیویں، یاد آئی شہ کی پیاس
نہ پیو کہ پانی کہے حیف نہیں ہے اے عبّاس — توں پیوے پانی، پیاسی سکینہ سی پیاری

آخر عبّاس پانی نہ پیے، اور مشک بھری سیدھے کاندھے پر رکھ لے چلے۔ پھر سوار و پیادہ آ، راہِ عبّاس
کی روکے اور لڑائی شروع ہوئی۔ یکایک نوفل بن ارزق لعین نے بے خبر پیچھے سے آ، شمشیر عبّاس کے اوس
[۱۵۹ الف] کاندھے پر چلائی، جس پر کہ مشک تھی، اور وہ سیدھا ہاتھ کٹھا کر بدن سے جدا ہوا۔ تب عبّاس نے/ کہا،
لمؤلفہ:

اگر دشمن نے سیدھا ہاتھ میرا — کیا تن سے جدا، دوکھ دے، گھنیرا[1]
گھٹا نہ کچھ مری مردی و دیں سے — مجھے ان بے حیاؤں نے جو گھیرا
ڈروں نہ مرگ سے اور تیغ ماروں — اوٹھاؤں ونداں اوپر گھنیرا
کروں لوہو سے نقّاشی زمیں اب — کرے ہے نقش جیسے آ چتیرا[2]

۱۔ گھنیرا، (د۔ سنسکرت گھن سے)؛ گھنا، بہت۔ بھاری چیز کے لیے بھی آتا ہے۔

۲۔ چتیرا: چتر (تصویر) بنانے والا، مصوّر۔

مجھے کچھ غم نہیں، گر مار مجکوں / میرے سر کے تئیں نیزہ پہ پھیرا
بغیر از پانی اب پھر نا روا نہیں / سکینہ رووے جب مونہہ دیکھ، تیرا
کہے گا کیا اوسے عباس اب توں / نہ لایا پانی، ملعونوں نے گھیرا
اگر پانی چلے لے کر، و گر نہ / اسی میدان کوں بوجھ اپنا ڈیرا[1]
ابھی ایک ہاتھ باقی ہے اے عباس / دیکھے مرنے کوں کیا سانجھ[2] اور سویرا
چلا شمشیر، کیا مرنے سے ڈرنا / مچادے ان لعینوں پر بکھیرا[3]

پھر عباس مردانگی سے مشک بائیں کاندھے پر لیے۔ آہ ڈس ملعون نے وہ ہاتھ بھی گرایا۔ تب [۱۷۱ ب] عباس نے مشک دانتوں میں پکڑ، رکابوں سے دشمنوں کوں اپنے پہلو سے دور کرنے لگا۔ یکایک ایک تیر مشک پر آ لاگا کر مشک میں سوراخ پڑا اور پانی تمام بہا۔ آہ، تب عباس نے کہا، نہ جانوں کیا حکمت ہے کہ پیاسوں کے حلق میں پانی کسو طرح نہیں پہونچتا۔ تب ہاتف غیب ندا کیا، شربت ہائے بہشت تمہارے واسطے تیار ہیں۔ حیف نہیں کہ لب اس پانی سے تر کرو[4]۔ پھر عباس اون دو بھاری زخموں سے زمین پر گرے اور پوکارے، یا اخاہ ادرکنی یعنی اے بھائی حسین اپنے بھائی عباس کی خبر لے۔ لمولفہ

ہائے اے بھائی، خبر لے بھائی دو کھیا رے کی آ / آخری دیدار میرا دیکھ لے، ورنہ چلا
بیکس ہوں بیکس، خبر لے آ کے مجھ بیکس کی توں / بھیج کچھ پیغام اپنے باپ کوں اے دلربا [۱۷۰ الف]
اے شہِ دیں، جاں کیا تجھ پر فدا عباس نے / اب پڑا ہے شانوں بن اس دس کوں ذرا آ کر اوٹھا
تڑپھتا ہوں میں دونو ہاتھوں بنا اے میر ہاتھ / ٹک اوٹھا گھوڑے کوں میرے حال کے تئیں دیکھ جا

۱۔ ڈیرا: ٹھکانا۔ یہاں مراد قبر ہے۔

۲۔ سانجھ یعنی سانجھ: شام، غروبِ آفتاب کا وقت۔ خسرو:

چل خسرو، گھر اپنے سانجھ بھئی چودیس

۳۔ بکھیرا۔ (بکھرنے کا حاصل مصدر) تتر بتر کرنا، منتشر کرنا، بھگانا۔

۴۔ روضۃ الشہدا: حیف باشد کہ لب بدیں آب تر کنید۔

جوں وہ آوازِ جانگدازِ عباسِ حق شناس امامِ مظلوم کے کان پہونچی، ایک آہ ایسی اپچی کہ زمینِ کربلا اوس ہیبت سے لرزی۔ ترجمہ[1]:

آسماں لرزا الپس پر ہو گیا نیلا[2] تمام
جس گھڑی عباسِ بیکس کا ہوا بھوئیں[3] پر مقام
جب بھرا بیکس حسین اپنے جگرِ نازک سے آہ
آسماں خم ہو گیا اور چاند کا چہرہ سیاہ
شاہِ انجم نے کلاہِ شاہی ماری خاک پر
بجلی اس آتش کی پہونچی قبۂ افلاک پر

[۱۶۰ ب] پھر حضرت زار زار رو، فرمائے، الآن انکسر ظھری [و قلت حیلتی] یعنی اب کمر میری ٹوٹی اور قوت میری چھوٹی۔ اوس وقت محمد انس حضرت پاس کھڑا تھا۔ جوں امامِ مظلوم کوں روتے دیکھا، پیادہ دوڑا، دیکھا کہ شاہزادہ عباس خاک و خون میں پڑا تڑپتا۔ محمد انس اوس سے چمٹ، رونے لگا۔ ملعون سمٹ اوس پر ٹوٹے اور ایک پل میں گوشت اوس کا ذرہ ذرہ کر، نیزوں کی نوکوں سے لے گئے اور اوسے بھی شہید کیے[4]۔ اتنے میں حضرت پہونچے، دیکھے کہ عباس دارِ فنا سے گلستانِ بقا کوں سدھارے۔ حضرت کہے، اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔ لمؤلفہٖ

ہزار افسوس ہیں بیکس ہوا اب
نہ کوئی بھائی رہا، نے اقربا اب
مُوا عباس، میں بیچارہ ہوا
خوشی کے کوچے سے آوارہ ہوا
[۱۶۱ الف] پڑا اب چو طرف سے بیکسی میں
نہ غم خوار اب رہا اس بے لبسی میں
کسے یہ حال اپنا جا، دکھاؤں
کسے یہ دوکھ اب اپنا جا سناؤں
کسے دیکھلاؤں اب اپنی یہ زاری
کہوں کس سے بچوں کی بیقراری

۱۔ پیرِ گردوں زیں مصیبت جامہ جاں چاک زد
خسروِ انجم کلاہِ سروری بر خاک زد
قامتِ گردوں دوتا شد، چہرۂ مہ شد سیاہ
برقِ ایں آتش مگر بر قبۂ افلاک زد

۲۔ اصل: نیلہ

۳۔ بھوئیں (پنجابی)، زمین (سنسکرت، بھومی؛ فارسی 'بوم')

۴۔ روضۃ الشہدا: ۲۸۶

کہوں کس سے جو مجھ پر ترس کھاوے — کے شبیر اپس دوکھ پر رولاوے
نہ میرے سر پہ اس دم میرا نانا — نہ نانی، نے اماں، نے کوئی ٹھکانا
کہ جو ان بچوں کوں واں لے کے جاؤں — وہاں ناموس کوں رکھ سر چھپاؤں
نہ بابا، نے حسن بھائی ہے سر پر — بوری بپت[۱] مرے آئی ہے سر پر

نہ کوئی غمخوار و نے فریاد رس ہے — حسین اس رن میں بے فریاد رس ہے
میرا اب کوئی اس دم نہیں رہا ہے — خدا ہے سادو جو کچھ اوس کی رضا ہے [۱۶۱ ب]

تمت تمت تمت

۱۔ بپت: دکھ، مصیبت۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

خاموش محتشم کہ دلِ سنگ آب شد — بنیادِ صبر و خانۂ طاقت خراب شد
خاموش محتشم کہ ازیں شعرِ خوں چکاں — در دیدہ اشکِ مستمعاں خونِ ناب شد
خاموش محتشم کہ ازیں حرفِ سوزناک — مرغِ ہوا و ماہیِ دریا کباب شد
خاموش محتشم کہ ازیں نظمِ گریہ خیز — رُوئے زمیں زاشکِ جگرگوں خضاب شد
خاموش محتشم کہ بسوزِ تو آفتاب — از آہِ سردِ ماتمیاں ماہتاب شد
خاموش محتشم کہ ز ذکرِ غمِ حسین — جبرئیل را ز رُوئے پیمبر حجاب شد
خاموش محتشم کہ فلک بسکہ خوں گریست — دریا ہزار مرتبہ گلگوں حباب شد

تا چرخ سفلہ بود، خطائے چنیں نکرد
بر ہیچ آفریدہ جفائے چنیں نکرد[۱] [۱۶۲ الف]

ہے آج دسویں مجلس اکبر علی شہید
غم ہیچ جس کے باغ خوشی پائمال ہے

سامعانِ اخبارِ غم والم اور شارحانِ آثارِ اندوہ و ماتم، شہادتِ علی اکبر نوجوانِ گلِ گلزارِ ریحان کوں، صفحۂ مصیبت پر یوں رقم کرتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام دیکھے کہ یاروں بھائیوں اپنوں سے کوئی نہ رہا، ہتھیار باندھ قصد لڑائی کیے۔ جون علی اکبر دیکھا کہ پدرِ بزرگوار قصدِ میدان رکھتا، گھوڑے سے اتر، باپ کے پاؤں پڑ عرض کیا، اے پدرِ مہربان واے دلدارِ غریبان وہ وقت نہ ہوئے کہ بغیر

۱۔ روضۃ الشہدا: ۲۶۸ (تفصیلات کے لیے رجوع کیجیے طبقات ابن سعد، ۴: ۲۹؛ الاصفہانی: مقاتل الطالبین: ۸۰)

تیرے ایک پل اس دہر سراسر قہر میں جیوتا رہوں اور روا مت رکھ کہ بعد تیرے اکیلا ان ظالموں میں
مروں۔ اپنی لڑائی اتنی موقوف فرمایئے کہ میں بھی جان اپنا اس خدمتِ عالی اور/ اس جنابِ معالی [۱۶۲ ب]
پر نثار کر لوں۔ لمولفہ:

ہائے اے بابا، نہ ہووے وہ گھڑی — تجھ بنا جیوتا رہے اکبر علی
تجھ کوں دیکھے آنکھ بھر سر تن جدا — تن زمیں پر سر ہووے نیزے چڑھا
گھر کوں لوٹتا دیکھے اور جلتا تمام — بہنوں پھوپھیوں کوں دیکھے روتا تمام
ماں کوں دیکھے رانڈ ہوئے بن آس ہوئے — یاسمن ریحان کی بن باس ہوئے
بھر کر باباکہ میں ہو لوں نثار — شمعِ دیں پر ہوں فدا پروانہ وار

تب ماں بہنیں اور پھوپھیاں خیمے سے باہر دوڑیں اور علی اکبر کے پاؤں پڑ، رونے لگیں۔ حضرت بھی رخصت نہ دیتے تھے، اور علی اکبر رو رو عاجزی کر سوگندیں دیتے تھے۔ لاچار حضرت زاری کا اور رونے اوس کے سے، آپ زرہ بکتر علی اکبر کوں پہنائے اور پٹکا حضرت آدمؑ کا[۱] اوس کمر میں باندھ، خود
فولادی سر پر رکھ ہتھیار بندھائے، / پھر ایک گھوڑے عقاب نام پر سوار فرمائے۔ ماں اور بہنیں [۱۶۳ الف]
علی اکبر کے گھوڑے کی باگ سے لپٹ رونے لگیاں۔ تب حضرت فرمائے، ہاتھ اس سے اوٹھا کہ قصد سفرِ آخرت رکھتا ہے۔ ترجمہ[۲]:

کرتا ہے آخرت کے سفر کا یہ چاند قصد — نشترِ سیتی جدائی کے کر رگِ خوشی کی فصد

تب علی اکبر سب سے رخصت ہو میدان میں سدھارا۔ اور نیزہ ہاتھ میں لے للکارا۔ لیکن اس وقت

۱۔ معلوم نہیں فضلی "پٹکا حضرتِ آدمؑ" کہاں سے لے آئے۔ اصل فارسی میں ہے: "و کمر ادیم کہ از آں حضرت امیر بود، بر میان او بست" (کمر: پٹکا، ادیم: چمڑا) صحیح یہی ہے کہ کمربند حضرت علی کا تھا، انیس بھی لکھتے ہیں:

کرتا تنِ اطہر میں رسولِ عربی کا — زیبِ کمر اک کمربند علی کا

۲۔ آں مہ بجانبِ سفر آہنگ میکند — صحرا و دشت بر دلِ ما تنگ میکند

حضرت شہر بانو کا عجب احوال[۱] تھا۔ لموٌلفہ

آنکھوں سے آنسو چلے جاتے تھے زار   پھرتی تھی خیمہ موں روتی بے قرار
جھانکے تھی دروازے پر جا بار بار   کہتی تھی اس در پر بھی کوئی دربان ہے؟

جو مجھ اکبر کی خبر لاوے شتاب   یعنی کو فیوں پر ہوا وہ فتح باب
اوس کوں دوں زر زیور اپنا بحساب   موہنہ بھروں شیرینی سے ارمان ہے

اے مبارک در اگر تجھ میں سے پھیر   جیوتا آوے مرا اکبر سا شیر ۱۶۳ ب
تجھ کوں دوں صندل کے چھاپے[۲] ہو دلیر   دل مرا یہ آرزو خواہان ہے

آ، اس آنگن میں چھبیلا[۳] گر میرا   پھر پھرے، تو اے آنگن مجھ سی دو کھیا
پلکوں سے تج کوں بوہارے[۴] جا بجا   تیری اب جاروب مجھ مژگان ہے

اے میری انکھیو اگر پھر تم سیتی   آنکھ بھر دیکھوں جمال اکبری
طوطیا[۵] سے تم کوں دوں زینت گری   اب تمہارا نور بھی وہی جوان ہے

۱۔ احوال ، حال ، یہاں بطور واحد ذکر ہوا ہے۔ غالب

اپنا احوالِ دلِ زار کہوں یا نہ کہوں

۲۔ صندل کا چھاپا: عورتیں منت پوری ہونے پر صندل کا چھاپا مسجدوں وغیرہ میں لگاتی ہیں، تیر

کعبے میں صندل کے چھاپے کیوں نظر آتے ہیں آج   آپنے دستِ ترحم کس کے دل پر رکھ دیا

۳۔ چھبیلا : بانکا ، لاڈلا۔

۴۔ بوہارنا، بُہارنا: صاف کرنا، جھاڑو دینا، پلکوں سے جھاڑو دینا کنایہ ہے بیحد اطاعت کرنے اور انتہا درجے کی خدمت گذاری سے:

ہم چشموں نے جنون ان کی تاڑی   پلکوں سے زمین بَن کی جھاڑی   (گلزار نسیم)

۵۔ طوطیا، توتیا: نیلا تھوتھا، سرمے کا پتھر جس کو باریک پیس کر آنکھوں میں لگاتے ہیں، سرمہ۔

ایک اوس کا پاؤں تھا دہلی[1] اوپر ایک اصغر طرف اوٹھے تھا جگر
تھی سکینہ مچلی ہوئی گودی بھتر کہتی تھی بن پانی یہ نالان ہے

اک طرف سجاد کوں دیکھے تھی جا دیکھ پنڈا آتی تھی کپڑا اوڑھا
اک طرف اصغر کوں پھر دیکھے تھی آ دودھ بن سُن[2] جھولے کے درمیان ہے

سیپی[3] لے پھرتی تھی سب بیبیوں کنے ایک ذرا دو دودھ اصغر کے لیے
دودھ میرا سوکھا، اصغر بھوکے/ جاں بلب کوئی دم کا اب مہمان ہے [۱۱۴ الف]

وہ بھی دکھیاں اپنی اپنی چھاتیاں رو رو بانو کے تئیں دیکھلاتیاں
کہتیں، دودھ اوس سے عزیز ہم رکھتیاں ہم بھی اور دودھ اوس اوپر قربان ہے

پھر لیے ہوئے سیپی جا، دروازے پر کہتی تھی کچھ آئی اکبر کی خبر
پھر وہ نہیں اصغر کے لب پر آئے کر دھرتی جو آنسو بھرا مژگان ہے

لیکن علی اکبر جوان تھا اٹھارہ برس کا، مونہہ مانند آفتاب کے اور گیسو مانند مشک ناب، خُلق و خلقت و
صورت میں شبیہ رسولِ خدا جس وقت شوقِ دیدار سید ابرار اہلِ مدینہ پر غالب ہوتا، آتے اور جمالِ
باکمال علی اکبر کوں دیکھتے اور جب اشتیاقِ کلام خیر الانام ان پر غلبہ کرتا، آکر بولنا علی اکبر کا
سونتے۔ لیکن جب وہ جوان میدان میں پہونچا، میدانِ کربلا اوس جمال کی شعاع سے روشن ہوا
لشکریانِ/ عمر سعد لعین وہ جمال دیکھ حیران ہوئے اور عمر سعد سے پوچھے، یہ کون ہے کہ توں [۱۱۴ ب]

۱۔ دہلی: دہلیز، چوکھٹ۔

۲۔ سُن: بے حس و حرکت۔

۳۔ سیپی: صدف، عورتیں اس سے بچوں کو دودھ یا دوا پلاتی ہیں۔

ہمیں اس سے لڑنے کوں بھیجتا۔ ترجمہ[۱]

یہ کون سوار ہے کربلا ہے دل و دیں کا   جس شکل سے روشن ہے گھر اب گھوڑے کی زین کا

ملعون کہا، یہ حسین کا بڑا بیٹا ہے۔ لیکن علی اکبر نوجوان، سرو رواں[۲] اور گل ارغواں گھوڑا میدان میں جولان کر کہا، ترجمہ[۳]:

میں ہوں بیٹا حسین حیدر کا   کفش جس کی ہے تاج ہر سر کا
باگ دشمن سے اب نہ پھیروں گا   کہ ہوں پوتا میں شیر حیدر کا

ہر چند علی اکبر مبارز بولاتا تھا، کوئی نہ آتا تھا۔ تب آپ کوں لشکر پر مارا اور شور دائیں بائیں سے روسیاہ میں ڈالا۔ بہت بیحیاؤں کوں زیر و زبر کر، باپ بزرگوار پاس سدھارا، کہا، یا ابۃ
[۱۶۵ الف] العطش العطش، یعنی اے بابا، پیاس مجھے مارے ہے/ اور یہ جبّہ مجھ پر بھاری لگے ہے۔ حقا اگر ایک گھونٹ پانی پاؤں، بھیجا اس قوم نابکار کے سر سے نکالوں۔ لمؤلفہ

ہاے، اے بابا، لگی ہے مجکوں پیاس   پیاس سے کھوئے گئے میرے حواس
زرہ و بکتر لگتا مجھ پر بھاری اب   ہاے بابا پیاس لاگی کاری اب

حضرت آہ بھر فرمائے، ایضاً

اے مرے اکبر پیارے دل جگر   میں ہوں قربان اب تیری اس پیاس پر
تجھ لیے پانی کہاں سے لاؤں اب   حال تیرا میں کسے دیکھلاؤں اب

۱۔ ایں کیست سوارہ کربلائے دل و دین است   صد خانہ برانداختہ در خانۂ زین است

۲۔ عکس میں یہ الفاظ واضح نہیں۔

۳۔ فضلی نے یہاں بہت آزاد ترجمہ کیا ہے۔ اصل میں مندرجہ ذیل تین شعر ہیں:

منم علی حسین علی کہ خسرو مہر   فراز تخت فلک کمتریں غلام منست
من از نژاد شہے ام کہ قدر او می گفت   کہ خطبۂ شرف سروری بنام منست
عناں ز معرکہ خصم بر نخواہم تافت   چرا کہ توسن تند سپہر رام منست

یہاں تو اب ایک قطرہ پانی کا نہیں آنسو ہی آنکھوں میں ہیں اے نازنیں
بہنیں بھی تیری بلکتیاں پانی بن پھوپھیاں بھی تیری بلکتیاں پانی بن
بھائی اصغر بھی ترا بیتاب ہے ہم سبھوں پر آج قحطِ آب ہے

[۱۶۵ ب] یہ کہہ علی اکبر کوں آگے بولا، خاک لب و دنداں اوس کے سے پاک کر، انگوٹھی رسول خدا اوس / مونہہ
میں رکھی اور شاہزادہ نے چوسی. تھوڑی پیاس کم ہوئی کہ پھر علی اکبر میدان میں سدھارا اور للکارا
کہ ہاں کوئی نامرد آوے. عمر نحس نے طارق لعین کوں کہا، توں جا اور علی اکبر کا سر لا، تا کہ میں حکومت
صوبہ داری موصل، ابنِ زیاد سے تجھ لیے لوں. طارق لعین کہا ڈرتا ہوں کہ فرزندِ رسولِ خدا کوں
ماروں اور توں وعدے پر وفا نہ کرے. ملعون سوگند کھایا کہ اس قول سے نہ پھروں. بلکہ یہ انگوٹھی مجھ
سے لے اور اپنے پاس گرو رکھ. طارق بدبخت انگوٹھی اوس سے لے اونگلی میں پہن، علی اکبر کے
[۱۶۶ الف] مقابلے چلا، اور پہونچتے ہی نیزہ سینۂ پر کینہ پر مارا کہ پیٹھ میں پھوٹ / نکلا اور طارق روسیاہ گرا.
علی اکبر نے گھوڑا اوس کے بدنِ کثیف پر دوڑایا کہ تمام اعضا اوس کے چور ہو گئے. تب بڑا بیٹا
طارق کا میدان میں آیا، شاہزادہ نے اسے بھی جہنم بھیجا. دوسرا بیٹا باپ بھائی کے غم سے جل، مانند
بیہوشوں کے جوں شعلۂ آگ علی اکبر کے مقابل ہوا اور دوڑ کر گریبانِ علی اکبر پکڑ، اس طرح اینچا
کہ علی اکبر گھوڑے سے گرا. لیکن شاہزادہ نے بھی ہاتھ لنبا کر گردن اوس کی پکڑ، اس طرح مروڑی کہ منکا[1]
اوکھڑ گیا اور زمین پر پٹکا کہ ہڈیاں چور ہو گئیں. شور لشکرِ سعد سے ایسا اوٹھا نزدیک تھا کہ تمام فوج
[۱۶۶ ب] ہول و ہیبت و زور و شوکت شاہزادہ سے بھاگے. عمر سعد لعین ڈرا اور مصراع بن مغلوب[2] کوں کہا
توں قصد کر اور اس جوانِ ہاشمی کوں ہمارے سر سے دفع کر. مصراع نے آ، حملہ کیا. لیکن علی اکبر بہادری
اپنے دادا سے میراث رکھتا تھا. مانند شیرِ درندہ کے نعرہ مارا کہ تمام لشکر لرزا اور مصراع مرساں[3] ہوا.
علی اکبر نے خدا کوں یاد کر، ایسی شمشیر اوس کے سر پر ماری کہ زین لگ دو کیا اور شور سپاہِ روسیاہ سے

۱۔ منکا: گردن کا مہرہ۔

۲۔ نام مصراع بن غالب ہے۔

۳۔ مرساں: اس کے معنی سیاق سے 'سراسیمہ'، 'خوف زدہ' وغیرہ کے معلوم ہوتے ہیں۔

اوٹھا. تب عمر سعد لعین نے محکم بن طفیل اور نوفل شقی کوں دو ہزار سوار سے علی اکبر کے مقابل بھیجا، اور اون کوتّوں نے آ حملہ کیا. شاہزادہ نے ایک حملہ میں اون دو ہزار سوار کوں بھگا، مانند شیر گرسنہ کے کہ بیچ گلہ کے پڑتا ہے، پڑا اور لشکر کوں تل اوپر کر پھرا. پھر اپنے باپ بزرگوار پاس آ کہا، العطش، العطش. لمولّفہ

[۱۶۷ الف] اے پدر، مجکوں پیاس مارے ہے / پانی پانی یہ دل پوکارے ہے
پیاس سے پانی پانی ہوتا ہوں / پانی نہیں لیک پانی روتا ہوں

حضرت زار زار رو فرمائے، اے جانِ پدر غم نہ کھا کہ کوئی پل میں آبِ کوثر سے سیراب ہوئیگا. علی اکبر اوس خبر سے باغ باغ ہو پھر میدان میں گیا. یک مرتبہ کفار دائیں بائیں طرف سے علی اکبر پر حملہ کیے اور زخم بے شمار اوس بدن پر مارے.

روایت ہے کہ اوس وقت امام مظلوم کی آنکھیں فرزندِ دلبند پر لگ رہی تھیں اور جو جو زخم کہ علی اکبر کے بدن پر لگتا تھا، دل باپ کا بیقرار اور سینہ داغدار ہوتا تھا. ناگاہ منقذ بن نعمان لعین نے ایک تلوار علی اکبر کے سر پر ماری. آہ، سر دو پھانک[1] ہوا اور سرّاٹا[2] لوہو کا بہا، کہ ابن نمیر [۱۶۷ ب] نے نیزہ پیٹھ پہ مارا کہ دو بالشت بدن سے پھوٹ کر نکلا. نزدیک تھا کہ علی اکبر ان دو زخموں سے گھوڑے پر سے زمین میں گرے، لیکن زورِ غیرت سے قائم رہا اور یال گھوڑے کی پکڑ، باگ اوس کے اختیار میں دیا. گھوڑے نے راہ جنگل کی لی. آہ اوس وقت گرد و غبار سے اور آنجھوؤں[3] کی مار سے آنکھ باپ کی بیٹے سے چک[4] گئی تھی. پھر جو باپ نے ایک پل پیچھے دیکھا، بیٹا نظر نہ پڑا. گھوڑا

۱۔ پھانک: ٹکڑا.

۲۔ سرّاٹا، شرّاٹا: خون یا پانی کی دھار کا زور سے نکلنا، فوارہ کی شکل میں. آنسوؤں کے واسطے بھی مستعمل ہے (نور اللغات، ۳: ۴۲۲)

۳۔ آنجھوؤں کی مارے: آنسوؤں کی جھڑی سے.

۴۔ چک، چوک: یعنی نظر ہٹ گئی تھی.

دوڑا، نعرہ مارا، کہ "یا علی، یا علی"۔ دور سے آواز آئی، "اے بابا، اے بابا، اپنے اکبر بیکس کی خبر لے"۔ حضرت اسی آواز پر گھوڑا دوڑا، پھر پکارے "یا علی، یا علی"۔ پھر آواز نہ آئی، لیکن جب حضرت آواز نہ سنے اور علی اکبر کوں نہ دیکھے، بیتاب ہو، کوفیوں کی صفوں کو برہم مارے۔ وہاں بھی فرزند کوں نہ دیکھے۔ پھر جو لاشیں کہ میدان میں پڑیں تھیں /اون میں ڈھونڈھے [۱۶۸ الف] وہاں بھی نہ پا، آہ مار، کہے، ترجمہ!

اے جگر باپ کے، کہاں گیا توں
اے پسر باپ کے کہاں گیا توں

لمؤلفہ:

ڈھونڈھتا ہے تجھے پدر، اے پسر
نامور باپ کے، کہاں گیا توں
دشمنوں کے موئے ہیں اب جیتے
شیرِ نر باپ کے کہاں گیا توں
تجھ پدر کی انکھیوں میں جگ ہے اندھیر
اے قمر باپ کے کہاں گیا توں
سوکھا تجھ باپ کا نہالِ امید
اے ثمر باپ کے، کہاں گیا توں

۱۔ فضلی نے صرف پہلے شعر کا ترجمہ کیا ہے اور باقی چار کے بجائے اپنی طرف سے کئی شعروں کا اضافہ کر دیا ہے:

اے عزیزِ پدر کجا رفتی — وز کنار پدر چرا رفتی
بر نخوردہ ز بوستانِ حیات — سوے کاشانۂ بقا رفتی
نہ کزیں کلبۂ فنا رستی — بسرا پردۂ بقا رفتی
مصطفیٰ جدِّ تست، می دانم — کہ بنزدیک مصطفیٰ رفتی
فرعِ زہرا و مرتضیٰ بودی — سوے زہرا و مرتضیٰ رفتی

تجھ سے آنکھیں تھیں باپ کی روشن
خوش نظر باپ کے کہاں گیا توں

باپ کی تجھ سے لٹ گئی دولت
سیم و زر باپ کے کہاں گیا توں

باپ ڈھونڈھے ہے اے بچے تجکوں
جلوہ گر باپ کے کہاں گیا توں

باپ آگے ہو گیا یہ دن اب رات
اے سحر باپ کی، کہاں گیا توں

[۱۶۸ ب] ازبسکہ حضرت بیقرار تھے، گھوڑے کی باگ کی خبر نہ تھی، کہ ذوالجناح / حضرت کوں لشکر سے طرف جنگل کی لے گیا. پھر جبتا کہ حضرت اوسے تھانبے نہ تھنبا. تب حضرت نے بھی باگ اس کے اختیار دی. "یا علی، یا علی" کہتے ہوئے، فرزند کی آرزو میں بیقرار، زار زار روتے چلے جاتے تھے اور کہتے تھے. ترجمہ[۱]

تیری جدائی سے ایک دل رکھوں ہوں، درد ہزار
تیرے فراق میں ہے ایک نفس، ہزاروں آہ
اے میرے پیارے علی اکبر، اب کہاں ہے توں
دیکھا دے اپنا جمال اب مجھے پھر اک نگاہ

اے فرزندِ دلبند، توں کہاں ہے جو مونہہ اپنا نہیں دیکھاتا اور اے آرام جان دشمنوں کے ہاتھ سے دل چاک ہے، تس پر کیوں توں لُون[۲] لگاتا. ترجمہ[۳]:

[۱۶۹ الف] میں تو آپ ہی دشمنوں کے ہاتھ سے / زار ہوں اب ہو گیا ہوں زار تر

۱۔ ز فرقت تو دلے دارم و ہزاراں درد / ز ہجر تو نفسے دارم و ہزاراں آہ

۲۔ لُون (پنجابی): نمک؛ لون لگاتا: نمک چھڑکنا.

۳۔ من خود از آزارِ ایں سنگین دلاں / زار بودم، گشتم اکنوں زار تر

اس اثنا میں گھوڑا علی اکبر کا حضرت کی نظر پڑا لیکن ہائے، علی اکبر نہ نظر آیا. حضرت جیتا چاہے کہ اوس گھوڑے کوں پکڑیں ہاتھ نہ آیا اور آگے حضرت کے ہو دوڑا، حضرت بھی گھوڑے پیچھے چلے. آگے آگے گھوڑا چلا جاتا تھا، اور پیچھے پیچھے حضرت روتے چلے جاتے تھے کہ ایک جگہ جا گھوڑا ٹھہرا اور ہنہنا، ٹاپیں مارنے لگا. حضرت ناگاہ دوڑ ا دیکھے کہ علی اکبر نوجوان چُور زخموں میں پڑا ہے اور مانند مرغ بسمل کے تڑپھتا. گھوڑا جلد کر پہونچے اور پیادہ ہو علی اکبر کے پاس بیٹھ، سر بغل میں لے، اور ہاتھ اوس کی پیشانی پر مَل، موںنہہ پر موںنہہ رکھ، رو رو، کہنے لگے، لمؤلفہ:

اے بچے، کر اپنے بابا سیتی بات   ڈال بابا کے گلے میں اپنا ہاتھ
لب شکر ٹک کھول اپنے اے بچے   کر الہیں / دو کھ کے بچن مجھ سے بچے [۱۶۹ ب]
دے تسلی باپ کوں ٹک بات کر   دیکھ لے بابا کا موںنہہ ٹک آنکھ بھر
اے بچے ٹک باپ کی بھی بات مان   چھوڑ مت جا باپ کوں روتا ندان[۱]
یہ جوانی تیری صد حیف اے بچے   یہ کمائی میری، صد حیف، اے بچے
اس طرح برباد ہوتی ہائے ہائے   موت تخم غم کوں بوتی، ہائے ہائے
اے مرے فرزند پیارے مجھ سے بول   دیکھنے کوں باپ کے آنکھوں کوں کھول

جوں علی اکبر نے باپ کے رونے کی آواز سونی، آنکھیں کھول، موںنہہ باپ کا دیکھ، یہ بات کہی، اے بابا، آسمان کے دروازے کھولے ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ دادا محمد مصطفےٰ دو پیالے شربت بہشت سے ہاتھ میں لیے کھڑے اور مجھے ایک پیالا دیتے کہ پیو. میں کہتا کہ دونو / پیالے مجھی کوں [۱۷۰ الف] دو کہ بہت پیاسا ہوں. دادا فرماتے کہ یہ توں پیو اور دوسرا تیرے بھائی علی اصغر[۲] لیے رکھا ہے کہ وہ بھی دل جلا اور خشک گلا، میرے پاس آوے گا. یہ کہہ جان جان آفریں سونپا[۳]. اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن. / [۱۷۰ ب]

۱۔ ندان: لعد، پیچھے. اب یہ لفظ متروک ہے.

۲۔ روضۃ الشہدا میں بھائی کے بجائے باپ یعنی امام حسین کا ذکر ہے.

۳۔ روضۃ الشہدا: ۲۷۲.

گیارھویں مجلس

[۱۰۵ الف] بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے چرخ! غافلی کہ چہ بیداد کردۂ وز کیں چہا دریں ستم آباد کردۂ
در طعنت ایں بس است کہ با عزتِ رسول بیداد کردہ خصم و تو امداد کردۂ
اے زادۂ زیاد، نکردہ است ہیچ گاہ نمرود ایں عمل کہ تو شداد کردۂ
کام یزید دادۂ از کشتنِ حسین بنگر کرا بقتل کہ دلشاد کردۂ
بہرِ خسے کہ بار درختِ شقاوتست در باغِ دین چہ با گل و شمشاد کردۂ
با دشمنانِ دیں نتواں کرد آنچہ تو با مصطفیٰ و حیدر و اولاد کردۂ
حلقے کہ سودہ لعلِ لبِ خود بر آں رسول آزردہ اش بخنجرِ فولاد کردۂ

ترسم ترا دمے کہ بمحشر در آورند
از آتشِ تو دُود چو اخگر برآورندا

[۱۰۵ ب] اس گیارھویں میں ذکر ہے اصغر شہید کا

جس کا گلا ہے لوہو سے تر کرتہ لال ہے

سخن سنجانِ سخنور اور مہندسانِ[۱] نامور شہادت معصوم علی اصغر دفتر ماتم میں یوں بیان کرتے ہیں[۲] کہ

---

۱ - مہندس: اقلیدس کا ماہر، اشکال ہندسہ کا عالم۔ اس لفظ کا استعمال یہاں عجیب ہے۔

۲ - روضۃ الشہدا: ۲۷۲

بعد شہادتِ علی اکبر حضرت امام حسین علیہ السّلام اکیلے رہے، اور یار و مددگار و دوستدار بجز کردگار و ذوالفقار[1] نہ دیکھ آہ مار کہے، لمولفہٖ:

ساتھی سارے چل بسے اور رہ گیا بیکس حسین
اوس کوں بھی جلدی بلا، یا جد، نہیں ہے اس میں چین

جوں یہ آوازِ جانگداز حضرت زین العابدین بیمار کے کان میں پہونچی، بے اختیار نعرۂ وا ابتاہ کا بھرا، اور اہلِ بیت حجرۂ عصمت سے غلغلہ واویلاؔ [ہ] و وامصیبتاہ اٹھا۔ حضرت فرمائے کہ اے پردگیانِ[2] حرمِ نبوت و اے پرورشِ یافتگانِ[3] تتقِ[4] عفت، چپ رہو کہ دشمن ہنسائی نہ ہووے۔[5] اور صبر کرو کہ بلا و مصیبت [۱۰۶ الف] میں رونا ثواب کوں کھووے۔ ابھی وقت رونے کا نہیں، ایسے روؤگے کہ دریا خشک ہوئینگے، اور تمہاری آنکھیں نہ سوکھینگی۔ تب اہلِ بیت بیتاب ہو کہے۔ ترجمہ[6]:

دل نہ رکھتا تھا طاقتِ بارِ فراق
یہ دل ہے، اے شاہ، سنگ خارہ نہیں

صبر کرنا تجھ جدائی بیچ ہائے
سخت مشکل ہیگی، لیکن چارہ نہیں

پھر اپنی بیٹی سکینہ کے سر پہ ہاتھ پھیر فرمائے: "آج سکینہ میری یتیم ہوئیگی"۔ لمولفہٖ:

یتیمی آج برسیگی میری پیاری سکینہ پر
یہ بابا موئی[7] کھا وے داغ لاگے اسکے سینہ پر

زنہار کہ بعد میرے سایے نہ گھر کیو، اور بیرحمی اس پر نہ کیجیو کہ دل یتیموں کا نازک ہوتا ہے۔ ایضاً:

۱۔ ذوالفقار: ایک تلوار جو جنگِ بدر میں رسولِ مقبول کے ہاتھ آئی اور آپ نے حضرت علی کو عطا فرمائی۔ خان آرزو نے لکھا ہے کہ بکسرِ فا غلط ہے۔

۲۔ اصل: پردہ گیان۔
۳۔ اصل یافتہ گان

۴۔ تُتُق: پردہ، سراپردہ، اتیر کہتے ہیں۔

جسے صحرا میں رہرو گرد بادِ دشت کہتے ہیں
تُتُق باندھا ہے میری آمدنے گردِ تکدر کا

۵۔ روضۃ الشہدا: تا دشمنان شماتت نکنند۔

۶۔ اصل فارسی شعر یہ ہیں:

دل ندارد طاقتِ بارِ فراق
ایں دلست اے شاہ سنگِ خارہ نیست

صبر کردن در فراقِ چوں تو شاہ
سخت دشوارست ما را چارہ نیست

۷۔ بابا موئی: یہ فارسی لفظ "پدر مردہ" کا ترجمہ ہے۔

دل یتیموں کا شیشے سے نازک — بات کہتے میں پھوٹ جاتا ہے
[۱۸۶ ب] دل پدر مُردوں[1] کا حباب نمن[2] — مارتے پھونک ٹوٹ جاتا ہے

اور میرے پیچھے سر اور بال نہ کھولیو، اور موہنہ پر طمانچے نہ ماریو، چہرہ اور سینہ نہ نوچیو، اور گریبان و جامہ چاک نہ کریو کہ عادت جاہلوں کی ہے، لیکن رونے کوں منع نہیں کرتا کہ تم بیکس و مظلوم ہو، بیچاریاں اور محروم دو دکھیاریاں بے وارث، آوریاں بے ڈھارث[3]. اتنے میں زینب و کلثوم و شہر بانو اور سکینہ معصوم بے طاقت ہوتیاں، اور ایسی زار زار روتیاں کہ فرشتے آسمان و زمین کے روئے. لیکن جب حضرت صاحب کوں رخصت کر، گھوڑے پر سوار ہو، چاہے کہ میدان میں سدھاریں کہ پھر ایکایک شورِ عظیم اور غلغلۂ واویلا
[۱۸۷ الف] خیمہ سے سونے. پھر کر سبب اوس کا پوچھے. سب بپت زدہ کہے اے سید دا ے سرورِ زمانہ ہنگم ہم/ پر خواری کرے ہے اور علی اصغر شیر خوارہ پیاس سے زاری کرے ہے. دودھ شہر بانو کا خشک ہو گیا اور معصوم مرنے لگ پہونچا، تب زینب و کلثم کہیں، لمولفہ:

کیونکہ بن دودھ ہائے اصغر کا بلکنا دیکھیے — دودھ بن اس شیر خوارے کا ہوڑکنا[4] دیکھیے
اے اخی، کب لگ یہ بے آبی سہیں بھائی کا ہائے — دودھ سوکھا، بچے کا کب لگ بلکنا دیکھیے
دودھ چھاتیوں میں نہ پانا، چلبلانا کر کے ہٹ — دودھ خاطر ماں کی چھاتیوں کوں ہومکنا دیکھیے
ہاتھ دے دے مارنا، جھونجلا انگوٹھے چوسنا — چھوٹی چھوٹی ایڑیاں دے دے پٹکنا دیکھیے
رنگ نیلہ پیلہ[5] ہونا اس بچے کا پیاس سے — غش ہو جانا اور گردن کا ڈھولکنا دیکھیے
[۱۸۷ ب] موہنہ پیاسا کھول رہنا، موند لینا دیدے ہائے — پھیرنا پوتلیوں کا پلکوں کا جھپکنا دیکھیے/
بھابی کا بولائے[6] جانا بچے کا وہ حال دیکھ — لوری دینا اور گھبرا کر تھپکنا دیکھیے
لیٹ جانا لے کبھو بچے کوں، لے اٹھنا کبھو — اور کبھو کھول اوس کا موہنہ اوس موہنہ پہ ٹپکنا دیکھیے

۱۔ پدر مردہ: یتیم جس کا باپ مر گیا ہو. سعدی لکھتے ہیں: پدر مردہ را سایہ بر سر فگن

۲۔ نمن: مثل، طرح.　　۳۔ یعنی بے ڈھارس.

۴۔ ہڑکنا: بچوں کا ماں دایہ یا اور کسی کو جس سے وہ مانوس ہوں یاد کرنا اور اس سے نہ ملنے کا رنج کرنا. نور اللغات میں سند میں صفدر رامپوری کا یہ شعر ملتا ہے: ہر نفس کرتا ہے ماتم میرا — دل ہڑکتا ہے شبِ غم میرا

۵۔ نیلا، پیلا.　　۶۔ بولانا: گھبرانا، حواس باختہ ہونا.

مر چلا ہے دودھ بن بالک نہ کچھ باقی رہا — کب تلک اس میں رمق دم کا دمکنا دیکھیے
ہو رہا ہے جاں بلب اے بھائی یہ بچہ صغیر — پیاسوں کب لگ اس بچے کا دم بھٹکنا دیکھیے
بوند پانی میں یہ مرتا بچہ بچتا، اے اخی! — دودھ کے بچھوئے کا یہ کب لگ ہوڑ کنا دیکھیے
جھٹکے جاتے بھابھی کے بھی ہوش اور ہاتھا اور پاؤں(۱) — اس بپت ماری کا کب لگ سدھ بہکنا دیکھیے

تب حضرت لاچار ہو، فرمائے کہ اوسے میرے پاس لاؤ. زینب اوس معصوم کوں لائی. امام مظلوم
اوسے گود لے زین کے ابھرنے[۲] آگے رکھ میدان میں سدھارے، اور وہاں اوس بچے کوں ہاتھوں پر اوٹھا [۱۰۸ الف]
اون بیرحموں کوں دیکھا، سوال کیے: اے قوم ستمگار، اگر تمہاری دانست میں میں ہوں گنہگار لیکن
یہ طفل بیگناہ ہے. خدا کے واسطے ایک قطرہ پانی کا اس بالک کے مونہہ میں چواؤ، اور اس بے زبان کوں
بلکنے سے چھوڑا، ثواب کماؤ. لمولفہ

ماں اس کی کئی دنوں سے از بس کہ فاقہ کش ہے
سوکھا ہے دودھ اوس کا، بن دودھ اب یہ غش ہے
کچھ نہیں مرض اب اس کوں، جو کچھ ہے سو عطش ہے
اس مونہہ چوانا پانی اب حج اکبری ہے

پیاسوں یہ مونہہ بیّا[۳] سا اب کھول رہ گیا ہے
گردن ڈھولا دیا ہے، دیدے پھرا دیا ہے
مرتا ہے کوئی دم میں، دم اک رمق رہا ہے
تم دان دوگے اس کوں، یہ رحم گستری ہے

[۱۰۸ ب] سب بہنوں مائیوں پاس اب اس کی اماں دائی
ایک بوند دودھ خاطر، بے بیبی، کی گدائی

۱۔ روضۃ الشہدا: ۲۰۳ (شہادت علی اصغر)

۲۔ یہ ترجمہ ہے "در پیش قربوس زین گرفت" کا. ابھرنا: کاٹھی کا اگلا ابھرا ہوا حصہ، اوج لکھتے ہیں:-

ابھرنے سے آپ نے جو نظر کی سوے عدو — فرمایا ہوشیار ہوائے گبر تند خو

۳۔ بیّا: چھوٹی زرد رنگ کی چڑیا جو گھونسلا بنانے میں مشہور ہے.

لیکن جو سب پہ بُھے[1] وقت، کہیں بوند بھر نہ پائی
یہاں یادے بوند بھر، یہ اوس کوں توانگری ہے
کنٹھ[2] اس کی پیاسوں سوکھی، اور تالو گر پڑا[3] ہے
بن دودھ جاں بلب اب یہ طفل ہو رہا ہے
اک پھوئی[4] پانی سیتی مج کوں اب آسرا ہے
گھر سیتی موت کے یہ پھرتا مقرری[5] ہے
مجھ ہاتھ پانی دینا بہتر جو تم نہ جانو
یعنی یہ اس بہانے پیو لیگا، بس یہ ٹھانو
میں لیتا ہوں کنارا[6] تم سچ مرا بھی مانو
آپ آ چواؤ پانی، یہ بات اب کھری ہے

تب وہ سنگدل، برگشتہ بخت بولے: "مشکل ہے ایک قطرہ پانی کا بے حکمِ یزید[7] تجھے دینا۔ یا نام تیرے
[۱۷۹ الف] پر نام پانی کا لینا۔" تب ایک نامرد نے / قبیلہ بنی آزاد[8] سے کہ نام اوس بدبخت کا حرملہ کابلی[9] تھا،

۱۔ بھے (ہ) ڈر۔ مراد غالباً ڈراؤنا، خطرناک، بُرا وقت ہے۔

۲۔ کنٹھ سوکھ جانا: پیاس سے حلق خشک ہو جانا۔ اس موقع پر میر انیس نے کنٹھ بیٹھ جانا استعمال کیا ہے:

طوفاں میں ہے جہاز جنابِ امیر کا — بے دودھ کنٹھ بیٹھ گیا ہے صغیر کا

۳۔ تالو گرنا: "تالو لٹکنا" کے معنوں میں پنجابی محاورہ ہے۔ ۴۔ یعنی تھوڑا سا۔

۵۔ مقرر: اردو میں بے شبہ، ضرور۔ واجد علی شاہ اختر:

خواب میں بھی نہ کسی شب وہ ستمگر آیا — وعدہ ایسا، کوئی جانے کہ مقرر آیا

۶۔ کنارہ لینا، فضلی نے یہ فارسی "کنارہ گرفتن" = علیحدہ ہونا کا ترجمہ کیا ہے۔ لیکن فصحا کی زبان پر "کنارہ کرنا" یا "کنارے ہو جانا" ہے امانت اور داغ کے یہ شعر نور اللغات میں درج ہیں:

سب بُرے وقت میں کرتے ہیں کنارہ، افسوس — آیا ساحل نہ کبھی ماہیِ بے آب کے پاس
دن اچھے تھے جب تک مرے آشنا تھے — بُرے وقت میں سب کنارے لگے ہیں

۷۔ روضۃ الشہدا میں "یزید" کی جگہ "پسرِ زیاد"۔ ۸۔ قبیلہ بنی آزاد: قبیلہ بنی ازد کی خرابی ہے۔

۹۔ اس کا نام حرملہ بن کاہل تھا۔ کابلی "کاہل" کی تصحیف ہے۔

ایک تیر حضرت پر مارا۔ قضائے وہ تیر بلا اصغر کے سوکھے گلے پر لگا، اور اوس معصوم کی گودڑی[1] پھوڑ امام مظلوم کے شانے میں چوبھا۔ لمؤلفہ:-

ہے ہے وہ تیر جس دم بچّے[2] کے مونہہ میں لاگا
ہاتھوں سے شہ کے بچا ایک ہاتھ بھر یو اُچھلا
شہ جوں توں تھانب[3] اوس کوں، تیر اینچے[4] لوہو بھبکا[5]
گویا بچے کے مونہہ میں مشک لہو بھری ہے

حضرت نے آہ بھر، تیر اوس معصوم کے گلے سے اینچا، اور فوارہ لہو کا اوس سوکھے گلے سے چھوٹا۔ تب حضرت اپنے دامن سے وہ لہو پاک کرتے تھے اور نہ چھوڑتے تھے کہ ایک بوند زمین پر گرے۔ پھر خیمے میں سدھار، اس کی ماں شہر بانو کوں کہے: "لو اس طفلِ شہید کوں کہ حوضِ کوثر سے سیراب ہوا" اور رو رو کہتے تھے۔ لمؤلفہ:

[۱۸۹ ب]

پلالائے اُنِس اصغر کوں پانی | اگر مانو نہ، تو دیکھو نشانی

اہلِ بیت سے فریاد و واویلا و وا اصغر بلند ہوا، اور شہر بانو نے بیتاب ہو کہا، ولہٗ:

چلے اصغر پیارے، چھوڑ ماں کوں | ابھی سے دل موں اپنے موت ٹھانی

زینب کہیں، ولہٗ:

بھتیجے، تج کوں گر لوہو تھا پیونا | میں اپنا لہو پیاتی، یہ نہ جانی

کلثم کہیں، ایضاً:

بلا جاؤں، بلالوں، ہائے اصغر! | تمھوں نے اتنی ہی کی زندگانی

سکینہ کہیں۔ ایضاً

۱۔ یعنی گدڑی۔

۲۔ بچہ۔

۳۔ تھانب: تھام۔

۴۔ تیر اینچے: تیر کھینچے۔

۵۔ بھبکا: زور سے نکلا۔

ارے بھائی، کہاں مج کوں چلا چھوڑ   ترے بن میں تو ہو جاؤں دیوانی

پھر شہر بانو کہیں[1]۔ لمؤلفہ:

اصغر، کہاں اب توں چلا مجھ سی دکھیا کا دل جلا
سب دودھ تیرا بہ چلا کہ، میں پلاؤں اب کسے

اصغر، بلالوں، مجھ سیتی توں روٹھ کر کیدھر چلا
وہ بولنے والا نہیں، لوگو، مناؤں اب کسے

چھاتی لگا کر اب کسے لوری میں دوں ہر دم پلا
کیونکر تھپک گودی بھتر سوؤں سولاؤں اب کسے

جب رو اوٹھے تھا نید[2] میں، دیتی تھی مونہہ میں دودھ[3] کوں
اب دودھ کس کے تئیں دیوں، کروٹ پھراؤں اب کسے

کھانے کتئیں کھاتی تھی جب، پہلے چٹاتی تھی تجھے
اس دم توں ہو بیدم پڑا، کھانا چٹاؤں اب کسے

اس دکھ بھری چھاتی اوپر، تج کوں لوٹاتی تھی جو ہنت
سو لوٹتا توں خاک پر، چھاتی لوٹاؤں اب کسے

نے توں ہو کمتا دودھ کوں، نے آغوں کرتا اک زری
اصغر بچے، اصغر بچے، کہہ کر بولاؤں اب کسے

زنیون اوڑھا کر چاؤ سوں، جھولا جھولاتی تھی تجھے
سو خاک کے پنگھوڑ[4] میں، جاتا، جھولاؤں اب کسے

۱۔ روضۃ الشہدا میں یہاں پر فارسی کے صرف دو شعر درج ہیں۔

۲۔ اصل، نید = نیند۔

۳۔ یہاں دودھ چھاتی کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

۴۔ یہ غالباً پنگوڑا کے معنی میں ہے۔

سر ہاتھ دھر، کیونکر نہ/ رووں، دھر ہاتھ بیٹھی تجھ بیتی [۱۸۰ الف]
صندل صندل کے پاؤں کہ گھوٹنیاں[۱] چلاؤں اب کسے
تھوڑے دنوں سے اونگلیاں میری پکڑ چلتا تھا، سو
اونگلیاں اپس کے ہاتھ دے، پانو پانو پھراؤں اب کسے
آنار نہیں معلوم کچھ، جس کی دوا میں اب کروں
بہلائے[۲] کر گوڑی بھتر گھوٹی[۳] پلاؤں اب کسے
ششماہگی[۴] کی عمر میں، گور اب سنبھالی، اے بچے
ڈھونڈھوں کہاں تیرے تئیں، لوگو، ڈھونڈھاؤں اب کسے
دن رات تیری ٹوپیاں سی سی کے میں چاؤ سوں[۵]
کرتی تھی اکٹھی تجھ لیے، سو سب پنھاؤں اب کسے
کرتا تھا جب ہٹ اے بچے، پھسلاوتی تب تیرے تئیں
آگے بجا کر جھنجھونا[۶]، چوسنی چوساؤں اب کسے
یہ گھڑوی[۷] زنجیر/ ہنسلیاں کس کے گلے اور ہاتھ میں [۱۸۰ ب]
ڈالوں بولاق، اور گھونگرو بندوا پنھاؤں اب کسے

۱۔ اصل: گھونٹیاں، گھٹیوں (گھٹنوں) چلنا: بچوں کا دونوں زانوؤں کے بل گھسٹتے ہوئے چلنا۔ عظیم دہلوی کا مشہور مصرع ہے: وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے۔

۲۔ اصل: پہلائے۔

۳۔ وہ دست آور دوا جو نوزائیدہ بچے کا پیٹ صاف کرنے کے واسطے جوش دے کر پلاتے ہیں۔

۴۔ اصل: ششماہہ گی۔

۵۔ اصل میں یونہی ہے "سیتی" کا محل ہے۔

۶۔ یعنی جھنجھنا۔

۷۔ گھڑوی: گھڑی ہوئی۔

ہیکل گلے ہیں کس کے اب ڈالوں میاسے اس گھڑی
کرتا شلوکا سب پنھا اسپند[1] کراؤں اب کسے
جب توں روے تھا اے بچے، دے کر کھلونا میں تجھے
ہردم ہنساتی چاؤ سوں، اس دم ہنساؤں اب کسے
پانی بدل لہو توں پیا، لہو میں نہایا تیر کھا
کل مُل اُبٹنا تیل کا، نہلا دھلاؤں اب کسے
ہنسلی گئی[2]، گھنڈی[3] پڑی، کوا[4] گرا، تو دائی سے
ملواؤں، اے لوگو! کہو، پوچھوں پوچھاؤں اب کسے
تھا چاؤ یہ دل موں مرے، تیرے تئیں تجھ جد کی نذر
پیڑا بدھی[5] پہناوتی، ہے ہے پنھاؤں اب کسے
جب دو برس کا توں ہوتا، تب میں چھوڑاتی دودھ کوں
/توں تو ابھی سے چل بسا، دودھا چھوڑاؤں اب کسے [۱۸۱ الف]
منت کیی تجھے میں نے یہ، بارہ برس کا جب ہوئے توں
چوٹیاں[6] اتاروں سر کی ہو منتیں بڈھاؤں[7] اب کسے

۱۔ اسپند کرنا: نظرِ بد سے بچاؤ کے لیے اسپند جلانا۔ رند لکھتے ہیں:

اللہ اللہ آج تو اسپند کیجیے — پوشاک صندلی ہیں کیا خوشنما لگی

۲۔ ہنسلی جانا: (لکھنؤ) ہنسلی اتر جانا۔ توبۃ النصوح میں ہے "جانا کر شاید ہنسلی جاتی رہی، وہ بھی ملوائی"۔

۳۔ گھنڈی (پنجابی)، سنسکرت، کنٹھ یعنی گلا۔ گھنڈی پڑنا یعنی گلا آنا۔

۴۔ کوا: وہ گوشت کا ٹکڑا جو آدمی کے حلق کے اندر لٹکا ہوتا ہے۔

۵۔ بدھی، پھولوں کا ہار۔

۶۔ چوٹی: وہ چند بال جو بچوں کے سر پر بطور نذر چھوڑ دیتے ہیں۔ چوٹی رکھنا: منت کے بال سر پر چھوڑنا۔ جب چوٹی رکھنا مستعمل ہے تو چوٹی اتارنا بھی ہوگا۔ منت پوری ہو جانے پر انھیں علیحدہ کر دیتے ہوں گے۔

۷۔ منتیں بڑھاؤں: "منتیں بڑھاؤں" ہوگا۔ عورتوں کی زبان میں: مراد پوری ہونے پر نذر و نیاز کرنا۔ واجد علی شاہ اختر لکھتے ہیں:

وہ لوگوں کا منتیں بڑھانا — سیدانیوں کا وہ کونڈے کھانا

ارمان تھا مجھ دل بھیتر دولہن لے آوں تجھ لیے
دولہن لی توں نے گور کی دولہا بناؤں اب کسے

اصغر مجھے بھی لے بولا اور دل سے اپنے مت بھولا
کھو کر تجھے اے بالکے[۲] یہ مونہہ دکھاؤں اب کسے

کر پردہ پوش اب مج کوں بھی اور قبر میں سات ہی سولا
چھاتی لگاؤں تجھ کوں یہاں چھاتی لگاؤں اب کسے

ارمان تھا مجھ دل بھیتر، سالی گرہ کرتی تری
سو صبح میری سانجھ[۳] ہوئی، افیوں کھلاؤں[۴] اب کسے

پالی اٹھارہ برس میں اکبر کوں تس کا کاٹے سر
یہ آتما جلتی مری ہے ہے/ دکھاؤں اب کسے [۱۸۱ الف]

یہ دودھ کا چھویا جو تھا اصغر نشانِ تیر ہوا
دو پوت ایسے چل بسے پھر ان سے[۵] پاؤں اب کسے

کہہ اکبرہ، اکبر میں دو کھیا، بولا دیوانی ہوگئی
اب اصغر، اصغر جپتی ہوں، یہ دکھ جتاؤں اب کسے

کھاتا ہے غوطے لوہو میں کس کا جھولاؤں پالنا
اب توں چلا ہے خاک میں ترا رہا غم پالنا

جوں یہ آواز واویلا چو طرف سے بلند ہوئی، آہ، اصغر معصوم کا ذرا ہاتھ ہلا اور جانِ نازک اوس کا جوں پھول کی بوتن سے نکل گیا۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

۱۔ دراصل: "نی"۔ ۲۔ بالک، بالکا، بالکی، ہندی میں تینوں مستعمل ہیں۔

۳۔ یعنی سانجھ: شام۔ ۴۔ ذوق لکھتے ہیں:

اسی باعث سے دایہ طفل کو افیون دیتی ہے
کہ تا ہو جائے لذت آشنا تلخی دوراں سے

۵۔ سے، طرح، مانند۔ ناسخ کا شعر ہے:

ہزاروں داغ مرے آفتاب سے چمکے
ز فرقِ ظلمتِ روزِ فراق میں آیا

بارھویں مجلس

پڑھ مجلس آج بارھویں حضرت حسین کی [۱۸۱ ب]
اے فضلیؔ کُلّ نفس[1] جس حق میں [دا]ل ہے

اے یارو، آج حسینِ علی کی رخصت ہے — ٹک ایک رو لو کہ یہ وقت وقتِ فرصت ہے
وہ آج بچھڑے ہے گھر بار سیتی بچّوں سے — سو اوس کے گھر میں عجب اس گھڑی قیامت ہے
ہے الوداع کی آواز چو طرف سوں بلند — نہ کہہ سکوں ہوں کہ اس وقت کیسی صحبت ہے
سکینہ کر رہی ہے باپ باپ اور بابا — چلا ہے مرنے کوں اے لوگو، جاری رقّت ہے
چمٹ رہی ہے گلے سے پکڑ رہی دامن — کہے ہے بابا نہ جا وقتِ استراحت ہے
پوکارتیں دونو بہنیں، اے بھائی، ماں جائے[2] — کہاں چلا ہے ہمیں چھوڑ کیا مصیبت ہے
کہے ہے بہنوں سے، سب ساتھی چل بسے میرے — اے بہنو، کیا کروں اس وقت میری نوبت ہے
سبھوں کی روحیں کھڑیں میرے انتظار موں ہائے — نہ جاؤں کیونکہ میں اب منتظر و سنگت[3] ہے
دیے وو میرے بدل اپنی جانِ شیریں کوں — میں تیشہ سر پہ نہ کھاؤں تو کیا مروّت ہے
[۱۸۲ الف] کٹورے عمرِ ہماری کے اب[4] ہو گئے لبریز — چھلک نہ جاوے ڈروں ہوں اسی موں حکمت ہے
شہادت آج مقدّر ہے میری اے بہنو — خنجر کی دھار پیاسے گلے کی قسمت ہے
ہماری موت کا مَرکب کھڑا ہے زین سے آ — سوار اوس پہ نہ ہونا کسو کی جرأت ہے

۱۔ آیتِ قرآنی کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ (ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے) کی طرف اشارہ ہے۔

۲۔ ماں جایا: سگا بھائی۔ انیس:

میرے بیٹے مرے ماں جائے پہ ہوتے ہیں فدا

۳۔ سنگت (ہندی): صحبت، رفاقت۔

۴۔ کذا۔ یا تو شعر کی استقامت کے لیے لفظ "اب" شعر سے خارج کرنا ہوگا، یا دوسرے مصرع میں "ڈروں ہوں" کی مناسبت سے "میری" ہوگا۔

نکتہ سنجانِ اخبارات شیوں وشین، اور دقیقہ فہمانِ آثاراتِ سیّد الثقلین، شہادت حضرت
سیّد الشہدا ابا الحسین، نورِ دیدۂ نبیّ الحرمین، سُرورِ سینۂ شہسوارِ معرکۂ بدر و حنین، جگر گوشۂ سیّدۃ النساء
الکونین کوں صفحۂ سیمین غم اور صحیفۂ نسرین جنم پر قلمِ مشکین رقم سے یوں ترقیم کرتے ہیں کہ جب
حضرت امام حسین علیہ السّلام نے کوفیوں سے مہلت ایک رات کی چاہی اور/ وہ رات دسویں [۱۸۲ ب]
رات شبِ قتل کی تھی، تمام رات اوراد و وظیفہ میں اور عبادت و طاعتِ خدا میں گزرانی، اور صبح
کوں بِن پانی خاک سے تیمم کر، نماز پڑھی؛ لیکن اہلِ بیت تمام رات ہول[1] میں تھے کہ ہائے صبح کیا
ہوئیگا۔ اور شہر بانو تمام رات رو رو کر آنکھوں میں کاٹیں تھیں کہ وقتِ صبح بہجومِ غم و فکر سے آنکھ
لگ گئی۔ حضرت ابھی وظیفۂ صبح میں تھے کہ یک مرتبہ شہر بانو روتی ہوئی چونکیں، اور چیخ مار، زار زار روتے
لگیں۔ حضرت پوچھے کہ کون روتا ہے؟ زینب کہیں کہ شہر بانو۔ حضرت اونہیں بولا، رونے کا
سبب پوچھے۔ شہر بانو کہیں کہ اے مظلوم، تمام رات روتے گزرانی، اور اپنے سوتے نصیبوں پر
سونا بہتر نہ جانی۔ ابھی غافل ہوئی/ تھی، نہ نیند سے بلکہ بہجومِ غم سے کہ ہائے اب کیا ہوئے گا، [۱۸۳ الف]
اوس غفلت میں دیکھی کہ اس میدان میں سیر کرتی پھرتی ہوں۔ پھرتے پھرتے یہ ٹیلہ[2] جو سامنے نظر
آتا ہے، اس پر چڑھی۔ دیکھتی ہوں کہ نیچے اس ٹیلے کے اماں فاطمہ گریبان چاک، ننگے پانو، سر
کھولے، اپنے سر کے بالوں سے میدان کو جھاڑتی۔ میں جلدی سے نیچے اتر، کہی کہ یا سیّدۃ النّسا، یہ کیا
حال اپنا بنائی، اور کیوں اپنے سر کے بالوں سے اس میدان کوں جھاڑتی۔ بے اختیار، آہ مار، کہیں: اے
شہر بانو، آج یہاں میرا حسین شہید رہوئیگا، اور مانندِ مرغِ نیم بسمل اس میدان میں لوٹیگا۔ پس
میں یہ میدان اس واسطے جھاڑتی کہ کوئی کانٹا اوس کے گل سے بدن میں نہ چبھے اور کوئی کنکر[3] اوس
کی نازک پیٹھ اور نازنین پہلوؤں کوں تصدیعہ[4] نہ دے۔" پس اے امام/ مظلوم، اس واسطے روتی [۱۸۳ ب]

۱۔ کذا۔ صحیح ہول، خوف، دہشت، ڈر۔

۲۔ یعنی ٹیلا۔

۳۔ یعنی کنکر۔

۴۔ تصدیعہ: تکلیف، دکھ۔ صحیح لفظ تصدیع ہے لیکن اُردو میں تصدیعہ بھی آتا ہے۔ نور اللغات (۲: ۲۰۱)

کہ اب لگ مجھے تیرے بچنے کی آس تھی، اور اب آس میری ٹوٹی۔ لمؤلفہ

فلک نے مج کوں کیا اب خراب واویلا ہوا برآتش غم دل کباب واویلا
قضا نے بھیجا مجھے اب پیام بیوہ گری اجل کیے میرا خانہ خراب واویلا

القصہ، روایت ہے کہ بمع علی اصغر بہتّر تن درجۂ شہادت و زمرۂ سعادت میں سرافراز ہوئے تھے، اور سوائے امام زین العابدین کوئی امام مظلوم پاس نہ رہا۔ جب حضرت آپ کوں اکیلا دیکھے،[۲] ایک آہِ دردناک اپنے جگر جلے سے اینچی اور فرزندوں کی یتیمی، اپنی غریبی اور ناموس کی بیکسی پر اندیشہ کر، زار زار روئے۔ ترجمہ[۳]:

انصاف کا یو دیدۂ بینا اگر جو ہوتا فرزند مصطفیٰ کا کیوں کربلا میں روتا
اوس کی غریبی اوپر اور اوس کی بیکسی پر روتا اگر پیمبر اوس بن بلا میں ہوتا [۱۸۴ الف]
ساقیِ کوثر ہوتا با ذوالفقار اگر وھاں شمر اوس کی زندگی کی کشتی کوں کیوں ڈبوتا

لیکن جب زین العابدین نے باپ کوں اکیلا روتے دیکھا، باوجودے کہ بیمار تھا اور طاقت حرکت نہ تھی خیمے سے باہر نکل، نیزہ اوٹھایا، اور ضعف سے مثال بید کے لرزتا اور کانپتا اوسی حال سے قصدِ میدان کیا۔ جوں نظر حضرت کی زین العابدین پر پڑی، بے اختیار آہ مار، فرمائے: "اللہ اللہ! اے فرزندِ دل بند، پھر، پھر، کہ نسل میری تجھ سے قائم رہیگی، اور تجھے وصی اپنا کیا میں نے؛ عورات[۴] اور بچوں اپنوں کوں تجھ پاس سونپا، اور جو جو امانتیں کہ باپ دادے سے مجھے پہونچیں ہیں، تجھے سونپتا ہوں[۵]۔ لمؤلفہ:-

۱۔ روضۃ الشہدا: ۳۴۷۔

۲۔ روضۃ الشہدا میں روایت اس سے مختلف ہے: "واہلِ بیت چوں امام را تنہا دیدند آہِ سوزناک از جگرِ گرم برکشیدند واز یتیمی فرزندان وغریبی وبیکسی ایشاں براندیشیدند۔

۳۔ اصل میں یہاں فارسی کے پانچ شعر ہیں، فضلی نے دو چھوڑ دیے ہیں۔

۴۔ اصل فارسی میں بھی عورات ہے: "عورات را بتو میگزارم"۔

۵۔ فضلی نے یہاں آخر کا کچھ حصہ حذف کر دیا ہے جس میں مصحف حضرت فاطمہ و علوم کہ غیر ائمۂ اہلِ بیت را بر آں اطلاع نیست" حضرت زین العابدین کو ودیعت کیے جانے کا ذکر ہے۔

اے دریغا عابدِ بیمار تن | مجھ دو کھیارے کے دو کھیارے من موہن
ان تین بچوں میں توں ہی باقی رہا | اے مرے زین العبا، پھر آ نہ جا [۱۸۴ ب]
تجھ سے میری آل ہنت قائم رہے | تجھ بدل بابا ہی مرنا اب سبھے
سونپتا ناموس اپنا تیرے تئیں | اور وہ ورثے جو پہو نچے میرے تئیں
سو تجھے سب سونپتا ہوں اور تجھے | سونپتا ہوں حق کوں کر رخصت مجھے

پھر زین العابدین کوں خیمہ میں لا، سب امانتیں سونپ، جو جو کہنا تھا، سو کہا۔ پھر پوشاک اور ہتھیار منگائے، اور زار زار رو، فرمائے۔ لمؤلفہٗ[۱]:

اب مری آئی ہے نوبت اہلِ عصمت الوداع | سب کی نوبت ہو چکی اب میری نوبت الوداع
الوداع اے بیکسو بیچاریو دو کھیاریو | اب خدا کن سونپ تم کوں ہوتا رخصت الوداع
دیکھ لو مجھ مرنے والے کا یہ دیدار آخری | مل لو مجھ سیتی ...[۲] یہ وقت فرصت الوداع
باتیں میری گر ہیں سونیں[۳] سن لو پھر پچھتاؤگے | پھر یہ باتیں ہوئیں کہانیاں وقتِ ہجرت الوداع [۱۸۵ الف]
پھر کہاں میں اور کہاں تم اور کہاں یہ صحبتیں | سر پہ آ پہو نچی بچھڑنے کی مصیبت الوداع
اب ہماری اور تمہاری ہوئے ملاقات حشر میں | اب تو ہوتی ہے جدائی چھوٹتی سنگت الوداع
الوداع اے بھوکیو اے پیاسیو بیوارثو | میں تو جاتا ہوں پینے کوں خنجر کا شربت الوداع
کیا کروں تم کوں نہیں پانی کا ایک قطرہ نصیب | مج لہو ہی آج ہیگا میری قسمت الوداع
آج ہے بے ستری اور بے چادری سب کے نصیب | پہننی ہے مج کوں سر کٹنے کی خلعت الوداع

۱۔ یہاں روضۃ الشہدا میں نور الائمہ کے تین شعر درج کیے ہیں جو انہوں نے از زبانِ امامؑ کہے ہیں:۔

اینک آمد نوبتِ من الوداع | الوداع اے عترت من الوداع
زود دلہائے شما خواہد شدن | سوزناک از فرقتِ من الوداع
دمبدم خواہید چوں ابرِ بہار | گریہ کرد از حسرتِ من الوداع

یہی تین شعر فضلی کی اس طویل اور بے جان نظم کے محرک بنے ہیں۔

۲۔ اصل کرم خوردہ۔ مل لو مجھ سیتی [بکہ ہے] یہ وقت فرصت الوداع۔

۳۔ یعنی سننی۔

الوداع اے فاطمہ کی بیٹیو ماں جائیو
بھائی مرنے کوں چلا ہے تج محبت الوداع

[۱۸۵ ب] الوداع اے پیاری بہنوں مِل لواپنے بھائی سے
/بھائی کی ہے آج رخصت آج رخصت الوداع

الوداع اے شہر بانو[2] شوہر ہوتا ہے وداع
ہائے رنڈھ[1] بن اب ہوتا ہے تیری قسمت الوداع

الوداع اے کوکھ کی موسی ہوئی جلتی ہوئی
مانگ اب اوجڑی ہے آتی سر پہ بپّت[3] الوداع

الوداع، اے بھاوجو اے بھا بھیو لے بیبیو
آج دیور کی ہے رخصت اور رحلت الوداع

الوداع اے راحتِ جانِ پدر زین العبد[4]
ٹک دیکھا باباکوں اپنی پیاری صورت الوداع

باپ جاتا آج مرنے لگ لوٹک اوس کے گلے
جو دو کھیا دل میرا پاوے ٹک تو راحت الوداع

الوداع اے میرے صاحب بسترِ رنج والم
حق تعالیٰ تج کوں بخشے جلدی صحت الوداع

اور اے بہنو تم کنے سونپا سکینہ پیاری کوں
اوس پہ رکھیو مادری مہر و شفقت[5] الوداع

[۱۹۶ الف] آج اس کا باپ مرتا/ آج یہ ہوتی یتیم
آج اُجڑتی اوس کے سر کی عالی دولت الوداع

اس یتیمہ پر جو رحم اب کھاؤگی ماں جائیو
پس کنگورا عرش کا پاویگا فرحت الوداع

اب خدا حافظ تمہارا، اب ہمارا سب کہا
اور سونا بخشیو کہ ہے یہ وقت رحلت الوداع

پھر جامہ قیمتی پہن، چیرا رسولِ خدا کا سر پر باندھ، ڈھال حمزہ سید الشہداء کی پیٹھ پر لگائے اور ذوالفقارِ حیدر کرار حمائل کر لٹکائے۔ پھر ذوالجناح پر سوار ہو قصد میدان کیے۔ پردہ نشین حجلۂ عصمت پیچھے دوڑے اور کہے: یا ابن رسول اللہ، واویلا و وامصیبتاہ! ہمیں کس پاس سونپا اور اس غریبی و بیکسی میں کس پر چھوڑا؟ امام مسافر غریب فرمایا کہ پھر و اور صبر کرو کہ تمہیں خدا کوں

۱۔ رنڈھ، رانڈ کا مخفف ہے مرکبات میں مستعمل ہے جیسے رنڈاپا، رنڈسالا وغیرہ۔

۲۔ یعنی جس کی کوکھ لٹ گئی ہو، خالی ہو جائے۔

۳۔ بپت: دکھ، مصیبت، بلا، مصیبت کی سرگزشت، عموماً پ کے فتحہ کے ساتھ (تشدید کے بغیر) مستعمل ہے۔ امیر کا مصرع ہے: کبھی آنکھوں نے دل سے، دل نے آنکھوں سے بپت ساری کی

۴۔ زین العباد یا زین العبا ہو گا۔

۵۔ محبت

۶۔ اصل میں تیمہ۔

سونپا کہ وہ وکیل میرا ہے تمہاری مہمات میں وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيلًا[1].

لیکن جب حضرت/ میدان میں پہونچے، نیزہ زمین میں گاڑھ، فخریہ شروع کیے۔ ترجمہ:۔ [۱۸۶ ب]

جدّ میرا خیر الورا فاضل ترین انبیاء　　آفتاب اوجِ عزت شمع جمع اصطفا[2]

منقبت بابا کی اب کیونکر کہوں ہے بیحساب　　دُرِّ دُرجِ لافتیٰ[3] و بدرِ برجِ ھل أتی[4]

ماں مری خیر النسا فرزندِ ختم المرسلین　　جس اوپر ہیگا کلامِ بضعۃ منی[5] گوا[6]

اور بھائیوں کو اگر پوچھو تو ہے شاہِ حسن　　وہ بھی جانِ مصطفیٰ اور نورِ چشمِ مرتضیٰ

ہے چچا اب جعفرِ طیار جو جنت منیں　　اوس کا ہے پرواز تا آستانِ کبریا[7]

حمزہ ہے سردار شہداؤں کا بابا کا چچا　　اس روش کا اصل و نسل اب کس کا ہیگا برملا

اے ستمگارانِ سنگیں دل تمہاری ہوگی خو　　بیوفائی اور نفاق و حیلہ و جور و جفا

سب بچوں عزیزوں خویش و دلبندوں کے تئیں　　/ مار ڈالے کس روش کا دین تم سب کا ہیگا [۱۸۷ الف]

اب مرے تم مارنے اوپر کمر باندھے ہو سب　　مارنا میرا کو کس مذہب میں ہے بولو روا

حشر میں حاکم تمہارا اور مرا ہووے گا رب　　پیاسے مر گئے میرے بچے میں پیاسا اب چلا

پھر فرمائے[8]:۔

اے قوم، ڈرو، ڈرو اوس خدا سے کہ دن سے رات کرتا اور رات سے دن، مارتا اور جلاتا،

۱۔ النساء ۴: ۸۱، ۱۳۲، ۱۷۱ نیز الاحزاب ۳۳: ۳، ۴۸ (اور کارسازی میں اللہ کافی ہے)

۲۔ کذا، اصفیا؟

۳۔ لا فتیٰ إلّا علی لا سیف إلّا ذو الفقار کی طرف اشارہ ہے۔

۴۔ آیتِ کریمہ: هَلْ أَتٰى (الدھر ۷۶: ۱)

۵۔ مشہور حدیث: "الفاطمۃ بضعۃ منی، من أذاھا فقد أذانی ومن أذانی فقد أذی اللہ" کی طرف اشارہ ہے۔

۶۔ گوا = گواہ۔

۷۔ روضۃ الشہدا: آشیانِ کبریا۔

۸۔ روضۃ الشہدا: ۲۷۵

روزی دیتا اور جان لیتا۔ اگر اوس خدا پر اقرار رکھتے ہو، اور اوس کے رسول محمد مصطفیٰ پر کہ دادا میرا ہے، ایمان لائے ہو، پس مجھ پر ستم نہ کرو، اور ظلم روا نہ رکھو، اور ڈرو فردائے قیامت سے کہ جب دادا اور باپ ماں میرے تم سے دشمنی کریں اور حوضِ کوثر سے تمہیں پانی نہ دیں۔ اب بہتّر تن بھائی، بھتیجے، بھانجے، بیٹے میرے اور یار و یاور و ہوادار و دوستداروں/ میرے [۱۰۷ ب] سے مارے اور قصد میرے مارنے کا کیے، اور واسطے ملک کے مجھے مارتے۔ پس راہ دو کہ [روم یا][۱] حبش میں جاؤں، یا ترکستان کی راہ لوں، اور میرے اہل و عیال و اطفال کہ جگر اون کے پیاس سے کباب ہیں، تھوڑا پانی اونھے دو کہ فردائے قیامت تم سے دشمنی نہ کروں اور دعوی[۲] کسو کے خون کا نہ دھروں؛ واگر مجھے راہ اور اونھے پانی نہ دیتے، پس الحکمُ للہِ وَ رَضِینا بِقضاءِ اللہِ۔

تب بحیر بن ربیعہ[۳] و شبیث بن ربعی اور شمر ذی الجوشن برابر حضرت کے آکہے: "یا [ا]بن ابوترا[۴] بات دراز نہ کر۔ آ، تا تجھے ابن زیاد پاس لے جاویں کہ وہاں بیعت یزید دے، اور اس تہلکے سے خلاصی لے؛ والّا نہ[۵] تجھے اسی طرح پیاسا رکھ، ماریں۔ حضرت نے وہ سُن، سر تلے ڈالا، اور عمر ملعون نے اپنے لشکر کوں/ ڈپٹ کہا کہ گرداگرد اسے گھیرو، اور بات نہ کرنے دو۔ آہ، [۱۰۸ الف] اس وقت بائیس ہزار[۶] سوار نے تیر چلائے، اور ایک تیر حضرت پر نہ لگا۔ سب شرمندہ ہو اوس روسیاہی سے سر تلے کیے؛ اور حضرت پھر خیمہ میں تشریف لا، گھوڑے سے اُترے، امام زین العابدین کوں گلے لگا، روئے؛ اور سب بہنوں، بیٹیوں کوں رخصت کر سوار ہو، ارادہ لڑائی کیے کہ بہنیں بیٹیاں

۱۔ اضافہ از روضۃ الشہدا۔

۲۔ اصل میں دعوا۔

۳۔ صحیح نام بختری بن ربیعہ ہے۔

۴۔ صحیح ابی تراب ہوگا۔

۵۔ اصل میں یونہی ہے۔ سیاق سے "یہ نہ" زاید معلوم ہوتا ہے۔

۶۔ روضۃ الشہدا میں تعداد پندرہ ہزار لکھی ہے۔

۷۔ "گھوڑے سے اترے" "میدان میں سدھارے" تک کی عبارت کا مضمون اصل فارسی میں موجود نہیں۔

ذوالجناح کے پاؤں پر گر رونے لگیاں اور حضرت اونھوں کو صبر و تسلی فرما، میدان میں سدھارے، اور چاہے کہ اوس فوج مقہور پر حملہ کریں۔ یکایک ایک گرد و غبار پڑ اندھیار پیدا ہوا کہ کوئی کسو کوں نہ دیکھ سکتا تھا اور اوس گرد سے ایک شخص بصورتِ عجیب و شکل غریب گھوڑے پر سوار، سر اور دونو ہاتھ / اوس کے گھوڑے کے سر اور ہاتھوں مانند اور [۱۸۸ ب] پانو اوس کے اونٹ کے پانو جیسے، حضرت پاس آ، سلام کیا اس عبارت سے کہ بقول "السلام علیک و علیٰ جدک و علیٰ ابیک و امک و اخوک[۱]"۔ حضرت نے جواب دے کہا: "توں کون ہے کہ ایسے وقت مجھ سے مظلوم بیچارہ اور غریبِ آوارہ کوں سلام کرے ہے؟" کہا: "یا [ا] بن رسول اللہ، میں سردار پریوں کا ہوں، اور صاحب میرا سیدِ آخر الزماں ہے، اور غلام شاہِ مرداں کا؛ نام میرا غفرائیل[۲] ہے؛ اور لشکر میرا اس جنگل میں حاضر۔ باپ تمہارے نے جب بئر العلم کے کونویں میں آ، دیووں کوں مسلمان کیا تھا، میرے باپ کوں بھی مسلمان کیا تھا، میرے باپ کوں بھی مسلمان کر مرتبہ سرداری کا دیا تھا۔ بعد وفات کے سب میرے حکم میں ہیں۔ رخصت[۳] ہوئے کہ بہ سمت لشکر ان بدبختوں پر حملہ کروں، اور مغز ان ظالموں کا [۱۸۹ ب] نکال دوستوں کوں شاد کروں۔" حضرت فرمائے: "اے عفرائیل، خدا تجھے اس نیکی کا اجر دیوے۔ تمہیں رخصت آدمیوں کے مارنے کی نہیں کیونکہ تمہیں یہ نہیں دیکھتے اور تم انکے مارو بس یہ ظلم ہووے۔" وہ عرض کیا کہ "یا حضرت، ہم انھی کی صورت بن، انکے دیکھلائی دیویں۔" حضرت فرمائے: "تمہارے ہاتھ کی ضرب بجا رہی ہے۔ جزاک اللہ خیرا۔ اے عفرائیل، میری خاطر لیے پھر جا، اور انکے تصدیعہ نہ دے کہ میں تجھ سے راضی ہوا۔" پس عفرائیل بموجب حکم گیا اور حضرت قصدِ لڑائی کر، فرمائے کہ ہاں کوئی نامرد آوے۔ تمیم بن قحطبہ لعین، امرایانِ شام سے

۱۔ "واخوک" اضافۂ فضلی ہے فارسی متن میں نہیں۔ عربی قاعدے سے یہ غلط بھی ہے "وأخیک" ہونا چاہیے۔

۲۔ اس جگہ نام غفرائیل لکھا ہے، لیکن آگے چل کر ہر سب جگہ عفرائیل ہے (ع کے ساتھ)، روضۃ الشہدا میں نام زعفرزاہد بتایا ہے۔

۳۔ رخصت: اجازت۔ اودج:

بیٹوں کی طرح آپ نے پالا ہے بشفقت　　　آفت سے چھٹوں میں جو ملے مرنے کی رخصت

[۱۸۹ ب] حضرت کے برابر آ، کہا، اے بیٹے ابوتراب کے، کب لگ دشمنی کریگا؟ بیٹوں،/ بھائیوں نے زہر مرگ کا پیا اور رفیقوں، چاکروں نے لباس موت کا پہنا، لیکن توں اب لگ لڑتا ہے. اکیلا ایک تن تنہا بیست ہزار سوار کا کیا کر سکیگا؟ حضرت فرمائے، اے شامی، میں تم سے لڑنے کوں آیا، یا تم بھائی اور فرزند میرے مارے، اور اب میرے مارنے پر کمر باندھی. پس درمیان میرے اور تمہارے سوا شمشیر کچھ اور بات نہیں؛ یہ کہ ایک نعرہ جگر سے ایسے کہ بہت ملعونوں کے جگر پھٹ گئے اور جہنم واصل ہوئے. تمیم لعین سراسیمہ ہوا اور ہاتھ اوس کا کام سے رہا. حضرت ایک شمشیر مارے کہ سر اوس کا پچاس قدم دور جا پڑا. پھر قصدِ آبِ فرات کیے کہ بہت پیاسے تھے. شمر ملعون اپنے لشکر کوں للکارا: "زنہار، نہ چھوڑیو کہ حسین

[۱۹۰ الف] پانی پیوے./ اگر ایک قطرہ پانی پاوے، ہم میں سے ایک کو جیوتا نہ چھوڑے." تمام لشکر نے غلبہ کر، حضرت کو درمیان لیا. امام نے بھی مارے ہوؤں سے پشتے بنا تمام لشکر کوں برہم کیا. پھر فرات پر سدھار، چلو بھر پانی اوٹھا، چاہے کہ پیویں؛ ایک آواز آئی کہ اے حسین! توں پانی پیوتا، اور لشکر تیرے ناموس کے خیموں کوں غارت کرتا. حضرت غیرت سے پانی ڈال، خیموں طرف گئے اور کسو کوں نہ دیکھے جانے کہ لعین مکر سے کہے تھے، یعنی پانی نہ پیوے. پھر گھوڑے سے اُتر، قدم سراپردہ میں رکھے. تمام اہلِ بیت خدمت میں حاضر ہوئے. فرمائے کہ اے پردگیان حرمِ عصمت، چادریں سر پر لو، اور کمروں کوں محکم باندھ

[۱۹۰ ب] میری مصیبت پر تیار ہو. پھر امام زین العابدین کوں گلے لگا،/ بوسے دے فرمائے. لمولفہ:

اے مرے عابد پیارے کر مجھے رخصت توں اب
شمر اور اوس کا ہے خنجر مجھ لہو کا تشنہ لب

آ بغل میں، جو تری بُو سے ہوئے خوش میری جان
بات کر جو بات تیری سے ہوئے مجھ دل شادمان

اے فرزند، جب مدینہ میں پہونچے، سلام میرا دوستوں کوں پہونچا، کہیو کہ میرے باپ نے یوں فرمایا ہے کہ جب دوکھ میں مبتلا ہوا ور مصیبت میں پڑو، اوس وقت دکھ اور غم میں میری یاد کیجیو، اور جس کا گلا کٹا دیکھو، میرے حلق ناحق کٹے کوں یاد کرو، اور جب پانی پیو، آہ پیاس میری اور میرے بچوں کی نہ

بھولیو۔ لمؤلفہ[1]

اے میرے دوستدارو! اے مجھ موالیو[2] | میری مصیبتوں کو تم ہرگز نہ بھولیو
جب تم پہ دُکھ پڑیگا، تو تب میرے دُکھ کے تئیں | کر یاد زار زار بڑا افسوس رو ئیو
/ میرے کٹے گلے کا خیال اپنے دل سوں لا | سر پر اوڑا کے خاک خوشی اپنی کھوئیو [۱۹۱ الف]
جب ٹھنڈا پانی تم پیو مجھ غم کی گرمی سے | میرے بچوں کی ہائے عطش کوں نہ بھولیو
روؤگے جو مصیبتوں پہ میرے درد سے | سو فیض واجب پاؤگے، یہ بات بوجھیو

پھر شہر بانو نے[1] کہا: "اے سید وارے سر کوز میں یہاں غریب بیکس ہوں، اور سوا تیرے کوئی غمخوار اور غمگسار نہیں رکھتی۔ شاید دشمن تیرے بعد قصد میرا کریں، اور حرمت تیری حرم محترم کی نہ رکھیں"۔ تب حضرت نے کہا: "غم نہ کھا کہ کسو کا ہاتھ تجھ پر نہ پڑے گا۔ جب کہ مجھے زخموں میں چور کر، گھوڑے سے زمین پر گراویں، گھوڑا میرا مجھ بغیر تجھ پاس آوے؛ اوس پر سوار ہوجیو، اور باگ اوس کے اختیار میں دیجیو کہ وہ تجھے اس قوم سے باہر / لے جاوے، اور جہاں کہ [۱۹۱ ب] حق تعالیٰ چاہے، وہاں پہونچاوے[3]"۔

۱۔ روضۃ الشہدا میں یہاں پر حسب ذیل فارسی اشعار ہیں،

اے ہمرہانِ مشفق واے دوستانِ من | یاد آورید واقعۂ داستانِ من
در جوے دیدہ چشمۂ خونین روا کنید | از بہر آب دادنِ سروِ روانِ من
زد آسمان عمامۂ خورشید بر زمین | آندم کہ غرقہ گشت بخوں طیلسانِ من
پژمردہ شد ز غم گلِ صد برگِ آفتاب | تا دید غرقِ خون رُخِ چوں ارغوانِ من
آبِ فرات کعبہ بسر و سر بسنگ زد | وقتیکہ تشنہ شد لبِ شکر فشانِ من
گر بید خوں بتعزیتِ من کہ میرسد | صد گونہ فیضِ جاں شمار از جانِ من

۲۔ موالی: مولی کی جمع: یار دوست، نوکر چاکر۔ انیس:

اس دُکھ میں نہ یاور رہے نہ مولا کے موالی

۳۔ لیکن جیسا کہ ملا کاشفی نے لکھا ہے، صحیح یہ ہے کہ شہر بانو اہلِ بیت کے ہمراہ شام روانہ ہوئیں۔

آہ، پھر امام مظلوم غریب مسافر اہل بیت سے ایک ایک کوں رخصت کر، سدھارا، لیکن یہ رخصت اور دیدار آخری تھا کہ پھر طرفین سے کسُو کوں نصیب نہ ہوا۔ لمؤلفہ:-

نہ پھر حسین کوں وہ دیکھے، نے حسین اونھے
حسین حسین ڈُو کرتے رہے حسین کہاں

خدا کے واسطے یارو اب اس بچھڑنے کوں
نظر میں لاؤ کہ کیا وقت گزرا ہوئیگا وہاں

القصہ جب امام بیکس میدان میں پہونچا، عمر لعین ڈرا، اور اپنے لشکر نامرداں کوں کہا: "اے قوم، تم ایک ایک اس سے برا[1] نہ آؤ گے لیکن اس وقت وہ پیاسا ہے اور مرنے کوں پہونچا۔ یک مرتبہ سب حملہ کرو۔" وونہیں تمام لشکر دوڑا، اور اس امام مظلوم ایکلے[2] کوں درمیان لیا۔ اوس وقت فرزند اسد اللہ نے دست یداللہ سے ذوالفقار آتشبار دشمن شکار [۱۹۲ الف] کوں میان سے نکال، مانند شیر غضبناک کے اون کوتوں[3] پر حملہ کیا اور آواز گرج آثار "انا ابن رسول اللہ" سے زمین و آسمان کے ستونوں کوں تزلزل میں لا، کہا: "آہ، عجب حال اور عجائب وقت دیکھتا ہوں کہ کسُو طرف سے نہ یار و ہوادار اور نہ غمخوار و غمگسار پاتا۔ ترجمہ[4]:

جس طرف دیکھوں ہوں سو دیکھے نہیں ہے مجھ طرف
ایتے بیگانوں میں کوئی آشنا میرا نہیں

اب کہاں جاؤں کروں کیا کیونکہ راہ آگے کی لوں
اس جنگل میں کوئی اب مشکلکشا میرا نہیں

بیکسی ہوئی ختم ہوئی مجھ پر اس جنگل میں میرے گھر
باپ نہیں دادا نہیں اور کوئی چچا میرا نہیں

[۱۹۲ ب] میں اکیلا رہ گیا اور بیری[5] ایتے تس پہ ہائے
ماں نہیں بھائی نہیں کوئی آسرا میرا نہیں

۱۔ برآنا، کامیاب ہونا دو آنا بھی انھی معنوں میں بولا جاتا ہے۔

۲۔ ایکلے، اکیلے۔

۳۔ یعنی کتوں۔

۴۔ پہلے دو شعر، فارسی کے ان شعروں کا ترجمہ ہیں:

بہر کہ می نگرم رو نمیکند سوئے من
میانِ ایں ہمہ بیگانہ آشنائے نیست

کجا روم چکنم رہ چگونہ گیرم پیش
دریں میانِ بیاباں کسی بجائے نیست

بقیہ اردو شعر جناب فضلی کے نتائج افکار سے ہیں۔

۵۔ بیری ایتے، دشمن اتنے۔

کٹ گئے سب بچے میرے خنجرِ بیداد سے — بھا بجا بھائی بھتیجا کوئی رہا میرا نہیں
اب مرا سر چاہتے ہیں کاٹیں میرے تن سیتی — یار نہیں یاور نہیں خویش اقربا میرا نہیں
جھچھ بھر رکھتا لہو اور تس کے پیاسے ایتے جم — ایک سر گاہک ایتے، کوئی جان فدا میرا نہیں

راوی لکھے ہے کہ پھر ایک مرتبہ حضرت نے اپنے تئیں دریا پر پہونچایا، اور چلو بھر پانی اوٹھایا۔ چاہے کہ نوش فرماویں۔ پیاس اہلِ حرم اور اطفال کی یاد آئی، پانی ہاتھ سے ڈال دیے، اور نہ پیے؛ لیکن جب حضرت دریا میں اترتے اور پانی اوٹھاتے: ذوالجناح گھوڑا پانی میں موںہہ نہ ڈالتا، اور کہتا، نہ پیوں پانی، جب لگ کہ خداوند میرا نہ پیوچوکے۔

/ غرض جب امام مظلوم پانی ڈال، دریا سے نکلا، دیکھا کہ بہت کوفیوں نے قصد خیموں کا [۱۹۳ الف] کیا۔ حضرت فرمائے: اے آلِ ابوسفیان؛ اگرچہ دین نہ رکھتے، لیکن عرب کا عار بھی نہیں کرتے کہ میرے جیوتے جیو قصد میرے ناموس[۲] کا کیے۔ اگر غرض تمہارا میرا مارنا ہے، پس میں یہاں کھڑا ہوں؛ ناموس میرے سے[۳] کیا کام! بارے، وہ ملعون پھرے، اور حضرت تین حملے میں خیمہ سے تا لبِ فرات چار سے ملعونوں کو جہنم بھیجے، اور پھر تیسری مرتبہ گھوڑا دریا میں ڈال، تھوڑا پانی اوٹھا، چاہے کہ پیویں؛ جوں پانی موںہہ پاس لائے، آہ، حصین ملعون نے ایک تیر موںہہ پر مارا کہ پانی اور لہو مل گیا اور وہ پانی نصیب نہ ہوا، اور ہونٹ و زبان مبارک کٹ کر موںہہ لہو سے بھر گیا۔ پھر چوطرف سے تیر باراں شروع ہوا / اور ایک نامرد نے ایک تیر پیشانی مبارک پر مارا [۱۹۳ ب] حضرت نے وہ تیر اپنے ہاتھوں سے اینچا، اور لہو جاری ہوا۔ پھر اپنے ہاتھ سے لوہو موںہہ پر ملتے تھے اور زمین پر گرنے نزدیک تھے۔ ترجمہ[۴]:

۱. روضۃ الشہدا: ۲۶۹۔

۲. ناموس: حرم، اہلِ خانہ۔ دیکھیے: ناموسِ نبی شام کے بازار میں آیا — سرِ حضرت شبیر کا دربار میں آیا

۳. سے، سو: یہ مرکبات میں اعداد کے بعد آتا ہے۔ میر حسن کا شعر ہے:

سخاوت یہ ادنیٰ سی اس شہ کی ہے — کہ اک دن دو شالے دیے سات سے

۴. جن فارسی شعروں کا ترجمہ نقل کیا ہے وہ روضۃ الشہدا میں نہ ملے۔

اسی صورت سے دیکھوں مصطفیٰ کوں
پھر اپنے باپ علیؑ مرتضیٰ کوں
کہوں جا اپنی ماں خیر النسا کوں
دیکھو اپنے حسین سر جدا کوں
کروں بھائی حسنؑ سے جا ملاقات
یہی صورت دیکھاؤں اوس کوں ہیہات
دیکھوں اس حال سے سب اپنا سنکات[1]
کٹا گئے سر تج اس دارِ فنا کوں

راوی لکھے ہے[2] کہ سات سے زخم حضرت کے بدن پر لگے، اور حضرت زخموں کے سبب گھوڑے سے اتر، قبلہ رو بیٹھے۔ اوس وقت زمین کربلا لرزی، اور آسمان و زمین روئے۔ ترجمہ:

[۱۰۵ الف] لرزے میں عرش اس روش[3] یا کہ آسماں — شک میں پڑا / مگر کہ قیامت ہوئی آشکار
کیوں گر[4] پڑا نہ آہ، ولیکن وو چرخ پر — جس وقت گھوڑے سے گرا بھوئیں[5] پر وہ شہسوار

تب وہ کوتے بیدین دلیر ہو، حضرت کو درمیان لیے، اور چو طرف سے چوٹ تیر و تفنگ شروع کیے۔ شمر بد بخت نے نعرہ پیادوں پر مارا کہ کیا ایک شخص کے ہاتھ سے عاجز ہو رہے ہو لیکن پیادوں سے جو کہ آگے آتا تھا، حضرت کا مونہہ دیکھ، شرمندہ ہو، پھر جاتا تھا، اور کہتا کہ ہم نہیں چاہتے جو فردائے قیامت یہ خون ہماری گردن [۱۰۵ ب] ہووے۔ تب عمرِ ملعون آیا کہ امامِ مظلوم کوں شہید کرے۔ حضرت نے فرمایا: "اے ابنِ سعد، توں آیا کہ مجھے شہید کرے اور علمِ حکومت

۱۔ سانکات۔ (یہ سنکٹ (س) کی بگڑی ہوئی شکل ہے) مصیبت، مشکل، ابتلا۔

۲۔ روضۃ الشہدا: ۲۸۰۔

۳۔ دراصل: ثاث۔

۴۔ دراصل: کرڑ۔

۵۔ بھوئیں (پنجابی)، زمین (سنسکرت، بھومی) فارسی، بوم)

رَے کا سر پر دھرے[1]۔ تب ملعون شرمندہ ہو، پھر گیا۔ ترجمہ[2]:

[۱۹۵ ب] سہل نہیں ہے کام/خونِ آلِ احمد ڈالنا خاکِ غم بر سیس[3] فرزندِ محمد چھانتا

لیکن جب شمر حرام زادہ نے دیکھا کہ کوئی حضرت کوں شہید نہیں کرتا، گھرک[4]، کہا: کیا چیز تمہیں مانع ہوتی کہ سر اوس کا نہیں کاٹتے؟ آہ، تب سنان بن انس ملعون نے ایک نیزہ حضرت کی پیٹھ پر مارا۔ واویلا، امام مظلوم بیکس اوندھے موںہہ زمین پر گرا۔ تب شمر ملعون سینۂ مبارک پر چڑھ بیٹھا۔ حضرت آنکھیں کھول پوچھے: "توں کون ہے؟" کہا: "میں شمر ہوں۔" فرمائے: "موںہہ پر زرہ اٹھا۔" جوں ملعون نے موںہہ کھولا، سید الشہدا نے دیکھا کہ دانت اوس کے مانند دانت سور کے ہیں۔ فرمائے: بارے، یہ نشان تو سچ ہے۔ اب اپنی چھاتی کھول۔" جوں ملعون نے چھاتی کھولی، کوڑھ کا داغ اوس کے سینۂ پُر کینہ پر دیکھ/ فرمائے: صَدَقَ جَدِّی [۱۹۶ الف] یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ آج رات اپنے داداکوں خواب میں دیکھا میں نے کہ فرماتے تھے، مارنے والا تیرا اس شکل کا ہوئیگا، اور وقتِ نماز پیشین توں ہمارے پاس آویگا۔ پس وہ سب نشان تیرے پاس دیکھے۔ اے شمر، جانتا ہے کہ آج کون دن ہے؟" کہا: "جمعہ اور روزِ عاشورا۔" پھر فرمائے: "پہچانتا ہے کہ کون سی ساعت ہے؟" کہا: "وقت خطبہ اور نماز پڑھنے کا۔" فرمائے کہ "اس وقت خطیب میرے دادا کی امت کے منبروں پر خطبے پڑھتے، اور لعنت میرے دادا کی کہتے، اور توں مجھ پر ایسا ظلم کرتا! رسولِ خدا نے موںہہ اپنا میری چھاتی پر رکھا، اور توں اس طرح میری چھاتی پر چڑھ بیٹھا۔ وہ بوسے میرے حلق پر دیا، اور توں شمشیر یہاں چلاتا۔ میں روح/زکریا نبی اپنے داہنی طرف اور روحِ یحییٰ بائیں طرف اپنے دیکھتا اور [۱۹۶ ب] توں میری چھاتی پر چڑھا۔ اے شمر، وقتِ نماز ہے، اوٹھ میری چھاتی سے کہ موںہہ طرف

۱۔ عمر بن سعد کو رَے کی حکومت بخشنے کا وعدہ کیا گیا تھا۔

۲۔ اصل فارسی شعر یہ ہے:

سہل کاری نیست خونِ آلِ احمد ریختن خاکِ غم بر فرقِ فرزندِ محمد بیختن

۳۔ سیس (ہندی) سر۔

۴۔ گھرکنا: ڈانٹنا، ڈپٹنا۔

قبلہ کے کروں، اور دو رکعت نماز پڑھوں کہ مجھ کوں نماز میں شہید ہونا باپ سے میراث ہے۔ جب کہ میں نماز میں ہوں، جو چاہے، سو کر۔" آہ، تب شمرِ لعین سینۂ بےکینۂ امام سے اوٹھا، اور حضرت اتنی طاقت رکھتے تھے کہ مونہہ قبلہ طرف کر، نماز میں مشغول ہووے۔ واویلا، شمرِ ملعون روسیاہ صبر[1] کیا۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

[۱۹۷ الف] /سلام اللہ علیٰ مولانا الحسین وأصحابہ، لعن اللہ علیٰ یزید وأعوانہ وأنصارہ ولعن اللہ من حال بینک وبین ماء الفرات یا [ا]بن رسول اللہ یالیتنی کنتُ معک، فأفوز فَوْزاً عَظِیْماً۔

۱۔ روضۃ الشہدا میں ہے: "چوں بنماز مشغول شد و بسجدہ رفت، شمر صبر نہ کرد کہ آں امام مظلوم نماز را تمام کند، و ہم در سجدہ آنحضرت را شربتِ شہادت چشانید۔" بعد کے فقرات فضلی کے اضافہ کردہ ہیں۔

خاتمہ

[۱۰۹ ب] اس خاتمے کی پانچ ہیں فصلیں، سو تین میں ہا ہے
شہ کے سر اوپر، اہلِ حرم کا حوال ہے
یہ پہلی فصل اس میں سو تیجے کا ماجرا
احوال ذوالجناح کے بعد اتّصال ہے

ابنِ حیدر کا آج تیجا ہے — شاہِ بے سر کا آج تیجا ہے
فضل و عباس و عون کا یارو — اور جعفر کا آج تیجا ہے
قاسم عبداللہ حسن کا ہاے — اکبر اصغر کا آج تیجا ہے
شہ کے سب بھانجوں بھتیجوں کا — یارو یاور کا آج تیجا ہے
کیوں نہ فضلی ہوئے مکدر حال
اوس کے سرور کا آج تیجا ہے

لیکن احمد بن اعثم کوفی، رحمۃ اللہ علیہ سے روایت[۱] ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت بعد ایک آندھی سرخ ایسی ظاہر ہوئی کہ تمام جہان اندھیر ہوگیا اور زمین لرزی۔ آفتاب عالمتاب گہنا کر

۱۔ روضۃ الشہدا: ۲۸۲

[۱۹۸ الف] گہن میں پوشید ہوا/ کہ کوئی کسو کوں نہ دیکھ سکتا تھا۔ سب گمان کئے کہ قیامت برپا ہوئی، یا عذابِ الٰہی نازل ہوا، لیکن ذاتِ پاکِ حضرت زین العابدینؑ[1] کے سبب وہ آندھی دور ہوئی، اور عالم روشن ہوا۔

یکایک ذوالجناح گھوڑا حضرت کا دوڑنے لگا، بعد ایک ساعت کے بال اپنی پیشانی کے خواوند[2] کے لوہو میں بھر، اور آنسو آنکھوں سے جاری کر، اہلِ حرم کے خیموں کی طرف چلا۔ مرثیہ از مؤلف:

شہ کے جب حلق پر چلا خنجر
بہبہا[3] ہوئے کر بہا خنجر
گھوڑا دیکھا کہ کیا کیا خنجر
کیا خواوند کا سر جدا خنجر

لاشے کے گرد تب تصدق ہو
چاٹتا تھوتھنی سے لوہو کو
آنکھیں مل شہ کے تلووں پر دو رو
کہتا بَیری[4] مرا ہوا خنجر

میں یہ گھوڑا ہوا نگوڑا اب
کس کا کہلاؤں گا میں گھوڑا اب
/شیشۂ دل مرے کوں پھوڑا اب [۱۹۸ ب]
سنگدل ہائے شمر کا خنجر

۱۔ روضۃ الشہدا میں حضرت زین العابدین کا ذکر نہیں ہے۔ "بعد از ساعتی غبار مرتفع گشتہ عالم منجلی شد"، ص ۲۸۲

۲۔ خواوند = خاوند: آقا، مالک (خداوند کا مخفف)

۳۔ بہبہا، ہندی لفظ ہے، صفت بہنا سے (پلیٹس: ۱۸۱)

۴۔ بَیر: دشمنی، عداوت۔ بَیری: دشمن، بدخواہ۔ جان صاحب لکھتے ہیں: جھاڑو بی بی کی پھرے ہو جائے گھر بَیری کا صاف۔

تشقہ چوٹی کوں کر لہو میں لال
دانتوں سیتی کھسوٹتا تھا یال[1]
ٹاپوں سے خاک سر کے اوپر ڈال
کہتا تھا ہائے کیا کیا خنجر

میرے خاوند کوں دو ٹکڑے کیا
پشت بن میرا اوس سے خالی رہا
میرا خاوند میرے سر سے اوٹھا
مجھ کو خاوند بن کیا خنجر

کیا یہ مونہہ لے کے جاؤں میں آگھر
کیا یہ مونہہ اب دکھاؤں لے جا کر
پوچھیں گھر والیاں جو مجھ سے خبر
کیا کہوں، کچھ خبر رکھا خنجر

پھیر جنگھاڑتا وہاں سے چلا
لوہو پھونکارتا وہاں سے چلا
سر کوں نے مارتا وہاں سے چلا
لے کے فریاد پُر بلا خنجر

سر کو ٹکراؤتا پہاڑوں سے
اور لجھتا جنگلوں کے جھاڑوں سے
توڑتا گوشت اپنے ہاڑوں[2] سے
دل میں لے زخم بے دوا خنجر

۱۔ یال، گھوڑے کی گردن کے بڑے بڑے بال۔ مونس لکھتے ہیں:۔
یال اُس کی جو بکھری نظر آتی تھی ہوا میں — گویا کہ پری بال سکھاتی تھی ہوا میں
اُردو میں اس جگہ بغیر "ے" یال، بول چال میں ہے۔
۲۔ ہاڑ، ہڈی، ڈھانچا۔

[۱۹۹ الف] کہتا ہے یہ خوزادہ[۱] زینِ عبا
باپ بِن دیکھ مجھ کوں کیا کہیگا
میں جواب اوس کا دے سکوں گا کیا
نارسا ہوں ہوا رسا خنجر

جب نہ دیکھے گا باپ کوں مجھ پر
دل موں کیا اوس کے گزریگا آگر
مجھ کوں کہنی حقیقت ہوئی دوبھر
زرد رُو کر کے لے چلا خنجر

گھر کی بیبی کوں کیا دیونگا جواب
دیکھی جب خالی میرا زین رکاب
کس روش دوں گا میں حساب و کتاب
نقد جاں وس کا جوں لیا خنجر

جاؤنگا میں جو خاصی ڈیوڑھی پر
کیا کہیگا مجھے وُو عالی در
جس پہ خوا وند اُتر سدھارے تھا گھر
اب وُو خوا وند لے لیا خنجر

خیمہ جوں دور سے نظر آیا
لوہو آنکھو[ں] میں اپنی بھر لایا
مار چنگھاڑ حیف جو کھایا
سینہ پھاٹا گویا چُبھا خنجر

---

۱. خوزادا: خزادہ، خواجہ زادہ کا مخفف: صاحب زادہ، سردار۔ انیس کا مصرع ہے:

اسوار ہوا جب وہ دو عالم کا خوزادہ

اس کا املا دونوں طرح یعنی خزادہ اور خوزادہ صحیح ہے، لیکن واو سے لکھنا بہتر ہے (نور اللغات ۲ : ۴۹۰)

لوہو مونہہ سے ہلو کتا بکرا اس ؟

آیا ڈھونتا سرا اپنا خیمہ پاس
اوسے کے دستگ تیوں کی بے وسواس

[۱۹۹ ب]

کیا فریاد بیچیا خنجر

بولا اے خیمے والو سر کا دھنی
چل بسا اوس مول اور خنجر میں بنی
اس کے حلقوم پر خنجر کی انی

اڑی اور دم کوں لے گیا خنجر

ہائے زین العبا ترا بابا
تجھ کوں کہہ کر سلام کوچ گیا
خنجر اوس حلق سیتی پیر گیا

اوس کی قسمت کہاں کا تھا خنجر

سن پیام یتیمی اے سجاد
ظلم کی اوستوار اوٹھی بنیاد
خانہ ویراں ہوا ز ظلم و فساد

گھر کوں برباد کر چکا خنجر

ماں کوں کہہ لیوے سر اوپر چادر
رانڈ ہوئی ہائے اب تیری مادر
اوس کا رکھے خدا ہی اب آدر[۱]

اب تو آدر نہیں رکھا خنجر

موا اوس مرے اوس کا گھر والا

۱۔ آدر : عزت ۔ نور اللغات (۱ : ۸۰) میں ہے : آدر : ہندی ۔ مذکر : عزت ، آؤ بھگت ،
خاطر تواضع ۔ (طبع دوم کراچی ۱۹۵۹ء)

اوس کے تیئں اب لاتوں رنڈ سالا[1]
شمر کا یارب ہووے مونہہ کالا
اوس کا گھر گھالا[2] و دیا خنجر

[۲۰ الف]
پھوپھیوں کوں اب اسلام بابا کا
کہہ کے کہیو تمہارا بھائی کہا
اے اماں جائیو مجھے اس جا
بن کا مہمان لب کھا خنجر؟

چاہتا تھا میں سارا دکھ اپنا
تم کوں لکھ بھیجوں ہاتھ وو نہیں کٹا
پھر زبانی کہا میں چاہے تھا
فرصت اوس کی بھی نہیں دیا خنجر

لیک تم کوں تمہاری بھاوج کوں
میں نے سونپا خدا کنے دل موں
پر سکینہ بچی سیتی جوں توں
با خبر رہیو مجھ ملا خنجر

ذوالجناح یہ پیام کہتا تھا

۱۔ رنڈ سالا (ہ) مذکر: وہ لباس جو عورت کو بیوہ ہونے پر شوہر کے ماتم میں پہناتے ہیں۔ ہندوستان کی رسم ہے کہ جب عورت بیوہ ہوجاتی ہے، تمام کنبے کی عورتیں جمع ہوکر سفید جوڑا پہناتی ہیں اور چوڑیاں وغیرہ جو سہاگ کی چیزیں کہلاتی ہیں توڑ ڈالتی ہیں (نور اللغات ۳: ۲۰۰) طبع لکھنؤ ۱۹۲۹ء

۲۔ گھالنا: برباد کرنا، گھر گھالنا: کسی کا گھر تاراج کرنا۔ جرأت کا شعر ہے:-

ابھی تو تم نے پردے ہی میں اک عالم کا گھر گھالا
مجھے یہ فکر ہے صورت دکھاؤ گے تو کیا ہوگا

جان صاحب لکھتے ہیں:-

پرے سے پاؤں اگر ایسے نکالوں میں بھی
ایک کیا دیکھنا گھر سینکڑوں گھالوں میں بھی

سن کے عابد نے ذوالجنح کی صدا
دوڑا گھر سے جوں باہر آ پہونچا
سن لیا ظلم پُر جفا خنجر

پھر دیکھا ذوالجنح پہ باپ نہیں
ہائے خالی ہے اوس کا خانۂ زیں
دل موں اپنا کیا کمال یقیں
کیا بے شک وُو ناشتا خنجر

مُونہہ سے بے اختیار نکل گیا
ذوالجنح کیا ہوا مرا بابا
ذوالجنح سُن یہ حرف رو کے کہا [۲۰ ب]
ہو گیا اوس سے آشنا خنجر

اک تو آگے ہی رنگ باختہ تھا
تِس پہ گھوڑے سے یہ سوناؔنی[2] سونا
مُونہہ پہ پھر گئی ہوائی سُن ہو گیا
دل پہ گویا کوئی مارا خنجر

القصہ جب اہلِ حرم ذوالجناح کی آواز سونی، سر پاؤں ننگے خیمے سے باہر دوڑے۔ آہ، گھوڑا دیکھے اور سوار نہ دیکھے۔ فریاد واویلا و واحسینا اوٹھا۔ کہے[1] اے ذوالجناح، خواوند ہمارے کوں کیا کیا، اور جیسا کرلے گیا تھا، کیوں نہ لایا؟ اور کیونکر دل تیرے نے یاری دی کہ اوسے دشمنوں میں چھوڑا؟ لموٴلفہ

۱۔ اصل نسخے میں اسی طرح ہے۔ "اپنے" ہونا چاہیے۔

۲۔ سوناؔنی = سنائی، سناؤنی: پردیس میں موت کی خبر کرنا۔ جرأت کا شعر ہے:۔

پر اپنے نوشتہ سے یہ خطرہ ہے کہ واں سے ‏ ‏ تیری نہ سنائی کہیں اے نامہ بر آئے

ہندو بیشتر سناؤنی بولتے ہیں۔ سنائی: خبرِ مرگ (محاورۂ رنگین)

کیا کیا وارث ہمارے کوں اے پیارے ذوالجناح — اوس دوکھیدے[1] پر موا کیا اے دوکھیارے ذوالجناح

موںہہ تیرا کس کے لہو سے سُرخ ہے توں ہم سے کہہ — لال کس کے لہو سے تجھ بال سارے ذوالجناح

کیا مگر عابد سکینہ فاطمہ ہو گئیں یتیم — ان کا بابا مر گیا کیا اے ہمارے ذوالجناح

[۱۰۱ الف] کس جگہ بیسر کوں چھوڑ آیا ہمیں بے سر کیا — ہم بیچاریاں کیا کریں اب [اے] بیچارے ذوالجناح

لے گیا تھا جس روش کیوں لے نہ آیا اُو نہیں توں — اوس بنا ہم ہوئیں آواریاں[2] اے آوارے ذوالجناح

آہ وہ سب دوکھیاریاں روتیں تھیں، اور ذوالجناح بھی سر تلے ڈالے ہوئے کھڑا روتا تھا، اور موںہہ اپنا حضرت زین العابدین کے پاؤں پر ملتا تھا۔ ابوالموید[3] لکھے ہے کہ ذوالجناح نے اپنا سر زمین پر ٹپکا کر مر گیا[4]، اور ابوالمفاخر[5] لکھے ہے کہ جنگل کی راہ لیا، اور ایک روایت ہے کہ شہر بانو کوں پیٹھ پر چڑھا لے گیا[6]۔ لیکن شمر لعین حضرت کوں شہید کر سب مردودان[7] ساتھ اینچ[8] تیغ و تبر خیمۂ عصمت اور پردۂ طہارت میں دھسنا؛ اور ہاتھ لوٹ کا

۱۔ دوکھیدے (پنجابی) یعنی دکھیا، درد رسیدہ، مصیبت زدہ۔

۲۔ آوارہ فارسی میں بمعنی سرگرداں، پریشاں۔ اردو میں جو مفہوم اب عام ہے، یہ بعد کو پیدا ہوا۔ فارسی ترکیبوں کے ساتھ جب یہ لفظ آتا ہے تو اُردو میں بھی یہی مفہوم ہوتا ہے، جیسے آوارہ مزاج؛ لاابالی؛ آوارہ وطن؛ غریب الوطن، مسافر۔

۳۔ ابوالموید موفق بن احمد خوارزمی جو اخطب خوارزم کہلاتے ہیں، زمخشری کے شاگردوں میں ہیں۔ حضرت علی اور اہل بیت کے مناقب میں ان کی متعدد تصانیف ہیں۔ جن میں مناقب امیر المومنین علی اور مقتل الحسین بہت مشہور ہیں۔ ان کا سال وفات ۵۶۸ھ ہے (لغت دھخدا ۱: ۹۰۱، ۸)

۴۔ روضۃ الشہدا : ۲۸۲

۵۔ ابوالمفاخر رازی عہد سلجوقی کے شعرا میں سے ہیں۔ دولت شاہ نے اپنے تذکرے میں ان کا ذکر کیا ہے اور اہل بیت کے مناقب میں انہوں نے جو قصیدے لکھے ہیں ان کا ذکر کیا ہے۔ شیخ حر عاملی کی امل الآمل: ۵۱۵ (تہران، ۱۳۰۷) میں بھی ان کا ذکر موجود ہے، قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین میں بضمن شعرائے فارسی ان کا تذکرہ کیا ہے۔ کاشفی نے بھی روضۃ الشہدا (۲۰۳، طبع نول کشور) میں ان کے فارسی شعر نقل کیے ہیں (اس اطلاع اور حوالوں کے لیے راقم جناب سید سبط الحسن صاحب کا ممنون ہے)

۶۔ روضۃ الشہدا میں شہر بانو کو چڑھا کر لے جانے کا ذکر نہیں۔

۷۔ اصل: مردودن، "مردود[ا]ن" قیاسی تصحیح (اگرچہ ہندی قاعدے کے مطابق جمع مردودن بھی درست ہے)

۸۔ اینچ لینا: کھینچ لینا، نکال لینا۔ اب فصحا کھینچنا ہی بولتے ہیں۔

بڑھا، سب متاع و زیور اور بیبیوں کے سروں سے چادریں لے، خیموں کو آگ دیا اور جو کچھ کہ خیموں میں پایا، لوٹ لیا، حتیٰ کہ گوشوارے لڑکیوں کے کان سے اور گوجریاں بیبیوں کے پاؤں سے اینچ لیے۔ آہ، کلثوم [۱۰۱ ب] کے کان سے اس طرح کرن پھول اینچے کہ کان پھٹ گیا اور لہو بہا۔ تب بیبیاں دکھیاریاں بچوں سمیت سر پاؤں ننگی خیموں سے باہر بھاگیاں۔

فاطمہ چھوٹی بیٹی امام کی سے روایت ہے کہ میرے پاؤں میں دو گوجریاں[1] سونے کی تھیں، ایک ملعون آ، لینے لگا اور رونے لگا۔ میں ڈرتے ڈرتے کہی: "اے دشمنِ خدا، گوجریاں تو اُتارتا لیکن کیوں روتا؟" ملعون کہا: "کیونکر نہ روؤں، رسولِ خدا کی بیٹی کوں لوٹتا ہوں"۔ میں کہی کہ "اگر توں مجھے دخترِ رسولِ خدا جانتا، پس کیوں یہ ظلم کرتا؟" کہا: "اس واسطے کہ اگر میں یہ گوجریاں نہ لوں، پس کوئی اور لے گا، جس سے میرے ہی کام آویں"۔ آخر کار وہ ملعون گوجریاں میرے پاؤں سے مروڑ لے گیا، اور میں درد سے بیہوش و حیران خیمے کے دروازے پر کھڑی تھی، اور باپ بھائیوں کی لوتھیں خاک و خون میں پڑی دیکھ رو رو، دل موں کہی تھی کہ آیا ظالم ہم سے [۱۰۲ الف] کیا کریں۔۔۔ مار ڈالیں، یا قید کر لے جاویں، اتنے میں ایک سوار پیدا ہوا[3] اور میری ماں، بہنوں، پھوپھیوں کی پیٹھ پر نیزہ مارنے لگا۔ میں ڈر کر، پھوپھی زینب سے چمٹی کہ اس ملعون نے بھال نیزے کی میرے شانے میں چبھائی، اور میں چیخ مار، لوتھوں پر گری۔ ملعون نے کان میرے چیر، کرن پھول[4] اور اوڑھنا[5] میرے سر کا لے گیا۔ میں بیہوش ہوئی۔ پھر ہوش میں آ، دیکھی کہ سب گھر جلا اور اسباب لوٹا؛ بھائی زین العابدین بیماری اور پیاس سے زمین پر لوٹتا اور روتا[2]۔

۱۔ گوجری: پاؤں کا ایک زیور (پلیٹس: ۹۲۲) فارسی متون (جلاء العیون وغیرہ) میں اس جگہ خلخال کا لفظ استعمال ہوا ہے جو اسی مفہوم کو ادا کرتا ہے۔

۲۔ مجلسی: جلاء العیون (باب ۵ فصل: ۱۵)

۳۔ پیدا ہونا فارسی محاورے (پیدا شدن = ظاہر شدن) کا ترجمہ ہے۔ اُردو میں ظاہر ہونا، آشکار ہونا ہی زیادہ مروج ہے، لیکن پیدا ہونے کی بھی مثالیں ملتی ہیں۔ رشک کہتے ہیں:

وہ بال کھول کے کرتا ہے مانگ پوشیدہ
نہیں تو رات کو ہوتی ہے کہکشاں پیدا

۴۔ کرن پھول: کان کا ایک زیور جو کہیں کہیں ہندوستان میں اب بھی مستعمل ہے۔

۵۔ اوڑھنا: اوڑھنے کی چیز جیسے چادر، دولائی، لحاف۔ عموماً بچھونے کے ساتھ مستعمل ہے تنہا نہیں بولتے (نور اللغات ۱: ۴۴۴)

نورالائمہ[1] لکھے ہے کہ اوس وقت عرشِ عظیم لرزا، اور کرسی وسیع ہلی۔[2] آہ، تب شمرِ ملعون چاہا کہ زین العابدین کوں
[۲۰۲ ب] بسترِ بیماری پر مارے۔ حمید بن مسلم[3] نے مارنے دیا۔[4] لیکن شمر نعرہ مارتا تھا کہ اقتلوا ھذا الصبی الذی علی
الفراش،[5] یعنی مارو اس لڑکے کوں اس کے بچھونوں ہی پر۔ پھر عمرِ نحس نے سرِ امامِ مظلوم کا خولی[6] لعیں کوں سونپ
ابنِ زیادِ ملعون پاس بھیجا، اور آپ دوسرے دن اپنے لشکریوں پر کہ جہنم واصل ہوئے تھے، نماز جنازہ پڑھ،
دفن کیا؛ اور آہ، بدن امامِ مظلوم کا اور تمام شہیدوں کے اسی طرح خاک و خون اور دھوپ میں چھوڑ گیا۔ تیسرے
دن اہلِ حرمِ محترم کوں سروپا برہنہ اونٹاں بن پالان پہ سوار کر لے چلا، اور زین العابدین بیمار اور رنجور
کوں طوق و زنجیر کر بجائے ساربان مُہار[7] ہاتھ دیا۔ جوں گذر اون کا قتلگاہ پر ہوا، ستھراؤ[8] شہیدوں کی
لوتھوں کا خاک و خون میں دیکھا۔ شور وا دربا و واحسینا اون کا عرشِ بریں کوں پہونچا۔ ناگاہ آنکھ زینب کی

۱۔ نورالائمہ خوارزمی، زمخشری کے شاگردوں میں ہیں۔ غالباً امام حسین کی شہادت پر انھوں نے ایک کتاب لکھی تھی۔ ملا حسین واعظ کاشفی نے متعدد جگہ ان کا حوالہ دیا ہے۔ ص ۲۷۶، ص ۲۸۵۔

۲۔ روضۃ الشہدا: ۲۸۶

۳۔ حمید بن مسلم ازدی، واقعات کربلا کے راویوں میں ہیں۔ جمہور کا قول ہے کہ وہ ابن زیاد کے لشکر کے ساتھ موجود تھے۔ مختار ثقفی نے جب قاتلانِ حسین و شمر کا لشکر محمد بن سعد کی گرفتاری شروع کی تو حمید کی بھی تلاش شروع ہوئی لیکن وہ کوفے سے فرار ہو گئے۔ حالات طبری: تاریخ ۶: ۱۲۵؛ بلاذری: انساب الاشراف ۵: ۲۴۰ اور ذہبی: میزان الاعتدال (۱: ۲۸۹) میں دیکھے جائیں۔ جناب سید علی نقی النقوی نے شہیدِ کربلا میں لکھا ہے کہ ان کا روز عاشور کربلا میں وجود ہی نہ تھا جناب سید سبط الحسن صاحب نے (العلم ۵/۴، ۱۹۶۰، ص ۱۹) میں ان کے وجود کے دلائل دیے ہیں اور اس موضوع پر ایک مفصل مضمون لکھا ہے۔

۴۔ روضۃ الشہدا، ص ۲۸۲، ۲۸۸، الخوارزمی: مقتل الحسین ۲: ۳۸۔

۵۔ روضۃ الشہدا: اقتلوہ علی فراشہ۔

۶۔ خولی بن یزید اصبحی۔

۷۔ اصل: مُہار (بضم میم)، جسے نوراللغات میں غلط و بکسر اول صحیح لکھا ہے۔ زبانوں پر بضم اول ہے۔ برہان میں بفتح اول لکھا ہے، اونٹ کی نکیل۔

۸۔ ستھراؤ: مقتولوں کا ڈھیر، قتل عام۔ رند کا شعر ہے،

ستھراؤ تیغ ابروے خمدار نے کیا — میدان صاف یار کی تلوار نے کیا

بھائی کی لوتھ پر پڑی، بے اختیار آہ مار بولی: "واجدّاہ، واحمّداہ! یہ حسین تیرا ہے کہ بوسے اوس کے موںہہ [۲۰۶ الف] پر دیتا تھا، اور موںہہ اپنا اوس کے سینہ پر ملتا تھا؛ سو حسین تیرا آج خاک و خون میں سر جدا پڑا ہے[1]، اور ڈاڑھی اوس کی لہو سے خضاب، موںہہ لہو سے لال ہے"۔ یہ کہہ اپنے تئیں اونٹ سے تلے گرا، بھائی کے لہو میں لوٹ، لوتھ کوں گلے لگا، کہا: "اے بھائی! زینب بہن بیوارث ہوئی اور تیری بلا لے، نہ موئی۔ اے شاہ بیکسوں کے، اور اے وارث بے چاریوں کے":

مرثیہ من کلام مؤلف

میں کاٹے تھی تجھ سائے بیچے رنڈاپا
رنڈاپے موں قسمت ہوا تجھ سیاپا[2]
جوانی تو خاک میں تھا بوڑھاپا
بوڑھاپے میں تھی یہ خرابی اب آئی

نہ اب سر پہ ماں میری خیر النسا ہے
نہ نانا نہ بابا نہ عموں چچا ہے
نہ اس دوکھ میں کوئی بھائی خوش آتا ہے
نہ [ہے] اس بپت میں خدیجہ سی نانی

پڑی بند[3] میں شامیوں کے اے بھائی
انھوں نے مرے ہاتھوں زنجیر پنہائی
[۲۰۷ ب] مجھے قید و زنجیر سب ان کی بھائی[4]

۱۔ ساری تفصیلات روضۃ الشہدا: ۲۰۸ میں موجود ہیں۔

۲۔ سیاپا، نالہ، شیون، بین جو عورتیں کسی کی موت کے وقت کرتی ہیں (ان معنوں میں زیادہ تر پنجابی میں مستعمل ہے)

۳۔ بند: قید، حبس، حوالات، آتش کہتے ہیں:

دلِ بے تاب کو کیجیے جو سیماب میں بند

۴۔ بھائی: اچھی لگی، دل کو بھلی معلوم ہوئی۔

ہوئی دو بھر دلے تیری گردن کٹائی

دوم گریہ افسوس بیستری کا ہے
نہ چادر ہے سر پر مونڈاسا کھولا ہے
نہ لتا گزی کا بھی سر پر رہا ہے

کہ جس سیتی موںہہ ڈھانک رووں نہانی

مجھے داغ بالائے داغ بلا ہے
مرا سینہ جل بل کے خاک ہو گیا ہے
زمیں سخت دور آسماں جا پڑا ہے

زمیں پھاٹے تو اب سماؤں ہو فانی

دکھاؤں کسے داغ میں اپنے دل کے
کہ مارے لعیں تجھ سے بھائی کوں مل کے
رہے جوں گلِ لالہ تجھ زخم کھل کے

ملا ماٹی موں چہرۂ ارغوانی

ترے باغ کا نونہال ہائے اکبر
دکھاؤں کسے داغ اس کا میں دل پر
اٹھارہ برس کی کمائی کوں دے کر

بجھاتی ہوں وہ پچھپاتی[4] جوانی

چھ مہینے کا وہ دودھ کا ہائے پھویا[5]

۱۔ مونڈ: سر، ماتھا۔ مونڈاسا یہاں سر کے معنی میں استعمال ہوا ہے (منڈاسا: پگڑی، دستار)

۲۔ گزی: ایک قسم کا موٹا کم قیمت سوتی کپڑا۔

۳۔ نہانی: پوشیدہ، مخفی۔

۴۔ پچھپانا: پورا، بھرپور، مکمل (پلیٹس: ۱۰۰۵)

۵۔ پھویا (پنجابی)، کمزور، نازک جسم (عموماً چھوٹے شیرخوار بچوں کے لیے مستعمل ہے)

لعیں سنگ دل اس کا جیوڑا[1] بھی کھویا
جگر اونت تالو ہو بیہودہ نہ رویا (۹)
سدھارا کیا اتنی ہی زندگانی

/ہوا عین شادی موں ناشاد قاسم [۲۰۰ الف]
بھتیجا مرا تیرا داماد قاسم
کیے سر جدا اوس کا فریاد قاسم
مٹی ہائے بھائی حسن کی نشانی

لگا ہے جو داغ اوس دولھن کے سینہ پر
میں اوس داغ کا عکس دیکھلاؤں کیونکر
کر بیٹھا ہے مجھ داغی چھاتی کے اوپر
صد افسوس اوس[2] رائگاں شادمانی

مرے بیٹے دو بھانجے تھے جو ترے
تصدق ہوئے تجھ پہ میں بھی ہوں صدقے
اونھوں کے بھی دو داغ مجھ دل پہ لاکے
ولے تجھ سا اب داغ کاری نہ جانی

پڑا تھا جو سجاد بیمار کب کا
سو آج اوس کی بھی موت حاضر ہوئی آ
ہے جھو رسٹ اب اوس پہ تیرے تاکلوں کا
اوس حق کیا کرے گردش آسمانی

سفارش سکینہ کی جو کر مُوا تھا
چھو پائی اوسے بھی لے پھرتی میں وکھیا

۱۔ جیوڑا: جی، دل، جان۔
۲۔ یعنی اس کی۔

دُو بابا موئی کرتی ہے بابا بابا
اُسے کیونکر سمجھاؤں نہیں [ہے] سیانی[1]

دوکھیاری شہربانو کی دوکھیا بھاوج
اوس اوپر بپت[2] ہاے بیتی ہے اچرج[3]
/جلی کوکھ اور مانگ لوٹی ٹیو سُدھ تج [۴۴ ب]
نگھر[4] پھرتی ہے گھر کی بیبی سوانی[5]

میں یہ کھاتی ہوں زہر کے اب نوالے
لعیں باپ مارے کا بَیراب نکالے
پڑے ہینگے سینہ سوں یہی داغ کالے
اودھران غموں میں ہے کلثم دیوانی

بھلا سن مری اے بپت مارے بھائی
جہاں ہاتھ دھوئے کتی وہ تیری دائی
وہاں صدقے ہوئی مجھ سی اماں جائی
مجھ اوپر مصیبت جو کتی سو بہائی[6]

لکھی ہینگی جو اور سو سب سہونگی
نصیبوں کے لکھے پہ شاکر رہونگی

۱۔ سیانی : دانا، سمجھ دار۔

۲۔ بپت : دکھ، مصیبت ع

کہی آنکھوں نے دل سے، دل نے آنکھوں سے بپت ساری

۳۔ اچرج : (ہندی) حیرت، تعجب (سنسکرت : آشچریہ)

۴۔ نگھر : بے گھر۔ امیر مینائی نے نگھرا لکھا ہے:

دیکھوں اب خانہ خرابی مجھے لے جائے کہاں نگھرا کر کے تو ہیں آپ سدھارے گھر کو

۵۔ سوانی (پنجابی) جوان عورت (بالعموم اچھے گھرانے کی)

۶۔ بہائی (پنجابی) گذری، بیتی، بسر ہوئی (یہ لفظ واؤ کے ساتھ وہائی بھی بولا جاتا ہے)

پر اب لوتھ تیری کے دوکھ میں جلونگی
کہ میّت کی جس کوں نہ ملتی پنھائی[1]

نہ گور و گڑھا ہیگا اس لوتھ کوں اب
نہ کفنانے کا پاؤتے ہونگے کچھ ڈھب
یہ دن کی ہے دھوپ اور شب کی ہے اوس اب
کرے کون اس لوتھ کی پیسائی[2]

ہوئی اس گوشت اس پوستی کی کون حالت
کون اوّل منزل اس کوں پہوچاوے رکھ پت[3]
بعینہ ہوئی ہیگی اب وہی کہاوت
گہنے چاؤ جن کوں، تنھے دوکھ کلائی[4]

[۷۵ الف] / جسے کرتہ جبرئیل جنت سوں لاوے
جسے مصطفیٰ دوش اوپر چڑھاوے
سو اُمّت سے وہ اب کفن بھی نہ پاوے
یہ جائز رکھے ہیگا کوئی بھی گیانی

کرے جس کا جد حق کی سب کوں ہدایت
گنہ سب کے بخشاوے روز شفاعت
سو تس کے نواسے پہ ہوئے یہ سیاست[5]

۱۔ پنھائی: لغت میں نہیں ملا، یہاں مراد پیرہن بلکہ کفن سے ہے۔
۲۔ یعنی پاسبانی، رکھوالی۔
۳۔ رکھ پت، یعنی باعزت، باوقار طریقے پر۔
۴۔ یعنی جسے گہنا (زیور) پہننے کا شوق (چاؤ) ہے، اسی کی کلائی میں بوجھ کے مارے درد بھی ہوگا۔
۵۔ سیاست: سختی، دہشت، سخت گیری۔ صبا لکھنوی کا شعر ہے:

عوض اللہ اس کا محکمے میں حشر کے لیگا ‏ کریگا جو سیاست حاکم ظالم رعیت پر

گنہ لازم ہوئے نیکی برباد جائی

نہ قدرت ہے مجھ کوں نہ وسعت کھولوں

جو کفنا کے تجھ کوں زمیں بیچ سونپوں

کروں تیری آب آتش ماتم لے بیٹھوں

مجاور ہوں تجھ قبر کی جاورانی

تجھے مار کر بھی نہ شمر ہاتھ اوٹھایا

ترے گھر میں بستے [ہے] گھر کوں لوٹایا

ہمارے لے جانے کا ساماں منگایا

نہ چھوڑے ہے اب لگ وو آپ اپنی مانی[1]

اے مظلوم اگرچہ میں جاؤنگی قیدی

وے فکر تجھ لوتھ ہی کی رہیگی

کہونگی یہ ہر دم کہ کیا اوس پہ بیتی

نہ چادر رہی پائی نہ اوس پر ہے تانی

بھلا اب تو ناچار جاؤنگی یہاں سوں

وے رہیگا جیو تیرے کوں وگڑھے موں (؟)

/کروں تیری آب آتش گور و کفن کوں [۲۰۵ ب]

جو حق لاوے پھر لاوے پھر دانہ پانی

وے جانتی ہوں جو حق پھر کے لاوے

تو تب لگ تو ماس[2] اس کا گُل اتر جاوے

رہیں استخواں میں[3] جو حق ہی بچاوے

۱۔ یعنی اپنی من مانی۔

۲۔ ماس یعنی گوشت۔

۳۔ اصل متن میں یونہی 'میں' لکھا ہے، لیکن یہاں محل 'بھی' کا ہے۔

بھٹکتی رہے تجھ موں میری روحانی[1]

تو تب استخوانوں کوں چن میں دو کھیا
یہاں گاڑوں گی بیٹوں گی قبر پر جا
سدا جھاڑوں گی پلکوں سیتی یہ صحرا

کہ اس جا پڑا ہے تیرا لوہو پانی

و یا لے کے ان استخوانوں کوں یہاں سے
مدینہ میں جاؤں گی دادا کے روضے
کہوں گی اے جد تجھ نواسے کوں لے کے

اب آئی ہوں گی عقل و سدھ سے ایانی[2]

جہاں حکم کر رکھوں یہ استخواں واں
رکھوں گی وہاں جد کا جہاں ہووے فرماں
وہیں بیٹھوں گی کر فقیری کا ساماں

وہیں بیٹھوں گی سب سے ہو کر بگانی

سکون نے توڑایا بوری مجھ کمائی (؟)
دیکھی آنکھ بھر لوہو اور روتی آئی
______ ۳

نہ تجھ شیر کی کرنے پائی شبانی

یہی بین کرتی تھی زینب بچاری
[۲۰۶ الف] /بچاری دو کھیاری دو بیٹوں کی ماری

۱۔ روحانی بمعنی روح، ان معنوں میں صرف فضلی ہی کے یہاں دیکھنے میں آیا۔

۲۔ ایانی، اجانی (الف نافیہ) بمعنی ناداں، انجان (پنجابی میں آج تک انھیں معنوں میں مستعمل ہے، یہ لفظ سیانی کی ضد ہے)

۳۔ اصل میں یہاں کا مصرع کتابت ہونے سے رہ گیا ہے۔

کہ دوڑے تہک شامی سب ایک باری
پڑے ٹوٹ جیسے بلا آسمانی
تھی لاشے سے چمٹی ہوئی روتی زینب
چھوڑائے وو بیدرد زور آوری تب
کہے، ہاے، زینب مجھے بھائی سے سب
نہ کہنے دیئے اپنی بیتی کہانی
بھلا اے مرے بھائی ماں کے جائے[۲]
مجھے تیرے لاشے سے ظالم چھوڑائے
تو ڑا بہن بھائی کوں کیا پھل وو پائے
کی کیا دولت حاصل وو دکیا کامرانی
اے بھائی بہن جاؤنی قیدی ہوکر
ترا حافظ اللہ اے مجھ برادر
اگرچہ ہو بیبس چلی تجھ[۳] سے خواہر
بسیگی و لے تجھ موں میری روحانی

آہ، تب سکینہ سی معصوم بیخبری دوڑ، باپ کی لاش کوں چمٹی، اور سب کوں روتا دیکھ، رونے لگی۔ واویلا، ظالم بیرحم اوس معصومہ کوں بھی کھینچ، باپ کے تن سے جدا کیے، اور سبھوں کوں اینچ اینچ، اونٹوں پر چڑھائے۔

[۲۰۶ ب] حضرت زین العابدین فرماتے کہ جب قتلگاہ پر میرا گذر ہوا، اور پدر بزرگوار کوں بمعہ

۱۔ یعنی تیزی سے۔

۲۔ جایا: بیٹا ع

یہ کہہ کے جو سرکا اسد اللہ کا جایا (انیس)

۳۔ اصل میں مجہ ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔

عموں[1] و برادراں شہید دیکھا کہ خاک و خون میں پڑے ہیں اور کوئی اون کے گور و گڑھے کا متوجہ نہیں، ایسا حال مجھ پر گزرا کہ مرغِ روح میرے آشیانِ بدن سے پرواز کرے، لیکن تقدیر نہ تھی۔

القصہ عمر ملعون نے وہاں سر سب شہیدوں کے تنوں سے کٹوا، حتی[2] کہ سر اصغر معصوم کا بھی! اور سب اس تفصیل بانٹا:[3] بائیس سر ہوازن[4] کو سونپے، اور چودہ سر حصین بن نمیر[5] کوں، تیرہ سر قیس بن اشعث[6] کوں، اور بارہ سر ثقیف کوں، چھ سر ہلال بن اعور[7] کوں، اور پانچ سر قبیلہ بنی اسد[8] علیہما و علیہم اللعنہ کوں سونپ، طرف کوفہ رواں ہوئے۔ اور سر امام مظلوم[9] کا آگے ہی خولی ملعون کے ہاتھ بھیجا تھا۔

راوی لکھے ہے کہ خولی خولی اوس سر مبارک کوں لا، اپنے گھر اترا؛ / لیکن جورو اوس کی دوستدار اہلبیت کی تھی؛ [۲۰ الف]
خولی نے اوس سے ڈر وہ سر چھپا کر، تنور میں رکھا۔ لمؤلفہ

۱۔ عمو: چچا۔ فارسیوں نے عم پر واؤ کا اضافہ کیا ہے۔ کبھی پیار سے عمو جان بھی کہتے ہیں (نور اللغات ۳: ۵۶۳) فارسی میں میم کی تخفیف سے بھی آیا ہے۔ مثلاً مولانا روم لکھتے ہیں:

جاں تجو نزدیک و تو دوری ازو　　　قرب حق را چون بدانی اے عمو

۲۔ روضۃ الشہداء: ۲۸۸۔

۳۔ جن شہدا کے سر قلم کیے گئے تھے، ان کی تعداد ابن طاؤس نے ۷۸، لکھی ہے اور تقسیم اس طرح بتائی ہے۔ قبیلہ کندہ کے ۱۳، ہوازن کے ۱۲، تمیم کے ۱۷، بنو اسد کے ۱۶، مذحج کے ۷، اور بقیہ قبیلوں کے ۱۳ (اللہوف: ۹۲)

۴۔ روضۃ الشہدا میں "ہوازن" اور یہی صحیح ہے۔ ان کا سردار شمر بن ذی الجوشن تھا۔

۵۔ حصین بن نمیر سردار قبیلہ بنو تمیم کا تھا۔ حالات کے لیے دیکھیے ذہبی: میزان الاعتدال (۱: ۲۵۶)

۶۔ سردار قبیلہ کندہ۔

۷۔ سردار بنی اسد، روضۃ الشہدا (طبع تہران ۱۳۳۴ شمسی) میں ہلال بن اعور۔ اصل میں: بلال جو ہلال کی تصحیف ہے۔

۸۔ روضۃ الشہدا: قبیلہ ازد۔

۹۔ روضۃ الشہدا: ۲۸۸۔

ملے جو سرِ نت پلا تھا چاؤ سوں
گود میں آ جدّ کی تِس کوں داؤ سوں
شمر کاٹا اب خنجر کے گھاؤ سوں
تکیہ گہ اوس سر کا اب تنور ہے

جورُو نے پوچھا کہ ایتے دن کہاں تھا. کہا: ایک شخص یزید سے باغی ہوا تھا، اوس سے لڑنے کوں گئے تھے وہ چپ ہوئی، اور کھانا لائی کہ وہ زہر مار کر سویا. لیکن اس عورت کی عادت تھی کہ آدھی رات کوں نماز تہجد پڑھتی. اوس رات بھی اوٹھی، اور اوس گھر میں کہ تنور تھا، دیکھی کہ ایسی روشنی ہوئے ہے، گویا سو ہزار شمع و مشعل روشن کیے. تعجب کر کہی: سبحان اللہ نہ میں اس تنور میں آگ رکھی، اور نہ کسو کوں کہی. یہ روشنی کہاں سے ہوئی [۴۰۷ ب] اس حیرت میں تھی کہ نور اوس تنور سے آسمان لگ پہونچا. تعجب اوس کا زیادہ ہوا. یکایک دیکھی کہ چار عورتیں آسمان سے اُتر، تنور پر آئیں. اون میں سے ایک نے سر تنور نکال، چومی اور چھاتی سوں لگا، کہی: اے شہید ماں کے اور اے مظلوم ماں کے! حق تعالیٰ انصاف میرا ترے کشندوں سے قیامت کوں لیوے، اور جو نہ لیوے، تو ہاتھ قائمۂ عرش سے نہ اوٹھاؤں، جب لگ کہ داد اپنی نہ پاؤں؛ اور وہ تینوں بیبیاں روتیں تھیں. لمؤلفہ

اے دکھیاری کے دکھیارے اے غریب!
تجھ کوں کبھی چھوڑے نہ آخر یہ رقیب
صبر میرا بھی پڑے گا عنقریب
حق تعالیٰ حاکم و غیُور ہے

ہائے اے مظلوم مادر ہائے ہائے
رونے آئی تجھ پہ مادر ہائے ہائے!
سر ترا تنور اندر ہائے ہائے
رن میں تجھ تن زخموں بھیتر چُور ہے

[۴۰۸ الف] آہ، پھر اوس سر کوں تنور میں رکھ، غایب ہوئیں؛ تب جورو خولی کی اوٹھی، اور اوس سر کوں تنور سے نکال، بجھا کر دیکھی. پہچانی کہ سرِ امام حسین کا ہے، آہ ماری، بیہوش ہوئی. پھر جب ہوش میں آئی، ہاتف نے آواز دی، اور

کہ تجھے تیرے خصم کے گناہ سے نہ پوچھیں، تب ہاتف سے پوچھی، یہ چار عورتیں کون تھیں کہ تنور پر آ، رو ئیں؟ ہاتف نے آواز دی کہ جن نے سر تنور سے باہر نکال، چھاتی سوں لگا، روئیں حضرت فاطمہ تھیں، اور دوسری ماں اون کی خدیجہ کبریٰ، تیسری ماں مریم عیسیٰ کی، چوتھی آنسیہ[1] جورو فرعون کی۔ پھر وہ عورت کسو کی آواز نہ سونی، اور اوس سرکوں چوم، مشک و زعفران و گلاب سے دھوئی، اور خوشبوئیاں و کافور مل گیسوؤں کوں کنگھی کی اور ایک جائے پاک میں رکھ، خصم کوں جگا، پوچھی، اے ملعونِ دون، یہ سر کس کالا، توں کر[2] تنور [۲۰۸ ب] میں رکھا؟ یہ تو فرزندِ رسولِ خدا کا سر ہے۔ اوٹھ کر زمین و زماں روتے اور فوج فوج فرشتے زیارت کوں آ، تجھ پر لعنت کرتے۔ میں بیزار تجھ سے اس جہان اور اوس جہان میں۔ پھر چادر سر پر لے، گھر سے باہر چلی۔ ملعون کہا، کہاں جاتی اور میرے بچوں کوں یتیم کرتی؟ جواب دی کہ توں رسولِ خدا کے بچوں کو یتیم کیا، اگر تیرے بچے ہوئیں، تو ڈر کیا! آخر وہ نیک بخت گئی، اور کوئی نشان اوس کا نہ پایا۔ لیکن جوں صبح ہوئی، خولی خونی اوس سرِ مطہر کوں ایک طباق میں رکھ، ابن زیاد کنے لایا۔[3] آہ، اوس ملعون بے حیا کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی؛ واویلا، لب و دندانِ مبارک پر کئی مرتبہ لگائی، ایک اصحابِ کبار زید بن ارقم[4] نام بیٹھا تھا؛ بیتاب ہوا بولا، اے ملعون، یہ بے ادبی نہ کر اور یہ چھڑی مت مار۔ ان دانتوں پر قسم خدا کی کہ گن نہیں سکتا کے مرتبہ [۲۰۹ الف] ان ہونٹوں اور دانتوں پر رسولِ خدا بوسے دیا۔[5] یہ بات سُن، چھوٹے بڑے مجلس کے، سب رونے لگے اور

۱۔ اصل نسخے میں: آنسیہ۔ آسیہ چاہیے۔ آسیہ: فرعون کی بیبی جو حضرت موسیٰ کی دین پر تھیں۔

۲۔ اصل میں: کو۔

۳۔ مقاتل الطالبیین: ۱۱۹، مروج الذہب (۲: ۶۵) میں اس فعلِ قبیح کی نسبت یزید کی طرف ہے۔ ابوالفرج اصفہانی نے ابن زیاد کا بھی ذکر کیا ہے۔

۴۔ زید بن ارقم انصاری خزرجی جلیل القدر صحابی ہیں۔ ان کی کنیت واقدی نے ابو انیسہ لکھی ہے۔ صحیح بخاری میں ان سے مروی بہت سی حدیثیں ملتی ہیں۔ انھوں نے سترہ غزوات میں شرکت کی۔ حضرت علی کے ساتھ جنگِ صفین میں بھی شریک تھے اور ان کے خاص اصحاب میں سے تھے۔ کوفے میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ مختار کے عہد میں ۶۶ھ یا ۶۸ھ میں کوفہ میں وفات پائی (الاصابہ ۱: ۵۴۲؛ الاستیعاب ۲: ۵۳۵؛ الاعلام للزرکلی ۳: ۵۵)

۵۔ زید بن ارقم کے الفاظ یہ تھے: اِرفَع قَضِیبَكَ عَن هَاتَینِ الشَّفَتَینِ فَوَاللهِ الَّذِی لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَقَد رَأَیتُ رَسُولَ اللهِ یُقَبِّلُ مَوضِعَ قَضِیبِكَ مِن فِیهِ۔

ملعون غصّے ہو کہا، "اے زید، کیا کروں کہ مرد پیر ہے اور خرف[1] ہوا ہے، ورنہ تجھے گردن مارتا۔[2]" زید کہا، "اے ملعون، خدا تم سے خوش نہ ہو جیو کہ تم فاطمہ کے بچّوں کو ناحق مارے۔" یہ کہہ مجلس سے اوٹھ گیا۔ تب ابنِ زیاد ملعون نے خولی لعیں کوں کہا، "اس سر کوں پھر نیزے پر رکھ کر لے جا اور سب سروں ساتھ ملا کر شہر میں لا۔" خولی ملعون وہ سر لشکر میں لایا، اور سب سروں میں ملا، آگے آگے لے چلا۔ جب خبر سب کے آنے کی ابنِ زیادِ لعین کوں پہونچی، کہا: دس ہزار سوار اور جاویں کہ فتنہ و فساد نہ ہووے، اور سر لے آویں۔ لیکن جب شہر [۲۰۹ ب] میں اہلِ حرم سمیت سروں آئے، اہلِ شہر تماشے کوں گئے، آنکھ جس کی اون سروں اور قیدیوں پر پڑی، ڈاڑ[3] مار بے اختیار روئے۔ تب زین العابدین فرمائے: "یہ لوگ جو ہم پر روتے، پس کون لوگ میرے باپ اور بھائی کوں مارے۔ ترجمہ[4]:

کیا یہ جورِ فاحش ہے اے کوفیانِ بیوفا ۔۔۔ کیا یہ ظلم ظاہر ہے اے شامیانِ شوم رُو

راوی لکھتے ہے کہ جس کی نظر سرِ مبارک پر پڑتی تھی، ہیبت سے بیہوش ہوتا تھا۔ اور وہ سر درمیان اور سروں کے مانند چاند کے کہ بیچ ستاروں کے چمکے، چمکتا تھا۔ لیکن جوں شمرِ لعین اہلِ حرمِ محترم کوں ابنِ زیادِ ملعون پاس لایا، زینب سلام نہ کر بیٹھیں۔ ملعون پوچھا: "یہ کون ہے؟" کہا: "بیٹی علی کی اور بہن حسین کی۔" ملعون کہا: "شکر خدا کا کہ تمہیں رسوا، اور جھوٹا کیا۔" زینب نے جواب دیا: "شکر خدا کا کہ ہمیں ساتھ اپنے پیغمبر کے بزرگ رکھا، اور بحکمِ یطھّرہم تطھیرا نجاسات سے پاک و پاکیزہ کیا، اور ظالموں فاسقوں [۲۱۰ الف] / کوں جھوٹا اور رسوا کیا۔" ملعون کہا: "کیسی دیکھی قدرت خدا کی اپنی اور اپنے بھائی کی شان میں؟" زینب کہیں:

۱۔ اصل میں: خرفت۔

۲۔ اصل: والّا نہ تجھے گردن مارتا۔

۳۔ اصل میں: کوک۔

۴۔ اصل فارسی شعر یہ ہیں۔ تعجب ہے کہ فضلی نے دوسرے شعر کا ترجمہ چھوڑ دیا:

ایں چہ جورِ فاحش است اے کوفیانِ بیوفا ۔۔۔ ویں چہ ظلمِ ظاہر است اے شامیانِ شوم روی

در زمانِ حرب با ما خندہ ہا ہاے ہاے ۔۔۔ وز پسِ قتلِ شہیداں گریہ ہا ھوی ھوی

۵۔ روضۃ الشہدا: ۲۹۱۔

سوا خوبی کے نہ دیکھی، اے ابنِ زیاد پُر فساد؛ ڈر اوس دن سے کہ حق تعالیٰ تجھے ہم ساتھ ایک جا جمع کرے اور ہم تجھ ساتھ دشمنی کریں۔ فتح و نصرت ہمیں ہوئے یا تجھے؟" تب ملعون ان باتوں سے غصّے ہو، قصد حضرت زینب کے مارنے کا کیا۔ عمر بن حریث[1] نے کہا: "عورتوں کوں مارنا روا نہیں، خصوص محنت زدہ و ماتم رسیدہ کوں"۔ تب ملعون مارنے سے درگذرا، بولا: "اے زینب، حق تعالیٰ نے میرے دل کوں تیرے بھائی کے دغدغے سے آرام دیا، اور اوس کے مارے جانے میں درد و دکھ میرا لیا"۔ زینب[ؑ] کہی: "خوب کام کیا کہ اوس بات سے تجھے آرام ہوا"۔ مصراع[2]:

کل اس کا ہووے خمار اب تو مست ہے

انشاء اللہ تعالیٰ دن میں ایسا کچھ/ آرام تیری روزی ہووے کہ اپنی سزا کوں پہونچے۔ [۲۱۰ ب]

سمجھا جو ستمگر کہ ستم ہم پہ کیا پر گذرا اوسی کی گردن پہ رہا[3]

تب ملعون نے مونہہ زینب سے پھیر، متوجہ حضرت زین العابدین ہو، پوچھا: "یہ کون ہے؟" کہے: "علی بیٹا حسین کا"۔ بولا کہ "وہ تو مارا پڑا سوتا تھا میں"۔ ملعون کہے: "وہ علی اکبر تھا[5]۔ تب زین العابدین فرمائے: "وہ بڑا بھائی میرا تھا۔ قسم خدا کی، کوئی تو ہوئیگا کہ اوس کے خون کا بدلا لیگا"۔ ملعون سونتے ہی طیش میں آ، کہا[4]: "اے کوئی تُجھے پرلے جا، سر اس کا تن سے کر جدا"۔ ملعونوں نے قصد کیا۔ زینب و کلثوم اور بھتیجے

۱۔ عمرو بن حریث مخزومی۔

۲۔ اصل فارسی مصرع یہ ہے:

فردات کشند خمار کاکنوں مستی

۳۔ یہ ترجمہ ہے اس فارسی شعر کا:

پنداشت ستمگر کہ ستم با ما کرد برگردنِ او بماند و برما بگذشت

۴۔ روضۃ الشہدا ۳۵۲، تفصیل مقاتل الطالبیین: ۱۲۰؛ الطبری ۶: ۲۶۳؛ ابن الاثیر ۴: ۳۸۰ میں دیکھی جائیں۔

۵۔ علی بن الحسین، ابوالحسن کنیت، ان کی والدہ لیلیٰ بنت ابی مرۃ بن عروۃ بن مسعود الثقفی تھیں۔ حضرت عثمان کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے۔ اپنے دادا حضرت علیؓ بن ابی طالب اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیثیں روایت کیں (مقاتل الطالبیین: ۸۰۔۸۱)، کوئی اولاد یادگار نہ چھوڑی (طبقات ابن سعد ۵: ۱۶۵)

لپٹ بولیں: "اے ابنِ زیادِ بے بنیاد، اب لگ ایتوں کے مارنے سے تیرا پیٹ نہیں بھرا گر اسے بھی مارتا ہے، پہلے مجھے مار"۔ تب زین العابدین کہے: "اے پھوپھی، تم ٹک ایک ذرا چپ کرو کہ میں اس کا جواب دوں"۔ اور فرمائے: "اے ابنِ زیادِ بدنہاد، توں مجھے مارنے سے ڈراتا ہے۔ نہیں جانتا کہ مرنا عادت ہے ہماری اور شہادت کرامت ہے۔ جان کہ قامت ہمارے کوں محنت کے پانی سے خمیر کیے اور بیج محنت[1] اور مصیبت کا قدرت کے ہاتھ سے ہماری ماٹی میں بوئے۔ [۲۱۱ الف]

ہم کوں لڑائی دشمنِ بد دیں کی عادت ہے	اور باغیوں سے جنگ ہماری سعادت ہے
ہم کو ڈراوتا ہے شہادت کے کیوں کوئی	حقا کہ آرزو تو ہماری شہادت ہے[2]

ابنِ زیاد ملعون ایک ساعت متفکر ہو، اپنے نوکروں کوں کہا: "خدا کے واسطے، مجھے ان کی گفتگو سے خلاص کرو، اور یہاں سے ان کوں لے جا، فلانی سرا میں کہ مسجدِ جامع کے پاس ہے، اُتارو"۔ تب ملعون اون سب بیکسوں کوں اوسی جگہ میں کہ مقرر کیے تھے، لے جا، اتارے، اور کوئی کوفیوں سے اون کے دیکھنے اور احوال پوچھنے کوں نہ آئے۔ [۲۱۱ ب]

کئی ایک دن بعد تیاری اون کے سفر کی کر، زحر بن قیس اور محصن بن ثعلبہ اور شمر ذی الجوشن علیہم و علیٰ آبائہم اللعنۃ کو پانچ ہزار سوار سے مقرر کیا کہ ان سروں اور عورتوں کو یزید پلید پاس ملک شام میں لے جاویں۔ آہ، تب حضرت زین العابدین کوں غل و زنجیر کر، اور اہلِ عصمت کوں ننگے پاؤں اور کھولے سر اونٹوں پر چڑھا، لے چلے۔ واویلا، اسیرانِ حسین!

۱۔ اصل: مجبت۔

۲۔ اصل فارسی شعر یہ ہیں:

ما را قتال دشمنِ بدکیش عادت است	با اہلِ بغی حرب نمودن سعادت است
تہدیدِ ما چرا بشہادت کند کسے	حقا کہ آرزوے دلِ ما شہادت است

یہ ورا اصل حضرت زین العابدین کے جواب سے مستفاد ہے جو انھوں نے ابنِ زیاد کو دیا تھا۔ "اما علمت ان القتل لنا عادۃ و کرامتنا الشہادۃ" (کیا تو نہیں جانتا کہ قتل ہونا ہماری عادت میں داخل ہے اور شہید ہونا ہماری فضیلت ہے)

یہ فصل دوسری ہے کہ ہفتم کے پڑھنے میں بیہوش سونے والے ڈپڑھیا لال ہے (۹)

[۲۱۶ الف]

لیکن کلینی بسند ہائے معتبر روایت کرے ہے[1] کہ جب حضرت امام حسین علیہ السّلام کوں کافراں بیحیا شہید کر چوکے، رات کو بیٹھ مصلحت[2] کیے کہ صبح بدنِ امام پر گھوڑے دوڑا دیں اور اوس بدنِ نازنین کو پامالِ سُمِ اسپاں کریں۔ یہ خبر اہلِ بیت کوں پہونچی؛ بے اختیار آہ مار رونے لگیں اور مصیبت اون کی دونی ہوئی۔ فضّہ نام ایک لونڈی حضرت فاطمہ کی زینب خاتون پاس تھی، وہ بات سن، عرض کی: اے خاتون، سفینہ نام ایک لونڈی آزادکیی ہوئی رسولِ خدا کی تھی، قضائے ایک مرتبہ کشتی اوس کی دریا میں ٹوٹی، اور وہ ایک جزیرے میں پڑی، وہاں ایک شیر اوسے گھیر اکر پھاڑ کھاوے۔ وہ کہے: اے شیر، میرا سفینہ نام رسولِ خدا کی آزادکیی ہوں۔ شیر نے[3] جوں نام رسولِ خدا کا سونا، سر نیچے ڈال، سرک گیا۔ پس اس [۲۱۶ ب] نزدیکی میں بھی ایک شیر ہے؛ اگر مجھے رخصت دو، تو جاؤں اور اس شیر کوں ان کافروں کے ارادے سے خبر کروں۔ زینب نے اوسے رخصت دی اور فضّہ شیر کے پاس جا، کہی: اے ابوالحارث[4]۔ شیر نے سر اوٹھایا۔ پھر فضّہ کہی: توں نہیں جانتا کہ کل شیرِ خدا کے امام حسین سے منہرن[5] توں کوفے کے کوتے شہید کیے، اور اب چاہتے کہ صباح اوس بدن پر گھوڑے دوڑاویں اور اوس لاشِ بیسر کوں پامالِ سُمِ اسپاں کریں۔ جوں شیر نے یہ بات سونی، اوٹھا اور فضّہ کے ساتھ ہو، قتلگاہ میں پہونچا اور ہاتھ اپنا امام مظلوم کے بدنِ نازنین پر رکھ بیٹھا، تا کہ صبح ہوئی۔ مؤلفہ:

۱۔ پوری روایت مجلسی کے جلاء العیون (باب ۵، فصل ۱۵) میں کلینی کے حوالے سے موجود ہے۔

۲۔ مصلحت یعنی صلاح و مشورہ۔

۳۔ یہ مشورہ ابوالفرج الاصفہانی کے قول کے مطابق ابن زیاد کا تھا (مقاتل الطالبیین: ۱۱۹)۔ فضّہ لونڈی اور شیر کا قصہ مصنوعی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ شہیں گھوڑوں کے سموں سے روند ڈالی گئی تھیں۔ تفصیلات طبری ۲: ۳۶۱؛ ابن الاثیر ۴: ۳۵؛ مروج الذہب ۲: ۹۱ میں دیکھیے۔

۴۔ ابوالحارث، شیر کی کنیت۔

۵۔ منہرن:

پردۂ ظلمت اوٹھا اور زاغ نے بیضہ دیا چھپ گیا گرگِ زمیں شیرِ فلک پیدا ہوا
[۲۱۳ الف] تب وے سگ اوس قصد پر رجوارت کوں زیں کیا گھوڑوں پر چڑھ کر چلے اتمید کے میدان کوں

جوں وہ سگِ روسیاہ قتلگاہ میں پہونچے، شیر غرایا۔ عمرِ ونحسِ ونجس وہ حال دیکھ کہا: "اے یارو، یہ بلا ہے، آگے نہ جاؤ اور اس قصد سے باز آ، راہ اپنے لشکر کی لے، اس بھید کوں چھپاؤ۔"[1]

زید ابنِ ارقم سے روایت ہے کہ ایک دن ابنِ زیادِ ملعون نے کہا کہ سرِ حسین کوں نیزے پر رکھ، کوفے کے بازاروں اور محلّوں میں پھراویں۔ آہ، تب ملعون پھرانے لگے۔ میں اس وقت اپنے گھر ایک دریچے میں بیٹھا تھا یکایک آواز ایک شور کی میرے کان میں آئی۔ دریچے سے سر باہر نکال دیکھا کہ ایک ہجوم عام ہے۔ درمیان اوس کے بہت سر نیزوں پر اور اون میں ایک سر مانند آفتاب منوّر۔ جوں وہ سر نزدیک دریچے کے پہونچا
[۲۱۳ ب] روشنی اوس کی سے کھڑکی تمام روشن ہوگئی۔ دیکھتا ہوں کہ ہونٹ اوس سر کے ہلتے۔ جون کان دھر سونا سورۂ کہف تلاوت کرے ہے، اور اس آیہ پر پہونچا: أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا[2] اوس ہیبت سے بال میرے بدن پر کھڑے ہوئے۔ جب خوب بُجھا[3] دیکھا، تو سرِ امام حسین ہے۔ میں رو کر کہا: "اے فرزندِ رسولِ خدا سچ ہے، امر تیرا اصحابِ کہف سے عجب تر ہے۔"[4] لیکن واویلا! جس وقت سر اوس امامِ مظلوم کا درخت سے لٹکائے، یہ آیت سب سونے کہ وہ سر پڑھتا تھا: وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ[5] یعنی شتاب جانینگے ظالم کہ بازگشت ان کا کہاں ہے۔

۱۔ روضۃ الشہدا ۲۹۱؛ جلاء العیون (فصل ۱۵)

۲۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف کی تلاوت کی آواز بلند تھی اور کان دھر کر سننے کی ضرورت نہ تھی۔ "دریچے از غرفۂ بازار کوفہ جائے داشتم۔ چوں آں سر مبارک را از برابرِ من عبور میدادند شنیدم کہ سورۂ کہف را تلاوت میفرمود۔" فرسان الہیجاء (۲: ۲۶۷)

۳۔ اصل میں 'عجب' جو غلط ہے۔

۴۔ اصل نسخے میں: امیر۔

۵۔ اصل میں: 'سیعلموا' جو غلط ہے۔

لیکن سید ابنِ طاؤس[1]، ابنِ لہیعہ[2] سے روایت کرتے ہے[3] کہ میں خانۂ کعبہ میں طواف کرتا تھا، ناگاہ ایک شخص کوں دیکھا کہ دعا مانگتا تھا: خدایا مجھے بخش، لیکن جانتا ہوں کہ نہ بخشیگا۔ میں کہا: اے بندۂ خدا! ڈر اوس [۲۱۴ الف] خدا سے ایسی باتیں نہ کر، کیونکہ اگر گناہ تیرے منہہ کی بوندوں اور درختوں کے پاتوں برابر ہووین، تو بھی خدا سے طلبِ بخشش کیجے کہ وہ مہربان اور بخشنے والا ہے۔ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی یعنی ناامید نہ ہوجیے رحمتِ حق تعالیٰ سے۔ تب اس شخص نے کہا: اگر میں قصہ اپنا تجھ آگے نقل کروں، مجھے ایک گوشے میں لے جا۔ کہا: میں درمیان اون پچاس آدمیوں کے تھا کہ نگہبان تھے سرِ امام حسینؑ کے جب کہ لے جاتے تھے ملک شام کوں، اور ہر رات اوس صندوق کوں کہ جس میں وہ سر تھا، درمیان رکھتے اور شراب پیوتے۔ ایک رات سبھوں نے شراب پی اور میں نہ پی[4]۔ جوں وہ سب سوئے، ایک آوازِ مہیب آسمان سے آئی کہ ہرگز ویسی آواز نہ سنی تھی، اور شور گرجنے اور بجلی کا سا اوٹھا۔ پھر ایک اور آواز آئی کہ محمد مصطفیٰ آتے۔ یکایک دیکھا کہ دروازے آسمان کے کھولے، اور آواز گھوڑوں کے ٹموں اور ہتیاروں کے [۲۱۴ ب] کھڑکنے کی میرے کان میں آئی، اور حضرت آدم و نوح و ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق اور حضرت پیغمبر آخر الزماں، صلوات اللہ علیہ وعلیہم اجمعین اور جبرئیل و میکائیل و اسرافیل و ملائکہ مقربین اُترے[5]۔ جبرئیل نے صندوق پاس آ، سرِ حسین مظلوم کا نکال، چوم چھاتی سوں لگا، رو دیا اور سب پیغمبر اوس سر کوں چومتے تھے اور روتے، پھر رسولِ خدا کو دیتے تھے، اور رسولِ خدا زار زار رو، فرماتے تھے[6]: "دیکھ میرے بچوں سے اور

۱۔ ابن طاؤس: اللہوف، ۷۵۔

۲۔ اصل میں: ابنِ طیعہ۔ ابن طاؤس کی کتاب میں ابن لہیعہ ہی ہے۔

۳۔ روضۃ الشہدا: ۳۱۵، بروایت ابوالمفاخر، نیز دیکھیے جلاء العیون (فصل ۱۵) مجلسی نے اسی فصل میں آگے چل کر یہ روایت قطب راوندی کے حوالے سے نقل کی ہے۔

۴۔ یہ پوری روایت فضلی نے درج کر دی ہے لیکن کہیں کہیں اصل سے انحراف کیا ہے مثلاً یہاں اصل فارسی عبارت یہ ہے: "ایشاں ... بعد از شرب خمر مست شدند و خفتند و من در خواب نمی شدم"۔

۵۔ اصل فارسی میں آنے والوں کی ترتیب اس سے مختلف ہے، یعنی پہلے تینوں ملائکہ جبرئیل، میکائیل، اسرافیل اور ان کے بعد حضرات انبیا تشریف لائے۔ یہاں حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کی تشریف آوری کا بھی ذکر ہے۔

۶۔ جلاء العیون میں بھی اسی طرح ہے لیکن وہاں رسولِ خدا نہیں حضرت امام حسین فریاد کرتے ہیں: "یا جداہ ابیں کہ از ستمگاران بیوفا و نابکاران با جور و جفا بمن چہا رسید"۔

میرے نور دیدہ سے کیا کیے؟[۱] تب جبرئیل کہا: یارسول اللہ، حق تعالیٰ نے مجھے مقرر کیا کہ تیری طاعت کروں
پس اگر حکم ہوئے، اس اُمّتِ جفاکار پر زمین کو لرزنے میں لا، اولٹ دوں مانند قوم لوط کے۔" حضرت
فرمائے: "نہ اے اخی، چاہتا ہوں کہ قیامت میں ان سے دشمنی کروں۔" پھر حضرت ہمیت فرشتوں کے [۲۱۵ الف]
حسینِ مظلوم پر نماز پڑھ، صلوات بھیجے۔ یکایک ایک گروہ ملائکہ اور نازل ہو کہے: "یارسول اللہ، حق تعالیٰ
نے حکم کیا کہ ان پچاس ملعونوں کو سزا دیں۔" فرمائے: "جس حکم پر کہ آئے، بجا لاؤ۔" آگ کے گرز فرشتوں کے
ہاتھ تھے، جس پر مارے، آگ لگی اور جل گئے۔ پھر اون میں سے ایک نے قصد میرا کیا۔ میں پوکارا:
الامان، الامان، یارسول اللہ۔" حضرت فرمائے: "جا، کہ خدا تجھے نہ بخشیگا!" جوں صبح ہوئی، دیکھا کہ سب رفیق
میرے راکھ ہو گئے۔

اور قطب راوندی[۲] اپنے چچا[۳] سے روایت کرے ہے[۴] کہ مکہ معظمہ میں دیکھا میں نے ایک شخص کوں اون لوگوں

۱۔ روایت کا بقیہ حصہ فضلی نے حذف کر دیا ہے۔

۲۔ قطب الدین ابوالحسین سعید بن ہبۃ اللہ راوندی مشہور شیعی عالم، متبحر فقیہ اور محدّث، جمیع علوم میں فاضل، متوفی ۵۷۳ھ ہجری (لسان المیزان ۳: ۴۸؛ روضات الجنّات ۱: ۳۰۰)، تصانیف اساتذہ اور تلامذہ کی فہرست کے لیے مقدمہ بحار الانوار مجلسی: ۱۳۵ دیکھا جائے۔

۳۔ میں عرصے تک قطب راوندی کے اساتذہ میں کسی ایسے شخص کی تلاش میں رہا جو رشتے میں ان کے چچا ہوں لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ اتفاق سے ایک دن جلاء العیون کی ایک عبارت پر نظر پڑی: "قطب راوندی از اعمش روایت کردہ است"۔ اب پتہ چلا کہ فضلی کے پیشِ نظر کوئی قلمی نسخہ ہوگا جس میں اعمش کی بجائے "عمش" لکھا تھا، یعنی کاتب نے سہواً الف حذف کر دیا تھا۔ فضلی نے اس کا ترجمہ "اپنے چچا سے روایت کرے ہے" کر دیا۔
اعمش کا نام سلیمان بن مہران ہے۔ ۶۰ھ میں پیدا ہوئے، ایک قول کے مطابق ان کی ولادت اسی دن ہوئی جس دن امام حسین کربلا میں شہید ہوئے، یعنی ۱۰ محرم ۶۱ھ/ ۱۰ اکتوبر ۶۸۱ء۔ ان کی زندگی کوفہ میں گذری اور وہیں ۱۴۸ھ میں وفات پائی۔ اعمش حضرت علی کے بڑے مدّاحوں میں سے تھے اور کہا جاتا ہے کہ اہل بیت کے مشہور شاعر السید الحمیری کو جنھوں نے کثرت سے اہل بیت کی مدح میں قصائد لکھے ہیں، حالات اور معلومات انھوں نے فراہم کی تھیں (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ۱: ۴۳۱؛ وفیات الاعیان ۱: ۲۶۷؛ الاغانی ۷: ۱۴ طبع ثانی)۔

۴۔ مجلسی: جلاء العیون (باب ۵، فصل ۱۵) روایت کا اختصار ابن طاؤس کی اللہوف: ۷۶، ۷۷، اور خوارزمی: مقتل الحسین ۲: ۹۵ میں بھی موجود ہے۔

سے کر امام مظلوم کے سر ساتھ شام لگ گیا تھا۔ کہا اون نے، راہ میں ایک عبادتخانہ یہود[1] لگ پہونچے اور سر مبارک اونچے ہی پر تھا۔ ہم سب گرداگرد اوس سر کی نگہبانی کرتے تھے، اور شراب پیوتے تھے۔ یکایک ایک ہاتھ [۲۱۵ ب] ظاہر ہوا، قلم فولاد و سیاہی لو ہو سے ایک شعر اس مضمون کا لکھا[2]: "آیا امید رکھتے وہ لوگ کہ حسین کو شہید کیے، شفاعت اس کے دادا کی سے قیامت میں؟" ہم سب ڈرے، اور دوڑے کہ اوس ہاتھ کوں پکڑیں غائب ہوا۔ جوں پھر اپنے کام میں مشغول ہوئے، وہ ہاتھ نکلا اور ایک بیت اس مضمون سے لکھا[3]: "قسم خدا کی کہ بخشانے والا اون کا روز قیامت کوئی نہ ہوئیگا، اور ہمیشہ داخل رہینگے دوزخ میں۔" ایک ہم میں سے پھر دوڑا کہ اوس ہاتھ کوں پکڑے۔ پھر غائب ہوا۔ جوں وہ بیٹھا، پھر ظاہر ہوا اور ایک شعر اس مضمون کا لکھا: "تحقیق جو کہ مارے حسین کوں ظلم سے، نافرمانی کیے کتاب خدا اور خدا کی۔" تب سردار اون یہودوں کا کر آے [۲۱۶ الف] راہب کہتے ہیں، دیکھا کہ نور اوس سر سے آسمان لگ بلند ہوا۔ تب وہ اوس لشکر بدبخت اثر[4] سے پوچھا: "کہاں سے آتے؟" کہے: "عراق سے، حسین سے لڑنے کوں گئے تھے اور یہ سر اوسی کا ہے کہ یزید لیے لے جاتے۔" راہب کہا: "وہ حسین کہ باپ اوس کا تمہارے پیغمبر کے چچا کا بیٹا ہے، اور ماں اوس کی بیٹی تمہارے پیغمبر کی؟" بولے کہ "ہاں۔" راہب کہا: "لعنت خدا تم پر، اگر عیسیٰ کے بیٹا ہوتا، اوسے آنکھوں پر بٹھاتے۔ خوب، ایک التماس ہے کہ اپنے سردار سے کہو کہ دس ہزار درم باپ کی میراث سے مجھے پہونچے ہیں، مجھ سے لیوے، اور سر اوس سرور کا مجھے دیوے کہ آج کی رات مجھ پاس رہے اور وقت کوچ کے مجھ سے لیوے۔" اونھوں نے عمرو نحس کوں کہا، اون نحس نے کہا: "پیسے لو، اور سر دو۔" تب راہب نے دو تھیلی کہ اوس میں دس ہزار درم تھے اوسے دیے عمرو لعین نے پرکھوا، اور مُہر کر، خزانچی کوں سونپا سر سرور کا اوس نیک اختر کوں دیا۔ راہب اوس سر کوں لے، اپنے عبادتخانے میں گیا۔ وہ گھر اوس سر کے نور سے روشن ہوا۔ وہیں ہاتف پوکارا کہ "خوشا حال تیرا اور اس کا کہ حرمت اس

۱۔ جلاء العیون میں عبادتخانۂ یہود کے بجائے: دیر راہبے از نصاریٰ۔

۲۔ جلاء العیون میں شعر کے بجائے فارسی نثر ہے، لیکن دراصل یہ اس عربی شعر کا ترجمہ ہے:

أترجو أمّة قتلت حسينًا — شفاعة جدّه يوم الحساب

۳۔ فلا واللهِ ليس لهم شفيعٌ — وهم يوم القيامة في العذابِ

۴۔ جلاء العیون: لشکر شقاوت اثر۔

بزرگوار کی رکھے۔[1] تب راہب نے، لمؤلفہٖ

اوس سرِ پاک کوں گلاب سے دھو — مشک و کافور سیتی کر خوشبو
رکھ کے اپنے مصلّے کے اوپر — یوں کہا آسماں طرف مونہہ کر
کردگارا! بحقِ عیسیٰ کر — حکم جو مجھ سے بولے اب یہ سر

یکایک وہ سر بولا کہ اے راہب کیا چاہتا ہے؟ راہب کہا: "توں کون ہے؟" فرمایا کہ "میں ہوں فرزند محمد مصطفیٰ کا، اور میں ہوں دلبند مرتضیٰ کا، میں ہوں نور دیدۂ فاطمۃ الزہرا، اور میں ہوں شہید کربلا، میں ہوں تشنہ لب خستہ جگر، /اور میں ہوں مظلوم بیسر و بیپر لمؤلفہٖ [۲۱۶ الف]

میں ہوں بیکس، میں ہوں بیبس، میں ہوں پردیسی[2] بیوطن
میں ہوں بیگھر، میں ہوں بیسر، میں ہوں بیپر، پُر محن،
میں شہید و میں غریب و میں یتیم و میں یسیر[3]
بیبرادر، بیپدر، بے جد و ماں، تشنہ دہن
میں ہوں اب بیمونس و غمخوار و بے یار و رفیق
میں ہوں بے گور و گڑھا اور بیکفن اور بیدفن

راہب جوں وہ کلام جانسوز سونا، روتے روتے بیہوش ہوا، پھر ہوش میں آ، مونہہ اپنا اوس مونہہ پر رکھ، بولا: "یہ مونہہ [نہ] اوٹھاؤں، جب لگ نہ کہے توں کہ میں روزِ قیامت شفیع تیرا ہوں"۔ تب سید الشہدا کے سر سے آواز آئی کہ میرے دادا کے دین میں آ، تا شفیع تیرا ہوں روزِ جزا۔ راہب کہا: "اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ"۔ پس امام مظلوم کے سر نے شفاعت اوس کی قبول کی۔ لیکن جب صبح ہوئی، ملاعین وہ سر راہب سے ملنگے۔ راہب کہا: "چاہتا ہوں کہ تمہارے سردار سے ایک بات کہوں۔" [۲۰۷ ب] عمر ملعون آیا اور راہب کہا: تجھے قسم خدا اور قسم اوس سر کے دادا محمد مصطفیٰ [کی] کہ اب سے سر کوں صندوق

۱۔ اصل فارسی نثر دیکھیے اور حضرت فضلی کا کلام بلاغت نظام بھی ملاحظہ فرمائیے: "پس راہب آں سر مطہر را با گلاب شست و با مشک و کافور معطر گردانید و بر جادۂ خود گذاشت و رُو بآسمان گردانید و گفت: پروردگارا! بحق عیسیٰ امر کن کہ ایں سر بزرگوار با من سخن بگوید۔"

۲۔ دراصل: پردیسی۔

۳۔ یسیر: انسان کا کم سن بچہ جس کی ماں مر گئی ہو۔ نور اللغات (۴: ۱۰۲۵)

میں رکھ، لے جائیو اور پھر بجز مہتی اس کی نہ کیجیو"۔ عمرِ و لعین قبول لا، پر وفا نہ کیا؛ لیکن راہب نے مرادے دے اور اوپرے اُتر، سر بصحرا نکل گیا، اور پہاڑوں، جنگلوں میں عبادتِ حق تعالیٰ کرتا رہا، تا کہ برحمتِ الٰہی واصل ہوا۔ لیکن جب عمرِ و لعین دمشق میں پہونچا، خزانچی سے وہ پیسے کہ راہب سے لیا تھا، منگا، دونوں تھیلیوں پر مُہر اپنی دیکھ، کھولا۔ دیکھا کہ تمام اشرفیاں ٹھیکریاں ہو گئیں، اور ایک طرف نقش ہوا ہے: "لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰہَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظَّالِمُوْنَ" گمان نہ کر کہ خدا غافل ہے اوس سے جو کچھ کہ ظالم کرتے ہیں؛ اور دوسری طرف نقش ہے: "سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ" یعنی شتاب جانیں گے ظالم کہ بازگشت اون کا کہاں ہے۔ تب عمرِ و ملعون نے کہا: اِنَّا لِلّٰہِ [۲۱۸ الف]
وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ بدبخت دنیا کا اور عقبیٰ کا ہوا۔ پھر کہا، اون ٹھیکریوں کو پانی میں ڈیں بہا۔

اور مُلّا محمد باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ بہت کتبِ معتبرہ میں مسلم گچکار سے روایت ہے کہ میں ایک دن ابنِ زیاد ملعون کے گھر کچھ کام میں تھا۔ ناگاہ ایک شور و فغاں اطرافِ کوفہ سے بلند ہوا۔ ایک غلام اوس ملعون کا مجھ کھڑا تھا۔ میں اوس سے پوچھا: "یہ کیا شور ہے؟" کہا: "ایک شخص نے یزید پر خروج کیا تھا، اور لشکرِ ابنِ زیاد اون پر گیا تھا، آج سر اوس کا آتا ہے۔" میں پوچھا کہ وہ کون تھا، کہا: "حسین بن علیؑ!" میں اوس غلام کے ڈر سے چپ رہا۔ جب وہ گیا، ایسا تماچا میں نے اپنے مونھہ پر مارا، نزدیک تھا کہ آنکھ نکل پڑے اور

۱۔ مجلسی لکھتے ہیں: "ایں قصۂ راہب و ظاہر شدنِ اعجازِ سرِ آں سرور از قصہ ہائے مشہور است و در اکثر کتبِ خاصہ و عامہ مذکور است و شعرا بنظم آوردہ اند و اکثر روایت کردہ اند کہ در منزلِ قنسرین بود، و بعضی روایت کردہ اند کہ آں راہب یہودی بود" جلاء العیون (فصل: ۱۵)

۲۔ جلاء العیون (فصل: ۱۵)

۳۔ جلاء العیون: مسلم گچ کار۔ یہ لفظ "گچ کار" ہوگا، جس کے معنی چونے کا کام بنانے والے کے ہیں۔ جلاء العیون ہی میں یہ عبارت درج ہے: "روزے کہ سرِ پر نور را برائے مرمتِ دار الامارہ کوفہ طلبیدہ و من مشغول گچ کاری (دیگ کاری) شدم۔"

۴۔ اصل: طماچا۔ ایک جگہ کاتب نے طپانچہ بھی لکھا ہے (ایک بات قابلِ ذکر ہے کہ پنجابی میں آج تک یہ لفظ تماچا بعدون نون) کے مقتضے رائج ہے) نور اللغات (۲: ۲۲۷) میں ہے: "یہ لفظ طپانچہ لکھنا غلط ہے۔ تائے فوقانیہ سے لکھنا چاہیے کیونکہ یہ لفظ فارسی کا ہے۔ خانِ آرزو بائے موحدہ سے طبانچہ لکھتے ہیں۔ مگر فصحائے عراق با فارسی بولتے ہیں۔ نیز دیکھیے نور اللغات (۲: ۱۷۷) مادہ "تپانچہ"

وہاں سے دروازۂ کوفہ میں آ/ دیکھا کہ چالیس اونٹ پیدا ہوئے۔ دیکھتا ہوں کہ اون پر بیبیاں فاطمۃ الزہرا کی اور نواسیاں رسولِ خدا کی جاتیاں اور زار زار روتیاں۔ ناگاہ نظر میری حضرت زین العابدین پر پڑی کہ ننگے اونٹ پر سوار اور نہایت بیمار، زخمی بیشمار، اور روتا جوں ابر بہار، لوہو بدن سے جاری، اور گلے میں طوق بھاری ضعف سے مثل بید کانپتا اور یہ حرف پُر درد رُو رُو کہتا: "اے بدترین امتاں، خدا تمہیں خیر نہ دیوے کہ تم نے ہمارے دادے کی رعایت خوب ہمارے حق میں کی، اور بعد اوس کے خوب ہمیں آبرو دی۔ قیامت میں ہم تم اوس پاس جمع ہوئنگے، کیا جواب دوگے؟ ہمیں ان ننگی پیٹھ اونٹوں پر سوار کیے اور قید میں لے چلے گویا ہم ہرگز تمہارے دین کے کام نہ آئے تھے۔ حیف تم پر کہ نہیں جانتے کہ رسولِ خدا میرا/ دادا ہے"۔ [۲۱۹ الف]

پس لوگ کوفے کے اہل بیت پر ترس کھا، روٹی جَو کی اور خرما دیتے تھے کہ اُمِ کلثوم نے کلکلا کہا: "اے اہلِ کوفہ، تصدق ہم اہلِ بیتِ رسالت پر حرام ہے" اور وہ خرمے، روٹیاں بچوں کے ہاتھوں سے چھینا، زمین میں پھینکی، اور زار روئی۔ اتنے میں دیکھا کہ سر سب شہیدوں کے نیزوں پر پیدا ہوئے۔ چون میں ایک سر نہایت حسن و صفا میں شبیہہ رسولِ خدا تھا، اور اثر خضاب کا اوس ڈاڑھی پر ظاہر تھا۔ جوں زینب کی نظر اوس پر پڑی، سر اپنا کجاوے کی لکڑی پر دے ماری کہ پھٹ گیا اور لوہو جاری ہوا۔ بے اختیار آہ ماری اور چلا پوکاری: "اے چاند آسمانِ امامت کے، روسیاہ ہوں کہ ظلم سے گہنایا توں، اور اے آفتاب سپہرِ خلافت کے، لوہو کے ابر میں موہنہ اپنا چھپایا۔ اے برادرِ مہربان! مُجھ رانڈ بہن کی خبر لے/ اور اے مشفق قدردان، اس کھولے سر کوں چادر دے، نامحرموں سے اپنی بہن کوں چھپا یا اور اوس کے سر پر ایک کپڑا گزی کا اوڑھا۔ لمؤلفہ، [۲۱۹ ب]

اے اخی، خواہر تری بیپر ہوئی	بیوسیلہ، بیوطن، بیگھر ہوئی
سر کھولا ہے ڈھانکنے [کو] کچھ نہیں	تجھ بنا بیچادر و آدر[۳] ہوئی
دیکھ نہیں سکتی ترا سر نیزہ [ے] پر	یہ مصیبت کیوں نہ مجھ ہی پر ہوئی

اے بھائی، اپنی سکینہ اور فاطمہ کی دلداری کر کہ اون کے دھوپ میں جل گئے تیور۔ اے بھائی اپنے زین العابدین سے

۱۔ جلاء العیون: پس اُمِ کلثوم زجر کرد ایشاں را۔

۲۔ یہ کلمہ مٹا ہوا ہے، اور قیاسی تصحیح۔

۳۔ آدر: عزت، احترام، آؤ بھگت۔

بیمار کی خبر لے، اور اوس بیمار کوں دوا دے، کیونکہ وہ ایک تو بیمار ہے اور دوسرے مٹھا اوس کی زخمی بیشمار ہے دل اوس کا پیاس سے جلا اور سرا اوس کا ظلم سے کھولا۔" زینب کی ان باتوں سے آگ حسرت کی ترئی سے ثریا [۱] لگ پہونچی اور رو لو ہو کی سب سننے والوں کی آنکھوں سے بہی! تب [۲] حضرت زین العابدین فرمائے کر اے [۲۲ الف] پھوپھی صاحب! بس کرو، بس کرو۔ بحمد اللہ عاقل و دانا ہو اور جانتی ہو کہ بعد مصیبت رونا و بے قراری کچھ فائدہ نہیں بخشتا۔

ایضاً ملاں محمد باقر مجلسی [*] احمد ابن ابی طالب [۳] سے روایت کرتے کہ ابن زیاد ملعون مسجد میں منبر پر جا، کہا: الحمد للہ کہ حق تعالیٰ نے اہل حق کوں غالب کر، یزید اور اوس کے تابعوں کی مدد کی اور کذاب بیٹے کذاب یعنی حسین بن علی [۴] کوں مارا۔ خاک اوس ملعون کے مونہہ میں! ایک شیعیان علی سے عفیف ازدی [۵] نام ملعش کہا، کہا: اے ملعون، کذاب، پسر کذاب توں اور وہ کوئی کہ جن نے تجھے والی کیا!" [۶]

راوی لکھے ہے کہ جب شمر بھیا اہل بیت سید الشہدا کوں سر و پا برہنہ شتران بیکجاوہ پر، اور آگے آگے نیزوں پر سر و صر، شام کوں لے چلا، اور منزل بحران میں پہونچا، ایک یہودی یحییٰ بحرانی نام اوس شہر سے لشکر کے [۲۲ ب] استقبال کوں نکلا، ناگاہ دیکھا اوس کی نام [۷] مظلوم کے سر پر پڑی اور سنا کر وہ سر یہ آیۂ قرآن تلاوت کرتا،

۱۔ پوری روایت لفظ بلفظ جلاء العیون (فصل: ۱۵) سے ماخوذ ہے۔ ۲۔ جلاء العیون [*] (فصل: ۱۵)

[*] باقر مجلسی: بارھویں صدی کے مشہور شیعی عالم، علوم عقلیہ و نقلیہ کے ماہر حدیث رجال، ادب اور علوم دین و شریعت کے جید فاضل گزرے ہیں۔ ان کی عربی تصانیف میں بحار الانوار ہے جو ۲۶ جلدوں میں مکمل ہوئی ہے۔ ان کی فارسی تصانیف کی تعداد ۵۰ سے متجاوز ہے۔ ان کی تصانیف ایران میں بار بار شائع ہوئی ہیں۔ عین الحیوٰۃ اور جلاء العیون ان کی مشہور کتابیں ہیں۔ سال وفات ۱۱۱۱ ہجری ہے۔

۳۔ احمد بن ابی طالب ایک قدیم مشہور شیعی عالم اور محدث ہیں۔ ان کے حوالے بعض قدما کی کتابوں میں ملتے ہیں۔

۴۔ جلاء العیون میں حسین بن علی نام کی صراحت نہیں اور "خاک بر ملعون کے منہ میں" بھی اضافۂ فضلی ہے۔

۵۔ اصل: ازدی۔ یہ عبد اللہ بن عفیف ازدی ہیں جو شیعیان امیر المومنین میں سے تھے اور جنگ جمل و صفین میں شریک تھے۔

۶۔ جلاء العیون اور مقتل الحسین از خوارزمی (۲: ۵۳) میں اس کے بعد ابن زیاد کے غیظ و غضب اور عبد اللہ کی شہادت کی تفصیل ہے جسے فضلی نے نظر انداز کر دیا ہے۔ ۷۔ روضۃ الشہدا: ۲۹۳۔

"وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ"[1] یحیٰی تعجب میں آ، پوچھا کہ "یہ سر کس کا ہے" ملعون کہے، "حسین بن علی کا"۔ پوچھا کہ "اس کی ماں کا کیا نام ہے" کہے کہ "فاطمہ بنت محمد"۔ یحیٰی کہا: اگر دین اس کے جد کا برحق نہ ہوتا، یہ معجزہ اس سے ظہور میں نہ آتا، پھر کلمۂ شہادت پڑھ مسلمان ہوا، اور مندیل مصری اپنے سر سے اُتار ٹکڑے ٹکڑے کر اہلِ بیت کو بانٹا کہ اون بیکسوں نے اپنا اپنا سر اور مونہہ اوس وسلیچے[2] سے ڈھانکا۔ پھر یحیٰی جامۂ خز کہ پہنے ہوئے تھا ہزار درم کے، حضرت زین العابدین کی نذر کیا۔ آہ، ظالم [۲۲۱ الف] بیدین یحیٰی کوں اُلھر کہے: "یہ کیا کرے ہے"! یزید کے دشمنوں کی حمایت کرتا۔ ان قیدیوں کے پاس سے دُور ہو۔ یہ کہہ اہلِ بیت کے سروں سے وہ وسلیچے کہ یحیٰی اپنا چیرا پھاڑ، دیا تھا اور دوکھیاریاں اون سے سر ڈھانکیں تھیں، چھنا لیے، اور وہ جامہ و درم لوٹ لیے۔ تب یحیٰی ذوقِ محبت سے شمشیر اینچا، اور اون ملعونوں پر حملہ کر پانچ ملعونوں کوں جہنم پہونچا، آخر کار آپ بھی شہید ہوا[3]۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ[4]

* *

یہ فصل تیسری ہے دہم کی بسامعاں

ہر حرف جس کا گویا برچھیوں کی بھال ہے

روایت ہے کہ جب لشکرِ بدبخت اثرِ کوفیانِ بیوفائے بیحیا، بمع اسیرانِ کربلا اور سر ہائے از تن جدا، دمشق [۲۲۱ ب] کوں یزیدِ پلید پاس لے جاتا تھا، ہر منزل و ہر مکان میں عجائب عجائب معجزات بینات سرِ مطہرِ حضرت امام حسین علیہ السلام کے سے ظاہر ہوتے تھے، اور ملعونِ سنگدل وہ معجزے دیکھ دیکھ، ڈرتے؛ لیکن

۱۔ اور ظلم کرنے والوں کو عنقریب ہی پتا چل جائے گا کہ ان کی کیسی گت بنتی ہے۔

۲۔ کذا در اصل۔ یہ وسلیچے ہوگا جس کے معنی پلیٹس نے Fragment (ٹکڑے) کے دیے ہیں۔ نور اللغات میں یہ لفظ نہیں ملا۔

۳۔ دسویں صدی کی ابتدا تک یحیٰی کی قبر دروازۂ حران میں موجود اور تربت یحیٰی شہید کے نام سے موسوم تھی۔ عوام کا خیال تھا کہ وہاں جا کر دعا مانگنے سے قبول ہوتی ہے۔ (روضۃ الشہدا: ۲۹۳)

۴۔ روضۃ الشہدا: ۲۹۳۔ نیز دیکھیے: شیخ ذبیح اللہ محلاتی: فرسان الہیجا، ۲: ۲۷۳۔

اپنی شرارت سے باز نہ آتے تھے۔ تا نزدیک شہر موصل پہونچے اور وہاں کے حاکم کوں کہلا بھیجے کہ ہمارے استقبال کوں باہر آ، اور طبقہاے زر و سیم و جواہر لا، ہم پر نثار کر، اور ہمارے آنے سے اپنے شہر میں افتخار کر کہ سرِ حسین بن علی اور اوس کے خویش و اقرباؤں کے سر ہمارے ساتھ ہیں۔ وہاں کے حاکم نے کہا زنہار کہ یہ فضیحت نہ قبول کروں کہ سرِ امامِ حسین کا اپنے شہر میں لا، آنکھ بھر دیکھوں۔ گھاس دانہ[1] اون کوں اور مہمانی[2] باہر ہی بھیج، کہلا بھیجا: آنا تمہارا اس شہر میں مصلحت نہیں۔ پس شمرِ لعین کوس دو تین [۲۰۲ الف] ایک اوس شہر سے دور اترا، اور وہاں سرِ امامِ ہمام کا ایک پتھر پر رکھا۔ قضاے ایک قطرہ لوہو کا سرِ مبارک سے اوس پتھر پر چھُوا۔ ہر سال روزِ عاشورا لوہو اوس پتھر سے جوش کھاتا۔ اور اوس بستی کے لوگ وہاں جمع ہو، ماتمِ امامِ ہمام کا کرتے[3]۔

اور ملک روم کی طرف ایک پہاڑ میں ایک پتھر بصورت شیر قدرت سے بنا ہے۔ ہر سال روزِ عاشور اوس پتھر کے شیر کی آنکھوں سے پانی جاری ہوتا، اور وہاں کی بستی کے لوگ جمع ہو، ماتمِ امامِ غریب کرتے اور وہ پانی بجاے تبرک لے جاتے۔

اون پیاسوں کے لیے روتے پہاڑ اور پتھر
آدمی گر نہ روے پتھروں سے ہے بتر

پس اے محبان و اے موالیانِ حسینِ مظلوم کی مصیبتوں پر رونے سے دریغ نہ کرو کہ یہ رونا تمہارا [۲۰۲ ب] ضائع نہ ہوئیگا۔

۱۔ اصل میں: دانا۔ ۲۔ مہمانی: سامانِ ضیافت، کھانے پینے کی اشیا رسد۔

۳۔ "و ایں کرامت باہرہ تا زمانِ سلطنتِ مروان حمار (۷۴۴ - ۷۵۰ھ) کہ آخرین از ملوکِ بنی امیہ بود، برقرار بود و او را مشہد النقطہ میگفتہ اند" (فرسان الہیجا، ۲: ۳۴۲)۔ ملا حسین واعظ کاشفی نے لکھا ہے کہ خلیفۂ اموی عبدالملک بن مروان کے عہد تک یہ سلسلہ جاری تھا۔ آخر خلیفہ نے وہ پتھر وہاں سے اٹھوالیا۔ اور اس کی جگہ ایک گنبد بنوا دیا جسے مشہد نقطہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

القصہ[1] جب لشکر شہر نصیبین پہونچا، وہاں کے حاکم[2] کوں کہلا بھیجا کہ شہر کوں آیینہ بندی کرے، اور بازاروں کوں آراستہ کر بناوے۔ اون نے وونہیں تیار کیا۔ جوں لشکر شہر میں داخل ہوا، قہر و غضب الٰہی سے ایسی بجلی پڑی کہ آدھا شہر جل گیا۔ وہاں سے شہر حلب میں آئے۔ اوس کے نزدیک ایک قلعہ تھا نہایت مضبوط، نام اوس کا معمورہ تھا[3]، اور وہاں ایک کوتوال تھا عزیز بن ہارون نام، لوگ اوس قلعہ کے تمام یہود تھے، اور کسب سب کا کپڑہ حریر بنانا تھا کہ ملک بملک وہ کپڑا بنازکی و خوبی مشہور تھا۔ جب یہ لشکر وہاں پہونچا، ایک پہاڑ دیکھا کہ وہاں پانی اور گھاس بہت ہے، وونہیں اترا،

جب رات ہوئی، شہر بانو کے ساتھ ایک لونڈی تھی نہایت صاحب جمال، شیریں نام، شہر بانو پاس آ، [۲۲۳ الف]
روئی، اور اوس رونے کا سبب یہ تھا کہ جب شہر بانو مدینہ میں آئی، سو لونڈی ساتھ تھی، جس رات کہ حضرت امام حسین کی خدمت میں مشرف ہوئی، پچاس لونڈی آزاد کی؛ اور جس دن کہ حضرت زین العابدین متولد ہوئے اور چالیس لونڈیوں کوں خطِ آزادی دی؛ دس لونڈیاں خدمت میں رہی تھیں، اون میں یہ ایک شیریں تھی، بہایت حسن و جمال میں یگانۂ زمانہ۔ ایک دن بانو اور حضرت بیٹھے تھے کہ شیریں آئی۔ حضرت اوس طرف دیکھ ازراہِ مطایبہ فرمائے: اے بانو، شیریں عجب صورتِ شیریں رکھتی۔ شہر بانو جانیں کہ شاید حضرت کوں پسند آئی، کہیں: "یا ابن رسول اللہ! میں نے تمہیں بخشی۔ حضرت جانے کہ شہر بانو [۲۲۳ ب]
کچھ سمجھیں؛ فرمائے کہ میں اسے آزاد کیا۔ وونہیں شہر بانو اوٹھیں، اور ایک خلعت قیمتی کہ جس میں جواہر لگا تھا، شیریں کوں پہنائیں۔ حضرت فرمائے کہ "اے بانو، تم نے اپنی لونڈیاں آزاد کیں، ایسے کپڑے کسو کوں نہ پہنائے۔ شہر بانو کہیں: "اے سید، وہ میں نے آزاد کیں تھیں اور اسے حضرت نے آزاد کیا، پس اون میں اور اس میں فرق چاہیے"۔ حضرت خوش ہو، شہر بانو کے حق دعا کیے، اور شیریں ہمیشہ شہر بانو پاس رہتی تھی، تا کہ اس رات کہ پہاڑ تلے اترے تھے۔ شہر بانو کا حال دیکھ شیریں کوں رونا آیا کہ ایک لتّا بانو کے بدن پر نہ تھا اور وہ خلعت مرصع یاد آئے کہ امام کے آزاد کرنے میں پہنائے تھے۔ آہ مار، روئی اور شہر بانو سے رخصت مانگی کہ اس گانو میں جاؤں۔ غرض یہ کہ کچھ ایک زیور اور/ پاس چھوپا [۲۲۴ الف]

۱۔ پورا قصہ تفصیل کے ساتھ روضۃ الشہدا، (ص ۲۹۳ - ۲۹۵) میں درج ہے۔ فضلی نے لفظ بلفظ ترجمہ کر دیا ہے۔

۲۔ حاکم شہر کا نام، منصور بن الیاس تھا۔

۳۔ یہ جگہ کاشفی کے زمانے یعنی دسویں صدی کی ابتدا تک موجود و آباد تھی۔

رہ گیا تھا، یعنی وہاں جا، اس زیور کو بیچ، کچھ ایک کپڑا خرید کر شہر بانو لیے لاؤں. لیکن جب وہ رخصت
مانگی، بانو کہیں: "توں آزاد ہے، جہاں چاہے، جا." شیریں پہاڑ پر گئی. دروازہ قلعے کا بند تھا، کھٹکھٹائے.
وہی کوتوال عزیز بن ہارون خواب میں شیریں کا آنا دیکھ، دروازے پیچھے انتظار کرتا تھا. جوں آواز دروازے
کی سونا، بولا کہ شیریں ہے. کہے: ہاں.' دروازہ کھولا، اور اپنے گھر میں لے جا، بوقارِ تمام بٹھایا. شیریں کہے
کہ توں میرا نام کیونکر جانا؟ عزیز کہا کہ میں سرشار سو گیا تھا، دیکھتا ہوں کہ موسیٰ اور ہارون سر پاؤں ننگے
روتے اور بلبلاتے، نہایت ماتم زدہ اور مصیبت رسیدہ ہیں. میں کہا: "اے مقربانِ خدا، تمہارا یہ کیا
حال ہے اور آنکھ تمہاری کیوں آنسوؤں سے مالا مال؟" کہے: "کیا توں نہیں/ جانتا کہ اُمتِ بیحیا فرزندِ [۲۲۴ ب]
محمد مصطفےٰ کوں ماری اور سر اوس کا اوس کے اہلِ بیت سمیت شام کوں لے جاتی. آج رات اس پہاڑ
تلے اوتری ہیں." میں کہا: "تم محمد کوں پہچانتے اور اعتقاد اوس پر رکھتے؟" کہے: "اے عزیز، کیونکر نہ پہچانیں.
پیغمبر برحق ہے. ہم اوس پر ایمان لائے. جو کوئی اوسے دوست نہ رکھے، جاگہ اوس کی دوزخ ہے.
توں جا اور دروازے پیچھے بیٹھ، ایک لونڈی شیریں نام آزاد کی ہوئی حسین علیہ السلام کی آویگی، متابعت
اوس کی کر اور اوس ہاتھ مسلمان ہو کہ وہ جورو تیری ہوئیگی، اور جب امام حسین علیہ السلام کے سر پاس جاوے
سلام ہمارا اوس سر کوں پہونچائیو کہ اوس سرے جواب سلام سونیگا." میں چونک' دروازے پر آیا اور تجھے
دیکھا، اس سبب جانا کہ نام تیرا شیریں ہے. / پس میری حلالہ ہو." شیریں کہی: "بشرطے کہ مسلمان ہووے [۲۲۵ الف]
اور شہر بانو رخصت دیوے." شیریں وہاں سے پھری اور تمام حقیقت بانو سے عرض کی. شہر بانو تعجب کر وہ
احوال امامِ مظلوم کی بہنوں، بیٹیوں سے کہی. لیکن جب صبح ہوئی عزیز آیا اور ہزار درم نگہبانوں کو رشوت
دے اہلِ بیت پاس گیا، اور ہر ایک خاتون لیے کپڑے اور اوڑھنی قیمتی لا گذرانا، اور ہزار دینار حضرت
زین العابدین کی نذر کر، مسلمان ہوا. پھر سید الشہدا کے سر پاس جا، کہا: "اے سید، سلام موسیٰ و ہارون
تجھ لیے لایا ہوں." سرِ مبارک سے آواز آئی کہ "سلام خدا اون پر ہوجیو." تب عزیز کہا کہ "اے سرور، کچھ
خدمت فرما." سرِ مبارک فرمایا: "جو خدمت کے لائق تھی، سو بجا لایا کہ اسلام قبول کیا. خدا اور
رسولِ خدا تجھ سے راضی ہووے. / اور میرے اہلِ بیت کے حق احسان کیا. باپ بھائی اور ماں میری اور [۲۲۵ ب]

۱. یعنی خواب سے چونک کر، یا جاگ کر. اصل میں "جونک" لکھا ہوا ہے.

۲. مراد منکوحہ.

میں تجھ سے راضی ہوا، سلام اون پیغمبروں کا کہ مجھ پاس لایا، روزِ قیامت ہم اہلِ بیت ساتھ محشور ہوئیگا"۔ تب حضرت شہربانو، شیریں سے کہی: "اگر میری رضامندی چاہتی، بس عزیز کوں اپنی شوہری میں قبول کر"۔ تب شیریں، عزیز کے نکاح میں آئی اور سب لوگ قلعے کے مسلمان ہوئے۔

اور اسمٰعیل مورّخ[1] ابوالخندق[2] سے روایت کرے ہے[3] کہ ہر رات پچاس آدمی سرِ امامِ مظلوم کے نگہبان رہتے تھے۔ ایک رات میں بھی ان میں تھا۔ نگہبان سب سو گئے، اور میں جاگتا تھا کہ ایک مرتبہ آسمان سے ایسی آواز آئی کہ جہان زیروزبر ہووے۔ ناگاہ ایک مرد سفید لباس نورانی، بلند قد، گندم رنگ آسمان سے اُترا، اور سر اپنا کھول، حسین مظلوم کا سر صندوق سے / نکال چوما، اور موںہہ اوس موںہہ پر رکھ، [۲۲۶ الف] زار زار رویا۔ میں اوٹھا کہ وہ سر اوس سے چھناؤں۔ جوں قدم آگے دھرا کہ ایک آواز آئی کہ دُور ہو اور بے ادبی نہ کر، آگے نہ جا کہ یہ آدم صفی اللہ ہے کہ فرزندِ مصطفیٰ کے ماتم کوں آیا۔ یکایک ایک شور اور پیدا ہوا کہ نوح نبی آئے۔ پھر ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق آئے۔ پھر رسولِ خدا اور علی مرتضیٰ، حمزہ و جعفرِ طیار سر کو لیے ہوئے اُترے، اور ایک ایک اوس سر کوں تعظیم سے اوٹھا، روئے۔ پھر ایک کرسی بچھی کہ اوس پر رسولِ خدا بیٹھے، اور گرداگرد تمام پیغمبر زمین پر بیٹھے۔ پھر ایک فرشتہ اُترا، ایک ہاتھ میں شمشیر اور ایک ہاتھ میں گرز آگ کا۔ ہاتھ میرا پکڑا، اور میں پوکارا: "یا رسول اللہ! میں دوستدار اس گھرانے کا ہوں، اور یہ قوم مجھے زور آوری[5] لائے۔ اوس فرشتے نے ایک طماچا[6] میرے موںہہ پر مارا کہ آدھا موںہہ کالا ہوگیا اور میں [۲۲۶ ب] بیہوش ہوا تا کہ صبح ہوئی۔ ہوش میں آ دیکھا کہ اون نگہبانوں سے کوئی نہیں، اور صندوق کے گرد تودے

۱۔ امام شہید امام اسمٰعیل خوارزمی مراد ہوں گے جن کی کتاب میر کاشفی کے زیرِ مطالعہ رہی ہے۔ (روضہ: ۵۵)

۲۔ یہ "ابوالخنوق" کی تصحیف ہے جس نے ایک تیر حضرت امام حسین کی پیشانی پر مارا تھا۔

۳۔ روایت روضۃ الشہدا: ۲۹۶ میں درج ہے۔

۴۔ روضۃ الشہدا: "و در آخر حضرت سید انبیا با صحابۂ کبار ۔۔۔۔ نزول نمودند" فضلی نے صحابۂ کبار کا ذکر نکال دیا ہے۔

۵۔ زور آوری یعنی جبر سے، مجبور کر کے، مرضی کے خلاف۔

۶۔ طماچا = تماچا: تھپیڑ (پنجابی)

راکھ کے ہو گئے. راوی لکھے ہے کہ شمرِ لعین نے ابوالخندق کوں بولا، دیکھا کہ آدھا مونہہ کالا ہو گیا. احوال پوچھا. ابوالخندق نے جو کچھ کہ دیکھا تھا، سب کہا اور ایک آہ بھر، مر گیا. سبھوں نے جو بجا کر دیکھا، کلیجا اوس کا پھٹا. تمام لشکر ڈرا اور اپنے آنے سے پشیمان ہوا، لیکن بغیر کوچ کے کچھ علاج نہ دیکھا![1]

پھر کیے اپنے سفر کا وہ ساز جانے خاطر کیے جلدی آغاز

اور ابو سعید دمشقی[2] روایت کرے ہے[3] کہ میں اون ساتھ تھا کہ سرِ امامِ مظلوم کا دمشق کوں لے جاتے تھے، ناگاہ خبر ہوئی کہ مسیب بن قعقاع نے لشکر جمع کیا، چاہتا کہ شبخون مارے/ اور سب سر چھنا لیوے. [۲۲۶ الف]
سردار اوس لشکرِ ملعون کے حیران ہو، ایک منزل میں پہونچے کہ وہاں ایک عبادت خانہ موسائیوں کا تھا کہ اوسے دَیر کہتے ہیں. ملعون کہے: "اس دَیر کوں پناہ کریں تا کہ شبخون سے امن میں رہیں". شمرِ لعین نے اس دَیر کے دروازے پر آ، نعرہ مارا. ایک بوڑھا کہ سردار وہاں کا تھا، اوپر سے دیکھا کہ ایک لشکر کھڑا ہے. پوچھا تم کون ہو؟ شمر کہا: "ہم نوکر ابنِ زیاد کے، کوفے سے دمشق کوں جاتے". کہا: "کس واسطے؟" شمر بولا: "عراق میں ایک شخص یزید سے باغی ہوا تھا، اوس پر گئے تھے. اب اوسے اوس کے رفیقوں اور فرزندوں سمیت مار، سب سر کاٹ، اوس کی عورتوں کو قید کر لائے، او ریزید پاس لے چلے". بوڑھا جو نظر کر دیکھا، بہت سر نیزوں پر ہیں، پوچھا کہ سرِ سردار کا کونسا ہے. / شمرِ لعین نے اشارت امام کے سر طرف کی. بوڑھا [۲۲۶ ب]
اوس سر کوں دیکھ، ڈرا، اور پوچھا: "یہاں کیوں آئے؟" شمر کہا: "ایک نے لشکر جمع کیا کہ ہم پر شبخوں مارے اور یہ سر چھنا وے. پس چاہتے کہ آج رات اس دیر میں پناہ لاویں کہ شبخون سے امن پاویں". بوڑھا کہا: "لشکر تمہارا بہت ہے، یہاں نہ سماوے. ان عورتوں اور سروں کوں دَیر میں لاؤ اور تم اس دیر کے گرد آگ سلگا، جاگتے خبردار [رہـ]و". شمر کہا: "بہتر". پس سرِ امامِ مظلوم کا صندوق میں رکھ، قفل مضبوط دے،

۱. اصل فارسی شعر حسبِ ذیل ہے جس کا ترجمہ فضلی نے کیا ہے:

دگر بارہ سفر را ساز کردند پی رفتن شتاب آغاز کردند

۲. عبد القدوس بن حبیب دمشقی محدث متروک الحدیث (لغت نامۂ دہخدا)

۳. روضۃ الشہدا: ۲۹۷

کئی مردودوں کوں کہا کہ ساتھ صندوق کے جاؤ، اور رات رہو، کوئی قبول نہ کیا۔ کیونکہ کئی مرتبہ چوکیدار جل گئے تھے، اور حال ابوالخندق کا بھی دیکھ ڈرے تھے۔ اتنا کیے کہ صندوق کو دیر میں لا، ایک گھر میں رکھ، دروازہ
[۲۲۸ الف] مضبوط کر قفل بھاری دیے۔/ پھر باہر آ، حضرت زین العابدین اور اہلِ حرم کوں اندر لائے۔ اوس بوڈھے نے سب کوں اچھی جگہ اُتارا، اور جہاں کہ صندوق سرِ مبارک تھا، گرد اوس گھر کے پھرنے لگا۔ چاہتا تھا کہ اوس سر کوں نزدیک سے دیکھے۔ ناگاہ وہ گھر بے شمع و چراغ روشن ہوا۔ وہ کہا: "یہ روشنی کہاں کی ہے؟" اوس گھر پاس ایک اور گھر تھا کہ سوراخ رکھتا تھا؛ جھانک، دیکھا کہ ہر ساعت وہ روشنی زیادہ ہوتی تا بحدے کہ تاب دیکھنے کی نہ رہی، اور غلبۂ نور سے چھت اوس گھر کی پھاٹی۔ ایک انباری نازل ہوئی اوس میں سے ایک بیبی جوں آفتاب تاباں باہر آئی، اور لونڈیاں بہت سی کہ نہ دنیا کی لونڈیاں مانند، آگے آگے طرقوا، طرقوا یعنی بڑھے جاؤ، بڑھے جاؤ بولتیں تھیں کہ یاں تمام آدمیوں کی حضرت حوّا[1] آئیں اور اوسی دستور
[۲۲۸ ب] / حضرت سارہ، محل حضرت ابراہیم کا، اور ماں حضرت اسحٰق کی، ہاجرہ ماں اسمٰعیل کی، راحیل ماں حضرت یوسف کی، صفورہ بیٹی حضرت شعیب کی، کلثم بہن حضرت موسیٰ کی، آسیہ[2] جورو فرعون کی، مریم ماں عیسیٰ کی اُتریں، پھر ایک شور اور واوٹھا اور ایک اور انباری اُتری۔ اس میں خدیجۂ کبریٰ اور کوئی محلِ رسولِ خدا اترا، سرِ حسینِ مظلوم کا صندوق سے نکال، زیارت کرتی تھیں۔ ناگاہ ایک اور شور اوٹھا، اور آہ و نالہ کی آواز بلند ہوئی۔ پھر ایک اور انباری نورانی ظاہر ہوئی۔ تب ایک نے اس بوڈھے پر آواز کی کہ سرک، اور اس چھید سے مت جھانک کہ خاتونِ قیامت آوے ہے۔ بوڈھا ڈر سے بیہوش ہوا، اور جب
[۲۲۹ الف] ہوش میں آیا، ایک پردہ دیکھا کہ کچھ نظر نہ آتا تھا لیکن رونا اور بلبلانا اون کا/ سونتا تھا، اور آواز ایک کی اون میں سے آتی تھی کہ رو رو کہے ہے: "السلام علیک، اے مظلوم ماں کے اور اے بیبس ماں کے! اے نورِ دیدۂ فاطمہ و اے خوشیٔ سینۂ فاطمہ غم مت کھا کہ میں بدلہ تیرا تیرے دشمنوں سے لوں، اور شعلہ غصّے تیرے کا انتقام کے پانی سے بوجھاؤں۔

۱۔ اصل: ہوا۔

۲۔ اصل: "آلیہ"۔ روضۃ الشہدا میں "آسیہ" ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔ یہ آسیہ بنت مزاحم ہیں جو فرعون موسیٰ کی بیوی تھیں۔ حضرت موسیٰ کو انھیں نے دریائے نیل سے نکالا اور پرورش کی تھی۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

باز گفت او ایں سخن با آسیہ — گفت جاں افشاں بر او اے روسیہ

روایت ہے کہ حضرت فاطمہ اوس دن کئی بیتیں اپنے حسین مظلوم کے مرثیے میں پڑھی کہ شور سب خاتونانِ پردۂ عصمت سے اوٹھا۔ ترجمہ اون بیتوں کا یہ ہے[2]:

گر مرے مانند بادل سر بسر روتے تمام — کوہ و جنگل آدمی جن سدھ[3] بشر روتے تمام
کاشکے سو انکھیں رکھتی پوتلی میری انکھ کی — تا وو دیدے مجھ بچے پر جوش کر روتے تمام
کان رکھتے گر پہاڑ اور سنتے میرا اڑتا اب — باوجودِ سنگدلی، اون کے پتھر روتے تمام [۲۲۹ ب]

ہائے حسینی پیارے حسینی گور غریبوں کے لینے والے
مجھ بنا تجھ پر بیری[4] کی ڈر[5] ہو یہ بولے دوکھڑے ہے بے ڈالے
مجھ کوں جو تیرے جیونے کے لالے تھے نت بیری سو یوں گھر گھالے[6]
تجھ کوں کھپائے مج کوں جلائے انکھوں دیکھا بچا[7] موا ہے
ہائے حسینی پیارے حسینی، چھوڑ عدن تجھے رونے آئی
تجھ پر روتا تجھ غم کرتا میں کسو کوں اب یہاں نہ پائی

۱۔ روضۃ الشہدا : ۲۹۸۔

۲۔ فارسی کے پانچ شعروں میں سے جن تین کا فضلی نے ترجمہ کیا ہے، درج ذیل ہیں:

گر بنسبت ابرِ نیساں ہمچو من بگریستے — چشم پر دیں بر سحاب قطرہ زن بگریستے
کاشکے صد دیدہ بودے مردمِ چشمِ مرا — تا بصد دیدہ بر آں فخرِ زمن بگریستے
کوہ را گر گوش بودے تا شنیدے نالہ اش — با ہمہ سنگیں دلی کوہ از حزن بگریستے

۳۔ سدھ : تارک الدنیا فقیر، سنیاسی۔

۴۔ بیری : دشمن، بدخواہ، مخالف۔

۵۔ ڈر : اُردو میں ہونے اور رہنے کے ساتھ مستعمل ہے بمعنی : غالب، فائق، انیس کا شعر ہے:

طینت میں وفا رخ پہ شجاعت کے اثر تھے — گنتی میں بہتر تھے مگر لاکھ پہ ڈر تھے

۶۔ گھالنا : تباہ برباد کرنا۔

۷۔ بچا : بچہ۔

ایسا ہوا تو یہاں اب بیکس ورہوئے تجھ پر بیری قصائی
جان تجھے بیوارث و بیکس ذبح کیے اور بوجھے بھلا ہے

ہائے حسینی، پیارے حسینی، تجھ پر واری میا دوکھیاری
ایسے بُورے موں کوئی نہیں ہے، جو کرے اب تیری غمخواری
/اے میں واری، اے میں ہوں اب جو کروں کجھ[1] تری خدمتگاری [۲۳۰ الف]
روؤں تجھ اوپر پیٹوں تجھ اوپر بول اے لالن اتا دوکھیا ہے

ہائے حسینی پیارے حسینی بیٹھے ہوئے جنت کے کنارے
پیٹتے تھے تجھ بھائی حسن کوں، اوس کے جگر کے ٹکڑے ہیں سارے
نیلہ[2] پیراہن آج لگا اوس کا رکھتے تھے انکھوں پہ اب تجھے مارے
سو ترا جامہ خونی اور اوس کا سبز پیراہن جوڑا بنا ہے

ہائے حسینی پیارے حسینی، دودھ مرا بتیس جو دھار ہو
اترتا تھا تجھ حلق میں سو آبدار خنجر دیا بیری بیرو (؟)
ہائے حسینی، بول زرا اب اپنی بتھا[3] کہہ ماں سے ٹک تو
تیری بتھا کا سوننے[4] والا میرے بنا، اب کون رہا ہے

[۳۰ ب] بوڑھا یہ باتیں اور یہ بین سُن، بیہوش ہوا؛ اور جب ہوش میں آیا، /اون انباریوں اور اوان: بیبیوں ...
کچھ نشان نہ پایا۔ اوٹھ کر وہ قفل کہ اوس گھر پر تھا، توڑا اور اندر جا، صندوق کھول، اوس آگے خاک ...
لوٹ، بہت رویا۔ پھر سر مبارک نکال، مشک وگلاب سے دھویا، اور اپنے مصلّٰے پر رکھ، دو شمع روشن ...

۱۔ کجھ = کچھ (قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ پنجاب میں آج تک کجھ بجیم تازی ہی بولتے ہیں)

۲۔ نیلہ = نیلا۔

۳۔ بتھا: بیتی، سرگذشت، کہانی۔

۴۔ دراصل: سونی۔

۵۔ دراصل، رہائی۔

ادب سے دو زانو بیٹھ، اوس سر کوں دیکھنے لگا، اور زار زار رو، کہا: "اے سید والے سرورِ عالم اور اے مہتر و بہترِ بنی آدم، ایسا گمان کرتا ہوں کہ توں اون لوگوں سے ہے کہ صفت جس کی توریتِ موسیٰ وانجیلِ عیسیٰ میں پڑھا۔ قسم اوس خدا کی کہ تجھ کوں یہ رتبہ دیا جو مقربِ خلایق کی زیارت کوں آتے، اور محرم پردۂ عصمت کہ تجھ لیے رو رو، غم کھاتے۔ فرما کہ توں کون ہے؟" وُنہیں سرِ حسین مظلوم کا خدا کے حکم سے بولا: "اَنَا مَظلُومٌ، یعنی میں ہوں ستم رسیدہ" وَاَنَا/ مَہمُومٌ[1] "میں ہوں غم دیدہ، محنت کشیدہ؛ [۲۲۱ الف] اَنَا مَقتُولٌ، میں ہوں شمشیرِ دشمنوں کا مارا ہوا؛ وَ اَنَا غَرِیبٌ" میں ہوں گھر بار سے آوارہ ہوا۔

میں اسیر و میں غریب و میں شہید و میں یتیم	بیوسیلہ، بے قبیلہ، بے رفیق و بے شفیق
بیگناہ و بے پناہ و بے سپاہ و بے گناہ	بیزبان و بے مکان، بے خانمان و بے رفیق
میں ہوں بیکس، میں ہوں بیبس، میں ہوں بے یار و دیار	بیوطن اور بیکفن اور بے دفن غربا طریق

پھر بوڑھے نے کہا: "اے سر، اپنے حسب و نسب سے کہہ۔" آہ، سرِ مبارک پھر بولا: "اَنَا ابن النبیِ المصطفےٰ، میں بیٹا ہوں پیغمبرِ برگزیدہ کا؛ اَنَا ابن الولیِ المرتضیٰ، میں ہوں بیٹا ولیِ پسندیدہ کا؛ اَنَا ابن فاطمۃ الزہراء، میں ہوں بیٹا فاطمۂ زکیہ کا؛ وَاَنَا اخوالحسن المجتبیٰ، میں ہوں بھائی حسنِ غم کشیدہ کا۔"[2]

میں ہوں وہ جو میرا نانا مصطفیٰ خیر الوریٰ
میں ہوں وہ/ جو میرا بابا ہے علیِ المرتضیٰ [۲۲۱ ب]
میں ہوں وہ، جو مجھ حسن بھائی اماں خیر النسا

۱۔ اصل میں: مہموم۔

۲۔ یہاں متنِ فارسی میں تین بہت اچھے شعر درج ہیں فضلی نے صرف ایک شعر کا ترجمہ کیا ہے:

من نور دو چشم مصطفا ام	فرزندِ علیِ مرتضا ام
سردفترِ خاندانِ خویشم	برگزیدۂ حضرتِ خدا ام
نے نے کہ غریب مستمندم	مظلوم شہید کربلا ام

کیا کروں کس سے کہوں اس گردشِ دوراں کوں

میں ہوں نورِ چشمِ حیدر راحتِ جانِ رسول

اور حسن کا لختِ دل آرامِ زہرائے بتول

میں ہوں مقتولِ خدا پر ظالموں ہاتھوں ملول

اور نصیبوں کا لکھا پہونچایا اس عنوان کوں

جوں بوڑھے نے یہ حقیقت سونی، تو نہیں اپنے حبروں[1] کوں کہ ستر تن تھے، بولا، سب احوال کہا۔ وہ سب گریباں چاک کر روتے ہوتے، باتفاق حضرت زین العابدین پاس آ، اپنے زنّار توڑے اور کلمۂ شہادت پڑھ، پاؤں حضرت کے چُوم، کہے: "یا ابنِ رسول اللہ، رخصت فرما کہ یہاں سے باہر جا شبخون اس لشکرِ بدبخت اثر پر ماریں۔" حضرت فرمائے: "جزاکم اللہ خیرا، یہ ملعون کوئی دن میں سزا [۲۴۳ الف] اپنی آپ پاویں۔" لیکن جب دن ہوا، اہلِ بیت کوں بدستور قید کر، اور سب سر نیزوں پر دھر، چلے اور شہرِ عسقلان[2] کوں پہونچے۔ یعقوب عسقلانی کہ امرایانِ شام سے امام مظلوم کی لڑائی میں حاضر تھا، حکومت اور شہر کی اوس سے تعلق رکھتی تھی، آگے آ، اوس شہر کو آیین بندی کیا، گویتے راگ شروع کیے، تماشابین دریچیوں میں بیٹھ مجلسِ شراب تیار کریے، اور بخوشی تمام سرِ امامِ مظلوم سب اسروں سمیت اور اہلِ بیتِ عصمت کوں مع زین العابدین باغل و زنجیر شہر میں لاے۔ آہ۔ واویلا اسیرانِ حسین!

۱۔ در اصل: ہروں۔ حَبر: اسرائیلی عالم۔ ۲۔ اصل میں کاتب نے عثقلان اور عثقلانی لکھا ہے۔

عسقلان فلسطین کے ان شہروں میں سے ہے جو سب سے آخر میں مسلمانوں کے قبضے میں آئے۔ اسے امیر معاویہ نے حضرت عمر کے عہدِ خلافت میں فتح کیا۔ رسول مقبول سے ایک حدیث منسوب کی جاتی ہے جس میں عسقلان کو "عروس الشام" (شام کی دلہن) کہا گیا ہے۔ صحابہ و تابعین کی ایک بڑی جماعت یہاں مقیم رہی ہے اور بہت مشہور علما اور محدثین یہاں پیدا ہوئے جن میں سے ابن حجر عسقلانی بہت مشہور ہیں۔ (یاقوت الحموی، معجم البلدان ۴: ۱۲۲؛ البلاذری، فتوح الشام ۱۴۲؛ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، ۱: ۱۷۰) امام حسین کے سر کا استقبال یہاں بڑے جوش و خروش سے ہوا تھا اور جس جگہ یہ سر دفن کیا گیا تھا وہاں مشہد کی مشہور عمارت بنی جو مدتوں شیعی عوام کی زیارت گاہ رہی۔ عیسائیوں کے حملوں سے بچانے کے لیے بقول مقریزی ۵۴۸ھ میں اسے قاہرہ منتقل کر دیا گیا۔ ابن تیمیہ نے اس پوری داستان کو خرافات قرار دیا ہے۔

چوتھی فصل بیستم از چشمِ دوستاں ؟

پڑھنے کے وقت بادلِ غم برشکال ہے

لیکن سہل بن سعیدؔ[1] سے روایت ہے کہ میں ایک سفر میں واردِ دمشق ہوا ؛ شہر کے لوگوں کوں [۲۲۲ ب]
دیکھا کہ شادی ہیں اور تمام شہر کوں آیین بندی[3] کر، بھاری پردے لٹکائے ، اور چھوٹے بڑے
لباس بھاری پہن ، با زینتِ تمام ، دف و نقارہ و ڈھول بخوشی بجاتے ہیں. کہا ، شاید یہاں
کوئی عید ہے ، سوائے عید ہائے مشہور . آخر کئی ایک سے پوچھا میں نے ، مگر آج یہاں کوئی عید ہے
کہ ہم نہیں جانتے ؟ وہ کہے : اے شیخ ؛ مگر توں اس شہر میں مسافر ہے . میں کہا کہ سہل بن سعید ہوں
اور رسولِ خدا کی خدمت میں بہت رہا ہوں . وہ لوگ آہِ دردناک بھر کہے : اے سہل ، ہم
تعجب کرتے کہ کیوں آسمان سے لہو نہیں برستا اور کیوں زمین نہیں اولٹتی ؟[2] [۲۲۳ الف]

۱۔ ان کا نام سہل بن سعید نہیں ، سہل بن سعد ہے . ابو العباس سہل بن سعد بن مالک الساعدی الانصاری
واقدی کی روایت کے مطابق وہ حجاج بن یوسف الثقفی کے زمانے میں موجود تھے . کہا جاتا ہے کہ وہ
اصحابِ رسول میں آخری صحابی تھے . وہ خود کہا کرتے تھے کہ میری وفات کے بعد تم کسی سے یہ نہ سنو گے
کہ رسول مقبول نے مجھ سے یہ کہا . ان کی وفات ۹۶ یا ایک روایت کے مطابق سو سال کی عمر میں ۸۸ھ یا
۹۱ھ میں ہوئی (ابن عبدالبر : الاستیعاب ، ۲ : ۶۶۵)

۲۔ روضۃ الشہدا : ۳۰۱ . یہ روایت بحوالہ کنز الغرائب درج ہے . راوی کا نام یہاں "سہل ساعدی رضی اللہ عنہ"
ہے اور لکھا ہے : "مصاحب حضرت رسول" روایت میں کہیں کہیں جزوی اختلافات ہیں . نیز دیکھیے
جلاء العیون (فصل : ۱۵) دمشق الحسین ، ۲ : ۶۰ .

۳۔ آیین بندی ، آیینہ بندی : مکان اور بازاروں کی آرائش و تزئین .

کیوں آفتاب روشن، کیوں چاند دور میں ہے
کیوں ہیں ستارے تاباں، جو چرخ جور میں ہے
کیوں نہیں زمیں الٹتی، کیوں آسماں نہ گرتا
معلوم نہیں یہ گردوں کچھ فکر اور میں ہے

اے ابن سعید، یہ شادی اس واسطے کہ سر امام حسین کا اہل کوفہ یزید لیے ہدیہ لائے. میں کہا: سبحان اللہ، سر امام حسین کا لاتے، اور لوگ شادیاں کر، نقارے بجاتے"! میں کہا کہ کس دروانے سے وہ سر لاوینگے. کہے:" دروازۂ ساعات سے. میں اودھر دوڑا اور تماشا بینوں کی بھیڑ سے ہزار محنت کر، وہاں پہونچ، دیکھا کہ نشانِ کفر و بدبختی کے آگے پیچھے آتے. پھر ایک سوار آیا، نیزہ ہاتھ میں، اور ایک سر اوس نیزے پر شبیہِ رسولِ خدا آئے؛ مجھے بے اختیار رونا آیا. پھر دیکھا کہ بہت عورتیں اور لڑکے ننگے اونٹوں پر سوار آئے. میں نے اون سے ایک کوں پوچھا کہ توں کون ہے. کہے:" میں ہوں سکینہ بیٹی [۲۲۳ ب] حسینِ مظلوم کی. رونا میرا زیادہ ہوا اور کہا:" اے خاتونِ قیامت، میں تمہارے دادا کے اصحابوں سے ہوں. کچھ خدمت فرماؤ". "آہ، سکینہ باقرینہ بولی: اس بدبخت کوں کہ کہ سر میرے باپ کا سب سروں سمیت آگے لے جاوے کہ نامحرم اون کے دیکھنے کو مشغول ہو، ہمیں نہ دیکھیں. میں اوس ملعون سے کہا:" ایک کام میرا کر، کرے تو چار سے دینار طلا دوں[۱]." ملعون کہا:" کیا کام ہے؟" میں کہا:" ان سروں کوں عورتوں کے درمیان سے آگے لے جا." اوس ملعون نے وہ درم مجھ سے لے، حاجت میری روا کی. لیکن جب چاہا کہ اون درموں کوں خرچ کرے، کالی ٹھیکریاں ہو گئیں[۲].

پھر جب گذر اہل بیت[۳] کا مسجد جامع آگے ہوا؛ ایک بوڈھا کھڑا تھا. حضرت زین العابدین اور عوراتِ غمگین

۱۔ روضۃ الشہدا میں "چہار صد درم" ہے. اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے. فضلی نے بھی آگے چل کر لکھا ہے:" اس ملعون نے وہ درم مجھ سے لیے.

۲۔ درم کے ٹھیکریوں میں بدل جانے کا ذکر روضۃ الشہدا اور جلاء العیون وغیرہ میں نہیں.

۳۔ روضۃ الشہدا: ۳۰۲؛ ابن طاؤس: اللہوف: ۷۸؛ مجلسی: خوارزمی: مقتل الحسین ۲: ۶۱؛ جلاء العیون باب ۵: فصل ۱۵.

کوں دیکھ، کہا: "الحمد للہ، خدا نے تمہیں مارا، اور شہر اور اہلِ شہر کوں تمہارے فتنہ و بلا سے آرام دیا، اور [۲۳۳ الف]
یزید کوں تم پر غالب کیا"۔ تب حضرت زین العابدین فرمائے: "اے شیخ، تو نے قرآن پڑھا ہے؟"
کہا: "ہاں"۔ کہے: "یہ آیہ پڑھا ہے: قُلْ لَّآ أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ.[۱]"
کہا: "ہاں"۔ حضرت فرمائے: "وہ ہم ہیں"۔ پھر کہے: "یہ آیہ پڑھا ہے: وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ[۲]؟" کہا:
"ہاں"۔ کہے: "وہ بھی ہم ہیں کہ حق تعالیٰ نے پیغمبروں کوں حکم کیا کہ حق ہمارا ہمیں عطا کرے۔ اور یہ
بھی پڑھا ہے: وَاعْلَمُوٓا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُۥ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي
الْقُرْبَىٰ[۳]؟" کہا: "ہاں"۔ فرمائے کہ وہ ذی القربا ہم ہیں۔ اور یہ آیہ پڑھا ہے: إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ
لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا[۴]۔" کہا: "ہاں"۔ کہے: "وہ اہلِ
بیت ہم ہیں کہ حق تعالیٰ ہماری طہارت کی شہادت دیتا اپنے کلام میں"[۵]۔ جوں بوڑھا یہ سونا، بے اختیار [۲۳۳ ب]
رویا اور اپنے کہنے سے پشیمان ہو، چیرا سر سے پٹکا اور مونہہ طرف آسمان کے کر کہا: "خدایا! توباہ[۶]، کیا
میں ان کی دشمنی سے اور بیزار ہوا ان کے دشمنوں سے"۔ پھر حضرت زین العابدین کے پاؤں پر گر رونے
لگا اور خاک پر لوٹ، کہا: "خدایا" توبہ کیا میں۔ بس اگر توبہ میری قبول ہوئی، جان میرا لے"، دعا
اوس مرد پیر کی موافق تقدیر پڑی۔ نعرہ مارا اور جان دیا[۷]:

کیا گلی میں محبت کی اپنی جان نثار
کیا دو جان کوں اپنی فدا برائے یار

۱۔ الشوریٰ ۴۲: ۲۳

۲۔ الشعراء ۱۷: ۲۶

۳۔ الانفال ۸: ۴۱

۴۔ الاحزاب ۳۳: ۳۳ (اے اہل بیت، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے ہر طرح کی گندگی دور کردے اور تمہیں کاملاً پاک کردے۔)

۵۔ روضۃ الشہداء میں صرف پہلی اور آخری دو آیتوں کے پڑھنے کا ذکر ہے۔ دوسری اور تیسری آیتیں غالباً فضلی کا اضافہ ہیں۔

۶۔ توباہ = توبہ۔

۷۔ جلاء العیون اور اللہوف میں نعرہ مار کر جان دینے کے بجائے مندرج ہے کہ یزید کو خبر ملی تو اس نے قتل کروا دیا۔

ہوا جوں دوستی کے بھید سیتی وہ آگاہ

ہو غرقِ دوستی و نہیں اپنے دوست کی لیا راہ[1]

تب اہلِ بیت مصیبت زدہ اور حضرت زین العابدین اوس مردِ بالیقین پر روئے اور اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کہے۔

[۲۲۵ الف] اور سید ابنِ طاؤس حضرت محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرے ہے[2] کہ فرمائے زبانی / حضرت زین العابدین: "جب ہمیں یزید پلید پاس لے چلے، مجھے ایک ننگے اونٹ پر سوار کیے۔ اور سب اہلِ بیت کو بھی ننگے اونٹوں پر سوار کر، میرے اونٹ کے پیچھے رکھے، اور سر میرے پدرِ بزرگوار کا نیزے کی نوک پر دھر، میرے اونٹ کے آگے لے چلے، اور سب کافر گرد ہمارے ہوا دنٹوں کوں بیچ میں لیے، لیکن جب ہم سے ایک کوں روتے دیکھتے، برچھیوں کی نوکیں چوبھوتے تا کہ اسی حال سے داخلِ شہرِ دمشق ہوئے۔ آہ، تب میدانی عمر نجس ملعون پوکارنے لگے کہ یہ اہلِ بیتِ رسول آئے؛ خاک اون کے موںہہ میں۔ تب اُمّ کلثوم نے شمر لعین سے رو رو اور گھگیاہ کہا؟ "اے شمر، کہ کہ ہم عورتوں کوں شہر میں سرِ راہ نہ لے جاویں؛ اور راہ لے جاویں کہ نامحرم نہ دیکھیں، یا کہ سروں کو ہم سے دور

[۲۲۵ ب] لے جاویں کہ نامحرم مشغول اون کے / دیکھنے کے ہو، ہم پر نظر نہ کریں۔ اس ... نے ہرگز ان کا کہنا نہ مانا، بلکہ دشمنی سے کہا کہ سب سروں کوں اونٹوں کے درمیان لے جاویں۔

ایضاً روایت ہے کہ جب اہلِ حرم محترم کوں اس بےحرمتی سے کوفیانِ بےوفا لے جاتے تھے، ایک ملعون

۱۔ فضلی نے ان شعروں کے ترجمہ ہونے کا ذکر نہیں کیا۔ لیکن دراصل یہ فارسی کے حسبِ ذیل دو شعروں کا ترجمہ ہیں:

بیر در کوئے محبت جاں بداد — جاں برائے وصلتِ جاناں بداد

چوں زِ سرِّ دوستی آگاہ شد — با شہیداں در زماں ہمراہ شد

۲۔ روایت کا صرف آخری حصہ ابنِ طاؤس کی اللہوف (ص ۷۷) میں ہے۔ پوری روایت مجلسی کی جلاء العیون (باب: ۵ فصل: ۱۵) میں دیکھی جائے۔

شامی کہا: ہم ان سے بہتر قیدی نہ دیکھے اور کافر نمرود سر مطہر امام مظلوم سے ذکر لا حول ولا قوۃ الا باللہ عنہ نے.
لیکن جب اہلِ حرم محترم کوں سر و پا برہنہ شہر میں لائے، اوّل روز تماشا بینوں کی بھیڑ سیں نمازِ ظہر کوں یزید پلید کے گھر پہونچی. اوس ملعون نے نشیمن اپنے کوں صبح سے آراستہ کیا تھا، اور فرش عالی کر، پردے بھاری زردوزی بندھوایا تھا. جوں خبر اہلِ بیت کے آنے کی پہونچی، مجلسِ شراب تیار کر، ایک زینت اور دبدبے سے تخت پر بیٹھا اور اوس تخت کوں[1] جواہر بیشمار سے مزین کیا، اور عظیمِ [۲۲۰ الف]
اہلِ شام جو اوس وقت کے سردار تھے، اون کوں سونے کی کرسیوں پر گرد تخت کے بٹھلایا. پھر حکم کیا کہ شمر ذی الجوشن اور ملاعینِ کوفہ سمیت سروں اور قیدیوں آویں. جوں اہلِ بیتِ عصمت و طہارت روبرو اوس ظالم و فاسق کے آئے، ایک ملعون پوکارا کہ ان گنہگاروں لئیموں کوں امیر المومنین یزید لے لائے. تب زین العابدین فرمائے: "خدا اور خلقِ خدا پر ظاہر ہے کہ گنہگار و لئیم کون ہے. پھر ایک ملعون عبدالرحمٰن[1] نام نے یزید پلید کوں کہا: یا امیر! خوب کیا کہ نسلِ فاطمہ کوں دنیا سے اوٹھایا، اور نسلِ بنی امیہ کوں بڑھایا." یزید پلید سر تلے کیا! لیکن جب سر امامِ مظلوم کا سب سروں سمیت اوس ملعون کے آگے آیا، نہایت خوش وقت اور باغ باغ ہوا، ہر ایک سر کا احوال پوچھے. مطلع [۲۲۰ ب]
ہو، بولا: "اے یاراں صاحب اس سر کا کہتا تھا، میرا باپ بہتر ہے تیرے باپ سے، اور ماں میری بہتر تیری ماں سے، اور دادا میرا بہتر تیرے دادا سے، اور میں بہتر تجھ سے." انہی باتوں نے اسے قتل کروایا[2]."

اور حضرت [زین] العابدین سے روایت ہے[3] کہ جب ہمیں مجلسِ یزید میں لے گئے، وہ ملعون شراب نہر مار کرتا تھا، اور شطرنج کھیلتا[4] تھا. پھر پیالہ ہائے شراب اپنے مصاحبوں کوں دے کہتا تھا: "یہ شراب پیو. مبارک ہے کہ سر ہمارے دشمن کا ہمارے پاس دھرا ہے، اور دل میرا نہایت خوش ہو رہا ہے."

---

۱. عبدالرحمٰن بن الحکم، برادر مروان بن الحکم.

۲. تفصیلات خوارزمی کی مقتل الحسین (۲: ۵۷) وغیرہ میں موجود ہیں.

۳. جلاء العیون (فصل ۱۰)

۴. اصل: کھلتا.

میرے دل کی مراد حق نے دی   تم پیو یہ شراب میں نے دی

خاک اوس ملعون کے مونہہ میں کہ حرف ہائے زبوں، امام غریب اور اوس کے جد، آبا کی شان میں کہتا
[۲۴۷ الف] تھا، اور جب بازی جیتتا، پیالہ شراب کا زہرمار کر، تلچھٹ اوس کا اوس طشت میں کہ سرِ مبارک دھرا تھا، ڈالتا۔ پس جو محب و شیعہ ہمارا ہے، چاہیے کہ شراب پینے اور شطرنج و جوا کھیلنے سے پرہیز کرے۔[۱]

بہت راوی حضرت زین العابدین سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فرمائے: ہم بارہ نفر مردانِ[۲] اہلِ بیت سے تھے کہ ہمارے گلوں میں طوق و زنجیر ڈال اور رسّیوں سے کس، یزید پلید پاس لے گئے۔ میں کہا: "اے یزید، قسم خدا کی کہ اگر رسولِ خدا ہمیں اس حال سے دیکھے، کیا کہے؟" پھر فاطمہ بیٹی امام مظلوم کی کہی: "اے یزید، رسولِ خدا کی بیٹیوں کوں قید کرتا، اور خدا سے نہیں ڈرتا۔" تب اوس مجلس کے سب سنگدل روئے، اور یزید ملعون
[۲۴۷ ب] کے بیچ گھر سے آواز عورتوں کے رونے کی اوٹھی۔ تب ملعون کہا کہ رسّیاں کھولیں، اور طوق و زنجیر دور کریں۔ لیکن جب نظر حضرت زین العابدین کی باپ کے سر پر پڑی، ایک آہ دلِ پُر درد سے بھر، لوہو کے آنسووں سے روئے اور تب سے دنبے کا کلّہ نوش نہ فرمائے۔[۳] اور جب نظر زینب کی بھائی کے سر پر پڑی، بیتاب ہو، گریبانِ صبر چاک کر، باآوازِ بلند کہی: یاحسیناہ وائے دلِ رسول اللہ، اے فرزندِ مرتضیٰ، اور اے دلبندِ سیدۃ النساء، اے جگر گوشۂ محمد مصطفیٰ، اور اے نورِ دیدۂ حسن مجتبیٰ، اے بھائی مجھ بیوہ دوکھیا کے اور اے باپ سکینہ و زین العابدین کے، پس شور مجلسِ یزید سے اوٹھا اور وہ ملعون سر تلے ڈال، چپ ہوا۔ یک مرتبہ آواز ایک عورت بنی ہاشم کی کہ یزید پلید کے گھر میں تھی، بلند ہوئی کہ اے حسین، بزرگ اہلِ بیتِ رسولِ خدا
[۲۴۸ الف] اور اے فرزندِ محمد مصطفیٰ، اے فریاد رس رانڈوں کے اور اے نوازنے والے یتیموں، اے مارے ہوئے

۱۔ جلاء العیون، فصل ۱۵۔

۲۔ اصل میں "مرادوان" لکھا ہے جو کتابت کی غلطی ہے۔

۳۔ اصل: ایک آہ درد دلِ پُر درد سے بھر، متن کی تصحیح جلاء العیون کی اس عبارت سے کی گئی ہے: "آہے از دلِ پُر درد برکشید"۔

۴۔ جلاء العیون: وبعد از آں ہرگز کلّہ گوسفند تناول نہ فرمود۔

تیغ اولادِ زناکاروں کے، پھر شور حاضرانِ مجلس سے اوٹھا، اور اوس ولدالزنا کوں کچھ اثر نہ کیا۔ آہ، چھڑی کا بید کی امامِ مظلوم کے دانتوں پر مار، بولا: "حسین کیا اچھے لب و دندان رکھتا تھا، کاش آج بزرگانِ بنی امیہ کہ بیچ لڑائی بدر کے مارے گئے تھے، جیوتے ہوتے، اور دیکھتے کہ بدلہ اون کے مارنے والوں کی اولاد سے کیونکر لیا۔ تب ابوبرزۂ اسلمیؓ اصحابِ کبارِ رسولِ خدا سے اوس مجلس میں حاضر تھا، بے اختیار ہو، بولا: اے یزیدِ پلید: قطع اللہ یدک۔ کاٹے حق اللہ ہاتھ تیرے! لعنتِ خدا تجھ پر کہ چھڑی مارتا ہے فرزندِ فاطمہ کے دانتوں پر۔ مکرر دیکھا میں نے کہ رسولِ خدا اوس کے اور اوس کے بھائی کے دانتوں کو چومتے اور کہتے: "تم بہترین جوانانِ بہشت ہو، خدا مارے تمہارے مارنے والوں کوں / اور [۲۳۶ ب]
لعنت کرے تمہارے آزار دینے والوں کوں":

وہ ہونٹ بارہا جسے بوسے دیا رسول — اوس پر چھڑی سے کرنا اشارت، کہاں روا!
جو سر نبی کی گود میں پایا ہے پرورش — تجھ آگے طشت میں بحقارت، کہاں روا؟
جن دانتوں پر کہ فاطمہ قربان ہوتی تھی — اوس پر چھڑی لگانا بہ طاعت، کہاں روا؟

۱۔ یہ قدیم صحابہ میں سے تھے اور ان کا شمار اصحابِ صُفّہ میں ہوتا ہے۔ انھوں نے رسولِ مقبول سے ۴۶ حدیثیں روایت کیں۔ ان کی وفات خراسان میں (اور بقول ابنِ عبدالبر بصرہ میں) اواخرِ خلافتِ معاویہ میں سنہ ۶۰ھ یا سنہ ۶۴ھ میں ہوئی، لیکن ارجح قول یہ ہے کہ سنہ ۶۵ھ میں ہوئی۔ مستند تاریخوں میں ان کے قیامِ عراق و شام کا ذکر نہیں ملتا۔ اس طرح قتلِ حسین میں ان کی موجودگی اور یزید کی مجلس میں ان کی گفتگو کا واقعہ مشتبہ ہو جاتا ہے۔ دیکھیے فؤاد افرام البستانی: دائرۃ المعارف ۴: ۲۰۲ (بیروت، ۱۹۶۲ء)

۲۔ ابنِ طاؤس: اللہوف، ۹۰؛ خوارزمی: مقتل الحسین ۲: ۵۷؛

بعض روایتوں میں ہے کہ جنہوں نے یزید کو بر دربار سرزنش کی وہ ابوبرزۂ اسلمی نہیں، بلکہ ایک دوسرے صحابی سمرۃ بن جندب تھے (خوارزمی: ۲: ۵۸) ان کا قیام بصرہ ثابت ہے لیکن ان کی وفات خلافتِ معاویہ میں سنہ ۵۸ھ میں ہو چکی تھی (ابنِ عبدالبر: الاستیعاب ۲: ۶۵۴) اس لیے یہ پوری روایت مشتبہ ہے۔

۳۔ فضلی نے یہ نہیں بتایا کہ یہ ترجمہ ہے مندرجہ ذیل فارسی شعروں کا۔

آں لب کہ بوسہ داد بر و بار بار رسول — سولیش بچوب کردن اشارت کجا رواست
واں سر کہ بر کنار نبی داشتہ وطن — در طشت زد نہادہ بہ پیشِ تو کے سزاست

تب یزید پلید غضب میں آ کہا: "اے صحابی، حرمتِ رسولِ خدا رکھتا، والا نہ ابھی تیری گردن مارتا۔ وہ کہا: عجب حالت ہے کہ ملاحظہ[2] صحبتِ رسولِ خدا کرتا اور رعایت فرزندِ عزیز اوس کے کی نہیں بجالاتا۔ حاضرانِ مجلس اس بات سے زار زار روئے۔ نزدیک ہوا کہ کچھ فتنہ برپا ہووے۔ آخرالامر اوس اصحاب کوں مجلس سے باہر لے گئے، اور یزید بدبخت نے کہا: "یعنی عورتوں کوں لاؤ کہ باتیں کروں"۔ تب

[۲۳۶ الف] زینب اور امِ کلثوم اور زین العابدین آگے آئے۔ جوں حضرت زینب کی آنکھ بھائی کے سر پر پڑی، بے اختیار آہ مار، بولی: "واجداہ، واحمداہ"[3]: لمؤلفہ:

ہے یہ ترا حسین کہ سر کہیں بدن کہیں — ملتا نہیں ہے اب جسے گور و کفن کہیں

سر اوس کا تیرے دشمنوں آگے دھرا ہے اب — اوس ہونٹوں پر چھڑی مارے ہے بے ادب

پھر مونہہ یزید طرف کر، کہیں: "کچھ توں جانتا ہے کہ کیا کرتا؟ اپنی عورتوں کو پردے میں بٹھاتا، اور رسولِ خدا کی بیٹیوں کوں بازار میں پھرا، نامحرموں کوں دکھاتا۔ نہیں جانتا کہ روزِ قیامت اس عمل کے عہدے سے کیوں کر برآویگا۔ یزید ملعون ان باتوں سے کانپا، اور پوچھا: "یہ کون ہے؟" کہے: "بہن حسین کی اور بیٹی فاطمہ کی"۔ تب امِ کلثوم نے اوٹھ، سر بھائی کا اوٹھا، مونہہ اپنا اوس مونہہ پر رکھ، بیہوش ہوئی۔ پھر ہوش میں آ، کہی: "اے یزید! امید رکھتی ہوں کہ تو اس دنیا میں آرام نہ پاوے

[۲۳۶ ب] / جیسے کہ ہمیں دکھ دیا"۔ تب یزید نے کہا: "یہ عورت زبان دراز بھی حسین کی بہن ہے؟" ملعون کہے کہ "ہاں"۔ بدبخت بولا: "اے کلثوم! دیکھا، توں نے کہ خدا نے تمہیں کیسا جھوٹھا کیا، اور تمہارے سر پر کیا نازل ہوئی بلا؟" امِ کلثوم کہیں: "خدا نے منافقوں کوں جھوٹھا کیا بموجب: اِنَّ الْمُنَافِقُوْنَ لَکَاذِبُوْنَ[5]، اور اون پر لعنت کر وعدۂ عذاب فرمایا بموجب وَیُعَذِّبَ الْمُنَافِقِیْنَ وَالْمُنَافِقَاتِ[6]۔

۱۔ یہاں زائد ہے اور دکنی کے یہاں متعدد جگہ اسی طرح استعمال ہوا ہے۔

۲۔ ملاحظہ بمعنی رعایت، خیال؛ آج بھی پنجابی میں اسی طرح مستعمل ہے مثلاً منہ ملاحظہ بمعنی رو رعایت)

۳۔ یہ کلمہ نسخے کے حاشیے پر لکھا ہے۔

۴۔ بعض نسخوں میں امِ کلثوم کی طویل گفتگو درج ہے۔ نسخہ نے اختصار سے کام لیا ہے۔

۵۔ یعنی منافق جھوٹے ہیں۔

۶۔ (۴۸ : ۶) یعنی منافق کو ۔ مرد ہوں کہ عورت ۔ عذاب دیا جائے گا۔

الحمدللہ کہ اہلِ بیت رسول جھوٹھ اور نفاق [سیتی] پاک ہیں"۔

حضرت امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ جب یزید پلید اہلِ بیت سے جواب وسوال کر، شرمندہ ہوا، مونہہ پھرا، حضرت زین العابدین سے خطاب کیا؟ اے فرزندِ حسین، باپ تیرے نے قطع رحم میرا کیا، اور چاہا کہ منبروں پر خطبہ نہ پڑھیں میرے نام کا واسطے سلطنت کے: مجھ سے لڑا اور رعایت /حق ہمارے کی نہ کیا۔ شکرِ خدا کہ مطلب کوں نہ پہونچا۔ تب زین العابدین کہے: "اے بیٹے معاویہ و ہند [۲۰۲ الف] کے، پیغمبری اور بادشاہی میرے باپ دادے کی تھی یا تیرے جدّ آبا کی؟ اور لڑائی بدر و اُحد میں نشان رسولِ خدا کا میرے دادا علی کے ہاتھ تھا، یا تیرے دادا ہاتھ؟ اور نشان کا فروں کا تیرے باپ دادے کے ہاتھ تھا۔ حیف، اے یزید، اگر جانے کہ کیا کیا توں نے اور کس گناہ کا مرتکب ہوا ہے بیچ حق باپ اور بھائیوں اور اہلِ بیت میرے کے، پس پہاڑوں میں بھاگ جاوے، اور خاک پشیمانی کی اپنے سر ڈال، فریاد و واویلا اوٹھاوے۔ آیا شرم نہیں کرتا کہ سر باپ میرے حسین مظلوم کا اور فرزند رسولِ خدا و فاطمہ کا دروازۂ شہر پر لٹکایا۔ اور اہلِ بیت عصمت کوں بیستر نامحرموں میں بٹھایا۔ پس بشارت ہو ہو تجھے خواری و پشیمانی سے بیچ /قیامت کے: [۲۰۲ ب]

جس دن جگر کے ہول سیتی سب کے خوں ہوویں
حکّام کے نشان و علَم سرنگوں ہوویں

اندیشہ کر اوس دن سے کہ حال تیرا کیا ہوئیگا"۔ ملعون ان باتوں سے طیش کھا، ایک پیادے کوں کہا: اسے باغ میں لے جا اور گردن مار کر وہیں دفن کر"۔ توں وہ ملعون حضرت زین العابدین کوں باغ میں لے گیا۔ اوّل مشغول قبر کھودنے کا ہوا اور حضرت مشغول نماز ہوئے۔ جب وہ ملعون قبر کھود چوکا، ارادہ حضرت کے مارنے کا کیا۔ ایک ہاتھ ہوا سے پیدا ہو، اوس ملعون پر لگا کہ اوندھے مونہہ جہنم میں گرا۔ خالد بیٹا یزید پلید کا وہ حال دیکھا تھا، جاکے اپنے باپ سے نقل کیا۔ ملعون کہا: اوسی قبر میں اوسے دفن کرو، اور زین العابدین کوں بہار لاؤ"۔

۱۔ مجلسی: جلاء العیون (فصل ۱۵)

[۲۴۱ الف] شیخ مفید و سید ابنِ طاؤس فاطمہ بیٹی امام مظلوم کی سے روایت[1] کرتے ہیں کہ جب ہمیں یزید پلید پاس لے گئے، ایک ملعون شامی نے اوٹھ یزید سے کہا: "یہ لڑکی مجھے بخش، اور اشارہ مجھ طرف کیا۔ میں ڈرے کانپ اپنی پھوپھی زینب سے چمٹی۔ پھوپھی نے مجھے تسکین دے، اوس شامی کوں کہیں: اے ملعون، کیا توں اور کیا یزید، کوئی اختیار نہیں رکھتا کہ ہمیں بندی کر، بخشے۔ یزید لعین بولا، "اگر میں چاہوں تو کر سکتا"۔ زینب کہیں: "قسم خدا کی کہ یہ کام نہیں کر سکتا، مگر اس وقت کہ ہمارے دین سے نکلے۔ ملعون غصے ہو کہا: "توں مجھ سے نخشتی، تیرے باپ بھائی دین سے نکلیں"۔ زینب کہیں: "میرے باپ بھائیوں کے دین میں ہدایت پایا توں اور باپ دادا تیرا، یا کسی اور کے دین میں؟ بشرطے کہ مسلمان

[۲۴۱ ب] ہوئے ہوئیں۔ ملعون کہا: "جھوٹ کہتی"۔ وہ کہیں: "توں اپنی شاہی اور سلطنت پر مغرور ہو رہا، جو چاہتا، سو کہتا۔ میں اب جواب تیرا نہیں دیتی۔ پھر اوس شامی حرامی نے فاطمہ کو مانگا۔ کلثم کہیں: "اے بدبخت چپ کر، خدا تیری زبان کاٹے، اور تجھے اندھلا کرے۔ ہاتھ تیرے خشک ہوئیں اور تجھے جہنم پہونچاوے۔ اولادِ پیغمبران، خدمتگار زناکاروں کی نہیں ہوتی"۔ ہنوز بات حضرت کلثم کی تمام نہ ہوئی تھی کہ حق تعالیٰ نے دعا مستجاب کی، وہیں وہ ملعون شامی گونگا اور اندھلا ہوا، اور ہاتھ خشک ہو گئے۔ کلثم کہیں: "الحمد للہ، خدا نے ایک نصیبہ عذاب تیرے کا دنیا میں تجھے پہونچایا۔ یہ سزا اوس کی جو کہ باعثِ بےحرمتی اولادِ رسولِ خدا کا ہووے"[2]۔[3]

۱۔ مقاتل الطالبیین (ص ۱۲۰) میں فاطمہ کے بجائے زینب کا نام لکھا ہے لیکن صحیح فاطمہ ہی ہے۔ ابن الاثیر (۴: ۸۰) میں ہے: ھب لی ھذہ یعنی فاطمۃ۔ طبری (۶: ۲۶۵) سے بھی اس روایت کی تصدیق ہوتی ہے۔ بعد کی تفصیلات اور شامی کے گونگے اندھے ہو جانے کے ذکر سے قدیم مصادر خالی ہیں۔ لیکن جلاء العیون اور دوسری شیعی ادبیات میں یہ موجود ہیں۔

۲۔ مجلسی: جلاء العیون (فصل: ۱۵)

۳۔ بعض روایتوں میں ہے کہ جب اس شامی کو معلوم ہوا کہ جسے وہ کنیز سمجھ رہا تھا وہ فاطمہ بنت حسین ہیں تو اس نے یزید پر لعنت بھیجی اور کہا: عترت نبی کو قتل کرتا ہے اور ان کی ذریت کو قیدی بناتا ہے۔ میں تو سمجھ رہا تھا یہ رومی قیدی ہیں۔ اس پر وہ یزید کے حکم سے قتل کر دیا گیا۔

(ابن طاؤس: اللھوف علی قتلی الطفوف: ۸۲)

روایت ہے کہ ایک دن سکینہ کہی: "رات کوں اپنے حال پر روتے روتے سو گئی. خواب میں دیکھتی کہ دروازے آسمان کے کھولے اور ایک نور/ درمیان آسمان و زمین کے بلند ہوا. بہت حوریں بہشت [۲۴۲ الف] سے نکلے آئیں. یکایک ایک باغ دیکھی، اوس میں ایک محل نہایت زینت و بلندی؛ ناگاہ داخل ہوئے اوس محل میں پانچ مرد نورانی. میں ایک حور سے پوچھی کہ یہ محل کس کا ہے. کہے: "تیرے باپ حسین کا." میں کہی: "یہ پانچ شخص جو اس میں گئے، کون تھے؟" کہا: "اول آدم، دوسرا نوح، تیسرا ابراہیم، چوتھا موسیٰ." میں کہی: "پانچواں کون تھا کہ نہایت غم سے ہاتھ ڈاڑھی پر رکھے تھا؟" وہ کہی: "اے سکینہ! اوسے نہ پہچانی توں؟ وہ تیرا دادا رسول خدا تھا." میں پوچھی: "پس وہ کہاں گئے؟" کہی: "تیرے باپ پاس." میں کہی: "واللہ، اپنے دادا پاس جاؤں اور شکایت کروں." تب وہاں جا، کہی: "اے دادا، ہمارے وارثوں کوں مارے، اور حرمت ہماری/ کھو، سر پاؤں ننگے اونٹوں پر سوار [۲۴۲ ب] کر یزید پاس لائے." دادا نے مجھے گلے لگا، کہا: "اے پیغمبرانِ خدا! دیکھو کہ میری امت نے میرے بچوں سے کیا کیا؟" تب وہ حور کہی: "اے سکینہ، بس کر، دادا کوں توں رولائے." پھر میرا ہاتھ پکڑ، اور محل میں لے گئی. وہاں پانچ عورتیں تھیں نورانی. اون میں ایک عورت دیکھی، سب سے نورانی؛ کپڑے سیاہ اور بال کھولے، ایک جامہ لہو بھرا ہاتھ میں. جب وہ اوٹھتی، سب بیبیاں اوٹھتیں اور جب وہ بیٹھتی، سب بیٹھتیاں. میں حور سے پوچھی: "یہ کون ہیں؟" کہی: "ایک حوا، دوسری مریم ماں عیسیٰ کی، تیسری سارہ محل ابراہیم، چوتھی خدیجہ نانی تیری، پانچویں فاطمہ زہرہ دادی تیری." میں دادی پاس جا، کہی: "اے دادی، میرے باپ کوں ظالم مارے اور مجھے یتیم کیے." دادی مجھے چھاتی/ سے لگا [۲۴۳ الف] روئی اور سب بیبیاں رو رو، کہیں: "اے فاطمہ! خدا حکم کریگا درمیان تیرے اور یزید کے قیامت میں." پھر دیکھی میں کہ اور دروازہ آسمان سے کھولا اور فوج فوج فرشتے آ، میرے باپ کے سر کی زیارت کرتے تھے، اور جاتے تھے. یزید پلید نے یہ خواب سُن تماچے[1] مار، کہا: "مجھے حسین کے مارنے سے کیا کام تھا." لیکن روایت صحیح یہ ہے کہ اعتبار نہ کیا اور گھر میں اوٹھ گیا.

---

۱. اصل: طماچے.

اور حضرت زین العابدین سے روایت ہے[1] کہ جب سر میرے باپ کا یزید پلید پاس لائے، وہ ملعون
شراب زہر مار کرتا تھا۔ اور اوس دن ایلچی بادشاہِ فرنگ کا[2] اوس ملعون کی مجلس میں حاضر تھا۔ پوچھا:
"اے بادشاہِ عرب! یہ کس کا سر ہے؟" یزید کہا: "تجھے اس سر سے کیا کام؟" کہا: "اس واسطے کہ جب اپنے
شاہ پاس جاؤں، یہ خبر اوسے بھی پہونچاؤں، /تا وہ بھی تمہاری شادی و غم کا شریک رہے۔" یزید کہا: [۲۴۳ ب]
"سر حسین بن علی ہے۔" فرنگی کہا: "لعنتِ خدا تم پر، اور تمہارے دین پر، ہمارا دین بہتر ہے تمہارے
دین سے۔ جان کہ باپ میرا حضرت داؤد کی اولاد سے ہے، درمیان میرے اور اوس کے ستر پشتیں
گزریں، اب لگ سب فرنگی تعظیم میری کرتے، اور خاک میرے پاؤں کی برکت جان، تبرک کر،
لے جاتے۔ اور تم اپنے پیغمبر کی اولاد کوں کہ کلہم[3] تم میں سے گیا ہے، مارتے۔ چنانچہ ابھی اس میں
اور تمہارے پیغمبر میں ایک پشت سے زیادہ نہیں گذری۔ بورا دین تمہارا، اے یزید! سونا ہے
توں کہ حضرت عیسیٰ کی سواری کے گدھے کا ایک سم ہے کہ سب فرنگی اوسے سونے کے حقے میں رکھے
اور کہتے، یہ سُم اوس گدھے کا [ہے] کہ جس پر ہمارا پیغمبر سوار ہوتا تھا۔ ہر سال عالم کے فرنگی اوس گدھے
کے/سُم کی زیارت کوں آتے، اور طواف اس کا کر، چوم، مرادیں مانگتے۔ ہم رعایت اپنے پیغمبر کے [۲۴۳ ب]
گدھے کی کرتے، اور تم اپنے پیغمبر کے نواسے کوں مارتے۔ خدا تمہیں برکت نہ دے۔" یزید پلید کہا:
"مارو اس فرنگی کوں کہ مجھے اپنے شہر میں رُسوا اور خراب کرے گا۔" جوں فرنگی یہ بات سونا کہا، "تو مجھے
ماریگا؟" یزید کہا: "ہاں۔" فرنگی کہا: "رات تمہارے پیغمبر کوں خواب میں دیکھا تھا میں کہ فرماتا تھا:
"اے فرنگی، توں بہشتی ہے۔" میں اوس بات سے تعجب میں تھا، لیکن اب شہادت دیتا ہوں وحدانیت
خدا پر اور پیغمبریِ محمدِ مصطفیٰ پر۔" پھر اوٹھ، سر امام حسین مظلوم کوں چھاتی سے لگا رو کر کہا: "یا ابا
عبداللہ! میں غلام ہوں تیرا۔" اور دلِ پاک سے مسلمان ہو صدق سے کہا: "اشھد ان لا الٰہ الا

۱۔ یہ روایت مکمل طور پر سید ابن طاؤس کی اللہوف (ص ۸۵) میں مندرج ہے۔ قریب بہ یقین ہے کہ کاشفی نے اسے روضۃ الشہدا (ص ۳۰۴) میں وہیں سے نقل کیا ہے۔ یہاں یہ حکایت ابوالمفاخر رازی سے نقل ہوئی ہے نیز دیکھیے جلاء العیون (فصل ۱۵)

۲۔ یہ جلاء العیون کی روایت ہے لیکن روضۃ الشہدا میں شاہِ فرنگ کے ایلچی کی جگہ تاجر یہودی ہے۔

۳۔ کلہم = کل۔

۴۔ اللہوف میں "حقۃ الذھب" ہے۔

[۲۴۴ الف] یزید اللہ و اشہد انّ محمداً رسول اللہ . اے سید ، محشر میں اپنے دادا آگے میرے ایمان پر گواہی نہ دیجیو . یزید کہا : اب جو تجھے مار تا ہوں ، مسلمان ہوتا ہے ؟ " فرنگی کہا : " اے یزید ، میں امام حسین سے بڑا نہیں . توں نے انہے شہید کیا . پس میں کیا ! فرما کہ جلدی قتل کریں . امید وار ہوں کہ بموجب " یحشر المرء مع احبائہ " مجھے ساتھ شہیدان کربلا کے اوٹھاویں . " تب ملعون بدبخت نے حکم کیا کہ اوس نومسلمان کا سر تن سے جدا کیے . اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ .

آہ ، واویلا ، صد واویلا !

اس فصل پانچویں میں ہے چہلم کا سب بیاں

اور ظلم اپنے سے بہ یزید انفعال ہے [۲۴۴ ب]

لیکن ملّاں محمد باقر مجلسی جلاء العیون میں بسند ہائے معتبر ابن بابویہ سے روایت کرتے ہیں[۱] کہ یزید پلید نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کوں مع[۲] اہل بیت مطہر ایسے مکان میں قید کیا کہ نہایت تنگ و تاریک تھا ، اور سالہائے سال و قرنہائے لایزال پرتوۂ آفتاب و اثرِ ہوا وہاں نہ پہونچا تھا . اوس بجا کسی خانے[۳] میں رکھا بامید اینکہ وہ گھر بہت پورانا ہے اور کھوکھرا ہو رہا ، جانتے تھے کہ اب گرے ، اب گریگا . کاش انھیں پر گرے کہ سب دب مریں ، اور کئی ایک غلام رومی اون پر نگہبان مقرر کیے تھے . وہ اپنی رومی زبان میں کہتے تھے : " یہ قیدی ڈرتے ہوئینگے کہ یہ گھر ہم پر گریگا ، ہم دب مرینگے . [۲۴۵ الف] نہیں جانتے کہ کل[۴] یہ **سب ہمارے پڑیں گے** . " اور وہ غلام رومی جانتے تھے کہ قیدی زبان ہماری نہیں سمجھے .

۱ . مجلسی : جلاء العیون (فصل ۱۵)

۲ . اصل : بمعہ .

۳ . بجا کسی (دھ) اندھا کنواں ، قیدخانہ ، کال کوٹھری (پلیٹس : ۱۶۹)

۴ . کلہہ : کل (یہاں ہائے کا شمول پنجابی لہجے کے مطابق ہے)

لیکن حضرت زین العابدین سب بولیوں سے باعجاز امامت واقف تھے۔ فرمائے: "اے ملعونوں، خدا نہ مارنے دیگا۔" جب صبح ہوئی، یزید پلید نے حکم کیا کہ سر حسین کا دروازۂ محل پر سمیت نیزے کھڑا کر، قیدیوں کوں اسی دروازے سے لاویں، واگر نہ آویں، بزور لاویں۔ لیکن جوں وہ بپت زدگانِ مصیبت کشیدہ اوس ملعون کے دروازے پر پہوچے اور سر اپنے وارث کا نیزے پر دیکھے، آنسو لہو کے سب کی انکھوں سے چوئے اور اندر جا، فریاد واویلاو واحسینا کیے۔ تب حضرت زین العابدین کہے: "اے یزید کیا اس

[۲۴۶ الف] دولتِ دو روزہ پر مغرور ہے۔ خدا سے نہیں ڈرتا، جو یہ ظلم کرتا۔" ملعون طیش میں آ، ایک پیادے کوں کہا: "اس زبان دراز کا سر تن سے کر جدا۔" اوس پیادہ نے آ، ہاتھ حضرت زین العابدین کا پکڑا۔ ام کلثوم نے دونوں ہاتھ اوس پیادے پر مار، کہا، "اے یزید، ایتنوں کو مارنے سے پیٹ تیرا نہیں اوٹھا[۱] تا اوالله کہ اس بن کوئی اور نہیں رہا کہ محمد کی بیٹیوں کا محرم ہووے" اور یہ شعر پڑھے[۲]:

کلام بانظام حضرت کلیم

أنا دیلك یلجد الا یا خیر مرسل ... حسینك[۳] مقتول ونسلك ضائع

(دکروں ہوں تجھ آگے فریاد یا جد مرسل ... حسین مارا پڑا تیری نسل ہوئی ضائع)

جوں یزید یہ سونا لرزہ اوس کے بدنِ کثیف پر پڑا اور اوس پیادے کوں منع کیا[۴]۔

اتنے میں یزید پلید کے گھر کی عورتیں گریبان اپنے چاک کیاں، اور گہنے توڑ، بے اختیار زار زار روئیاں، اور

[۲۴۶ ب] ہند بیٹی عبد اللہ عمر کی کہ اون دنوں یزید پلید کی جورو تھی، اور آگے حضرت امام حسین کے نکاح میں تھی، پردہ پھاڑ، گھر سے باہر نکل، مجلس میں آئی۔ اوس وقت یزید پلید دیوانِ عام کر رہا تھا۔ رو کر بولی:

۱۔ یعنی نہیں بھرا۔

۲۔ مقتل ابی مخنف (ص ۱۶۷) میں ہے کہ خود امام زین العابدین نے یہ شعر پڑھے۔ اسی کتاب میں یہ بھی ہے کہ علی بن الحسین نے روضۂ رسول مقبول پر یہ اشعار پڑھے (ص ۱۸)

۳۔ عام مشہور روایت میں الفاظ "حبیبک مقتول" ہیں۔

۴۔ روضۃ الشہدا، ص ۷۰۳، اس روایت کے بعد روضۃ الشہدا میں حضرت زین العابدین اور یزید کے بیٹے کی کشتی اور نوبت والی روایت جو آگے درج ہے مذکور ہے۔ بہ ہرحال اس مقام پر یزید کے گھر کی عورتوں اور ان کی گریہ وزاری کا ذکر موجود نہیں۔

اے یزید بےحیا، سرِ نواسۂ رسولِ خدا کا اپنے گھر کے دروازے پر لٹکایا۔ خدا سے نہیں ڈرتا اور محمد مصطفیٰ سے شرم نہیں کرتا؟ ملعون نے دوڑ، جلدی سے دامن اوس پر اوڑھا، محل میں لے جا، کہا: اے ہند، میں بےتقصیر ہوں۔ ابنِ زیاد ملعون نے جلدی کر، حسین کوں مارا، میں ہرگز اوس کے مارنے پر راضی نہ تھا!"

پھر اہلِ بیت عصمت و طہارت کوں اپنے محل میں جگہ دیا اور ہر صبح و شام حضرت زین العابدین کوں اپنے دسترخوان[1] پر بولا، کھانا کھلاتا۔ پھر ابو شام کوں کہا: "شمر اور امرایانِ کوفہ کوں حاضر کر۔" جب سب ملاعین حاضر ہوئے، یزید پلید مکّار نے سخت سخت باتیں کر، ان نفرین و لعنت کر کہا: "میں اطاعت تمہاری سے بغیر مارنے امام حسین کے راضی تھا۔ اگر اسے جیوتا مجھ کنے لاتے، میں حق خدمت اوس کا بجالاتا!"

روایت ہے[2] کہ ایک دن حضرت زین العابدین کوں بولا، اپنے بیٹے[3] پاس بیٹھا، کہا: اے زین العابدین بیٹا میرا عمر میں تیرے برابر ہے، کشتی لڑیگا[4]؟ حضرت کہے: "کام کشتی کا سہل ہے، دونو کے ہاتھ ایک ایک چھوری دے، تا تیرے روبرو لڑیں۔ جو کہ غالب آوے، مغلوب کوں مارے۔" ان باتوں میں تھے[5] کہ نوبت یزید پلید کی بجنے لگی، پسرِ یزید کہا: "اے پسرِ حسین، یہ نوبت میرے باپ کی، [تیرے باپ کی] نوبت کہاں؟" حضرت زین العابدین کہے: "ذرا صبر کر، تا جواب تیرا دوں۔" یکایک موذن نے اذان شروع کی۔ حضرت کہے: "اے پسرِ یزید، یہ نوبت میرے باپ دادے کی

۱۔ اصل: خان۔

۲۔ روضۃ الشہدا: ۳۰۷-۳۰۸؛ جلاء العیون (باب ۵، فصل ۱۵)

۳۔ خالد بن یزید بن معاویہ۔

۴۔ جلاء العیون میں ہے: "روزے یزید لعین حضرت امام زین العابدین و عمرو فرزند امام حسن را طلبید و عمرو کودکِ یازدہ سالہ بود۔ یزید با عمرو گفت کہ با فرزندِ من خالد کشتی بگیر۔ عمرو گفت: کشتی بچہ کار می آید؟ اگر خواہی شجاعت مرا امتحان کنی، کاردے بدستِ من و کاردے بدستِ او بدہ، تا با او معاملہ کنم۔ یزید گفت: این شجاعت را از پدران بمیراث داری۔"

۵۔ بقیہ روایت جلاء العیون میں درج نہیں۔

[۲۲۸ ب] باجتی. توں اپنے باپ کی نوبتِ پنج روزہ پر مغرور / نہ ہو کہ اس سرائے فانی میں

پانچ دن ہر کسو کی نوبت ہے
اور نوبت ہماری ہیگی سدا
تیری نوبت سے بیگا دیں موں خلل
دیں ہے نوبت ہماری سے ہی بچا

یہ نوبتِ پنج روزہ تیری دو دن کے بعد اوٹھا دیں، اور یہ نوبتِ دولت و کرامت تا قیامت بجا دیں؛ خطبے بزرگی و فضیلت کے ہمارے نام پڑھا دیں! تب بیٹا اوس ملعون کا چپ ہوا، اور ہر ایک سونے والا فصاحت و بلاغتِ شاہزادہ سے متعجب رہا۔

روایت ہے[۱] کہ ہند جورو یزید کی ایک رات خواب میں دیکھی کہ دروازہ آسمان کا کھولا، اور فوج فوج فرشتے نازل ہو، حضرت امام حسین کے سر آگے کھڑے ہو، کہیے: "السّلام علیک یا أبا عبد اللّٰہ، السّلام [۲۲۹ الف] علیک یا ابن رسول اللّٰہ۔" پھر دیکھی کہ ایک ابر آسمان سے آیا اور بہت مرد درمیان اوس ابر کے / تھے. درمیان اون کے ایک مرد نہایت نور و صفا میں زمین پہ پہونچ دوڑا. اور آپ کو اوس سر لگ پہونچا، لب و دندان اوس کے چوم، زار زار رو، کہا: اے فرزندِ دلبند میرے، تجھے لعین مارے، اور آبِ فرات سے منع کیے، مگر تجھے نہ پہچانے. اے فرزندِ گرامی، میں تیرا دادا ہوں، رسول خدا، اور یہ باپ تیرا ہے علیِ مرتضیٰ، اور یہ بھائی تیرا ہے حسنِ مجتبیٰ، اور یہ چچے تیرے ہیں جعفرِ طیّار و عقیل و حمزہ و عبّاس. یونہیں ایک ایک کا نام حضرت بتاتے تھے، اور روتے تھے. ہند دہشت سے ڈر کر چونکی اور نزدیک اوس سرِ مبارک کے جا، دیکھی کہ نور اوس سر سے آسمان لگ بلند ہے. دوڑی کہ یزید کوں جگا، اپنا خواب کہے. او سے اوس کے بچھونوں پر نہ پائی. ڈھونڈتی ڈھونڈتی دیکھی کہ ایک اندھیرے گھر میں [۲۲۹ ب] / رو بدیوار بیٹھا ہے، اور نہایت غم و الم سے رو رو، کہتا ہے: "مجھے حسین کے مارنے سے کیا کام تھا! جوں خواب میرا سونا، غم اور ڈر اوسے دونا ہوا. ترجمہ

فرزندِ محمد کا خوں کرنا نہیں آساں

۱۔ جلاء العیون / باب ۵، فصل ۱۲

شرم سے سر تلے ڈال، چپ ہو، کچھ جواب نہ دیا۔

لیکن سب راوی متفق علیہ یہ روایت کرتے کہ حضرت زین العابدین اور یزید لعین میں بہت بحث واقع ہوئی۔ چنانچہ یہاں لگ پہونچی کہ حضرت کہے ہے: "یزید! جبرئیل ہمارے گھر نازل ہوا، یا تیرے گھر؟ آیۂ تطہیر ہمارے حق اترا، یا تیرے حق؟" یو نہیں آیہ و حدیثیں فرماتے تھے، تا کہ لرزہ بدن یزید پر پڑا، اور ڈر ان باتوں سے غالب ہوا۔ رو کر کہا: "اے زین العابدین، کچھ مطلب اپنا مجھ سے مانگ، تا روا کروں۔" حضرت کہے: "میرے باپ کے کشندے کوں میرے حوالے کر، تا میں بھی اوسے قتل کروں۔" یزید پلید [۲۴۹ الف] نے سرداران کوفہ کوں بولا، پوچھا: "حسین کوں کن نے مارا؟" کہے: "خولی خونی نے۔" اوسے بولا کہا: "ارے حسین کوں تو نے مارا؟" خولی کہا: "حاشا، مجھے حسین کے مارنے سے کیا کام تھا!" یزید کہا: "پس کن نے مارا؟" کہا: "سنان بن انس نے۔" اوسے بولا، پوچھا کہ "حسین کوں تو نے مارا۔" کہا: "لعنت خدا حسین کے مارنے والے کوں۔" تب یزید پلید طیش میں آ، کہا: "پس کن نے مارا؟" کہا: "شمر لعین نے۔" اسے بولا پوچھا کہ "حسین کوں تو نے مارا۔" شمر کہا: "سب جھوٹھ کہتے۔" تب یزید پلید جھنجھلا کر کہا: "پس کن نے مارا؟" شمر کہا: "سچ کہوں کہ کن نے مارا؟" یزید کہا: "کہہ۔" شمر کہا: "حسین کوں اون نے مارا، جس نے لشکر جمع کر، خزانے کا دروازہ کھول، مال بے شمار اور گھوڑے ہتھیار دے، کہا: جاؤ اور حسین سے لڑ [۲۴۹ ب] مر او س کا لاؤ۔" یزید پلید نہایت شرمندہ ہو کہا او تھوکر لعنت خدا تم سب پر۔" پھر مونہہ حضرت طرف کر کہا: "اور حاجت مانگ۔" حضرت کہے: "سر میرے باپ کا سب سروں سمیت مجھے دے، تا لے جاؤں اور ان کے تنوں سے ملا، دفناؤں۔" کہا: "البتہ۔ اور حاجت مانگ۔" حضرت کہے: "مجھے سمیت اہل بیت کے رخصت دے، تا مدینہ میں جا، اپنے دادا کے روضے پر حق تعالیٰ کی بندگی میں مشغول ہوں۔" کہا: "البتہ۔ اور حاجت طلب کر۔" کہے: "کل جو دن جمعے کا ہے، رخصت دے کہ منبر پر خطبہ میں پڑھوں۔" کہا: "البتہ۔" لیکن جب صبح ہوئی، ملعون خطبہ پڑھنے کے وعدے سے کہ حضرت سے کیا تھا پشیمان ہوا اور ایک خطیب فصیح شامی مقرر کیا کہ خطبہ پڑھے اور منادی کی کہ سب لوگ شہر کے چھوٹے [۲۵۰ الف]

۱۔ دیکھیے روضۃ الشہدا: ۴۰۸؛ لیکن ابن طاؤس نے اللہوف: ۸۲-۸۰ میں امام زین العابدین کے جو تین مطالبات کی تفصیل دی ہے وہ کاشفی اور فضلی کے مطالبات سے مختلف ہیں۔

بڑے نمازکوں مسجدِ جامع میں حاضر ہووریں۔ خطیب منبر پر جا، زبان ناپاک اپنی یزید و معاویہ و ابوسفیان علیہم اللعنۃ والنیران کی تعریف میں کھولا؛ اور خاک اوس ملعون کے مونہہ میں، بورا کہنا جناب علی ابن ابی طالب اور باطل کرنا حسین مظلوم کا شروع کیا؛ اور حقیقت یزید پلید کی ثابت کیا[1]۔ تب حضرت زین العابدین بیطاقت ہو، اوس خطیب ملعون پر نعرہ مار، کہے: "اے شامی! بورا خطیب ہے توں؛ بندے کی رضامندی کوں خدا کے غضب پر اختیار کیا اور دین کوں دنیا سے دنی ہاتھ بیچیا[2]۔

پیرویِ نفس و ہوا کرتا توں	نہیں یہ رہِ حق کبھی، خطا کرتا توں
بہتروں کے دمنہ کرتا ہے اب	مدحتِ اشرار ادا کرتا توں
آلِ عبا سب سے جو فاضلتر ہیں	اون کوں بورا[3] کہتا، بورا کرتا توں

[۷۰ ب] / پھیر مونہہ یزید طرف کر، کہے: جو وعدہ کہ مجھ سے کیا تھا، وفا کر اور جو عہد کہ باندھا تھا، اپنے ذمے سے ادا کر۔ رخصت دے کہ منبر پر جاؤں اور وہ خطبہ کہ جس میں رضائے خدا و رسول ہے، اس سب کوں پڑھ سونا‌ؤں۔" یزید کہا: "منبر پر جانا حاجت نہیں؛ یہیں کھڑے ہوئے، جو چاہے، سو کہہ۔" سردار دمشق کے کہے: "ہم چاہتے کہ الفاظ و عبارت اوس کے مونہہ سے سونیں۔" یزید کہا: "اے صاحبو، یہ بیٹا بنی ہاشم کا ہے، اور فصیح عرب؛ مبادا کہ منبر پر جا، آل معاویہ و ابوسُفیان کوں فضیحت کرے اور بنی امیہ[4] کوں بورا کہے۔" اونہوں نے کہا: "نہ کہیگا، ہمیں ہوس ہے کہ کلام اوس کا سونیں، کوئی حدیث اپنے دادا کی نقل کرے کہ ہمیں اوس میں نصیحت ہووے۔" التماس سرداروں کی رد نہ کرسکا اور

۱۔ روضۃ الشہدا: و حقیقت و اولیت یزید را عیاں کرد۔

۲۔ فضلی نے یہاں ان تین فارسی شعروں کا ترجمہ کیا ہے:

پیرویِ نفس و ہوا میکنی	راہِ حق ایں نیست خطا میکنی
در حقِ اخیار نگوئی سخن	مدحتِ اشرار ادا میکنی
آلِ عبا از ہمہ فاضل ترند	ذمِ چنیں قوم چرا میکنی

۳۔ اصل: پورا۔

۴۔ اصل: ابنی امیہ۔

رخصت دیا.

تب حضرت زین العابدین/ منبر پر چڑھ، ایک خطبہ مشتمل اوپر توحید الٰہی اور نعتِ حضرت رسالت پناہی [۲۵۱ الف]
کے اس طرح ادا فرمائے کہ سب خُختار زار زار روئے. پھر فرمائے:[۱] "اے اہلِ شام، جو مجھے جانتا اور
نہ جانتا سو جانے:[۲] انا ابن الرسول المختار یعنی میں ہوں بیٹا رسولِ مختار کا؛ انا ابن المصطفیٰ منیر
الاخیار[۳]. میں ہوں بیٹا سیّد الاخیار کا؛ میں ہوں بیٹا مسافرِ [سفر] سبحان [الذی] اسریٰ کا[۴]؛ میں
ہوں بیٹا مجاورِ حرمِ "قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى" کا[۵]؛ میں ہوں بیٹا خطیب منبر "فَاَوْحٰى"[۶] اور بلبلِ باغِ "
عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى"[۷] کا؛ میں ہوں بیٹا صاحب یثرب و بطحیٰ کا؛ میں ہوں بیٹا حبیب خدا
محمد مصطفیٰ کا؛ میں ہوں بیٹا بہترین پیغمبروں کا؛ میں ہوں بیٹا بہترین حاجیوں کا. میں ہوں اوس کا جو
براق پر سوار ہو، بلند ہوا ہوا میں؛ میں ہوں/ بیٹا اوس کا جسے لے گئے ایک رات میں مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ [۲۵۱ ب]
میں. میں ہوں بیٹا اوس کا جسے لے گیا جبرئیل سدرۃ المنتہیٰ میں؛ میں ہوں بیٹا احمد مجتبیٰ محمد رسول
اللہ کا[۸]؛ میں ہوں بیٹا شہسوارِ "هَلْ اَتٰى" کا؛ میں ہوں بیٹا شہریارِ "لافتیٰ" کا؛ میں ہوں بیٹا
صاحب "قُلْ كَفٰى"؛ میں ہوں بیٹا وارثِ "اِنَّمَا" کا؛ میں ہوں بیٹا سرافرازِ "اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ" و

۱. یہ خطبہ جو امام زین العابدین سے منسوب ہے مختلف مصادر میں درج ہے (ابن طاوس: اللہوف: ۶۸) اس کا ابتدائی حصہ مقاتل الطالبین (ص ۱۲۱) میں نقل ہوا ہے. اس خطبے میں مختلف زمانوں میں اضافے ہوتے رہے ہیں. فارسی ترجمے کی مفصل روایت جلاء العیون میں درج ہے.

۲. فارسی عبارت یہ ہے: ہر کہ مرا داند داند و ہر کہ نداند بداند.

۳. سیّد الاخیار ہونا چاہیے.

۴. اضافہ از روضۃ الشہداء. اشارہ الی الإسراء ۱۷: ۱

۵. النجم ۵۳: ۹.

۶. فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى (النجم ۵۳: ۱۰)

۷. النجم ۵۳: ۵.

۸. اصل میں: محمد الرسول اللہ.

علیؑ بابہا"؛ میں ہوں بیٹا سزاوارِ "أنا میزان الحکمۃ، وعلیؑ لسانہا" کا؛ میں ہوں بیٹا اوس کا جو پیغمبر کے روبرو لڑا دو شمشیر اور دو نیزوں سے، ہجرت میں ساتھ تھا، اور دو بیعت حاضر تھا، کافروں کو بدر و اُحد میں قتل کیا۔ میں ہوں بیٹا وارث پیغمبروں کا؛ میں ہوں بیٹا حامی مسلمانوں کا؛ میں ہوں بیٹا مظہر العجائب والغرائب کا؛ میں ہوں بیٹا امام المشارق والمغارب، علی ابن ابی طالب کا؛ میں ہوں بیٹا [۲۵۳ الف]
فاطمۂ زہرا دختر رسول خدا کا؛ میں ہوں بیٹا گوہرِ دُرجِ "الفاطمۃ بضعۃ منّی" کا؛ میں ہوں بیٹا اخترِ برجِ "مَن أذاھا فقد أذانی" کا؛ میں ہوں بیٹا مادرِ سادات کا؛ میں ہوں بیٹا خاتونِ جنت و [شفیعۂ][1] عرصۂ عرصات کا؛ میں ہوں بیٹا بتولِ عذرا یعنی فاطمۃ الزہرا کا؛ میں ہوں بیٹا خدیجۂ کبریٰ کا[2]؛ میں بیٹا سبطِ رسول وقُرّۃ العینِ بتول یعنی امام حسنِ مسموم کا؛ میں ہوں بیٹا مظلوم [و] مغموم کا؛ میں ہوں بیٹا مبتلائے بلا حسین مقتولِ کربلا کا؛ لیکن جب حضرت زین العابدین فرماتے تھے کہ "میں ہوں" شور سب خلق سے اوٹھتا۔ پھر فرمائے: "میں ہوں بیٹا اوس کا جس پر فرشتے آسمان کے اور جن زمین کے روتے؛ میں [۲۵۳ ب]
ہوں بیٹا اوس کا جس کے غم میں جانور ہوا کے کباب ہوتے؛ میں ہوں بیٹا اوس کا جس کا سر نیزے پر دھر پھرائے شہروں میں؛ میں ہوں بیٹا اوس کا جس کے اہلِ بیت کوں قید کر، بیسترلائے نامحرموں میں۔ شور اہلِ دمشق سے اوٹھا اور ہائے ہائے رونا مسجد میں پڑا۔ یزید ڈرا کہ مبادا بلوائے عام ہووے۔ موذّن کوں اشارت کی کہ بانگ دے۔ ابھی بات حضرت زین العابدین کی تمام نہ ہوئی تھی کہ بانگی نے بانگ شروع کی۔ جوں کہا: اللہ اکبر، اللہ اکبر؛ حضرت کہے: نعم، لاشئی اکبر [منہ] یعنی کوئی چیز خدا سے بڑی نہیں۔ جو موذّن کہا، اشہد ان محمداً رسول اللہ" حضرت نے چیرا سر سے اتار، موذّن آگے پھینکا اور گیسوِ مشکیں کھول، کہا: اے موذّن، اسی محمد کی سوگند کہ ایک ذرا چپ کر۔ وہ چپ ہوا۔ امام نے مونہہ یزید کی طرف کر، کہا: اے بیٹے معاویہ کے! یہ رسول تیرا دادا تھا یا میرا؟ اگر کہے توں کہ [۲۵۴ الف]
میرا دادا تھا۔ پس تمام عالم جانے کہ توں جھوٹھا ہے۔ اور کہے کہ دادا زین العابدین کا؛ پس کیا سبب تجھے اس پر لایا جو باپ میرے کوں کہ بہترین اولادِ رسول تھا، اوسے مارا؛ اور وہ بیبیاں کہ پردۂ عظمت وعصمت کی تھیں، اونہی قید کر، شہر بشہر پھرایا اور مجھے یتیم کر، میرے دادا کے دین میں رخنہ

۱۔ "شفیعۂ" روضۃ الشہدا سے اضافہ کیا گیا ہے، ورنہ فقرہ بے معنی رہتا۔

۲۔ "میں ہوں بیٹا خدیجۂ کبریٰ کا" روضہ میں موجود نہیں لیکن جلاء العیون وغیرہ میں ہے۔

ڈالا. تس پر کلمہ پڑھتا اور مونہہ قبلہ طرف کر مسلمان کہا[1]. پھر ہاتھ اوٹھا، گریبان چاک کر، کہا: "اے یارو! کوئی تم میں سے ایسا ہے کہ دادا اوس کا پیغمبر ہوئے سوا میرے؟" تب فریاد و واویلا مسجد سے بلند ہوئی اور اہلِ دمشق روتے روتے بیہوش ہوئے، گویا کہ قیامت مسجد میں برپا ہوئی. یزید پلید ڈر کر اوٹھا اور [۱۰۵ ب] بانگی کوں کہا: "اقامت کہہ." وہیں موذن نے اقامت کہی، اور سبھوں نے نماز کی.[2]

کنز الغرائب میں لکھا ہے[3] کہ یزید علیہ اللعنہ نے اہلِ بیت کوں اپنے محل میں رہنے کوں جگہ دی. لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام کی ایک بیٹی تھی چار برس کی کہ اوسے بہت پیار کرتے تھے اور وہ بھی باپ سے نہایت ہلی تھی. جب سے کہ حضرت شہید ہوئے تھے، ہمیشہ پوچھتی تھی کہ "اَینَ اَبِی" کہاں ہے باپ میرا؟ پھوپھیاں اُسے ہر روز پھوسلاتیں تھیں اور ہزار طرح سے تسلّی دے، بہلاتیں تھیں. لیکن اُسے چین نہ تھا. اوس رات باپ کے اشتیاق نے اوس پر کمال غلبہ کیا.

فلک جفا سیتی اپنے نہ باز آتا ہے
جلے ہوؤں کوں وو پھر پھر کھوندل[4] جلاتا ہے
[۱۰۶ الف] سکینہ کے نمنے جیو سے نہ ہاتھ اوٹھاتا ہے
بچی بچاری کا اب مفت جان جاتا ہے
سکینہ جیو سے دھو ہاتھ باپ کے غم سوں
صدا بلکتی تھی اوس رات آیا اوس دل سوں

---

۱. اصل میں: پس

۲. مجلسی کی جلاء العیون کی بعض تفصیلات روضۃ الشہدا میں نہیں.

۳. روضۃ الشہدا: ۳۱۰.

۴. کھوندل مارنا: پامال کر ڈالنا. کھوندلنا: الٹ پلٹ کرنا. مصحفی کا شعر ہے:

دل کو پاؤں تلے کھوندلنا ہائے کیوں جی ایسا بھی پیار ہوتا ہے

میں آج باپ ہی کے ساتھ سوؤنگی مجھ کوں
لے جاوے باپ کنے اب کوئی بھی دائی ہے
وہ ساڑھے تین برس کا بت[1] اور بوٹے سا قد
وہ بھولی بھولی سی صورت، وہ چھوٹے چھوٹے سے ید
سو تس ننھے سے دم اوپر پڑا یہ روزِ بد
کہ باپ لیے اوسے جور کا فلک کھجاتا ہے (۹)
پھوپھی کے ہائے نہ بہلانے سے بہلتی تھی
وہ جیتا[2] اوس کوں لے پھوسلاتی وہ مچلتی تھی
صدف سے موہنہ کے ایسے غم کے دُر اوگلتی تھی
کہ کہنے والے کا دل ہائے پھٹا جاتا ہے
پھوپھی! تمہیں یہ خوش آتا جو میں ایتی بلکوں
پدر نہ مجھ سے ملے نے پدر سیتی میں ملوں
سدا میں روتی رہوں باپ باپ کرتی رہوں
یہ بات خوب ہے، یہ رونا میرا بھاتا ہے
یہ کہہ کے مچل پڑی اور زمیں پہ لوٹ گئی
کہی نہ آج جدا ہوؤنگی میں باپ سیتی
پڑیگا چین تبھی جب کہ باپ کی گودی
مجھے ملیگی مرا جیو ہٹپٹاتا[3] ہے
/ تھی زینب اوس بچی کے شمعِ قد پہ پروانہ [۳۰۳ ب]
جلے تھی سر سیتی پاؤں تلک وُد فرزانہ

۱۔ بت : عمر، سن (عورتوں کی زبان میں) (نور اللغات ۱: ۵۶۱)

۲۔ جیتا ، جتنا ، جتنا ۔

۳۔ ہٹپٹانا : لکھنؤ کی زبان میں کسی کام کے لیے مضطرب ہونا (نور اللغات ۴: ۹۶۴)

نہ جانے تھی کہ ہُوا پورا اوس کا پیمانہ
اجل کا پیک بولانے کوں اوس کے آتا ہے

کہے تھی رو، موئے میرے کی یہ نشانی ہے
وہ یادگار مرے بھائی کی یہ جانی ہے
میں جانوں ہوں اسی موں اوس کی اب نشانی ہے
کہ چین اس کوں نہ آتا و غم لگاتا ہے

ارے، نہ جانوں یہ جیوتی بچیگی اب کیونکر
بڑا یہ داغ لگا ہیگا، اس ننھے جیو پر[۱]
ہوئی ہے سوکھ کے تنکا خدا ہی ہے جو اگر
یہ جانبر ہووے نظر تو مجھے نہ آتا ہے

ارے، وُو بھائی مرا مرنے والا سر دینے
چلا تھا جس گھڑی مجھ سے لگا وداع ہونے
سفارش اوس کی ہی کرتا ہوا لگا رونے
کہا اے بجّو اچّھی بجھ کوں سونپ جاتا ہے

میں اوس کوں روتے تھی وہ اوس کوں ہاکر روئے تھا[۲]
ہو مجھ سے رخصت اسے میرے پاس سونپے تھا
میں اوس کوں بلکے اتی وہ اس بچی کوں بلکے تھا
کہے تھا اس کوں فلک مجھ سیتی توڑتا[۳] ہے

بس اب میں کیا کروں کیونکر اسے لے بہلاؤں

۱۔ جیو: زندگی، روح۔

۲۔ اصل میں: ہوگئی۔

۳۔ توڑنا، تڑانا: دور کرنا، قطع تعلق کرنا، چھوڑ دینا، جدا کرنا، کسی کو علیحدہ کر لینا، ذوق کا شعر ہے:

میں کاٹ دوں پہاڑ کو بجھ کو توڑ دوں　　پر کیونکہ غیرے بُت کا فر کو توڑ دوں

[۲۰۷ الف]

پدر کی یاد بھولا، کیونکہ اس کوں پرچاؤں[۱]
الٰہی! اس کا نہ دکھ دیکھوں کاش مرجاؤں
یہ داغ پھر سبھی داغوں پہ لوُن لاتا ہے

یہ کہہ کے جوں توں سکینہ کوں گود میں لے کر
پیشانی چوم، بلائیں لی بولی جانِ پدر
تجھے دوں خوش خبری، مجھ کنے اب آئی خبر
تیرا پیارا پدر تجھ کنے کل آتا ہے

اے بیبی کوئی دم اب تو مرے میری گود ہیں سو
پھوپھی کا مان کہا آج رات توں مت رو
پدر کل آویگا اپنے پدر سے کل ملیو
بہت سا میوہ مٹھائی کھلونے لاتا ہے

بھلا اے پیاری پدر تیرا کل جو آویگا
کھلونے میوہ مٹھائی بہوت سی لاویگا
ہمیں بھی دیگی، اے بیبی جو وہ دلاویگا
کہ میرا تجھ سیتی آخر پھوپھی کا ناتا ہے

وُو بارے سُن کے خبر باپ کے کل آنے کی
ذرا یو چپ ہوئی رونے سے مسکرا بولی
مٹھائی میوہ بہت دوں کھلونا نہیں دونگی
کھلونا مجھ کوں پھوپھی جان! بہت بھاتا ہے

۱۔ پرچانا، ہندی، متعدی: مانوس کرنا، بچوں کو بہلا لینا، رام کر لینا۔ ظفر کا شعر ہے:

نہ بھیجا تو نے لکھ کر ایک پرچا ہمارے دل کو پرچایا تو ہوتا

پرچنا: مانوس ہونا، بہلنا، مصحفی لکھتے ہیں:

کدھر اب یے اور کہاں بیٹھیے پرچتا نہیں دل جہاں بیٹھیے

پرائے پھوپھی، مجھے نیند[1] اب خوشی سے نہیں آتی
شتابی دن ہونے جو آئے بابا بولی [یوں] پھوپھی
توں سو[ا ں] کہانی کہے دوسری پھوپھی تیری
ہمیشہ تجھ کوں کہانی سے خواب آتا ہے

/میں لوری بی بی کوں دوں اور پھوپھی کہانی کہے [۱۵۵ ب]
کہے سکینہ کہ ہاں سوؤنگی[2] کہانی سے
دُو و آنکھیں موندے دُو کلثوم کہانی کہنے لگے
نہ جانے کیا یہ فلک کھیل اب کھلاتا ہے

دُو آہ بھر، کہیں کلثوم انکھیوں سے آنسو بہا
کہوں کہانی میں پر بیتی[3] آپ بیتی یا
یو آپ بیتی سے پر بیتی کوں دیے ہوں بھولا
میں کیا کروں بورا لکھا مجھے بھولاتا ہے

پھر آہ بھر، کہیں، تھا ایک بادشاہ بڑا
گئی ہوں بھول ابھی تھا کچھ اچھا نام اوس کا
مرے ہے دل موں پر اس دم زباں پہ نہیں آتا
جیتا میں یاد کروں ہوں کہا نہ جاتا ہے

تھا بادشاہ بڑا اور بڑا تھا عالی مقام
زمانہ چاکر و گردوں غلام و بخت بکام
تھا اپنے ملک میں بیٹھا نہ تھا کچھ سیتی کام
دُو اوس کے بیری کہے، ہم کوں یہ نہ بھاتا ہے

۱۔ اصل: ننید۔

۲۔ اصل: سووں گی۔ "سوؤں گی" قیاسی تصحیح۔

۳۔ پرؔ (ہندی) دوسرا، غیر۔ پر بیتی: جو دوسروں پر بیتی ہو (آپ بیتی کا ضد)

تھا ملکِ شام میں ایک مدّعی بڑا اوس کا
جفا سے اپنی دُوا اوس پیچھے ہاتھ دھو کے پڑا
سبھوں سے اوس نے یہ لکھوایا اوس کوں کر کے دغا
ہمیں ہمارا یہ سردار اب سہاتا[2] ہے

اگر تم آؤ تو ہم تم کوں دیویں اب بیعت
کریں تمہاری اطاعت سبھی بجان منّت
[۲۵۶ الف] /وگرنہ آؤ ہماری رہے گی اب حجّت
بروزِ حشر یہ دعوا[1] ہمیں سوہاتا ہے

وُہ نامے پہونچے جب اوس شاہ کوں ہاں یہ مضموں
کیا وہ خیمہ شتابی بدامنِ ہاموں[3]
وہ چرخ مار کے[4] شادی سے تب کہا گردوں
شتاب جاؤ کہ پیکِ اجل بولاتا ہے

سُن اے بلالوں سکینہ پھر آخر ہوتا کیا
جدھاں کہ کوچ بہ کوچ اوس طرف[5] وُو شاہ چلا
نہ گزرے تھے کئی دن جو قریب جا پہونچا
سو تے وُو بیری کہ وہ بادشاہ آتا ہے

۱۔ دعوا = دعویٰ۔

۲۔ سہانا: بھانا، پسند آنا۔

۳۔ ہاموں (فارسی)، میدان، بیاباں، جنگل، صحرا۔ اُردو شعرا کے یہاں بھی یہ لفظ مستعمل ہے۔ خواجہ وزیر لکھتے ہیں:

میں وہ مجنوں ہوں نہ اس سے طے مرا ہاموں ہوا — پھرتے پھرتے صاف شکل آبلہ گردوں ہوا

۴۔ چرخ مارنا: ناچنا، یہ فارسی ترکیب چرخ زدن کا ترجمہ ہے۔

۵۔ یعنی جدھر کو منزل بمنزل وہ شاہ چلا۔

بڑھا اپنے شہر سے ایک بن میں اوس کے آڑ کے
نہ وہ بولا نا، نہ وہ نامے سر لبر کرے
مروّت اور حیا تج لڑائی پیش کیے
کہے، پھندے موں پھنسا اب کہاں تو جاتا ہے
سب اوس کے خویش و رفیقوں کوں اوس اگے لاے
جوان پوت کیے ذبح اوس کے وہاں سالے
رہا نہ کوئی جب اوس کا، تب اوس کوں للکارے
کہے مزا توں اپس آڑنے کا پاتا ہے
ایدھر وو بھائیوں کی لوتھوں کوں اوٹھاتا تھا
ایدھر وو گود موں بیٹوں کی لوتھیں لاتا تھا
اودھر ہر ایک عدو اوس کتیں[1] بولاتا تھا
کہے تھا، آتا نہیں ہم سے جیو چھپاتا ہے
/ ایدھر تڑپتا تھا داماد اوس کا ٹکڑے ہو
[۲۰۰ ب] اوٹھا اوسے گیا لینے تڑپتے بیٹے کو
اودھر[2] کہے تھے اوسے اوس کے مدعی، بیرو
موؤں پہ اپنے دکھو کیسا تلملاتا ہے
اکیلا، بیکس و بے یار و بے رفیق وو شاہ
پڑا پھرے تھا ہزاروں میں، کوئی نہ تھا ہمراہ
کہو اتنا کھینچی جو کلثوم دردِ دل سے آہ
کہانی والا کہے ہاے مارا جاتا ہے
کلیجا موںہہ کوں اولٹ آیا جو رش کھایا لہو

۱۔ کے تئیں۔

۲۔ اصل میں: اودر دہر۔

دُور وتے روتے لگی ہچکی گر پڑی یکسو
بجھا اوس حال کوں زینب نے اپنے پیو آنسو
کبھی یہ رونا پھر ہٹ مین بچی کوں لاتا ہے
پوکاری بس کرو بہیں لگ کہانی کوں رکھو
اب آیئے ، بیبی کتئیں ہند باقی کل کہیو
میں اب ہے لوری سولاؤں گی اپنی پیاری کو
بُلالوں سُو تیرے سونے کا وقت جاتا ہے
سُو مری پیاری کہ جوں بخت ہمارے اب سوئے
سُو میری پیاری کہ ہم ہاتھ زیست سے دھوئے
سُو مری پیاری کہ آس اور امید ہم کھوئے
توں سُو ہمیں تو یہ لکھا بورا جگاتا ہے
سُو میری پیاری کہ کوئی دم غنیمت ہے سونا
سُو میری پیاری کہ نت جاگنا ہے اور رونا
/ سُو میری پیاری کہ اب ہو چکا ، جو ہتا ہونا [۲۵ الف]
سہینگے اور بھی جو کچھ فلک سہاتا ہے
سُو میری پیاری کہ اب بختوں کا لکھا پائے
سُو میری پیاری کہ وارث بن ہے کہلائے
سُو میری پیاری بورے بخت لوٹنے آئے
ہمارے سر جو پڑیگا ، سو سب سہاتا ہے
جوں بارے ایسے دوکھوں سے بچی کی آنکھ لگی
تو دُو نہیں خواب میں وہ اپنے باپ کوں دیکھی

۱- اصل میں : پیار .

کہے ہے گود لے، مجھ پاس توں نہیں آتی
شتاب آ مجھے تجھ بن نہ چین آتا ہے

یہ دیکھ نہایت خوشی سے چونکی، اور باپ کو نہ دیکھ پوچھی: "بابا ابھی آیا تھا، کیا ہوا؟ ابھی میں گود میں تھی، اور ابھی وہ مجھے لیے کھڑا تھا. سچ کہو کہ بابا میرا کہاں گیا؟"

تتمۂ مرثیہ

ابھی میں باپ کی گود میں تھی، ارے لوگو
ابھی وہ گود لیے بیٹھا تھا مجھے خوش ہو
ابھی بولاتا تھا اپنے کنے[1] پھوپھی مجھ کو
ابھی کہاں گیا بابا کیوں مونہہ چھپاتا ہے
ابھی دکھائی دیا تھا مجھے مرا بابا
ابھی کھڑا تھا مرے پاس وہ پدر میرا
/ابھی لیوے تھا مرے بوسے میرے پاس کھڑا [۲۸ ب]
ابھی وہ بابا گیا چھپ مجھے رولاتا ہے
ابھی یہیں تھا ابھی تھا یہیں ابھی تھا یہیں
ابھی یہاں سے گیا چھپ وو میرا باپ کہیں
یہ سُن کے بیبیاں حیرت زدہ تمام رہیں
کہیں یہ کیا ہوا! کیا بخت ہدیہ لاتا ہے[2]

پھوپھیاں جیسا کہ پھسلاتیں تھیں، وہ بچی مچلے جاتی تھی، اور رو رو، کہتی تھی: "میرے باپ کوں لاؤ، یا مجھے اوس پاس لے جاؤ؟"

اب مجھے تاب نہیں جدائی کی   اور نہ طاقت ہے صبر کی اس دم

---

۱. کنے (ہندی): پاس، نزدیک۔ اب متروک ہے۔

۲. لغات میں ہدیہ لانا نہ ملا۔

اہلِ بیت سے بے اختیار فریاد اوٹھی، اور شورِ وا ویلا [ہ]، وا مصیبتاہ بلند ہوا۔ یزید پلید نیند سے چونک، پوچھا: "یہ کیا شور ہے؟ اور کہاں ہے؟"

تھے جو کیدار جو حاضر ڈو کانپ بید مثال
کہے کہ بندیوں[۱] میں ہو رہا یہ قیل و قال
پدر کوں خواب میں دیکھی ہے اک بچی بیحال
سو ہٹ کرے ہے یہ غل ہے یہ شور آتا ہے

یزید سُن کے نہایت غضب میں آ، بولا
وہ خواب ناز سے بدخواب انھوں نے مجھ کوں کیا
/ یہ باز آتے نہ اب لگ نہ ڈر ہے ان کوں مرا [۲۵۸ الف]
غرور اُن کا نہ گھٹتا، نہ کوئی گھٹتا ہے

مگر یہ ڈرتے نہیں ہیں ز قہرِ سلطانی
نہ جانوں جانے یہ کیا اپنے دل موں نادانی
میں رحم کر کے دیوں ہوں جیتی انا کانی[۲]
یہ باز آتے نہ میرا غضب ہی کھاتا ہے

ابھی جو حکم کروں ہوں تو بیٹھ کر جلّاد
سبھوں کے تن سیتی سر سب کے کرتا ہے آزاد
خلل کیے ہیں میری نیند بیچ، کر فریاد
اد چٹ گئی ہے میری نید: غصہ آتا ہے

بہت سا کھائے کے طیش اور بہت سا جھونجھلا کر
کہا کہ اوس کنے لے جاؤ اوس کے باپ کا سر

۱۔ بندی: اسیر، گرفتار۔

۲۔ انا کانی دینا: چشم پوشی، انا کانی دینا، تغافل کرنا، جان بوجھ کے ٹال جانا۔ ظفر لکھتے ہیں:

دل میں کیا ہے کیا نہیں پر کان سے غیروں کا ذکر ۔۔۔ سُن کے اس نے، اے ظفر کچھ انا کانی سے تو دی

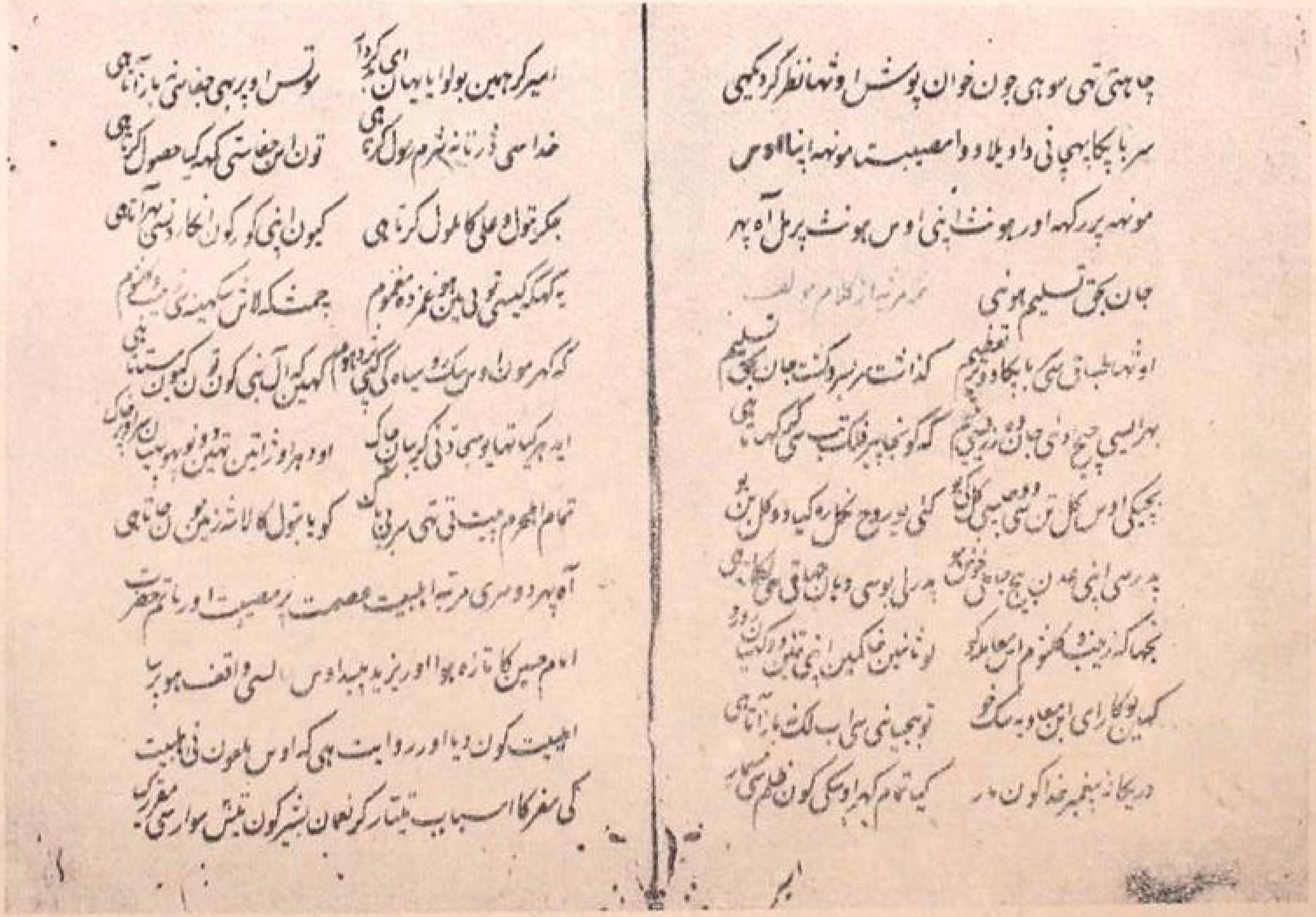

چاہتی تھی سو ہی جون خوان پوش اوٹھا نظر کر دیکھی
سر با پکا بھی نی داویلا و وامصیبتا مونہہ اپنا اوس
مونہہ پر رکھہ اور ہونٹ اپنی اوس ہونٹ پر مل آہ بھر
جان بحق تسلیم ہوئی

[illegible]

آہ پھر دوسری مرتبہ اہلبیت عصمت پر مصیبت اور ماتم حضرت
امام حسین کا تازہ ہوا اور یزید پلید اوس [illegible]
اہلبیت کون دیا اور روایت ہی کہ اوس ملعون نی اہلبیت
کی سفر کا اسباب تیار کر نعمان بشیر کون تیس سوار سی [illegible]

کہ چین آوے اوسے پھر کرے نہ یادِ پدر

وگرنہ بحرِ غضب میرا جوش کھاتا ہے

ملعون، اوس ملعون کے حکم بموجب سرِ امامِ مظلوم کا روپے[1] کے طباق میں رکھ، اور خوان پوش زربفت سندسی[2] ڈال، اہلِ بیت پاس لے جا، کہے: "حکم ہے کہ اس کے باپ کا سر اسے دکھلاؤ، اور چپ کرواؤ۔" جوں وہ طبق سکینہ آگے رکھے، پوچھی کہ کیا ہے۔ لعین کہے: "جو/ چاہتی تھی، سو ہے۔" جوں خوان [۲۵۸ ب] پوش اوٹھا، نظر کر دیکھی، سر باپ کا پہچانی۔ وا ویلاہ وا مصیبتا! مونہہ اپنا اوس مونہہ پر رکھ، اور ہونٹ اپنے اوس ہونٹ پر مل، آہ بھر، جان بحق تسلیم ہوئی۔

تمہ مرثیہ از کلام مؤلف

اوٹھا طباق سے سر باپ کا وُو پُر تعظیم

گذاشت سر بسر و گشت جاں بحق تسلیم

پھر ایسی چیخ دی جان وہ زری سی یتیم

کہ گونجا پیرِ فلک، تب سے کر[3] کہاتا ہے

بچی کے اوس گلِ تن سے وُو جیسے گل کی بو

گئی یو روح نکل رہ گیا وُو گل بِن بُو

پدر سے اپنے عدن بیچ جا ملی خوش ہو

پدر لے بوسے وہاں چھاتی سے لگاتا ہے

کبھا کے زینب و کلثوم اس معاملے کو

لوٹائیں خاک میں اپنے تئیں دو کھیاں رو رو د(؟)

۱۔ روپا: (ہندی)، چاندی۔

۲۔ سندس: ایک قسم کی بیش قیمت دیبا۔

۳۔ کرٗ: بہرا۔

کہیں پوکار لے ابنِ معاویہ سگ خو
تو بیحیائی سے اب لگ نہ باز آتا ہے
دُرِ یگانۂ پیغمبرِ خدا کوں مار
کیا تمام گھر اوس کے کوں ظلم سے مسمار
/ اسیر کر ہمیں بولوایا یہاں، اے بد کردار [۲۵۹ الف]
سو لتس اوپر بھی جفا سے نہ باز آتا ہے
خدا سے ڈرتا نہ شرم رسول کرتا ہے
توں اس جفا ستی، کہ کیا حصول کرتا ہے
جگر بتول و علی کا ملول کرتا ہے
کیوں اپنی گور کوں انگاروں سے بھراتا ہے
یہ کہہ کہ کیسی تولی ہیں ہو غمزدہ مغموم؟
چمٹ کے لاش سکینہ سے زینب و کلثوم
کہ گھر موں اوس سگِ رو سیاہ کے گئی پڑ دھوم
کہیں کہ آل نبی کوں توں کیوں ستاتا ہے
ایدھر کیا تھا یو سجاد نے گریباں چاک
اودھر اوڑاتیں تھیں دو نو پھوپھیاں سر اوپر خاک
تمام اہلِ حرم پیٹتے تھے سر بیباک
گویا بتول کا لاشہ زمیں موں جاتا ہے

آہ، پھر دوسری مرتبہ اہلِ بیتِ عصمت پر مصیبت اور ماتم حضرت امام حسین کا تازہ ہوا، اور یزید پلید اوس حال سے واقف ہو، پرسہ اہل بیت کوں دیا۔

اور روایت ہے کہ اوس نے اہلِ بیت کے سفر کا اسباب تیار کر، نعمان [بن] بشیر کوں

حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیے

تیس سوار سے مقرر کیا کہ خدمتِ اہلِ بیت میں حاضر رہے۔ اور محافے بازینت بنوا، پوشاک [۵۹ ب]
بہت دی۔ اور بہت سے پیسے[۱] خرجِ راہ لیے حاضر کر، کہا "یہ عوض اوس کا جو جناب تمہاری
میں مجھ سے بے ادبی واقع ہوئی"۔ ام کلثوم کہیں: "اے یزید، توں نپٹ[۲] بیحیا واقع ہوا ہے۔ فرزندِ
رسولِ خدا کوں اور ہمارے بھائیوں، بھتیجوں کوں مار، یہ عوض دیتا ہے[۳]۔ قسم خدا کی کہ تمام جہان
اون کے ایک مُو کے عوض نہیں ہو سکتا"۔

روایت ہے کہ وقتِ رخصت حضرت زین العابدین کوں بولا، لوگوں کے سونانے کوں کہا: "اے
زین العابدین، قسم خدا کی کہ میں حسین کے مارنے پر راضی نہ تھا۔ لعنتِ خدا ابن زیاد ملعون پر کہ
اون نے تیرے باپ کوں مارا۔ اور اب توں کہیں نہ جا، مجھ پاس رہ؛ جو کچھ کہیگا، سو بجالاؤنگا۔
حضرت فرمائے: "بہتر ہے کہ اپنے دادا کے روضے پر عمر اپنی صرف کروں اور عبادت حق تعالیٰ [۶۰ الف]
میں مشغول رہوں"۔ پھر ملعون کہا: "بھلا، لیکن نامے اور پیغام اپنے سے مجھے محروم نہ رکھیو؛
اور جو احتیاج و مطلب ہوئے، سو لکھیو کہ یہاں سے سرانجام کر بھیجوں"۔ پھر نعمان بشیر

(حاشیہ متعلقہ صفحہ گذشتہ) ۱۔ روضۃ الشہدا: ۳۱۱۔ فضلی نے یہاں روایت کو بہت مختصر کر دیا ہے۔
روضہ میں ام کلثوم کی زادِ راہ کی واپسی کا کوئی ذکر نہیں۔ "یزید اسبابِ سفرِ اہلِ بیت ساختہ ہمہ را جامہ داد
و زادِ راہ چنانچہ لائق باشد، تعیین نمود"۔ ہاں اس کا تفصیل سے ذکر ہے کہ نعمان بن بشیر کی خدمت گذاری کا
خیال کر کے کچھ زیور وغیرہ انھیں بھجوایا اور عذر خواہی کی: "ایں بعضے از جزائے خدمت تست در دنیا و باقی
پاداشِ مصاحبتِ تو در قیامت بتو خواہیم رسانید"۔ لیکن نعمان نے مطلق کوئی چیز قبول نہ کی اور کہا: "رعایتِ
حرمتِ شما ... برائے خوشنودی جدِّ بزرگوارِ شما کردم و بحمد اللہ کہ خدمتِ من قبولِ اہلِ بیتِ نبی افتاد"۔

۱۔ اصل میں پیسے۔

۲۔ نپٹ: بالکل، سراسر، پوری طرح سے۔

۳۔ لیکن خود شیعی علماء کے قول کے مطابق امام زین العابدین نے یزید کی پیشکش دو سو دینار کی قبول کی، لیکن اسے فقراء و مساکین میں تقسیم کر دیا (اللہوف: ۸۸)

کوں تاکید کی کہ حضرت کوں نگہبانی سے پہونچائیو، اور خدمت میں قصور نہ کیجیو، تاکہ میں تجھ سے راضی رہوں۔ یہ باتیں کہہ، حضرت کوں رخصت کیا۔

تب حضرت سرِ مبارک سیّد الشہدا کوں سب سروں سمیت لے چلے، اور تیرہ تیزی[1] کی بیسویں تاریخ کہ وہ دن حضرت کے چہلم کا تھا، کربلا میں پہونچے، اور اپنے باپ بزرگوار کے سر کوں بدن سے لگا، زمین میں سونپے[2] اور سب اہلِ بیت اطہر ماتم شروع کر، کہے۔ من کلام مؤلف:

[۲۶۱ ب]

/ چالیس دن کے بعد تیرا سر بدن سیتی
ہے ہے حسین، آج ملا زخمی تن سیتی
جلتا رہا یو دھوپ میں اور خاک میں پڑا
محروم لتس اوپر رہا گور و کفن سیتی

پھر اصغر معصوم کوں باپ ساتھ رکھے، اور حضرت علی اکبر کوں باپ کی پائینتیں[3] دھرے، اور سب سروں کوں ملا، گنجِ شہیداں کیے[4]۔

پھر حضرت عباس کوں لبِ فرات پر جہاں کہ شہید ہوئے تھے، رکھے، اور غلغلۂ ماتم و فغاں زمین سے عرشِ بریں کوں پہونچائے۔

آہ، واویلا، صد واویلا ۔ ماتم حسین علیہ السلام

اللّٰھم خص أنت أول ظالم ظلم حق محمد و آل محمد باللعن منی....الخ

۱۔ تیزی: عورتوں کی زبان میں: صفر کا مہینہ۔

۲۔ مؤرخ ابوالفدا لکھتا ہے: حضرت امام حسین کے سر میں اختلاف ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ مدینہ کو بھجوایا اور ان کی والدہ حضرت فاطمہ کی قبر کے پاس دفن کیا گیا، اور بعضے کہتے ہیں، باب فرادیس کے پاس دفن ہوا، اور کچھ کہتے ہیں کہ خلفائے مصر نے عسقلان سے قاہرہ کی طرف لے جاکر وہاں دفن کیا اور اس کے واسطے مشہد بنایا جو مشہور بنام مشہد حسین ہے۔ تاریخ ابوالفدا ترجمہ اردو، ۱: ۴۶۴)

۳۔ پائنتی یعنی سرہانے کی ضد۔

۴۔ اصل: کیے۔

فرہنگ

(عربی عبارتوں کی)

صفحہ	عربی عبارت	معنی
۱	لَم یَزَلی	جسے زوال نہیں.
۱	لولاک	اشارہ ہے حدیث قدسی کی طرف "لولاک لما خلقتُ الأفلاک" اگر آپ کی ذات نہ ہوتی، تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا.
۱	بشیر ونذیر	قرآن میں حضرت رسول کریمؐ کی صفات: خوشخبری دینے دینے والا (نیکوں کے نیک انجام کی)، اور ڈرانے والا (بروں کو ان کے بد انجام سے).
۲	کنت نبیًا والآدم	اشارہ ہے حدیث "کنتُ نبیًا وآدم بین الماء والطّین" کی طرف. میں اس وقت بھی نبی تھا، جب آدم ابھی پانی اور مٹی کے درمیان تھے، یعنی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے: مراد ابتدائے آفرینش سے ہے.
۲	قَابَ قَوْسَیْنِ	(نجم ۵۳: ۹) فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ. معراج کے ذکر میں ہے: "وہ (یعنی حضرت رسول کریمؐ اللہ تعالیٰ سے) دو کمان بلکہ اس سے بھی کم فاصلے پر تھے.

۲	یٰسٓ ....طٰہٰ	قرآن کی دو سورتیں: یٰسٓ اور طٰہٰ ۔ دونوں میں رسول کریمؐ کی مدح ہے ۔
۲	اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً	آیت: سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی ... الخ (سورۃ الاسراء ۱۷:۱) پاک ہے وہ ذات (اللہ تعالیٰ کی) جو لے گئی اپنے بندے (محمد رسول اللہؐ) کو ایک رات میں مسجدِ حرام (مکہ) سے مسجد اقصیٰ (یروشلم)
۳	قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ	آیت: قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا ... الخ ۔ یہ ٹکڑا متعدد جگہ ملتا ہے ۔ معنی ہیں: کہو کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان گواہی کے لیے کافی ہے ۔
۳	اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ	آیت: اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ (الاحزاب ۳۳: ۳۳) اے (رسول کے) اہل بیت، اللہ چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح) کی گندگی دور کرے ۔ (اسی لیے یہ آیت تطہیر کہلاتی ہے)
۳	وَسَقٰی رَبُّھُمْ شَرَاب طَھُوْر	آیت: وَسَقٰھُمْ رَبُّھُمْ شَرَابًا طَھُوْرًا (الانسان ۷۶: ۲۱) اور ان (جنتیوں) کو ان کے پروردگار نے پاک شراب پلائی ۔
۳	نادِ علی	ان تینوں شعروں میں ایک دعا کی طرف تلمیح ہے اور اسی کے ٹکڑے یہاں نظم ہوئے ہیں ۔ دعا ہے: نَادِ عَلِیًّا مَظْھَرَ الْعَجَائِبِ تَجِدْہُ عَوْنًا لَکَ فِی النَّوَائِبِ کُلُّ ھَمٍّ وَغَمٍّ سَیَنْجَلِیْ بِوَلَایَتِکَ یَا عَلِیُّ یَا عَلِیُّ یَا عَلِیُّ ۔ یعنی علیؓ، عجیب باتوں کے مظہر، کو پکارو ۔ تم انھیں مصیبتوں میں مددگار پاؤگے ۔ اے علی، اے علی، اے علی سب رنج و غم آپ کی مدد

سے دور ہو جائیں گے۔ (شروع کے الفاظ کے باعث یہ دعا "نادِ علی" کہلاتی ہے۔)

۲ وصیِ نبی — کہا جاتا ہے کہ حضرت رسول کریمؐ نے حضرت علیؑ کے حق میں وصیت کی تھی۔

۳ أنت منی بمنزل ھارون — اشارہ ہے حدیث "أنت منّی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ" کی طرف کہ جس طرح حضرت ہارون اپنے بڑے بھائی حضرت موسیٰ کے معین و مددگار تھے اسی طرح اے علی، تم میرے بھائی اور معاون ہو (لیکن نبی نہیں)

۴ وال من والاہ، عاد من عاداہ — ایک حدیث کے ٹکڑے ہیں۔ حضرت رسول کریمؐ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ، محبت کر اس سے جس نے اس سے (یعنی علی سے) محبت کی؛ اور دشمنی رکھ اس سے جس نے اس سے دشمنی کی۔

۴ أنا مدینۃ العلم و علیّ بابھا — یہ بھی حدیث ہے۔ یعنی میں علم کا شہر (یعنی خزانہ) ہوں اور علی اس (میں داخل ہونے) کا دروازہ ہیں۔

۴ أنا میزان الحکمۃ و علیّ لسانھا — حدیث ہے۔ میں حکمت کی ترازو ہوں اور علی اس کا کانٹا۔

۴ بضعۃ منّی — ایک حدیث کا ٹکڑا ہے۔ حضرت رسول کریمؐ نے حضرت فاطمہؓ سے متعلق فرمایا کہ یہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔

۴ مَن أذاھا فقد أذانی ومَن أذانی فقد أذا اللہ — جس نے اسے (یعنی فاطمہؓ کو) ایذا پہنچائی اس نے گویا مجھے ایذا پہنچائی، اور جس نے مجھے ایذا پہنچائی اس نے خدا کو تکلیف پہنچائی (حدیث)

۷ من بکا علی الحسین — اشارہ ہے اس قول کی طرف جو حضرت رسول اللہؐ سے منسوب ہے من بکا علی حسین أو تباکا وجبت علیہ الجنۃ: جو شخص حسین کے لیے خود رویا یا اس نے رونے کی شکل بنائی، وہ جنت کا حقدار ہو گیا۔

۸	اُدْخُلُوا الْجَنَّۃَ	تم سب جنت میں داخل ہو جاؤ۔ یہ قرآن میں دو جگہ آیا ہے (۱) الاعراف ۷ : ۴۹؛ (۲) الزخرف ۴۳ : ۷۰۔ ممکن ہے انھیں کی طرف اشارہ ہو۔
۹	قائم منتظر امام بحق	شیعی عقیدہ یہ ہے کہ بارھویں امام حضرت مہدی تشریف لائے اور پھر غائب ہو گئے۔ اور آخری ایام میں پھر تشریف لائیں گے۔ اسی لیے انھیں امام منتظر بھی کہتے ہیں۔ لیکن جب تک وہ آئیں، ان کی امامت قائم ہے اور وہ امام برحق بھی ہیں۔
۹	حجۃ اللہ	اللہ کی برہان۔
۹	عِندَنا وَحُسْنَ مَآب	آیت: وَاِنَّ لَہٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰی وَحُسْنَ مَآب (ص ۳۸ : ۴۰)، یعنی اس کے لیے ہمارے پاس مرتبہ ہے اور اچھا ٹھکانا۔
۹	صاحب العصر	امام زمانہ، امام قائم یعنی حضرت امام مہدی۔
۱۲	تمت الفاتحہ بعون اللہ ...... عترتہ المغموم	فاتحہ ختم ہوا مالک اور عطا کرنے والے اللہ کی مدد سے، اسی کی طرف ہمارا لوٹنا ہے اور انجام۔ اور صلوٰۃ اور سلام ہو (امام) حسین مظلوم اور ان کی غم رسیدہ اولاد پر۔
۱۳	چشمۂ فیض ...... کاالکوثر	اشارہ ہے قرآن کی سورۃ الکوثر (۱۰۸) کی طرف۔ جس کی پہلی آیت ہے: اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ۔ ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا ہے۔
۱۳	اَوْ اَدْنٰی	آیت: "قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی" (۵۳ : ۹) کی طرف اشارہ ہے۔
۱۳	ردّ شمس	حضرت رسول کریمؐ آرام فرما رہے تھے کہ سورج غروب ہونے لگا۔ اس طرح آپ کی نمازِ عصر قضا ہو جاتی۔ آپ کے دعا کرنے پر پھر سورج ظاہر ہو گیا اور آپ نے نماز ادا کر لی۔
۱۳	شقِّ قمر	یہ بھی حضور صلعم کے معجزوں میں سے ہے کہ آپ کے انگلی سے

		اشارہ کرنے پر چاند دو ٹکڑے ہو گیا (دیکھیے سورۃ القمر ۵۴)
۱۴	سورۂ توحید	اس سے قرآن کی سورۃ الاخلاص (۱۱۲) مراد ہے، جس میں توحیدِ خالص کا بیان ہے۔
۱۴	لا فتیٰ	اشارہ ہے اس قول کی طرف: "لا فتیٰ اِلّا علی، لا سیف اِلّا ذوالفقار" یعنی علی کے برابر کوئی جوان نہیں اور (علی کی تلوار) ذوالفقار کے برابر کوئی اور تلوار نہیں۔
۲۰	لا اُحصی ثناء علیک	میں تیری ثنا کی طاقت نہیں رکھتا (حدیث)
۲۰	اَنت کما اَثنیت علی نفسک	حدیث: "(اے خدا) تو ویسا ہی ہے، جیسا کہ تو نے اپنے آپ کو بیان فرمایا" (ہم اس پر اضافہ کرنے سے قاصر ہیں)
۲۰	اِذَا اَصَابَتْهُمْ ..... رَاجِعُوْنَ	(البقرہ ۲: ۱۵۶) جب ان پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو وہ کہتے ہیں: ہم اللہ ہی کے ہیں اور بالآخر اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔
۲۰	اُولٰئِکَ عَلَیْهِمْ ... المهتدون	(البقرہ ۲: ۱۵۷) یہی وہ لوگ ہیں، جن پر ان کے پروردگار کی عنایتیں ہیں اور مہربانی اور وہ ہدایت یافتہ ہیں
۲۱	یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ	(المائدہ ۵: ۵۴) (اللہ تعالیٰ) ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں۔
۲۱	وَکَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا	(النساء ۴: ۹۶) اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا، مہربان ہے۔
۲۱	وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ	وہ ایک ہے، کوئی اس کا شریک نہیں۔
۲۱	لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ	(الاخلاص ۱۱۲: ۳) نہ وہ کسی سے پیدا ہوا، نہ کوئی اس سے پیدا ہوا۔
۲۱	صَمَدٌ	(الاخلاص ۱۱۲: ۲) جسے کسی کی احتیاج نہ ہو۔
۲۱	لَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ	(الاخلاص ۱۱۲: ۴) جس کی برابری کا کوئی نہیں۔
۲۱	اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ	(طٰہٰ ۲۰: ۵۰) اللہ تعالیٰ نے ہر ایک چیز کو (اس کی صلاحیت کے مطابق) وجود بخشا۔

۲۱	لَقَدْ خَلَقْنَا.... تَقْوِیْمٍ	(والتین ۹۵:۴) ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہے۔
۲۱	لَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ	(الاسراء ۱۷:۷۰) ہم نے اولادِ آدم کو سرافراز کیا۔
۲۱	وَفَضَّلْنٰھُمْ.... خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا۔	(الاسراء ۱۷:۷۰) اور ہم نے ان کو اپنی مخلوق میں سے اکثر پر فضیلت بخشی۔
۲۱	اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ	(البقرہ ۲:۳۰) میں اس (بات) کا علم رکھتا ہوں جسے تم نہیں جانتے۔
۲۱	اَتَجْعَلُ فِیْھَا.... الدِّمَآءَ	(البقرہ ۲:۳۰) کیا تو دنیا میں اس شخص کو خلیفہ بنائے گا، جو وہاں فساد برپا کرے گا اور خونریزی کرے گا۔
۲۱	وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا	(البقرہ ۲:۳۱) اور خدا نے آدم کو تمام (اشیا کے) نام (اور خواص) سکھائے۔
۲۱	نَحْنُ نُسَبِّحُ.... لَکَ	(البقرہ ۲:۳۰) ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح کرتے اور تیری تقدیس کرتے ہیں۔
۲۲	سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا	(البقرہ ۲:۳۲) پاک ہے تیری ذات، ہمیں تو کچھ علم نہیں اس کے سوائے جو تو نے ہمیں سکھایا۔
۲۲	اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ	(الفاتحہ ۱:۵) ہم تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔
۲۲	وَاللّٰہُ یُؤَیِّدُ بِنَصْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ	(آل عمران ۳:۱۳) اللہ تعالیٰ اپنی مدد سے جس کی چاہتا ہے، تائید کرتا ہے۔
۲۲	وَیَنْصُرَکَ اللّٰہُ نَصْرًا عَزِیْزًا	(الفتح ۴۸:۳) اور اللہ تعالیٰ زبردست امداد دے آپ کی نصرت کرے۔
۲۲	تُؤْتِی الْمُلْکَ.... قَدِیْرٌ	(آل عمران ۳:۲۶) تو جسے چاہتا ہے، سلطنت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے، سلطنت چھین لیتا ہے؛ اور جسے چاہے عزت دے دے اور جسے چاہے ذلیل کر دے۔ سب بھلائی تیرے اختیار میں ہے اور بیشک تو ہر بات پر قادر ہے (متن کتاب

میں محمودا و متنزل من تشاء" غالباً کاتب کی غلطی سے لکھنے سے رہ گیا ہے)

۲۲ تمت التوحید بعون اللہ الملک الوحید — توحید کا بیان ختم ہوا اللہ کی مدد سے، جو سب کا، تنہا مالک ہے

۲۳ إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَ مُبَشِّرًا وَ نَذِيرًا — (الفتح ۴۸:۸) (الاحزاب ۳۳:۴۵) ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

۲۳-۲۴ عَسٰى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا — (الاسراء ۱۷:۷۹) امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں جگہ دے گا۔

۲۴ ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ — (التکویر ۸۱:۲۰) قوت والا ہے۔ عرش کے مالک کے نزدیک ذی رتبہ ہے۔ وہاں اس کا کہا مانا جاتا ہے اور وہ امانت دار ہے۔

۲۴ إِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ — (القلم ۶۸:۴) بیشک آپ اخلاقِ حسنہ کے اعلیٰ پیمانے پر ہیں۔

۲۴ فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ — (یوسف ۱۲:۷۶) تمام علم والوں سے بڑھ کر ایک بڑا علم والا ہے۔

۲۴ مَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى — (الانفال ۸:۱۷) آپ نے جب کنکریاں پھینکیں، تو آپ نے نہیں پھینکیں بلکہ اللہ نے پھینکیں۔

۲۴ إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ — (الاحزاب ۳۳:۵۶) اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔

۲۴ السراج المنیر والدرۃ البیضاء — روشن چراغ اور چمکدار موتی۔

۲۴ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا — (الفتح ۴۸:۱) بیشک ہم نے آپ کو ایک کھلی فتح دی۔

۲۴ رَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا — (المائدہ ۵:۳) اور میں نے آپ کے لیے اسلام دین (کی حیثیت سے) پسند کیا۔

۲۴ لَمْ تَرَوْهَا — (التوبہ ۹:۲۶) وانزل جنودا لم تروھا (اور مدد کے لیے ایسے لشکر نازل فرمائے جنھیں تم نے نہیں دیکھا) غلطی سے لم تروھا لکھا ہے

۲۵	تمت نعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	ختم ہوئی نعت رسول کی اللہ کی صلوات ہو ان پر اور ان کی آل پر اور سلامتی ۔
۲۶	قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا	(الرعد ۱۳: ۴۳، الاسراء ۱۷: ۹۶) کہو (اللہ ہمارے درمیان فیصلہ کرنے کو) کافی ہے ۔
۲۶	اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ ...... یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ	(المائدہ ۵: ۵۵) تمہارے رفیق اللہ اور اس کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو ایمان لائے، جو نمازوں پر قائم ہیں اور زکات ادا کرتے ہیں ۔
۲۶	اِنَّ الذین آمنوا وعملوا الصالحات	جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے (کہف ۱۸: ۱۰۷)
۲۶	من کنتُ مولاہ فعلیٌ مولاہ	جس کا میں مولا تھا، علی (بھی) اس کے مولا ہیں ۔
۲۶	اللّٰھم والِ من والاہ وعاد من عاداہ ۔	اے خدا مدد کر اس کی جو اس کا مددگار ہے اور دشمنی کر اس سے جو اس کا دشمن ہے ۔
۲۶	وَمِنَ النَّاسِ .... مَرْضَاتِ اللّٰہِ ۔	(البقرہ ۲: ۲۰۷) اور لوگوں میں سے وہ بھی ہے جو اللہ کی رضا جوئی کے لیے اپنی جان تک دے دیتا ہے ۔
۲۶-۲۷	اَجَعَلْتُمْ سِقَایَۃَ الْحَاجِّ .... فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۔	(التوبہ ۹: ۱۹) کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کے آباد کرنے کو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لانے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے برابر خیال کر لیا ہے ؟
۲۷	وَاِذَا رَاَیْتَ [ثَمَّ رَاَیْتَ] نَعِیْمًا وَّ مُلْکًا کَبِیْرًا ۔	(الانسان ۷۶: ۲۰) اور جب تو اس جگہ کو دیکھے تو تجھ کو نعمت اور بڑی سلطنت دکھائی دے ۔
۲۷	وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا	(الانسان ۷۶: ۸) اور اللہ کی محبت میں محتاجوں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں ۔
۲۷	قُلْ لَّا اَسْئَلُکُمْ .... فِی الْقُرْبٰی	(الشوریٰ ۴۲: ۲۳) ان سے کہیے کہ میں اس کے بدلے میں اس کے سوا کچھ نہیں مانگتا کہ میرے رشتہ داروں سے محبت کرو ۔
۲۷	اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَیْکُمْ نُوْرًا	ہم نے تمہاری طرف صاف کھلا نور بھیجا (قرآن میں اَرسلنا

	مُبِینًا	کی جگہ "انزلنا" ہے: ۴: ۱۷۴)
۲۷	اِنِّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا	(البقرہ ۲: ۱۲۴) میں تمہیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔
۲۸	رَفَعْنَاہُ مَکَانًا عَلِیًّا	(مریم ۱۹: ۵۷) ہم نے انھیں کمالات میں رتبے تک پہونچایا۔
۲۸	وَلَمْ نَجْعَلْ لَہٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا	(مریم ۱۹: ۷) اور ہم نے اس سے پہلے اس کا ہم نام نہیں بنایا۔
۲۸	أباتراب	حضرت علیؓ کا لقب۔
۲۸	و عندہ علم الکتاب	اور اسے کتاب کا علم حاصل ہے
۲۸	لوکشف الغطاء ما ازددت یقینا	اگر پردہ کھل بھی جائے، جب بھی میرا یقین (اس سے) زیادہ نہیں ہوگا۔
۲۸	نقاتل علی تاویل القرآن	ہم قرآن کی حقیقی تعلیم کے لیے جنگ کرتے ہیں۔
۲۸	امتحن اللہ قلبہ بالایمان	اللہ نے ایمان کے ذریعے ان کے دل کا امتحان لیا۔
۲۸	علیٌّ خیرالبشر ومن أبیٰ فقد کفر	علی بہترین انسان ہیں، اور جس نے انکار کیا، وہ گویا کافر ہوگیا۔
۲۸	لاتعد لاتحصیٰ	بے حد، بے حساب۔
۲۸	تمت المنقبت حضرت شاہ ولایت پناہ علیہ السلام	ختم ہوئی تعریف حضرت شاہ ولایت پناہ (علی) کی سلام ہو ان پر۔
۲۹	الفاطمۃ بضعۃ منی	(حدیث) فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔
۲۹	نَاقَۃَ اللّٰہِ وَسُقْیٰھَا	(الشمس ۹۱: ۱۳) اللہ کی اونٹنی اور اس کے پانی پینے کی باری سے خبردار رہو۔
۲۹	کنزاً مخفیا	اشارہ ہے حدیث قدسی کی طرف: کُنتُ کَنزاً مَخفِیاً فأَحبَبتُ أن أُعرَف: میں پوشیدہ خزانے کی طرح تھا؛ میں نے چاہا پہچانا جاؤں۔
۲۹	اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ نِدَآءً خَفِیًّا	(مریم ۱۹: ۳) جب اس نے اپنے رب کو پوشیدہ طور پر پکارا۔

۲۹	ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً	(الفجر ۸۹: ۲۸) اپنے رب کی طرف خوش خوش واپس آ۔ یہ خطاب ہے خدا کی طرف سے نفس مطمئنہ کو (یا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ)
۲۹	زهرة الرياض مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ	مبارک زیتون کے درخت کی کلی (قرآن، النور ۲۴: ۳۵ سے مستفاد)
۲۹	اللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ	(النور ۲۴: ۳۵) اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں کا نور ہے۔
۲۹	اَلْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ	(الکہف ۱۸: ۴۶؛ مریم ۱۹: ۷۷) باقی رہ جانے والی نیکیاں
۲۹	مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى	(النجم ۵۳: ۱۷) نگاہ نہ بھٹکی، اور نہ حد سے بڑھی۔
۲۹	سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی	(الاسراء ۱۷: ۱) سفرِ معراج کی طرف اشارہ ہے (اوپر گزر چکا ہے)
۲۹	نفطم شيعتها من النار	ہم ان کے گروہ کو جہنم سے چھٹکارا دیں گے۔
۲۹	جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ	بہشت کے باغ جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ (قرآن)
۳۰	صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهَا وَعَلٰى أَبِيهَا وَعَلٰى بَعْلِهَا وَبَنِيهَا	اللہ کی رحمت ہو اس پر اور اس کے باپ پر اور اس کے شوہر پر اور اس کے بیٹوں پر۔
۳۰	سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ	(الفتح ۴۸: ۲۹) ان کے منہ پر نشان ہیں سجدوں کے اثر سے۔
۳۰	معوذتین	قرآن کی دو سورتیں — سورۃ الفلق و سورۃ الناس (دونوں کے شروع میں لفظ اعوذ ہے)
۳۱	اللهم اني أحبهما	(حدیث) اے خدا، میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں
۳۱	يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ۔	(الرحمٰن ۵۵: ۲۲) ان دونوں (دریاؤں) سے موتی اور مونگا نکلتا ہے۔
۳۱	هَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ	(الصافات ۳۷: ۱۱۸) ہم نے انھیں (سیدھا) رستے کی ہدایت کی۔

۳۱	طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ	(البقرہ ۲: ۱۲۵) طواف اور اعتکاف کرنے والوں کیلیے میرا گھر پاک کرو
۳۱	آتَيْنَاهُمَا الْكِتَابَ الْمُسْتَبِينَ	(الصافات ۳۷: ۱۱۷) ہم نے انھیں واضح کتاب دی۔
۳۱	رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ	(البقرہ ۲: ۱۲۸) اے ہمارے پروردگار، ہمیں فرماں بردار بنا
۳۱	قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيمَا	(یونس ۱۰: ۸۹) تم دونوں کی دعا قبول ہوئی، پس تم دونوں ثابت قدم رہو۔
۳۱	لَا تَخَافَا إِنَّنِي مَعَكُمَا	(طٰہٰ ۲۰: ۴۶) تم دونوں نہ ڈرو، میں تمہارے ساتھ ہوں
۳۲	(قلب المومن بین الاصبعین من اصابع الرحمٰن	(مومن کا دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے)
۳۲	بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ	(المائدہ ۵: ۶۴) بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں
۳۲	إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ	(الصافات ۳۷: ۱۷۲) بے شک انھیں کو مدد دی جاتی ہے۔
۳۲	إِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ	(الصافات ۳۷: ۱۷۳) بے شک ہمارا لشکر ہی غالب رہتا ہے۔
۳۲	فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ عَلَىٰ سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ	(الصافات ۳۷: ۴۳، ۴۴) پُر نعمت باغوں میں تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے۔
۳۲	عِنْدَهُمْ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ عِينٌ	(الصافات ۳۷: ۴۸) ان کے پاس ہیں عورتیں نیچی نگاہ اور بڑی بڑی آنکھوں والی۔
۳۲	جَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا	(الانبیاء ۲۱: ۷۳) انھیں ہم نے پیشوا بنایا، وہ ہمارے حکم سے ہدایت دیتے ہیں۔
۳۲	وَالدَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ	(الاعلیٰ ۸۷: ۱۷) آخرت (کا گھر) بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے
۳۲	وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ	(النور ۲۴: ۵۵) تم میں سے جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور نیک اعمال کیے، خدا نے ان کو حاکم بنانے کا وعدہ کیا ہے۔
۳۲	وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ	خدا تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو (الحدید ۵۷: ۴)
۳۳	صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم وعلیٰ آبائہم اجمعین الیٰ یوم الدین	اللہ کی رحمت اور سلام ہو ان پر اور ان کے تمام آبا و اجداد پر روزِ قیامت تک۔

۴۲	أُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ	(البینہ ۹۸: ۷) وہ لوگ مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔
۴۳	اللهم هولاء ائمتي وسادتي وقادتي بهم أتولى ومن أعدائهم أتبرّاء	اے خدا، یہ سب میرے پیشوا اور سردار اور رہنما ہیں، میں ان سے محبت کرتا ہوں اور ان کے دشمنوں سے بے تعلق ہوں۔
۴۳	اللهم وال من والاهم وعاد من عاداهم وانصر من نصرهم واخذل من خذلهم والعن على من ظلمهم واهلك عدوهم من الجن والانس من الأولين و الآخرين	اے میرے خدا، محبت کر ان سے، جو ان سے محبت کریں، اور دشمنی کر ان سے جو ان کے دشمن ہوں، اور مدد کر ان کی جو ان کی مدد کریں، اور کنارہ کشی کر ان سے جو ان سے کنارہ کش ہوں، اور لعنت کر ان پر جو ان پر ظلم کریں، اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کر، خواہ وہ جنوں میں سے ہوں یا انسانوں میں سے، پہلوں میں سے ہوں یا پچھلوں میں سے۔
۴۳	اللهم زدنا محبتهم وارزقنا شفاعتهم واحشرنا معهم وفي زمرتهم تحت لوائهم بفضلك وجودك واحسانك ورحمتك يا أرحم الراحمين.	اے خدا ہمارے دلوں میں ان کی محبت بڑھا، اور ہمیں ان کی شفاعت نصیب کر، اور ہمارا حشر ان کے ساتھ کر، انھیں کی جماعت میں سے، انھیں کے جھنڈے کے نیچے۔ اپنے فضل اور کرم اور احسان اور رحمت کے صدقے، اے رحم کرنے والوں میں تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔
۴۳	تمت المناقب ائمة طاهرين صلواة الله وسلامهم أجمعين	ختم ہوئی تعریف پاک اماموں کی، اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ان سب پر۔
۴۴	وَهُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ	(آل عمران ۳: ۳۹) اور وہ کھڑے محراب میں نماز پڑھتے تھے۔
۴۴	يَذْكُرُوْنَ اللهَ قِيَامًا	(آل عمران ۳: ۱۹۱) وہ کھڑے ہو کر اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔
۴۴	وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ	(آل عمران ۳: ۴۶) (حضرت مسیح) گہوارے میں اور بڑے ہو کر بھی لوگوں سے باتیں کریں گے اور وہ نیکوں میں سے ہوں گے۔
۴۴	وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ	(آل عمران ۳: ۴۵) اس دنیا میں اور آخرت میں بھی معزز اور (خدا کے) مقربوں میں سے ہوں گے۔
۴۴	لَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	(آل عمران ۳: ۸۳) حق تعالیٰ کے سامنے سب سرافگندہ ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں۔

۲۴	طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ	خوشی سے اور بے اختیاری سے، اور سب خدا ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔
۲۴	اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ	(مجادلہ ۵۸ : ۲۲) وہی اللہ کا گروہ ہے۔ یاد رکھو، اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہوتا ہے۔
۲۴	اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا	(الملک ۶۷ : ۳۰) کہو تو کہ اگر تمہارا پانی (زمین کی) گہرائی میں (خشک ہو) جائے۔
۲۴	يملأ الأرض عدلاً بعد ما ملئت ظلماً وجوراً	(حدیث) وہ زمین کو انصاف سے پُر کر دیں گے، اس کے بعد کہ یہاں ظلم و ستم کا دَور دَورہ تھا۔
۲۴	صلوات الله الملك العلّام	بہت بڑے علم والے مالک خدا کی ان پر رحمت۔
۳۵	اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ	(النحل ۱۶ : ۹۰) خدا تمہیں عدل اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے۔
۳۵	المؤيد بتائيد الله المستعان	مدد کرنے والے خدا کی تائید پائے ہوئے۔
۳۵	المؤيد من السماء	آسمان سے تائید پائے ہوئے۔
۳۵	المظفر على الأعداء	دشمنوں پر فتح پائے ہوئے۔
۳۵	اللهم متع المسلمين بطول بقائه وحياته ضاعف ثواب جميل حسناته وارفع درجة أوليائه ودمر على أعدائه	خدا، ان کی درازئ عمر اور زندگی سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے اور ان کی خوبیوں اور نیکیوں کا ثواب دگنا کرے اور ان کے دوستوں کا درجہ بلند کرے اور ان کے دشمنوں کو برباد کرے!
۳۵	اللهم أمن بلده واحفظ ولده	خدا ان کے شہر میں امن رکھے اور ان کی اولاد کی حفاظت فرمائے!
۳۵	أيده المولى على أعدائه وشماتته	اور انھیں دشمنوں اور بدخواہوں کے مقابلے میں مدد دے!
۳۶	رب يسر عليه كل تعسر	اے خدا ان کی تمام مشکلوں کو آسان کر دے!
۳۷	سلمه الله الملك المنان	بہت احسان کرنے والا مالک خدا اسے سلامت رکھے! اگر

۳۷	شرف قدرہ وشرح صدرہ	مرتبہ بلند ہو اور اس کا سینہ کھلے!
۳۷	التقیۃ دینی و دین آبائی والتقیۃ جُنّۃ	تقیہ میرا دین ہے اور میرے باپ دادا کا دین ہے اور تقیہ ڈھال ہے۔
۳۸	من بکا علی الحسین او تباکا وجبت لہ الجنۃ	جو کوئی حسین پر روئے یا رونی شکل بنائے، وہ جنت کا حقدار ہوگیا۔
۳۸	السعی منی والاتمام من اللہ تعالیٰ۔	کوشش کرنا ہمارا فرض ہے اور اس کا پورا کرنا اللہ تعالیٰ پر ہے۔
۳۹	الدال علی الخیر کفاعلہ	(حدیث) نیکی کی راہ بتانے والا، (نیکی) کرنے والے کے برابر ہے۔
۳۹	لا تتحرک ذرۃ الا باذن اللہ	اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر ذرہ تک حرکت میں نہیں آتا۔
۴۱	وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی	(طٰہٰ ۲۰: ۴۷) سلامتی اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔
۴۱	کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا	(الرعد ۱۳: ۴۳ وغیرہا) اور اللہ تعالیٰ بطور گواہ کافی ہے
۴۱	لَعْنَۃَ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ	(آل عمران ۳: ۶۱) جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہو!
۴۱	اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ صلی اللہ علی سید المرسلین و آلہ الطاہرین الی یوم الدین	تعریف اس خدا کی جو سارے عالم کا رب ہے اور رحمت ہو خدا کی نبیوں کے سردار پر اور اس کی پاک اولاد پر روزِ حشر تک!
۴۱	رب یسر وتمم بالخیر وعلی اللہ توکلت فی جمیع اموری وھو حسبی ونعم الوکیل۔	اے خدا، (میرے کام کو) آسان کر دے اور اسے بخیر تمام کرا دے میں نے اپنے تمام کاموں میں خدا کو اپنا سہارا بنایا اور وہ میرے لیے کافی ہے۔
۴۲	وباللہ الموفق والتوفیق	اور توفیق، تو توفیق دینے والے اللہ کی ہے۔
۴۴	اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا	(الکہف ۱۸: ۴۶) مال اور اولاد دنیوی زندگی کی زینت ہیں۔

۴۳	اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ	(الانفال ۸: ۲۸) تمہارے اموال اور اولاد (تمہارے لیے) آزمائش کا سبب ہیں۔
۴۴	یحشر المرء مع أحبائه	ہر شخص اپنے دوستوں کے ساتھ حشر میں اٹھایا جائے گا۔
۴۵	فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔	(اے اللہ) مجھ سے قبول کر، تو سننے والا اور جاننے والا ہے (البقرہ ۲: ۱۲۷ میں خفیف سے فرق سے یہ آیت موجود ہے: رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ)
۴۵	اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ [شَیْءٍ] قَدِیْرٌ	(آل عمران ۳: ۲۹ وغیرہ) تو بیشک ہر ایک بات پر قادر ہے۔
۴۵	[الٰهی] استجب استجب استجب دعانا یا اللہ یا اللہ یا مولانا استجب۔	اے اللہ، قبول کر، قبول کر، قبول کر ہماری دعا! اے اللہ، اے اللہ، اے مولیٰ، قبول کر!
۴۶	إن قتل الحسین امر عظیم	قتل حسین حادثۂ عظیم ہے۔
۴۷	فرقة الجن نساء الجن... للبریات	صحیح متن اور اس کے ترجمہ کے لیے دیکھیے ص ۴۷-۴۸
۴۸	مسح الرسول..... خد ود	(حاشیہ)
۴۸	اِنَّ وَعْدَکَ الْحَقُّ	(ہود ۱۱: ۴۵) بیشک تیرا وعدہ سچا ہے۔
۵۰	عظم اللہ أجورنا وأجورکم بمصابنا بالحسین وارزقنا بشفاعة جدہ محمد سید الکونین	حسین کی وجہ سے جو غم ہمیں پہنچا ہے خدا اس کے لیے ہمارا اور تمہارا اجر زیادہ کرے، اور ہمیں ان کے نانا، کونین کے سردار محمد کی شفاعت نصیب کرے۔
۵۰	اِنَّ مِنْ شِیْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِیْمَ	(الصافات ۳۷: ۸۳) بیشک ابراہیم انہیں کے گروہ میں سے تھے۔
۵۱	الدنیا مزرعة الآخرة	دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔
۵۵	یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِیْمًا	اے کاش، میں ان کے ساتھ ہوتا تو بہت کامیاب رہا ہوتا (النساء ۴: ۷۲)

۵۷ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ الْاَخْیَارِ وَآلِہِ الْاَطْہَارِ

اور سلامتی ہو نیکوں کے نیک پر اور اس کی پاک اولاد پر!

۵۸ الحمد للہ الذی جعلنا . . . من اہل البدعۃ والہوی

تمام تعریفیں اس خدا کے لیے جس نے ہمیں اپنے حبیب اور اپنے دوست محمد مصطفیٰ امی کی امت سے بنایا؛ عالموں کا رب جس نے ہماری تربیت ولی اور وصی علی مرتضیٰ کے دوستوں کی جماعت میں کی؛ بڑا مہربان اور رحم کرنے والا، جس نے حسن مجتبیٰ اور شہید کربلا حسین کی محبت سے ہمارے دلوں کو نور بخشا؛ یوم قیامت کا مالک جس نے علی زین العابدین کو ہماری امامت اور ہدایت کے لیے قائم کیا؛ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، ایسی عبادت جو ہمیں قیامت کے دن محمد باقر اور جعفر صادق اور موسیٰ کاظم اور علی ابن موسیٰ الرضا کی صحبت کا سزاوار بنا دے؛ اور ہم تیری ہی مدد کے طلبگار ہیں، جس طرح صاحب مجد و شرف محمد التقی اور علی النقی نے تجھ سے مدد طلب کی؛ ہمیں راہِ مستقیم دکھا، جو راستہ دکھانے والے حسن العسکری اور محمد المہدی کی متابعت کا راستہ ہے؛ ان لوگوں کا راستہ جن پر تیری نعمت نازل ہوئی، جن پر نہ تیرا غضب ہوا نہ وہ گمراہ ہوئے، جو اہل بدعت اور اپنی ہوا و ہوس کی پیروی کرنے والے تھے۔

۵۹ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ

(المائدہ ۵ : ۳) میں نے آج تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔

۶۱ اللّٰھم انی احبہ فاحبہ

اے خدا! میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو بھی اسے محبوب رکھ۔

۶۴ من مسہ جلدی لم تمسہ النار:

جس نے میرے بدن کو مس کیا، نار جہنم اسے مس نہیں کرے گی۔

۶۷ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

(البقرہ ۲ : ۱۵۶) ہم اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف

لوٹ کے جانے والے ہیں۔

۷۸ الحمد للہ الذی اذاب قلوب الاحباء ... والحمد للہ رب العالمین — تمام تعریفیں اس خدا کے لیے جس نے حسین کی ملاقات کے شوق سے دوستوں کے دل نرم کر دیے اور شہیدوں کے مدارج اور عارفوں کے مراتب، حسین کے جھنڈے کے نیچے بلند کیا اور جس نے ان لوگوں کی آنکھوں کو نور بخشا، جو مشتاق ہیں اور اہل بیت کی محبت میں صادق اور ان کی شفاعت پر یقین رکھتے ہیں۔ کربلا میں حسین کی قبر اور ان کے ساتھیوں کے مزارات کے صدقے جنھوں نے فی سبیل اللہ جہاد کیا اور جنگ کی اور اس میں حسین کے اقربا کے ساتھ قتل ہوئے۔ اور اس نے اپنے نبی اور اپنے ولی کے گروہ کو حضرت مصطفیٰ اور رسول خدا کی آنکھوں کی ٹھنڈک شہیدوں کے سردار حسین کے مقبرے کی زیارت کا شرف بخشا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو محمد پر اور ان کی تمام اولاد پر اور سب تعریف ہے اس کے لیے جو پروردگار ہے سارے جہان کا۔

۷۹ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ — (الکہف ۱۸: ۷۸) یہاں سے میرے اور تمہارے درمیان جدائی ہے۔

۸۰ الحمد للہ الذی روح ارواح المحبین ..... والحمد للہ رب العالمین — سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے لا الٰہ الا اللہ، کی نسیم سے محبت کرنے والوں کی روحوں کو فرحت بخشی، اور مشتاقوں کے دماغ کو لا الٰہ الا اللہ کی خوشبو سے معطر کیا: اور عاشقوں کے دلوں کو ان کے غلبۂ شوق میں مانوس اور ان کے حالات کو درست کیا۔ لا الٰہ الا اللہ کے ورد سے: اور عارفوں کی آنکھوں اور عاشقوں کے جمال کو لا الٰہ الا اللہ کی معرفت کے نور سے روشن کیا: اور مومنوں اور سچے محبوں کے دلوں کے چراغ روشن کیے، اور ان کی مجلسوں کو لا الٰہ الا اللہ کے دائمی ذکر سے زینت

بخشی، اور خدا کی رحمت ہو محمدؐ پر اور ان کی تمام اولاد پر اور سب تعریف اللہ سارے جہان کے پالنے والے کے لیے ہے

۸۳	یا بنی کم مضی من شہرنا ھذا	اے میرے بیٹے، اس مہینے کے کتنے دن گزر چکے ہیں؟
۸۴	صدق یا رسول اللہ	سچ فرمایا، یا رسول اللہ!
۸۶	فزت برب الکعبہ	ربِ کعبہ کی قسم، میں کامیاب ہوگیا!
۸۸	وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ	(التکویر ۸۱ : ۱۸) قسم ہے صبح کی جب سانس لے۔
۹۰	أَفَمَنْ يُلْقَىٰ فِي النَّارِ خَيْرٌ أَمْ مَنْ يَأْتِي آمِنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ	(حم السجدہ ۴۱ : ۴۰) بھلا جو جہنم کی آگ میں سب جھونکا جائے وہ بہتر ہے یا وہ جو یوم قیامت کو جائے امن میں پہونچ جائے۔
۹۱	الحمد للہ الذی اورثنا الجنۃ ... والحمد للہ رب العالمین	سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں ماتم حسین کے بدلے میں جنت کا وارث بنایا، اور حسین کی عزت کی خاطر ہماری اس دنیا کی اور آخرت کی خواہشات ہمیں میسر کردیں، اور حسین کی برگزیدگی کے صدقے ہمارے مردوں اور عورتوں کے درجے بلند کیے، اور حسین کی عزلت پسندی کے طفیل ہمیں نیک روزی اور نیک عمل عطا کی، اور حسین کے آبا کو ہماری برائیوں اور مظالم اور جرائم اور گناہوں کے لیے شفاعت کا سامان بنادیا، اور یوم حشر کو ہمارے لیے حسین کے جھنڈے کے نیچے نجات لکھ دی، اور ان قاتلوں پر لعنت کی جنھوں نے حسین اور حسین کی اولاد کو قتل کیا۔ اور خدا کی لعنت ہو ان کے سب دشمنوں اور مخالفوں پر یوم قیامت تک۔ اور سب تعریف ہے عالموں کے پروردگار کے لیے۔
۹۵	إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا	(النساء ۴ : ۷۶؛ یوسف ۱۲ : ۲۸) شیطان کا مکر بہت کمزور ہے
۹۵	إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ۔	اے عورتو، تمہارا مکر بہت بڑا ہے (یہ قرآن کی دو

مختلف عبارتوں کا مجموعہ ہے)

۱۰۴	الحمد للہ الحمید المجید المبدیٔ المعید ...... علی کل جبار عنید	سب تعریف خدا کے لیے ہے جو بڑی خوبیوں والا، بڑی شان والا، کائنات کا خالق، دوبارہ زندگی بخشنے والا اور اپنی خواہش کے مطابق کرنے والا ہے، جس نے وعدہ کیا اپنے عزت والے گھر کا اور اپنی بخشش کا مسلم شہید کے لیے جس نے حسین کا مرتبہ بلند کیا، یہاں تک کہ اس سچے دوست نے کہا: حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں. قربت (دنیا) میں بھی اور بُعد (آخرت) میں بھی؛ میں شہادت دیتا ہوں کہ خدائے وحدہ لاشریک لہٗ کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کو قدرت حاصل ہے اور بقا اور بزرگی اور ثنا اسی کے لیے ہے، اور وہ اپنی ذات اور صفات میں اکیلا اور بے نظیر ہے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں، نیکوں کو خوشخبری دینے والے اور بُروں کو ڈرانے والے، ظالم اور سعید کے لیے یکساں روشنی کا چراغ، اور میں شہادت دیتا ہوں کہ علی اللہ کے ولی ہیں، بہادری میں شیر صفت اور ہر ایک جابر اور مخالف پر غالب اور فتح مند.
۱۱۶	اللھم احکم بیننا وبین قومنا بالحق.	اے خدا، ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان انصاف کا فیصلہ کردے.
۱۱۸/۱۲۱	الحمد للہ الذی قدر ثنانی صور نعم علمہ بالاحسان ... یا ارحم الراحمین	سب تعریف خدا کے لیے ہے جس نے احسان کے ساتھ اپنے علم کی باریکیوں سے ہمیں بنایا؛ سب عالموں کا رب جس نے اپنے کرم اور رنگارنگ نعمتوں سے ہماری تربیت کی؛ موت کی نازک گھڑیوں میں ہم پر ایمان کی

رحمت بار بار کرنے والا؛ قبر میں جب ہم مٹی اور کیڑوں کے درمیان ہوں گے، ہم پر رحم کرنے والا؛ یوم حشر کا مالک جب عدل اور احسان سے فیصلہ کرے گا؛ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، جیساکہ فضل اور منت پذیری کے باعث عبادت کا حق ہے، اور ہم تجھی سے مدد طلب کرتے ہیں اپنے تمام دشمنوں کے مقابلے میں، خواہ وہ جن ہوں یا انسان یا شیطان؛ ہمیں توبہ اور ایمان کی استقامت کے ساتھ سیدھی راہ پر چلنے کی ہدایت نصیب کر؛ راہ ان لوگوں کی جنہیں تو نے سیدھی اور جنت کی راہ کا انعام عطا کیا، نہ کہ اہل بدعت اور نافرمانوں کی جن سے تو ناراض ہوا؛ اور ہم شہادت دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے کوئی معبود نہیں جو واحد ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں، اور ہم شہادت دیتے ہیں کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں، اور ہم شہادت دیتے ہیں کہ علی اللہ کے ولی اور رسول کے وصی ہیں۔ اور ان پر اے سب سے بڑے رحم کرنے والے، تیری رحمت سے، بہت سلامتی ہو۔

۱۲۲	لا رادّ لقضائه	اس کے فیصلے کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔
۱۳۵	ارض بادیه	بنجر بیابان، صحرا جنگل۔
۱۳۵	[یا] اَرضُ ابلَعِی	(ہود ۱۱ : ۴۴) اے زمین نگل جا۔
۱۳۵	ارض کرب و بلا و سفکِ دماء	تکلیف اور بلا والی اور خوں ریز زمین
۱۴۲	هل من مبارز	کیا ہے کوئی لڑنے والا؟
۱۴۷	اَدرکنی	میری خبر لیجیے۔

۱۵۹	یا عماہ العطش العطش	چچا پیاس ہے بہت سخت پیاس۔
۲۳۰	يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا	(سورۃ الاحزاب ۳۳: ۳۳) کی طرف اشارہ ہے (دیکھیے نیچے)
۲۳۳	اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا	(الکہف ۱۸: ۹) کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ اصحاف کہف و رقیم ہماری نشانیوں میں سے عجوبہ تھے۔
"	سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔	(الشعرا ۲۶: ۲۲۷) جن لوگوں نے ظلم کیا، انھیں معلوم ہو جائے گا کہ کہاں ان کا ٹھکانا بنتا ہے۔
۲۳۹	لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ	ظالم کے کرتوتوں سے اللہ تعالیٰ کو غافل نہ خیال کرو۔ (ابراہیم ۱۴: ۴۲)
۲۵۵	وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى	(الانفال ۸: ۴۱) اور جان لو کہ اگر تمھیں کچھ مال غنیمت میں ملے، تو اس کا پانچواں حصہ خدا اور رسول اور ان کے قرابت داروں کے لیے ہے۔
"	اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا	(الاحزاب ۳۳: ۳۳) اے نبی کے اہل بیت، اللہ یہی چاہتا ہے کہ تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تمھیں پوری طرح (ظاہراً و باطناً) پاک و صاف رکھے۔
۲۷۱	أنا ابن الرسول اللہ المختار	میں رسول اللہ کا بیٹا ہوں جو صاحب اختیار ہیں۔
"	أنا ابن المصطفیٰ منیر الأخیار	میں محمد مصطفیٰ کا بیٹا ہوں جو نیکوں کا نور ہیں۔

فہرست مآخذ حواشی

(عربی، فارسی، اُردو)

الارشاد : الشیخ المفید، محمد بن محمد بن النعمان العکبری — تہران، ۱۳۷۷ھ

الاستبصار: شیخ الطائفہ ابو جعفر الطوسی — نجف، ۱۹۵۶ء

الاستیعاب: ابن عبد البر (تحقیق علی محمد البجاوی) — قاہرہ، ۱۹۶۰ء

اُسد الغابہ : ابن الاثیر — مصر، ۱۲۸۰ھ

الاصابہ : ابن حجر العسقلانی — مصر، ۱۹۳۹ء

الاعلام : خیر الدین الزرکلی (طبع دوم) — قاہرہ، ۱۹۵۴ء بعد

الاغانی : ابو الفرج الاصفہانی (طبع دار الکتب المصریہ) — قاہرہ، ۱۳۴۵ھ بعد

امثال وحکم: علی اکبر دہخدا — تہران، ۱۳۳۹ھ

امل الآمل فی ذکر علماء جبل عامل: الشیخ الحر العاملی — تہران، ۱۳۰۷ھ

امیر اللغات : امیر مینائی — آگرہ، ۱۸۹۱ء بعد

انساب الاشراف : البلاذری — یروشلم، ۱۹۳۶ء بعد

بحار الانوار : محمد باقر المجلسی — تہران، ۱۳۷۶ھ

البدایۃ والنہایۃ : ابن کثیر — قاہرہ، ۱۳۴۸ھ بعد

البلدان : ابن واضح الیعقوبی — نجف، ۱۹۵۷ء

تاریخ گزیدہ: حمد اللہ مستوفی (سلسلۂ اوقاف گب) — لاڈن، ۱۹۱۰ء

تاریخ الامم والملوک : ابن جریر الطبری — قاہرہ، ۱۳۲۳ھ

تاریخ طبری: ابن جریر الطبری ترجمۂ اُردو (دار الترجمہ جامعۂ عثمانیہ) — حیدرآباد، ۱۹۲۸ء بعد

تذکرۃ الاولیا، شیخ فرید الدین عطار (سلسلۂ اوقاف گب) — لائڈن، ۱۹۰۵ء

جامع اللغات : مفتی غلام سرور — نول کشور، لکھنؤ، ۱۹۰۸ء

الجامع الصغیر : جلال الدین السیوطی — مصر، ۱۳۲۱ھ

جلاء العیون : ملا محمد باقر مجلسی — مخطوطہ دنسخۂ ڈاکٹر مجتبیٰ حسن کامونپوری، استاذ شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

حبیب السیر : اخوند امیر — تہران، ۱۳۳۳ شمسی

دائرۃ المعارف : فؤاد افرام البستانی — بیروت، ۱۹۶۰ء بعد

دائرۂ معارف اسلامیہ (اردو)، محمد شفیع، محمد وحید مرزا شائع کردہ دانشگاہ پنجاب — لاہور، ۱۹۶۲ء سے

دیوان حافظ : حافظ شیرازی — دہلی، ۱۹۰۲ء

دیوان عزلت : میر عبد الولی عزلت مرتبہ عبد الرزاق قریشی — بمبئی، ۱۹۶۲ء

دیوان علی : علی بن ابی طالب — بمبئی ۱۲۹۳ھ

الذریعۃ الی تصانیف الشیعۃ : الشیخ آغا بزرگ الطہرانی — نجف، ۱۹۳۶ء بعد

الرجال : احمد بن علی النجاشی — بمبئی، ۱۳۱۷ھ

الرجال : احمد بن علی النجاشی — چاپخانۂ مصطفوی — تہران،

روضات الجنات فی احوال العلماء والسادات : محمد باقر الخوانساری — تہران، ۱۳۰۶ھ

روضۃ الشہدا : ملا حسین واعظ الکاشفی — تہران، ۱۳۳۴ شمسی

روضۃ الشہدا : ملا حسین واعظ الکاشفی — بمبئی، ۱۲۸۵ھ

روضۃ الشہدا : ملا حسین واعظ الکاشفی — نول کشور، لکھنؤ، ۱۳۰۲ھ

سیر اعلام النبلاء : شمس الدین الذہبی (تحقیق صلاح الدین المنجد) — قاہرہ، ۱۹۵۶ء بعد

سیرۃ النبی : شبلی نعمانی — اعظم گڑھ، ۱۹۲۴ء بعد

شرح نہج البلاغۃ : ابن ابی الحدید — تہران، ۱۲۷۱ھ

شرح نہج البلاغۃ : ابن ابی الحدید — قاہرہ، ۱۳۲۹ھ

الشعر والشعراء : ابن قتیبہ (تحقیق احمد محمد شاکر) — قاہرہ، ۱۳۶۴ھ

شہید انسانیت : سید علی نقی النقوی (طبع دوم) لکھنؤ ۱۹۶۰ء (؟)

الطبقات الکبیر : ابن سعد بیروت، ۱۹۵۷ء

العبر و دیوان المبتدأ والخبر : ابن خلدون بیروت، ۱۹۵۶ء

غیاث اللغات : ملا غیاث الدین رامپوری (تصحیح دبیر سیاقی) تہران: ۱۳۳۷ شمسی

فرسان الہیجاء، در شرح حالات اصحاب حضرت سید الشہداء : شیخ ذبیح اللہ محلاتی تہران، ۱۳۴۴ شمسی
فرہنگ آنندراج : منشی محمد بادشاہ (تحقیق محمد دبیر سیاقی) تہران، ۱۳۳۵ھ بعد
فرہنگ آصفیہ : سید احمد دہلوی لاہور، ۱۹۰۸ء

الکامل : ابن الاثیر بولاق، قاہرہ، ۱۲۹۰ھ
الکامل : ابن الاثیر (ترجمہ اردو، دار الترجمہ جامعہ عثمانیہ) حیدرآباد، ۱۹۲۲ء بعد
کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ : علی بن عیسیٰ الاربلی تہران، ۱۲۹۴ء

گلکرسٹ اور اس کا عہد : محمد عتیق صدیقی دہلی، ۱۹۶۰ء

لسان المیزان : ابن حجر العسقلانی حیدرآباد، ۱۳۳۱ھ
لغت نامہ : علی اکبر دہخدا تہران، ۱۳۳۷ شمسی بعد
اللہوف علی قتلی الطفوف : ابن طاؤس صیدا، ۱۹۲۹ء

محاورات بیگمات : سعادت یار خاں رنگین (مرتبہ امتیاز علی عرشی، اردو ادب جلد ۲ نمبر ۱) علی گڑھ، ۱۹۵۲ء
المختصر فی اخبار البشر : ابو الفداء (مترجمہ مولوی کریم الدین) دہلی، ۱۸۴۷ء
مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنۃ والبقاع : عبد المؤمن بن عبد الحق البغدادی (تحقیق علی محمد البجاوی) قاہرہ، ۱۹۵۴ء بعد
المسند : امام احمد بن حنبل (تحقیق احمد محمد شاکر، محمود محمد شاکر) قاہرہ، ۱۹۳۷ء بعد
مروج الذہب : المسعودی — باربیہ د مینار، پیرس، ۱۸۹۱ء بعد

معجم البلدان : یاقوت الحموی — بیروت، ۱۹۵۵ء بعد

المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث : نشر الدکتور ونسنک — لائڈن، ۱۹۳۴ء بعد

معرفۃ اخبار الرجال : محمد بن عمر الکشی — بمبئی، ۱۳۲۷ھ

مقاتل الطالبیین : ابوالفرج الاصفہانی — تہران، ۱۳۰۷ھ

مقاتل الطالبیین : ابوالفرج الاصفہانی (تحقیق السید احمد صقر) — قاہرہ، ۱۹۴۹ء

مقتل الحسین : ابومخنف (مترجمہ جناب سید محمد مطبوعہ رسالہ فرات) — لکھنؤ، ۱۹۲۱ء

مقتل الحسین : الخوارزمی — نجف، ۱۹۴۸ء

مقتل الحسین : الیعقوبی (اقتباس ترجمۂ اردو از جناب سید مجتبیٰ حسن کاموں پوری) — لکھنؤ، ۱۹۵۱ء

المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار : المقریزی — قاہرہ، ۱۹۱۳ء

میزان الاعتدال : شمس الدین الذہبی — قاہرہ، ۱۳۲۵ھ

ناسخ التواریخ : لسان الملک میرزا محمد تقی سپہر (انتشارات امیر کبیر) — تہران،

نفائس اللغات : اوحد الدین احمد بلگرامی — لکھنؤ، ۱۲۵۷ھ

نہج البلاغۃ : الشریف الرضی — تبریز، ۱۲۴۷ھ

نہج البلاغۃ : الشریف الرضی (طبع شیخ محمد عبدہ) — بیروت، ۱۸۸۵ء

نوادر الالفاظ : سراج الدین علی خان آرزو (مرتبہ ڈاکٹر سید عبداللہ) — کراچی، ۱۹۵۱ء

نور اللغات : نور الحسن نیرؔ لکھنوی — لکھنؤ، ۱۹۲۴ء بعد

نور اللغات : نور الحسن نیرؔ لکھنوی (طبع دوم) — کراچی، ۱۹۵۷ء

وفیات الاعیان : ابن خلکان (طبع محمد باقر بن عبد الحسین الاصفہانی) — تہران، ۱۲۸۴ھ

وفیات الاعیان : ابن خلکان (طبع محی الدین عبد الحمید) — قاہرہ، ۱۹۴۸ء بعد

ہفت اقلیم : امین احمد رازی (طبع جواد فاضل) — تہران،

انگریزی

ہندوستانی زبان کی لغات : ڈنکن فوربس — لندن، ۱۸۵۹ء

اردو، کلاسیکی ہندی اور انگریزی کی لغات : جان پلاٹس — ماسکو، ۱۹۵۹ء

انسائیکلوپیڈیا اسلام (تازہ ایڈیشن) — لائیڈن، ۱۹۵۲ء

فہرستِ اعلام

[فہرست میں ابن، ابو، محمد، شیخ وغیرہ کا خیال نہیں کیا گیا ہے بلکہ اصل نام پیش نظر رکھا گیا ہے

صفحے کے ہندسے کے نیچے لکیر کا مطلب یہ ہے کہ نام اس صفحے میں ایک سے زائد جگہ آیا ہے]

آدمؑ (پیغمبر) ۱، ۲، ۱۳، ۱۹، ۲۳، ۴۸، ۵۰، ۱۲۹، ۱۷۵، ۲۲۵، ۲۴۶، ۲۶۳۔

آسیہ (زوجۂ فرعون) ۲۲۹، ۲۴۸،

ابراہیمؑ (پیغمبر) ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۴۹، ۵۰، ۷۸، ۲۲۵، ۲۴۶، ۲۴۸، ۲۶۳

ابراہیم بن مسلم بن عقیل، ۱۲۴، ۱۲۰،

ابلیس، ۱۲۹،

احمد بن ابی طالب، ۲۴۱،

احمد بن اعثم کوفی، ۲۰۹

احمد شاہ (بادشاہ)، ۱۰،

احمد بن یحییٰ، ۵۲،

ارزق، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸،

اسحاقؑ (پیغمبر) ۲۳۵، ۲۴۶، ۲۴۸،

اسد (برج)، ۶، ۲۰،

اسد بن قاضی شریح، ۱۲۰، ۱۲۱،

اسرافیل (فرشتہ)، ۲۳۵،

اسماء بنت اشعث (زوجۂ امام حسنؑ)، ۶، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۹،

اسماء بنت عمیس، ۶۷، ۶۹،

اسماعیلؑ (پیغمبر)، ۴۹، ۲۳۵، ۲۴۶، ۲۴۸۔

اسماعیل (مؤرخ)، ۲۳۶۔

اسماعیل (فرشتہ)، ۶۵،

ابن اشعث، ۱۱۲،

[اعمش، سلیمان بن مہران] ۲۳۶۔

محمد انس (دیکھیے ابن انس)، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۶۵، ۱۶۷، ۲۰۶۔

ابن انس، ۱۵۸،

الیسونیہ، ۹۴، ۹۵، ۹۹،

ایوبؑ (پیغمبر)، ۵۰،

ابن بابویہ، ۵۱، ۵۲، ۵۴، ۵۵، ۲۶۵،

باقر محمد بن زین العابدین (امام)، ۸، ۱۶، ۲۳، ۳۲، ۵۸، ۲۵۶،

باقر مجلسی، ۵۲، ۲۳۹، ۲۴۱، ۲۶۵۔

بتول (دیکھیے فاطمہ زہرا)، ۱۵۳، ۲۷۲، ۲۸۴

بختری بن ربیعہ، ۲۰۰۔

براق، ۲۵۔

ابوبرزہ اسلمیؓ، ۲۵۹،

بریاں بن شیث ، ۵۵ ،
ابوبکر صدیق رض ، ۶۳ ،
بکیر بن حمران الاحمری، ۱۱۳، ۱۱۵، ۱۱۷،
بلال رض، ۶۲، ۷۲،

ابوتراب (دیکھیے علی بن ابی طالب) ۱۶۷، ۲۰۲،
تقی محمد جواد بن علی رضا (امام) ۸، ۱۶، ۳۳، ۴۳،
۵۸،
تمیم بن قحطبہ، ۲۰۱، ۲۰۲،
ثریا (ستارے) ۱۴۴،

جبرئیل (فرشتہ) ۲، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۱۳۰، ۱۳۵،
۲۳۵، ۲۶۹، ۲۷۱،
جعدۃ بنت اشعث بن قیس (زوجہ امام حسن)، ۶
جعفر صادق، ۸، ۱۰، ۱۶، ۳۳، ۴۶، ۵۸، ۲۶۱،
جعفر طیار، ۹۷، ۱۹۹، ۲۰۹، ۲۴۶، ۲۶۸،

حارث شامی، ۱۰۸، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷،
۱۲۸، ۱۳۰،
حبیب بن مظاہر، ۱۴۲،
حُر بن یزید الریاحی، ۱۷، ۱۳۲، ۱۴۳، ۱۴۴،
۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷،
حرملہ بن کاہل، ۱۸۹،

حسن بن علی رض، ۵، ۶، ۷، ۸، ۱۴، ۳۱، ۳۶، ۴۳،
۵۸، ۶۵، ۷۹، ۸۰، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۷،
۸۸، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲،
۱۲۴، ۱۳۶، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۷، ۱۶۱، ۱۶۳،
۲۰۶، ۲۲۱، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۸، ۲۶۸،
۲۷۲،
حسن عسکری (امام) ۸، ۱۶، ۵۸،
حسنین رض، ۴، ۵، ۱۴، ۳۰، ۳۸، ۶۴، ۶۷، ۷۲،
۷۳، ۷۵، ۷۶، ۷۸، ۸۷، ۸۸، ۹۰، ۹۳،
حسین بن علی رض، ۵، ۶، ۱۲، ۱۵، ۳۲، ۳۶، ۴۰،
۴۱، ۴۳، ۴۴، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰،
۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰،
۶۱، ۶۵، ۷۰، ۷۵، ۷۹، ۸۳، ۸۴، ۸۷،
۸۸، ۹۱، ۹۲، ۹۶، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲،
۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۹، ۱۱۱، ۱۱۴،
۱۱۵، ۱۱۷، ۱۲۹، ۱۳۲، ۱۳۵، ۱۳۹، ۱۴۰،
۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۵، ۱۴۸، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۳،
۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۶، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴،
۱۷۸، ۱۸۵، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۹، ۲۰۲، ۲۰۴،
۲۰۶، ۲۰۹، ۲۱۹، ۲۲۸، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۳،
۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۹، ۲۴۱،
۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۸، ۲۴۹،
۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱،

۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸،
۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۸۵، ۲۸۶،

حصین بن نمیر التمیمی، ۲۰۵، ۲۲۷،

ابن حمران = بکیر بن حمران،

حمزہؓ (سید الشہداء)، ۸۶، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۴۶، ۲۶۰

حمید بن مسلم الازدی، ۲۱۸،

حمیری = سید حمیری

ابو الحنوق، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸،

حواؑ، ۲۴۸، ۲۹۳،

خالد بن یزید بن معاویہ، ۲۹۱ [۲۹۶، ۲۹۸]

خدیجۃ الکبریٰؑ (ام المومنین)، ۷، ۲۱۹، ۲۲۹، ۲۴۸،
۲۶۲، ۲۹۳

خلیل (دیکھیے ابراہیمؑ) ۲۵، ۲۶، ۴۹

ابو الخندق = ابو الحنوق۔

خولی بن یزید اصبحی، ۲۱۸، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۳۰،
۲۶۹،

داؤدؑ (پیغمبر)، ۲۶۴،

دعبل بن علی خزاعی، ۵۵، ۵۶،

ذو الجناح (گھوڑا)، ۱۴۴، ۱۸۲، ۱۹۸، ۲۰۱، ۲۰۵،
۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶

ذو الفقار (تلوار) ۱۴۳، ۱۸۵، ۱۹۶، ۱۹۸، ۲۰۴،

راحیل (والدۂ حضرت یوسفؑ)، ۲۴۸،

راوندی = قطب راوندی،

رجز بن قیس، ۲۳۲،

رضوان (داروغۂ بہشت)، ۱۰۱، ۱۰۲،

زرارہ بن اعین شیبانی، ۵۲، ۵۳،

زکریاؑ (پیغمبر)، ۲۰۷،

زہیر بن قیس، ۱۴۲،

ابن زیاد، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۲، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۷،
۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۳، ۱۲۶، ۱۲۸، ۱۳۲،
۱۳۷، ۱۵۴، ۱۵۶، ۱۶۷، ۱۶۹، ۲۱۸، ۲۲۹،
۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۴، ۲۳۹، ۲۴۱،
۲۴۷، ۲۶۷، ۲۸۵،

زید بن ارقمؓ، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۴،

زینب بنت علیؑ، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵،
۱۴۰، ۱۵۱، ۱۶۴، ۱۸۷، ۱۸۹، ۱۹۵، ۱۹۸،
۲۰۰، ۲۰۲، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۲۵، ۲۲۹، ۲۳۰،
۲۳۱، ۲۳۳، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۵۸، ۲۶۰،
۲۶۲، ۲۷۳، ۲۸۰، ۲۸۳، ۲۸۴،

زین العابدینؑ (امام) ۱، ۸، ۱۶، ۳۲، ۵۸، ۱۷۷،
۱۸۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۲۰۰، ۲۰۲، ۲۱۰، ۲۱۲،

۲۱۳، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۲۶، ۲۳۰
۲۳۱، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۴، ۲۴۵،
۲۴۸، ۲۵۲، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸،
۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷،
۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۸۵،

سارہؑ (زوجۂ حضرت ابراہیمؑ) ۲۴۸، ۲۶۳،
ابوسعید دمشقی، ۲۴۷،
ابوسفیان، ۲۷۰،
سفینہ (کنیز)، ۲۳۳،
سکینہ بنت حسینؑ، ۱۶۴، ۱۶۸، ۱۷۱، ۱۷۷، ۱۸۶،
۱۹۰، ۱۹۴، ۲۱۴، ۲۷۳، ۲۷۸، ۲۸۳،
۲۸۴۔
سلمانؓ، ۶۳، ۶۴۔
اُمِ سلمہ، ۷۹،
سنان بن انس، ۲۰۷، ۲۶۹،
سہل بن سعد، ۲۵۳،
سید حمیری، ۵۴،

ابوشمام، ۲۶۷،
شاہِ مرداں (دیکھیے علی بن ابی طالب)، ۲۰۱،
شاہِ شہیداں (دیکھیے حسین بن علیؓ)، ۱۵۱،
شبّر (دیکھیے حسن بن علیؓ)، ۹۲،

شبیر (دیکھیے حسین بن علیؓ) ۵، ۱۱، ۱۶، ۸۴، ۱۱۶،
۱۲۹، ۱۳۸، ۱۴۳،
شرف علی خاں (نواب)، ۲۷،
شریح (قاضی)، ۱۰۸، ۱۱۹،
شعیبؑ (پیغمبر) ۲۴۸،
شمر ذی الجوشن، ۷، ۱۶۷، ۱۹۶، ۲۰۰، ۲۰۲، ۲۰۶،
۲۰۷، ۲۰۸، ۲۱۰، ۲۱۴، ۲۱۶، ۲۱۸، ۲۲۴،
۲۲۸، ۲۳۰، ۲۳۲، ۲۴۱، ۲۴۳، ۲۴۷، ۲۵۶،
۲۵۷، ۲۶۷، ۲۶۹،
شمعونؑ، ۳۰، ۵۲، ۵۳،
شیخ الطائفہ = شیخ طوسی
شہربانو، ۱۳۷، ۱۴۲، ۱۶۱، ۱۶۴، ۱۶۶، ۱۸۹،
۱۹۰، ۱۹۵، ۲۰۲، ۲۱۶، ۲۲۲، ۲۴۴، ۲۴۵،
۲۴۶،
شبیب بن بجرة الاشجعی، ۸۴، ۸۶، ۱۶۰،
شیث بن ربعی، ۱۶۷، ۲۰۰،
شیریں (کنیز) ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶،

صفوان بن حنظلہ، ۱۴۵، ۱۴۶،
صفورہ (بنت شعیبؑ) ۲۴۸
ابن طاؤس، ۵۳، ۵۴، ۵۶، ۲۳۵، ۲۵۶، ۲۶۲،
طارق، ۱۶۹،

شیخ طوسی، ۵۱، ۵۲،
طوعہ، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲،
عائشہؓ (ام المومنین)، ۶۲،
عابد (دیکھیے زین العابدین)، ۲۱۵، ۲۱۶،
عباس بن علی بن ابی طالب، ۱۰، ۱۳۷، ۱۴۲، ۱۵۱، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۳، ۲۰۹، ۲۸۶،
عباس بن عبدالمطلب، ۲۶۸،
عبداللہ بن عباسؓ، ۹۷، ۹۸،
عبدالرحمٰن بن حکم، ۲۵۷،
ابن عباس (دیکھیے عبداللہ بن عباس)، ۱۷،
عبیداللہ بن زیاد (دیکھیے ابن زیاد)، ۱۰۷،
عزیز بن ہارون (کوتوال)، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶،
عزرائیل (فرشتہ)، ۶۵، ۶۶، ۶۹،
عفرائیل (پریوں کا سردار)، ۲۰۱،
عفیف ازدی، ۲۴۱،
عقاب (گھوڑا)، ۱۷۵،
عقیل ابن ابی طالب، ۲۶۸،
عکاشہ بن محصن اسدیؓ، ۶۳، ۶۴،
علی ابن ابی طالبؑ، ۲، ۳، ۴، ۵، ۱۱، ۱۴، ۲۰، ۲۶، ۲۸، ۳۷، ۴۳، ۵۸، ۶۵، ۶۷، ۷۲، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۹، ۸۱، ۸۲، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۱۰۰، ۱۰۴، ۱۱۶، ۱۲۴، ۱۳۱، ۱۳۹، ۱۵۳، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۷۸، ۱۸۱، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۶، ۲۰۹، ۲۳۰، ۲۳۸، ۲۴۱، ۲۴۶، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۸، ۲۶۱، ۲۶۸، ۲۷۰، ۲۷۲، ۲۸۴
علی اصغر، ۱۰، ۴۶، ۱۳۹، ۱۷۷، ۱۷۹، ۱۸۴، ۱۸۹، ۱۹۳، ۱۹۶، ۲۲۷، ۲۸۶،
علی اکبر، ۱۰، ۴۹، ۱۳۶، ۱۳۹، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۵، ۱۹۳، ۲۰۹، ۲۳۱، ۲۸۹،
علی رضا ابن موسیٰ کاظم (امام)، ۸، ۱۶، ۳۳، ۴۳، ۴۶، ۴۹، ۵۱، ۵۵، ۵۸،
عمرو بن حریث، ۲۳۱،
عمر سعد، ۱۱۵، ۱۳۷، ۱۴۳، ۱۴۵، ۱۴۷، ۱۴۹، ۱۵۱، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۶، ۱۶۰، ۱۷۷، ۱۷۹، ۱۸۰، ۲۰۰، ۲۰۴، ۲۰۶، ۲۱۸، ۲۲۷، ۲۳۴، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۵۶،
عمر بن نعمان (جراح)، ۸۹،
عمرو بن وَرَع عامری، ۲۸، ۸۶،
عنترہ، ۲۸،
عون بن عبداللہ بن جعفر، ۱۰، ۱۵۱، ۲۰۹،
عیسیٰؑ (پیغمبر)، ۹، ۱۶، ۵۰، ۱۰۴، ۲۲۹، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۴۸، ۲۶۳، ۲۶۴،

عفرائیل (دیکھیے عزرائیل)، ۲۰۱،

فاطمہ زہرا رضؓ، ۴، ۵، ۶، ۱۴، ۱۵، ۲۹، ۳۰، ۳۲، ۵۴، ۶۰، ۶۲، ۶۳، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۷۱، ۷۲، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۲، ۱۰۰، ۱۰۲، ۱۲۴، ۱۳۵، ۱۳۹، ۱۴۵، ۱۴۸، ۱۵۳، ۱۹۵، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۳، ۲۳۸، ۲۴۰، ۲۴۲، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۱، ۲۵۷، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۳، ۲۶۷، ۲۸۴،

فاطمہ بنت حسینؓ، ۲۱۷، ۲۵۸، ۲۶۲،

فرعون، ۲۲۹، ۲۴۸،

فضل بن عباس بن عبدالمطلب، ۱۰، ۱۱، ۵۴، ۶۲، ۲۰۹،

فضول بن یسار، ۵۴،

فضل علی، ۳۶،

فضلی، ۸، ۱۰، ۱۸، ۲۲، ۲۳، ۲۵، ۳۰، ۳۴، ۳۶، ۳۹، ۴۰، ۴۳، ۶۱، ۹۸، ۱۱۴، ۱۱۹، ۱۲۴، ۱۴۷، ۱۹۴، ۲۰۹۔

فضہ (کنیز)، ۲۳۳۔

قاسم بن حسنؓ، ۱۰، ۹۵، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۴۸، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۲۰۹، ۲۲۱،

قسور بن کنانہ، ۱۴۷،

قطام بنت الاخضر، ۸۲، ۸۴، ۸۶،

قطامہ: قطام،

قطب راوندی، ۲۳۶،

ابن قولویہ، ۵۲،

قیس بن اشعث، ۲۲۷،

محمد کثیر، ۱۰۸،

کلثم (دیکھیے ام کلثوم)، ۱۰۲، ۱۴۰، ۱۸۹، ۲۱۷، ۲۲۲، ۲۶۲، ۲۷۷،

کلثوم (دیکھیے ام کلثوم)، ۱۰۱، ۱۳۵، ۱۶۴، ۲۷۹، ۲۸۳، ۲۸۴،

ام کلثوم، ۹۰، ۱۰۳، ۱۳۶، ۱۴۱، ۲۴۰، ۲۵۶، ۲۶۰، ۲۶۶، ۲۸۵۔

کلثم (خواہر حضرت موسیٰؑ)، ۲۴۸،

کوثر، ۳، ۱۳، ۲۴، ۶۰، ۶۵، ۱۴۳، ۱۵۹،

کلینی، ۲۳۳،

لوطؑ (پیغمبر)، ۲۳۶،

ابن لہیعہ، ۲۳۵،

محتشم کاشی، ۵۸، ۸۰، ۹۱، ۱۰۴،

محسن بن ثعلبہ، ۲۲۲،

محسن بن علی ابن ابی طالب، ۷۴،

محکم بن طفیل، ۱۸۰،

محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)، ۱، ۲، ۳، ۵، ۱۳،
۱۴، ۱۵، ۲۰، ۲۵، ۲۶، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۴،
۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۸، ۷۰، ۷۹، ۸۰،
۸۹، ۹۲، ۱۰۰، ۱۱۷، ۱۲۴، ۱۳۱، ۱۴۰،
۱۴۱، ۱۵۷، ۱۸۳، ۲۰۰، ۲۱۹، ۲۳۵،
۲۳۸، ۲۴۲، ۲۴۵، ۲۵۸، ۲۶۴، ۲۶۵،
۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۷۱، ۲۷۲،

محمد شاہ (بادشاہ)، ۱۰، ۱۷، ۳۵،

محمد بن مسلم بن عقیل، ۱۲۴، ۱۳۰،

مختار بن عبید، ۱۰۷، ۱۰۸،

مخول بن ابراہیم بن منذر، ۵۲،

مرتضیٰ (دیکھیے علیؑ)، ۱۱۹، ۱۹۹، ۲۳۸، ۲۵۸،

ابن مرجانہ (دیکھیے ابن زیاد)، ۱۱۵،

مروان بن حکم، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶،

مریمؑ، ۹، ۱۶، ۲۲۹، ۲۳۸، ۲۶۳،

مسکین (مرثیہ گو)، ۱۲۵،

مسلم بن عقیل، ۹، ۱۷، ۹۶، ۱۰۵، ۱۰۸، ۱۰۹،
۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۹،
۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۳۲، ۱۳۴، ۱۳۷،

مسلم گچکار، ۲۳۹،

مسیب بن قعقاع، ۲۴۷،

مسیحؑ (دیکھیے عیسیٰؑ)، ۲۵۷.

مشکور، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳،

مصراع بن غالب، ۱۰۹،

مصعب بن یزید الریاحی، ۱۴۴،

معاویہؓ، ۹، ۹۳، ۹۸، ۲۶۱، ۲۷۰، ۲۷۲، ۲۸۴

ابوالمفاخر رازی، ۲۱۶،

شیخ مفید، ۵۱، ۵۲، ۸۱، ۸۴، ۸۵، ۲۶۲،

ابن ملجم، ۸۱، ۸۲، ۸۴، ۸۶، ۸۷،

منقذ بن نعمان، ۱۸۰،

موسیٰؑ، ۳، ۲۷، ۳۰، ۵۰،

موسیٰ رضا ابن جعفر صادق (امام)، ۳۰، ۴۳،

موسیٰ کاظم (امام)، ۸، ۱۶، ۳۳، ۴۳، ۵۸،

موسیٰ کلیم (دیکھیے موسیٰؑ)، ۲۴۵، ۲۴۸، ۲۶۳،

ابوالمؤید خوارزمی، ۲۱۶،

مہدی، محمد بن حسن (امام)، ۹، ۱۶، ۳۳، ۴۳،
۵۸،

میکائیل (فرشتہ)، ۲۳۵،

میمونہ بنت الحارث (ام المومنین)، ۶۱، ۶۲،

نعمان، ۱۰۹،

نعمان بن بشیر، ۲۸۴، ۲۸۵،

نقی، علی بن محمد الجواد (امام)، ۸، ۱۶، ۳۳، ۴۳، ۵۸،

ابن نمیرہ، ۱۸۰،

نوحؑ (پیغمبر)، ۸، ۲۵، ۴۸، ۴۹، ۲۴۶، ۲۶۳،
نورالائمہ خوارزمی، ۲۱۸،
نوفل ابن ارزق، ۱۸۰،
نوفل، ۱۸۰،
وردان بن مجالد، ۸۴، ۸۶،
ہاجرہؑ (والدہ حضرت اسماعیلؑ) ۲۴۸
ہارونؑ (پیغمبر)، ۲۱، ۱۴، ۲۷، ۳۰، ۹۲، ۲۴۵،
ہارون رشید، ۵۵،
ہانی بن عروۃ، ۱۰۸،
ہلاکو، ۵۴
ہلال بن اعور، ۲۲۷،
ہند (زوجۂ یزید)، ۲۲۶، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸
ہند (زوجۂ معاویہؓ) ۲۶۱
یحییٰؑ (پیغمبر)، ۲۰۷،
یحییٰ بحرانی (یہودی)، ۱۰، ۲۴۱، ۲۴۲،
یزید بن معاویہ، ۶، ۳۲، ۹۴، ۹۵، ۹۹، ۱۰۷، ۱۱۵، ۱۲۱، ۱۳۳، ۱۴۳، ۱۴۵، ۱۵۴، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۶۷، ۲۰۰، ۲۲۸، ۲۳۲، ۲۳۷، ۲۳۹، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۷، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۸۲، ۲۸۵،
یعقوبؑ (پیغمبر)، ۸، ۴۹،
یعقوب عسقلانی، ۲۵۲،
یوسفؑ (پیغمبر)، ۸، ۴۹، ۲۴۸،
یوشع بن نون، ۳۰،

فہرستِ اُمم و قبائل

آلِ ابوسفیان، ۲۰۵، ۲۷۰

آلِ عبا، ۱۳۶، ۱۴۴، ۲۷۰

آلِ معاویہ، ۲۷۰

آلِ نبی، ۱۳۶، ۱۷۰، ۲۸۴

اہلِ بیت، ۶۰، ۱۴۴، ۱۳۶، ۱۴۷، ۱۵۲، ۲۲۷

بنواُمیہ ۲۵۷، ۲۵۹، ۲۷۰

بنوتمیم ۸۲

بنوثقیف ۲۲۷

بنوہاشم ۴۷، ۲۵۸، ۲۷۰

قبیلۂ بنی ازد ۱۸۸

قبیلۂ بنی اسد ۲۲۷

قبیلۂ خوارج ۸۲

قبیلۂ قریش ۱۱۵

قبیلۂ مراد ۸۲

قبیلۂ ہوازن ۲۲۷

قومِ لوط ۲۳۶

یہودی ۲۲۷، ۲۴۱

فہرستِ غزوات وایّام

غزوۂ احد، ۱۱۴، ۲۶۱، ۲۷۲
غزوۂ بدر ۱۴، ۱۵، ۳۲، ۱۹۵، ۲۵۹، ۲۶۱، ۲۷۲،
غزوۂ حنین ۱۵، ۳۲، ۱۹۵
غزوۂ خندق ۸۶
جنگِ صفّین ۱۳۶
جنگِ نہروان ۸۱، ۸۲
یومِ سقیفہ ۲۷
یومِ عاشورا ۵۵، ۲۴۳
یومِ عرفہ ۵۹

فہرست بلاد واماکن

بحران (منزل) ۲۴۱

بطحاء ۲۷۱

بدر ۱۵، ۳۲، ۱۹۵

بصرہ ۱۰۹

بقیع ۳۱، ۷۵

تبوک ۹۳

ترکستان ۲۰۰

ثعلبیہ (منزل) ۱۳۴

حبش ۲۰۰

حلب ۲۴۴

حنین ۱۵، ۳۲، ۱۹۵

خم غدیر ۵۹

خیبر ۲۸

دمشق ۲۳۹، ۲۴۲، ۲۴۷، ۲۵۳، ۲۵۶، ۲۶۰، ۲۷۲، ۲۷۳

روم ۲۰۰، ۲۴۲

رے ۲۷۰

زمزم (چاہ) ۱۴۳

سدرۃ المنتہیٰ ۲۷۱

سرائے مختار ۱۰۷

شام ۹۲، ۱۱۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۹۵، ۲۰۱، ۲۲۵، ۲۴۱، ۲۷۸،

شقوق (منزل) ۱۳۲

عرب ۱۴۴، ۱۹۷، ۲۰۵، ۲۳۷، ۲۴۵، ۲۶۴،

عراق ۲۳۷

عسقلان ۲۵۲

فرات (دریا) ۱۲۵، ۱۳۰، ۱۴۸، ۱۶۹، ۲۰۲، ۲۰۸، ۲۶۸، ۲۸۶،

فرنگ ۲۶۳

قادسیہ ۱۲۲

قاف (کوہ) ۸۲

قدم شریف (دہلی) ۳۹

کربلا ۱۷، ۳۲، ۲۷، ۴۴، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۸،
۷۰، ۸۰، ۸۴، ۱۱۸، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۵، ۱۳۶،
۱۴۰، ۱۵۰، ۱۷۲، ۱۹۶، ۲۰۶، ۲۴۲، ۲۸۶

کعبہ ۱۳۲

کوفہ ۸۱ (مسجد کوفہ) ۸۳، ۸۷، ۸۸، ۱۰۵، ۱۰۶،
۱۰۷، ۱۱۵، ۱۲۶، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۴۴، ۱۶۵،
۲۲۷، ۲۳۴، ۲۴۰، ۲۵۴، ۲۵۷، ۲۶۷،
۲۶۹،

مسجد اقصیٰ ۲۷۱

مسجد حرام ۲۷۱

مدینۂ منورہ (دیکھیے یثرب) ۷۱، ۸۰، ۸۹، ۹۳، ۹۹،
۱۰۴، ۱۰۶، ۱۱۷، ۱۲۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۴۸،
۱۷۷، ۲۲۵، ۲۴۴، ۲۶۹،

مصر ۸۱

معمورہ (قلعہ) ۲۳۴

مکۂ معظمہ ۵۹، ۱۱۳، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۳۲، ۲۳۶،

منیٰ ۶۸

موصل، ۹۷، ۱۷۹، ۲۴۳

نصیبین ۲۳۴

نہروان ۸۱، ۸۲

ہند (دیکھیے ہندستان) ۱۶۷

ہندستان (دیکھیے ہند) ۳۵

یثرب (دیکھیے مدینہ) ۲۷۱

یمن ۸۱

فہرستِ آیاتِ قرآنی

أتجعل فيها من يفسد فيها ويسفك الدماء (البقرہ ۲: ۳۰) ۲۱

أجعلتم سقاية الحاج وعمارة المسجد الحرام كمن آمن بالله واليوم الآخر وجاهد
في سبيل الله (التوبۃ، ۹: ۱۹) ۲۶، ۲۷

أدخلوا الجنة (الزخرف، ۴۳: ۷۰)؛ الاعراف، ۷: ۴۹)؛ النحل، ۱۶: ۳۲) ۸

إذ نادى ربه نداء خفيا، (مریم، ۱۹: ۳) ۲۹۰

إذا أصابتهم مصيبة قالوا إنا لله وإنا إليه راجعون، اولئك عليهم صلوات من
ربهم ورحمة واولئك هم المهتدون، (البقرہ، ۲: ۱۵۵-۱۵۷) ۲۰

أرأيتم إن أصبح ماؤكم غورا، (الملک، ۶۷: ۳۰)، ۳۴

إرجعي إلى ربك راضية مرضية، (الفجر، ۸۹: ۲۸): ۲۹

أعطى كل شيء خلقه، (طٰہٰ، ۲۰: ۵۰)، ۲۱

أفمن يلقى في النار خير أم من يأتي آمنا يوم القيامة (حٰم السجدۃ، ۴۱: ۴۰)، ۹۰

الله نور السموات، (النور، ۲۴: ۳۵) ۲۹

اللهم احكم بيننا وبين قومنا بالحق، ۱۱۶

أم حسبت أن أصحاب الكهف والرقيم كانوا من آياتنا عجبا، (الکہف، ۱۸: ۹)، ۲۳۳

أموالكم وأولادكم فتنة، (الانفال، ۸: ۲۸؛ التغابن، ۶۴: ۱۵) ۴۳

إنا أرسلناك شاهدا ومبشرا ونذيرا، (الفرقان، ۲۵: ۳۲)، ۲۳،۱

إنا أعطيناك الكوثر، (الکوثر، ۱۰۸: ۱) ۱۳

إنا جعلناك خليفة (ص، ۳۸: ۲۶)، ۲۸

إنا فتحنا لك فتحا مبينا، (الفتح، ۴۸: ۱) ۲۳

إن کید الشیطان کان ضعیفا، (النساء ۴: ۷۶)، ۹۵

إن کیدکن عظیم، (یوسف ۱۲: ۲۸)، ۹۵

إن اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی (الاحزاب، ۳۳: ۵۶) ۲۴

إن اللہ یأمر بالعدل والاحسان، (النحل، ۱۶: ۹۰) ۳۵

إنما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکاۃ (المائدہ ۵: ۵۵) ۲۶، ۳۶

إنما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس أھل البیت ویطھرکم تطھیرا (الاحزاب ۳۳: ۳۳)، ۲۶، ۲۵۵

إنھم لھم المنصورون، (الصافات، ۳۷: ۸۳)، ۵۰

إنی أعلم مالا تعلمون (البقرہ ۲: ۳۰) ۲۱

إنی جاعلک للناس إماما، (البقرہ ۲: ۱۲۴) ۲۷، ۳۴،

اولئک حزب اللہ، ألا إن حزب اللہ ھم المفلحون (المجادلۃ، ۵۸: ۲۲)، ۲۴

اولئک ھم خیر البریہ (البینہ، ۹۸: ۷)، ۲۲

بل یداہ مبسوطتان، (المائدہ ۵: ۶۴)، ۳۱

تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء، بیدک الخیر إنک علی کل شیٔ قدیر، (آل عمران ۳: ۲۶)، ۲۲

دنا فتدلٰی، (النجم ۵۳: ۸) ۲۴

ذی قوۃ عند ذی العرش مکین، (التکویر، ۸۱: ۲۰) ۲۴

رب المشرقین ورب المغربین، (الرحمٰن، ۵۵: ۱۷)، ۳۱

ربنا واجعلنا مسلمین، (البقرہ، ۲: ۱۲۸)، ۳۱

سبحانك لا علم لنا إلا ما علمتنا، (البقرة، ۲: ۳۲)، — ۳۲
سبحان الذی أسری بعبده لیلا، (الاسراء، ۱۷: ۱)، — ۲، ۲۴، ۲۹
سیماهم فی وجوههم من أثر السجود، (الفتح، ۴۸: ۲۹) — ۳۰

طهرا بیتی للطائفین والعاکفین، (البقرة، ۲: ۱۲۵). — ۳۱

عسی أن یبعثك ربك مقاما محمودا (الاسراء، ۱۷: ۷۹)، — ۲۳
علمه شدید القوی، (النجم، ۵۳: ۵) — ۲۶۱

فکان قاب قوسین أو أدنی، (النجم، ۵۳: ۹) — ۲، ۲۴، ۲۶۱
فی جنات النعیم علی سرر متقابلین، (الصافات، ۳۷: ۴۳-۴۴) — ۳۲

قد أجیبت دعوتکما فاستقیما، (یونس، ۱۰: ۸۹)، — ۳۶
قل کفی بالله بینی وبینکم شهیدا، (العنکبوت، ۲۹: ۵۲)، — ۳
قل کفی بالله شهیدا بینی وبینکم، (الاسراء، ۱۷: ۹۶)، — ۳، ۲۶
قل لا أسئلکم علیه أجرا إلا المودة فی القربی، (الشوری، ۴۲: ۲۳)، — ۲۵۵

کل نفس ذائقة الموت، (آل عمران، ۳: ۱۸۵)؛ (الانبیاء، ۲۱: ۳۵)؛ (العنکبوت، ۲۹: ۵۷)، — ۱۹۴

لا تخافا إننی معکما (طه، ۲۰: ۴۶)، — ۳۱
لا تقنطوا من رحمة الله، (الزمر، ۳۹: ۵۳)، — ۲۳۵
لقد خلقنا الإنسان فی أحسن تقویم، (التین، ۹۵: ۴) — ۲۱
لم یلد ولم یولد، (الاخلاص، ۱۱۲: ۳)، — ۲۱

ماذاغ البصر وما طغیٰ ، (النجم، ۵۳ : ۱۷) ۲۲، ۲۹

المال والبنون زینۃ الحیوٰۃ الدنیا ، (الکہف، ۱۸ : ۴۶) ۴۴

مطاع ثم امین ، (التکویر، ۸۱ : ۲۱) ۲۴

من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ ، (النور، ۲۴ : ۳۵) ۲۲-۲۹

ناقۃ اللہ وسقیاھا ، (الشمس، ۹۱ : ۱۳) ۲۹

وآت ذالقربیٰ ، (بنی اسرائیل، ۱۷ : ۲۶) ۲۵۵

وآتیناھما الکتاب المستبین ، (الصافات، ۳۷ : ۱۱۷) ۳۱

والآخرۃ خیرٌ وأبقیٰ ، (الاعلیٰ ، ۸۷ : ۱۷) ۳۲

وأتممت علیکم نعمتی ، (المائدہ ، ۵ : ۳) ۵۹

وإذا رأیت ثم رأیت نعیما وملکا کبیرا ، (الدھر، ۷۶ : ۲۰) ۲۷

وإنک لعلیٰ خلق عظیم ، (قلم، ۶۸ : ۴) ۲۴

وإن جندنا لھم الغالبون ، (الصافات، ۳۷ : ۱۷۳) ۳۲

وإن لہ عندنا لزلفیٰ وحسن مآب ، (ص، ۳۸ : ۲۵، ۴۰) ۴۰

وإن من شیعتہ لابراھیم ، (الصافات، ۳۷ : ۸۳) ۳۷

وإن وعدک الحق ، (ہود، ۱۱ : ۴۵) ۴۸

وأنزلنا الیکم نورا مبینا ، (النساء، ۴ : ۱۷۳) ۲۷

وإیاک نستعین ، (الفاتحہ ، ۱ : ۵) ۲۲

وجعلنا منھم أئمۃ یھدون بأمرنا ، (السجدۃ ، ۳۲ : ۲۴) ۳۲

وجیھا فی الدنیا والآخرۃ ومن المقربین ، (آل عمران، ۳ : ۴۵) ۳۴

ورضیت لکم الاسلام دینا ، (المائدہ ، ۵ : ۳) ۲۳، ۲۸

ورفعناہ مکاناً علیا ، (مریم، ۱۹ : ۵۷) ۲۸

وسقاهم ربهم شرابا طهورا، (الدهر ۷۶: ۲۱)، ۲۷

وسیعلم الذین ظلموا أی منقلب ینقلبون، (الشعراء ۲۶: ۲۲۷)، ۲۳۳، ۲۳۴

والصبح إذا تنفس، (التکویر ۸۱: ۱۸) ۸۸

وعد الله الذین آمنوا وعملوا الصالحات لیستخلفنهم، (النور ۲۴: ۵۵)، ۳۲

وعلم آدم الأسماء کلها، (البقرہ ۲: ۳۰)، ۲۸

واعلموا أنما غنمتم من شیء، فإن لله خمسه وللرسول ولذی القربی

(الانفال ۸: ۴۱)، ۲۵۵

وعنده علم الکتاب، (النحل ۲۷: ۴۰)، ۲۸

وعندهم قاصرات الطرف عین، (الصافات ۳۷: ۴۸)، ۳۲

وفضلنٰهم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا، (الاسراء ۱۷: ۷۰) ۲۱

وفوق کل ذی علم علیم، (یوسف ۱۲: ۷۶) ۲۴

وکان الله غفورا رحیما، (النساء ۴: ۹۵) ۲۱

وکفی بالله شهیدا، (النساء ۴: ۷۹، ۱۶۶)، ۴۱

وکفی بالله وکیلا، (النساء ۴: ۸۱، ۱۳۲، ۱۷۱؛ الاحزاب ۳۳: ۳، ۴۸) ۱۹۹

والله عنده حسن المآب، (آل عمران ۳: ۱۴)، ۹

والله یؤید بنصره من یشاء، (آل عمران ۳: ۱۳)، ۳۲

ولا تحسبن الله غافلا عما یعمل الظالمون، (ابراہیم ۱۴: ۴۲)، ۲۲۹

ولقد کرمنا بنی آدم، (الاسراء ۱۷: ۷۰)، ۲۱

ولم نجعل له من قبل سمیا، (مریم ۱۹: ۷)، ۲۸

ولم یکن له کفوا أحد، (الاخلاص ۱۱۲: ۴)، ۲۱

وله أسلم من فی السمٰوات والأرض طوعا وکرها وإلیه ترجعون، (آل عمران ۳: ۸۳)، ۳۴

ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الأموال والأنفس والثمرات،

(البقرہ ۲: ۱۵۵)، ۲۰۱

وما رميت إذ رميت ولكن الله رمى ، (الأنفال ، ۸ : ۱۷) ۔	۲۴
ومن الناس من يشري نفسه ابتغاء مرضات الله ، (البقره ، ۲ : ۲۰۷)	۲۶
ونحن نسبح بحمدك ونقدس لك ، (البقره ، ۲ : ۳۰) ،	۲۱
وهديناهما الصراط ، (الصافات ، ۳۷ : ۱۱۸) ،	۳۱
وهو بالأفق الأعلى ، (النجم ، ۵۳ : ۷) ،	۲۴
وهو قائم يصلي في المحراب ، (آل عمران ، ۳ : ۳۹) ،	۹ ، ۲۴
وهو معكم أينما كنتم ، (الحديد ، ۵۷ : ۴) ،	۳۲
وينصرك الله نصرا عزيزا ، (الفتح ، ۴۸ : ۳)	۲۲
ويطعمون الطعام على حبه مسكينا ويتيما وأسيرا ، (الدهر ، ۷۶ : ۸)	۲۷
ويطهركم تطهيرا ، (الاحزاب ، ۳۳ : ۳۳) ،	۲۳۰
ويكلم الناس في المهد وكهلا ومن الصالحين ، (آل عمران ، ۳ : ۴۶)	۳۴
هذا فراق بيني وبينك ، (الكهف ، ۱۸ : ۷۸)	۷۴
يا ليتني كنت معهم فأفوز فوزا عظيما ، (النساء ، ۴ : ۷۳) ،	۵۵
يحبهم ويحبونه ، (المائده ، ۵ : ۵۴) ،	۲۱
يخرج منهما اللؤلؤ والمرجان ، (الرحمن ، ۵۵ : ۲۲) ،	۳۱
يذكرون الله قياما وقعودا ، (آل عمران ، ۳ : ۱۹۱)	۳۴
اليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي ، (المائده ، ۵ : ۳)	۵۹

فہرستِ احادیثِ نبوی

اَللّٰهمّ إنّی أحبّه فأحبّه، ۶۱

أنا مدینة العلم وعلیّ بابها ۴، ۲۷، ۲۷۱

أنا میزان الحکمة وعلیّ لسانها ۴، ۲۷، ۲۷۲

أنت منّی بمنزلة هارون ۱۳، ۱۴، ۱۷

إنّی ترکت فیکم الثقلین (= وأنا تارك فیکم ثقلین)، ۳۱

[قلب المؤمن] بین الأصبعین من أصابع الرحمٰن؛ ۳۱

الدالّ علی الخیر کفاعله (= من دلّ علی الخیر فله مثل اجر فاعله) ۳۹

الفاطمة بضعة منّی، من أذاها فقد أذانی ومن أذانی فقد أذی اللّٰه، ۳، ۴، ۱۴، ۲۹، ۱۹۹ (بضعة منّی)، ۲۷۲

کنت نبیا وآدم بین الماء والطین، ۲، ۵، ۲۳

لا أحصی ثناء علیك أنت کما أثنیت علی نفسك، ۲۰

لولاك لما خلقت الأفلاك ۱، ۱۳، ۲۳

من بکی علی الحسین أو تباکا وجبت له الجنّة، (موضوع) ۷، ۳۵، ۳۸، ۴۴، ۵۰

من کنت مولاه، فعلیّ مولاه، ۲۶

من مسّ جلدی لن تمسّه النار، ۶۴

وال من والاه، وعاد من عاداه، ۴، ۱۴، ۲۶

هما ریحانتان من الدنیا، ۳۱

یحشر المرء مع أحبائه (= المرء مع من أحبّه) ۴۳، ۴۵

یملأ الأرض عدلا بعد ما ملئت ظلما وجورا (= یملأ الارض قسطا
وعدلا کما ملئت ظلما وجورا) ۳۴

فہرستِ اقوال وحِکم

الآن انکسر ظهری وقلّت حیلتی ،	۱۶۲
إمتحن الله قلبه بالإیمان ،	۲۸
التقیّة دینی ودین آبائی والتقیّة جُنّة	۳۷
الدنیا مزرع الآخرة ،	۵۱
سلونی [قبل أن تفقدونی]	۲۷ ، ۶۲
علیّ خیر البشر ومن أبیٰ فقد کفر ،	۲۸
لا تتحرک ذرّة إلّا باذن الله ،	۳۹
لا رادّ لقضائه ،	۱۲۲
لا فتیٰ إلّا علیّ لا سیف إلّا ذو الفقار ،	۱۴ ، ۲۶ ، ۶۳ ، ۱۹۹
لوکشف الغطاء ما ازددت یقینا ،	۲۸
نعم الفارسان من الاسباط ،	۳۱
نفطم شیعتها من النار ،	۲۹
نقاتل علی تاویل القرآن ،	۲۸

فہرستِ کتبِ واردہ درمتن

تاریخِ طبری ، ۸۶

جلاء العیون ، ۲۶۵

روضۃ الشہدا ۳۷

کربل کتھا ۳۷

قرآن ۱۹، ۶۰، ۶۵

کنز الغرائب ۲۷۳

مرثیۂ محتشم کاشی ۵۸، ۸۰، ۹۱، ۱۰۴

مرثیۂ مسکین ۱۲۵،

فہرستِ الفاظِ مستعملۂ قدیم

آئین بندی کرنا، ۲۵۲، ۲۵۳
آئینہ بندی کرنا، ۲۴۴
آب آتش، ۱۳۹، ۲۲۴
اٹھنا، ۲۶۶
آدر ۲۱۳، ۲۴۰
آزار اینچنا، ۹۳
آنجھو، ۱۶۸
آنجھوؤں کی مار، ۱۸۰
آنکھ جھپک جانا، ۱۸۰
ابرن، ۱۶۱
اپس، ۲، ۱۶۴، ۱۷۲
اپرج، ۲۲۲۰
اسپند کرانا، ۱۹۲
افغان، ۸۹
اکم، ۳۹
اُنجھ ۱۶۳
امان جانی ۲۲۲، ۲۴۶
اناکانی ۲۲۸
انباری ۲۴۸
اندھیار کرنا، ۱۶۶
اوڑھنا، ۲۱۷
ایانی، ۲۲۵
اکیلے ۲۰۴
اینچنا، ۲۰، ۵۱، ۶۲، ۷۵، ۷۷، ۸۲، ۹۲، ۱۱۳، ۱۲۶، ۱۳۳، ۱۴۲، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۵۴، ۱۵۶، ۱۷۲، ۱۷۹، ۱۸۹، ۲۰۲، ۲۰۵۔
بابا موئی ۱۸۶، ۲۲۲
باؤ ۱۶۰
بت ۲۷۴
بتنگ ۷۲، ۹۳، ۹۷، ۱۶۶
بتھا ۲۵۰
بجّد ہونا ۱۱۱، ۱۵۷
برباد دینا ۱۵۲
برات ۸
برہم مارنا ۱۶۰، ۱۸۰
بسرام ۱۷
بکھیرا ۱۷۱

بِگانی ۲۲۵
بلاگرداں ۵۴
بلالینا ۱۹۰
بنا ۱۴۸، ۱۶۳، ۱۶۴
بند ۲۱۹
بندی ۲۸۲
بندی خانہ ۸۷، ۱۲۱، ۱۲۳
بوراپیرا ۱۶۳
بُولا ۱۹۲
بولائے جانا ۱۸۶
بوہارنا ۱۶۶
بھاکسی خانہ ۲۶۵
بھال ، ۹۷
بھبھا ۲۱۰
بھبھک ۱۵۶
بھبھکا ۱۸۹
بُھونٹیں ۱۷۲
بھونڈ بیری ۱۶۳، ۲۰۶
بیا ۱۸۷
بیانہ ۹۴
بیرو ۲۷۹
بیری ۲۰۴، ۲۱۰، ۲۳۹، ۲۵۰
بیعت دینا ۱۹۷
پٹی کرنا ۱۳۹
پدرمردہ ۱۸۶
پرپنتی ۲۷۷
پرجانا ۲۷۶
پرچنا ۲۷۶
پلچنا ، ۷۸، ۸۷، ۱۶۱
پنکڑی ۱۳۹
پنگھوڑا ۱۹۰
پوتڑی ۴۰
پھونکارنا ۲۱۱
پھوئی ۱۸۸
پھویا ۱۸۶، ۱۹۳، ۲۲۰
پیادہ ۱۲۱، ۱۶۰
پیٹ اٹھنا ۲۶۶
پیداکرنا ۸۴
پیداہونا ۲۱۷، ۲۳۰
پیڑا بدھی پہنانا ۱۹۲
پیسائی ۲۲۳
پےکرنا ۱۳۶
پےلینا ۱۰۹
تالوگرنا ۱۸۸
تاتی ۲۲۴

تپھن ۱۶۱
تُتُق ۱۸۵
تصدیعہ ۶۲، ۱۹۵، ۲۰۱
تل اوپر ۱۴۶
تنکہ ۱۰۹
توباہ ۱۴۴، ۱۵۵
توڑانا ۱۱۶، ۲۲۶، ۲۶۵
توڑنا ۲۶۶

ثری ۲۴۱

جاکمیں (؟) ۵۶
جامہ دانی ۱۵۱
جلوہ دینا ۱۴۹
جم ۱۶۲
جنگی ۱۰۷
جیوڑا ۲۲۱

چاؤ ۱۴۹
چترا ۱۴۰
چٹ چٹ کرنا ۱۹۸
چوٹی اتارنا ۱۹۲
چوطرف ۱۳۷، ۱۶۲، ۲۰۵، ۲۰۶
چوگرد ۱۱۴
چھاتی کھلنا (دیکھیے سینہ لگ کھول دینا) ۱۳۶
چھنانا ۲۴۶، ۲۴۷
چھنا لینا ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۳۰، ۲۴۲
چھیڑ ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۷، ۱۹۸

حال برہم ہونا ۱۰۴
حجل ۶۴
حرم ۱۳۸، ۱۴۰
حصول کرنا ۲۸۴
حلالہ ۲۴۵
حوال ۷۱

خطور ۴۹
خلاص ہونا ۸۹، ۱۰۰
خلاص کرنا ۲۳۲
خواوند ۲۶، ۱۲۳، ۱۴۴، ۲۱۰، ۲۱۲
خوزادہ ۱۲۱، ۲۱۲
خورش نفس ۹۳

دام میں آنا ۹۵
درخشانی ۱
دشمن ہنسائی ۱۳۷، ۱۹۳، ۱۸۵

دھڑدھڑ ۲۳۱
دم بجھکنا ۱۸۶
دم رکنا ۱۸۶
دُوجے ۱۰۱
دَوحہ ۳۵
دودھ کا پچھویا ۱۹۳
دودکشیدہ ۵
دوکھیدے ۲۱۶
دولھنی ۱۵۱
دوہاگن ۱۳۹
دَمرانا ۱۵۲
دَلی ۱۰۷
دھنوا ۱۴۷
دھونوا ۱۵۰
دیدار دیکھنا ۷۹
ڈنک ۹۶، ۱۰۰
ڈپٹ ۱۴۹
ڈھیل ۱۱۰، ۱۳۰
رخصت ۱۰۱
رسی ۱۹۳
رکھ پت ۲۲۲
رن سینگی ۱۳۲، ۱۵۲
رنڈاپا ۱۳۹، ۱۵۶، ۲۱۹
رنڈسالا ۲۱۴
رنڈھ پن ۱۳۹، ۱۹۸
ربی ۳۷
زنداں بان ۱۲۳
زندگی کرنا ۸۹، ۱۸۹
زیتون ۱۵۰
سار ۱۶۹
ساق گردہ کرنا ۱۹۲
سنہت ۱۵۵
ستھراؤ ۲۱۸
سنجنا ۱۱
شست ۱۵۷
سگ مست سونا ۱۲۳
سراٹا ۱۸۰
سرسیاں بجنا ۱۷۹
سلیط ۸۱، ۸۲
سمند کرنا ۱۳۰
سوانی ۲۲۲
سونانی ۲۱۵

سوزش	۱۵۸	فرنگی	۲۶۴، ۲۶۵
سوہان گیر	۱۲۷	قند	۹۴
سیاپا	۲۱۹		
سیاست	۲۲۳	قلابہ	۸۵
سیانی	۲۲۲	قُلبہ	۱۶۸
سیس	۷، ۹، ۱۱۶، ۱۳۴، ۲۰۷	قندیل خاموش ہونا	۸۶
سینہ لگ کھول دینا (دیکھیے چھاتی کھلنا)	۱۴۷		
		کام کرام	۳۸
شبانی	۲۵۵	کابڑا	۷۶
شوانی	۱۶۱	کدبانو	۳۹
شہانے گانا	۱۴۹	کرن پھول	۲۱۷
		کلکلا کر کہنا	۲۳۰
صندل کا چھاپا	۱۷۶	کلول ملنا	۱۴۰
		کمانا	۴۰
ضدت کرنا	۹۸	کنارہ لینا	۱۸۸
		کنے	۱۳۹، ۱۴۱، ۱۵۹، ۱۹۴
عُظام	۱۷	کوا گرنا	۱۹۲
عملدار	۱۴۷	کوپی	۴۰
عملداری	۱۹۸	گوشت	۱۵۵
عمدہ	۱۵۷	کمان	۱۱۹
عورت	۲۷، ۵۳، ۱۵۳، ۱۹۸، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۵۴	کھانا چبانا	۱۹۰
		کھڑکھڑا	۲۹۵
غسل و زنجیر کرنا	۲۳۲	کھوزدل مارنا	۲۸۳

گرداگرد ١٤٧، ٢٠٠، ٢٣٧
گرم کرنا، ٩١
گرم ہونا ٩٤
گزی ٢٢٠، ٢٤٠
گنتی میں پڑنا، ٧٥
گوجری ٢١٧
گوروگرتھا ٢٢٣، ٢٢٧، ٢٣٨
گھالنا ٢٣٩
گھالاؤ دینا ٢١٤
گھرکنا ١٨٦، ٢٤٢
گھڑکنا ١٢٥، ٢٠٧
گھڑوی ١٩١
گہکنا ٢٢٦
گھنڈی پڑنا ١٩٢
گھنیرا ١٧٠
گھونٹیاں چلانا ١٩١
گھونٹی پلانا ١٩١
گیانی ٢٢٣

لال ٧
لالن ٢٥٠
لگ ٢١، ٢٢
لگن دھرنا ١٣٩
لوٹھ ٧، ٢١٦، ٢١٨، ٢١٩، ٢٢٣، ٢٢٤، ٢٢٥، ٢٦٩
لون لگانا ١٨٢
لہنا ٤١

مارسولانا ١٢٣
مایا ١٠٨
ماں جایا ١٠٣، ١٤٠، ١٩٤
ماں جائیو ١٩٨ (اماں جائیو) ٢١٢
مچھاتی ١٩١، ٢٢٠
مچھی ١٩٢، ١٦٣
محاسن ٨٢، ١١٣
محکم ١٠٩، ١٢٩، ٢٠٢
مشروعہ ١٤٠
مصلحت کرنا ٢٣٢
معجز ٨٨
مقاصی ٤٣
مقبل ٦
مقرری ١٨٨
ملاحظہ ٢٦٠
ملازمت ١٠٧
منت بڑھانا ١٩٢
منکا ١٦٩

من موہن ۱۹۷
من ہرن ۲۳۲
مٹے ۶
موالی ۱۳۲، ۲۰۳
مُوسنا ۱۹۸
مونڈاسا ۲۲۰
مہمانی بھیجنا ۲۴۳
مہندس ۱۸۴
میا ۱۹۲
میدانی ۲۵۶
نادِ علی ۳
نالِ ۷
ناموس ۱۳۸، ۱۴۲، ۱۹۷، ۲۰۲، ۲۰۵
ناد ۱۲۶
نبات چُننا ۱۴۹
نپٹ ۱۵، ۲۸۵
بجھانا ۷۲، ۸۷، ۱۹۲، ۲۲۰، ۲۲۰، ۲۳۴، ۲۸۰، ۲۸۳
نذر کرنا ۹۲
نذران ۱۸۳
نشان ۱۶۰
نشان کرنا ۹۶
نگوڑا ۲۱۰
نگھر ۲۲۲
نمازِ پیشیں ۱۲۲، ۲۰۷
نماز کرنا ۸۶
نمن ۸۷، ۱۶۲، ۱۸۶
نیزہ گردان ہونا ۸۲
نیند ۱۹۰، ۱۹۵، ۲۸۲
واقعہ (خواب) ۳۹
والا نژ ۷۹، ۹۹، ۱۰۵، ۱۲۵، ۱۴۳، ۲۰۰، ۲۳۰، ۲۹۰
ورد ہونا ۲۴۹، ۲۵۰
وصلیچہ ۲۴۲
وصی ۳، ۱۹۶
ہتھوانے ۱۵۷
ہٹپٹانا ۲۶۴
ہرنا ۱۸۷
ہلجان ۱۵۰
ہلکم ۱۲۴
ہلوکنا ۲۱۲
ہوادار ۱۲۹، ۱۹۷، ۲۰۰، ۲۰۳
ہوڑکنا ۱۸۶
ہنسلی جانا ۱۹۲
یسیر ۲۳۸

استدراکات

۸:۴۴ "سرفراز بجنودٍ لم تروھا" لم تروھا کتابت کی غلطی ہے۔ یہ فقرہ آیت قرآنی "وانزل جنوداً لم تروھا" (۹:۲۶) (اور مدد کے لیے ایسے لشکر نازل فرمائے جن کو تم نے نہیں دیکھا) سے مستفاد ہے۔

۱۶:۲۵ مصرع ناموزوں ہے۔ "اگر" حذف کر دینے سے موزوں ہو جائے گا۔

۳۰: ح (۱) اضافہ کیجیے: برہان قاطع (۲:۹۸۵) میں ہے: رہی: رونده و غلام و بنده۔ ڈاکٹر عبدالرشید ٹھٹھوی لکھتے ہیں: رہی: بنده و غلام (فرہنگ رشیدی ۱: ۷۵۹، تحقیق محمد عباسی، تہران ۱۳۳۷ شمسی)

۴۴: ح (۵) المرء مع من احب رجوع کن طبقات الصوفیہ از خواجہ عبداللہ انصاری: ۵ (طبع کابل ۱۳۴۱ شمسی)

۱۲:۵۶ بلا اور بلا گھیں؟ یہ جاگیں یا جاگھیں تو نہیں۔ جاگ ہندی میں قربانی، نذر، صدقہ کو کہتے ہیں۔ (پلیٹس: ۳۰۱) یا گھیں، جاگہ کی جمع ہو، تو معنی زمین، جاگیر وغیرہ ہوں گے۔

۸:۶۳ جنگ آیا۔ (باغ و بہار: ۱۱۰)

۲۰:۶۳ بجانا: غور سے دیکھنا: میں نے خوب بجا کر دیکھا۔ (باغ و بہار: ۱۶۶)

۷۰: ح (۲) کاہلا: بیمار "واقعی تھا وہ بوڑھا کاہلا ہوا" (باغ و بہار: ۲۲۴، مرتبہ ممتاز حسن کراچی ۱۹۵۸ء)

۱۵:۵۵ عربی شعر حضرت علیؓ کی طرف منسوب ہے اور ان کے مطبوعہ دیوان میں موجود (دیوان علی: ۴۴ طبع بمبئی ۱۳۰۴ھ)

۹۹: ح (۲) صفر کے مہینے کا نام تیرہ تیزی ملکہ نور جہاں کا رکھا ہوا ہو، یہ قرین قیاس نہیں۔

: ۱۰۸ بابا: قاضی عبدالودود صاحب کا خیال ہے کہ "بابا" ہو گا۔

۵:۱۲۲ حضرت امام حسن کے اس خطبے میں جو انھوں نے حضرت علی کی شہادت کے موقع پر دیا تھا: "لا معقب لحکمہ ولا راد لقضائہ" ملتا ہے (مرزبانی: نور القبس تحقیق پروفیسر رودلف زلہایم جرمنی ۱۹۶۴ء)

۱۲۳: ح (۱) گلستان بلکہ سعدی کا مکمل کلیات (طبع ایران) دیکھا، یہ شعر نہ ملا۔

۹:۱۲۹ ناہ: میر امن نے ناہنہ استعمال کیا ہے (سوائے ناہنہ کے ہاں نہ کی۔ باغ و بہار: ۲۴۰)

۶:۱۳۰ مصرع ناموزوں۔

۱۴۶: ح (۱) روضۃ الشہدا، ۲۲۲ میں "سر برادر بود" ہے، لیکن یہاں "بودند" ہونا چاہیے۔

۱۵۷: ۳ عمدہ: سب عمدہ، امیر، وزیر کے پاس آئے۔ باغ و بہار: ۱۰؛ نیز دیکھیے: ۹۴، ۱۱۹)

۱۵۷: ح (۴) ہتھوانسے: قاضی عبدالودود صاحب کہتے ہیں: میں نے یہ لفظ اور جگہ دیکھا ہے۔ اس وقت یاد نہیں آتا، کہاں۔ یہ غالباً سپر کی ایک قسم ہے۔ عجب نہیں، لفظ "ہتھوانسی" ہو۔

۱۶۳: ۱۰ بھنڈیری (باغ و بہار: ۲۳۰)

۱۶۵: ح (۱) "نال" دکھنی میں بھی ہے (کلیات علی عادل شاہ: ۲۲۵) شمالی ہند کے قدیم شعرا میں بکٹ کے یہاں استعمال ہوا ہے۔ پلیٹس نے نال کی اصل سنسکرت بتائی ہے۔ (۲: ۱۱۱۷)

۱۶۷: ۸ روضۃ الشہدا: ۲۰۷ میں شمر ذی الجوشن، شیث ربعی، اور بختری بن ربیعہ کے نام درج ہیں، آخر الذکر کا کربل کتھا میں پتا نہیں۔

۱۶۹: ۸ سار (سنسکرت): درد، تکلیف۔

۱۶۹: ۱۱ ڈٹپنا: دوڑانا۔

۱۷۱: ح (۲) اس مصرع کا انتساب امیر خسرو کی طرف بہت مشکوک ہے۔

۱۷۲: ح (۳) "بھوئیں" قدیم اردو میں بھی مستعمل ہے۔

۱۸۴: ۱۲ "مہندسانِ ناموز" قاضی عبدالودود صاحب کا خیال ہے کہ یہ "محتشانِ ناموز" ہوگا۔

۱۹۰: ۱۸ "زیتون" ایک مقام جہاں کی چادریں اور دوپٹے مشہور ہیں۔ "یہ خمر زیتونیہ" کہلاتے ہیں (فرہنگِ آنندراج، ۲: ۲۲۷۶)

۱۹۱: ح (۱) گھٹنیوں چلنا (اتر کر گھٹنیوں چل کر زمین پر پہنچا۔ باغ و بہار: ۱۸۰)

۱۹۸: ۴ مُوسنا: چھیننا، چرانا، غارت کرنا، زبردستی لے لینا (پلیٹس: ۱۰۹۰)

۲۰۰: ح (۵) دالآنہ: ورنہ۔ اس لفظ پر جو حواشی لکھے گئے ہیں (۲۰۳۔ ح (۲)؛ ۲۶۰: ح (۱)) وہ سب قلم زد کیے جائیں۔ قدما اس طرح استعمال کرتے تھے، میر امن لکھتے ہیں: راستے میں اس شہزادی کو ساتھ لے کر حاضر ہو، فبہا، دالآنہ، اس کے زیر و زبر کرکے مشکیں باندھ کر لے آؤ۔ باغ و بہار: ۲۲۴۔ نیز دیکھیے، صفحات ۱۱۷، ۲۲۶، ۲۴۰، ۲۴۷۔

۲۲۱: ۲ مصرع اس طرح پڑھیے: دیگر ادوٹتا، لوہو بیو، وہ ، رویا۔

۲۲۲: ۴ اچرج: ہندی، صفت۔ عورتوں کی زبان میں یہ لفظ مرادف انوکھا کا ہے اور یہ فقرہ سنا جاتا ہے:
"ایسی کیا اچرج چیز بھی ہو تم ایسی بلک گئیں؟"

۲۲۳: ح (۴) یہ حاشیہ قلمزد کر کے اس کی جگہ لکھیے: جن لوگوں کے شوق اور شغف (چاؤ) جس قدر زیادہ (گھنے) ہوتے ہیں، اتنی ہی زیادہ (کلانی) انھیں اس کے لیے تکلیف بھی اٹھانا پڑتی ہے۔

۲۲۴: ۱۹ تو تب لگ تو... الخ مصرع ناموزوں ہے۔

۲۲۵: ۱۳ بگانی: (بیگانی کا مخفف) غیر، اجنبی (باغ و بہار: ۱۶۲، ۲۲۸)

۲۲۸: ۸ تور اُردو میں بغیر تشدید کے مستعمل ہے۔

۲۳۱: ح (۱) عمرو بن حریث مخزومی، حضرت علی رض کے اصحاب میں تھے۔ حالات کے لیے دیکھیے تہذیب التہذیب لابن حجر ۸: ۱۷۔

۲۴۱: ۱۱ بحرانی: بحرین کے رہنے والے بحرانی کہلاتے ہیں۔

۲۴۸: ۱۲ انباری: عماری کی خرابی ہے: اونٹ کا محل، ہاتھی کا ہودج۔

۲۴۹: ح (۹) گھالنا، (باغ و بہار: ۲۰۷)

۲۵۲: ۱۲ آیین بندی اور آیینہ بندی: شہر کو سجانا، چراغاں کرنا۔ دونوں مستعمل ہے۔ لغت نامۂ دہخدا (آیین) اور فرہنگ نفیسی، ۱: ۵۵؛ نیز دیکھیے باغ و بہار: ۲۴۷۔

۲۵۶: ۱۰ میدانی: (فارسی) وہ شخص جو کسی جرنیل یا وزیر کے آگے آگے اس کی سواری یا پالکی کی آمد کا اعلان کرتا ہوا چلتا ہے۔ (ویلیس ۲: ۱۱۰۴) یہاں مراد سپاہ و لشکر سے ہے۔

۲۶۰: ح (۲) ملاحظہ، بمعنی مروت فارسی میں مستعمل ہے۔

۲۶۵: ح (۳) کلھ: پرانی اُردو میں بکثرت ملتا ہے۔

۲۸۳: ۱۸ بعض حروف کے اسقاط سے مصرع موزوں ہو جائے گا۔

۵: ۲۰۔ اضافہ کیجیے: پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب سے پتا چلا ہے کہ قتیل کے ایک چھوٹے بھائی کرم علی تھے، جو قتیل کے انتقال کے بعد تک زندہ رہے۔ یہ بھی شاعر تھے۔ ان کے کچھ اُردو مرثیے پروفیسر ادیب کے پاس ہیں۔ بعض مرثیوں کے عنوانات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شاہ عالم ثانی (۱۷۵۹۔ ۱۸۰۶ء) کے سفر بنگال میں ان کے ساتھ تھے اور واپسی میں بھی دلی تک ان کے ساتھ رہے۔ اس سفر سے پہلے قتیل کا انتقال ہو چکا تھا۔ قتیل کا ایک اُردو مرثیہ بھی پروفیسر ادیب کے پاس ہے۔

تصحیحات

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵	۲	قضاء وقدر	قضا و قدر
۵	۳	چول گلشن	جوں گلشن
۶	۸	پوں قاسم	جوں قاسم
۱۰	۱۴	محمد شاہ	احمد شاہ
۱۷	۱۴	〃	〃
۱۰	حاشیہ (۳)	"قصباتی ... ہیں"	"قلمزد کیا جائے"
۱۹	۵	سخن ودی	سخن وری
۱۹	۱۵	تیری	تری
۲۰	۳	اس کی کہ	اوس کی کے
۲۰	۹	بلیات اوس کی	بلیّات اوس کے
۲۱	۱۵	پشیمانی کے	پشیمانی کی
۲۵	۱۵	باانتہا	تاانتہا
۲۶	۹	قاضی	قاضی
۲۸	۳	اصحن	امتحن
۲۸	۷	القبلتین	القبلتین
۲۹	۶	توارے	تورائے
۳۱	۲	رب المشرقین والمغربین	رب المشرقین و [رب] المغربین
۳۲	۵	اسمار حسنیٰ	اسمائے حسنیٰ
۳۲	۶	ریحان زکی	ریحان زکی (؟)
۳۲	۱۲	"الفاد"	قلمزد کیجیے
۳۳	۳	الکغیم	الکظیم
۳۳	۲۰	العسکریۃ	العسکریۃ

تصحیحات

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۴	۷	جزب	حزب
۳۸	۱	کرتے	کرتی
۳۸	۲	سمجھتے	سمجھتی
۳۸	۳	رہتے.....ہم سے	رہتی.....ہم سی
۴۴	۱	رام	مدام
۵۴	ح (۳)	النھوی	النھدی
۵۹	۱۳	منزل کے	منزل کی
۶۱	حاشیہ (۲)	پروانہ	پرواز
۶۲	۶	اسلام	اہلِ اسلام
۸۰	۹	بندسیوم	بندسوم
۸۳	۱	ملعون نے	ملعون
۸۳	۴	خطبۂ الٰہی	خطبۂ [احمیا] الٰہی
۸۳	۱۰	دارھی.....حضاب	ڈاڑھی....خضاب
۸۹	۶	فغاں	افغاں
۱۰۵	۱۱	فدا تیری	فدا تیرے
۱۰۷	۶	ملازمت	مُلازمت
۱۰۷	ح (۳)	•	•
۱۰۹	۳	چھپ [گیا]	[گیا] قلمزد کیا جائے
۱۳۲	ح (۱)	قاعد	قائد
۱۳۶	۶	مرغ و ماہئ	مرغ و ماہی
۱۳۶	ح (۱)	•	•
۱۳۸	۸	پوری گھڑی ہے	پوری گھڑی آئی
۱۳۸	۱۰	ور	اور
۱۳۹	۳	فاتحہ	فاتحہ گر
۱۳۹	۴	گر رہے گا	رہے گا
۱۴۱	۵	ارکبو	ارکبوا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۲	ح (۴) شعر ۲	ماہ	گاو
۱۴۳	۲	گاے	گائے
۱۴۳	ح (۲)		حاشیہ قلمزد کیا جائے
۱۴۷	ح (۱)	روا است	رواست
۱۴۷	ح (۱)	جانِ ما است	جانِ ماست
۱۵۲	۷	حریمِ الٓ	حریمِ آل
۱۵۲	ح (۱)	آئین	آئین
۱۵۴	۳	نلاتے	رلائے
۱۵۸	۱۰	سوئیں	سوئیں
۱۶۴	۹	آلپس	آپس
۱۶۵	۶	حباب دار	حباب دار
۱۶۶	۱۱	اون سے	اون سے کہ
۱۷۲	۱۲	افسوس ہیں	افسوس، ہیں
۱۷۴	۹	خطاے.... جفاے	خطائی .... جفائی
۱۷۴	۱۱	پائمال	پایمال
۱۷۹	۱۰	نیزہ سینہ پر	نیزہ سینۂ بے کینۂ علی اکبر پر چلایا، علی اکبر نے اس کا نیزہ رد کر کے اپنا نیزہ اس کے سینہ پر
۱۸۰	۱۳	انکھیوں	آنکھوں
۱۸۲	۷	آگے	آگے
۱۸۲	۷	باپ کی	باپ کے
۱۸۸	۶	پ.	پیو
۱۹۲	۹	جبّہ	جبہ (بغیر تشدید)
۱۹۱	۶	ء	ہ
۱۹۵	۸	چوکیں	چوکیں
۱۹۶	۸	دیدۂ بینا	دیدہ، بینا
۲۰۴	۱۴	ختم ہوئی	ختم
۲۰۶	۹	سانت	سات

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۰۶	۱۲	چرخ پر	چرخ پیر
۲۰۷	۹	صدق جدی یا رسول اللہ	صدق جدی رسول اللہ
۲۱۰	۱	پوشید	پوشیدہ
۲۱۶	۵	آواریاں ۔ آوارے	اُواریاں ۔ اُوارے
۲۱۶	۷	اپنا سر	ایتا سر
۲۱۷	۳	دکھیاریاں	دو کھیاریاں
۲۱۹	ح (۳)	کیجیے	کیجے
۲۲۰	ح (۱)	سر کے معنی میں	پگڑی کے معنی میں
۲۲۱	۱۱	راْنگاں	رائیگاں
۲۲۱	۱۴	لوکے	لاگے
۲۲۱	۲۱	لے	لیے
۲۲۲	۳	کیونکر	کیونکہ
۲۲۲	۲	[ہے]	[وہ]
۲۲۲	۱۴	بہاِئی (؟	پہائی
۲۲۲	۱۰	گہنے..... کلائی	گھنے..... کلائی
۲۲۴	۷	بستے [ہے]	گھوس ، بستے
۲۲۶	۱۱	جارتی	جاڑتی
۲۲۷	۴	چوڑہ	چوڑنہ
۲۲۸	۱۲	وادا	داو
۲۲۹	ح (۱)	موسیٰ کی	موسیٰ کے
۲۳۰	۱۴	بیطھولہ	بیطھرکسہ
۲۳۱	۸	انشاء اللہ تعالیٰ دن	انشاء اللہ تعالیٰ کوئی دن
۲۳۳	ح (۵)	۵۔ منہری	۵: من ہرن یعنی دل ربا ۔ محبوب
۲۳۶	۲	لرزنے	لرزے
۲۳۹	ح (۳)	گذری	گزری
۲۴۰	۱۰	بیچادر	بے چادر
۲۴۱	۱	بیار کی	پیارے کی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۴۲	۱۳	عجائب عجائب	عجائب
۲۴۴	۱۸	اس رات	اوس رات
۲۴۴	ح (۱)	لفظ بہ لفظ	لفظ بلفظ
۲۴۵	۱	اس زیور	اوس زیور
۲۴۵	۲	ٹھکٹھکائے	ٹھکٹھکائی
۲۴۵	۱۷	گذارنا	گذرانا
۲۴۵	۲۱	خدمت کے	خدمت کہ
۲۴۶	ح (۶)	= طماچا	= طماچہ
۲۴۸	۹	یاں تم آدمیوں کی	ماں تم آدمیوں کی
۲۵۱	ح (۳)	مصطفا ... مرتضا	مصطفیٰ ... مرتضیٰ
۲۵۲	۷	روتے ہوتے	روتے ہوئے
۲۵۳	۱	چوتھی ....؟	یہ چوتھی ....
۲۵۳	ح (۳)	آرائش وتزئین	آرائیش وتزیین
۲۵۸	۱۸	یتیموں	یتیموں کے
۲۶۹	۱۰،۱۱	مارا ۔ شمر کہا :	مارا ۔ کہا : معاذ اللہ! یزید کہا ، سب متفق ہیں کہ توں نے مارا ۔ شمر کہا :
۲۷۲	۲	شمشیر	شمشیر سے
۲۷۲	۲	ساتھ تھا اور دو بیعت	ساتھ ، اور دو بیعت میں
۲۷۲	۲۱	اونہی	اونھے
۲۷۵	ح (۳)	چھوڑانا	چھڑانا
۲۸۰	۱۰	امّید	امید (بغیر تشدید)
۲۸۱	ح (۲)		قلمزد کیا جائے
۲۸۴	ح (۱)	خدمت گذاری	خدمت گزاری
۲۸۶	ح (۱)	سفر کا مہینہ	صفر کا مہینا
۲۸۷	۱	فرہنگ	فہرست عربی عبارتوں اور فقروں کی

مطبوعاتِ ادارۂ تحقیقاتِ اردو
پٹنہ

تذکرۂ شعراء مصنفہ ابن امین اللہ طوفان	مرتبہ قاضی عبدالودود	۱/۷۵
عیارستان (مجموعۂ مضامین)	مصنفہ قاضی عبدالودود	۲/۷۰
قطعاتِ دلدار	مرتبہ قاضی عبدالودود	-/۱
فہرست نمائشِ ادارہ تحقیقاتِ اردو	مرتبہ قاضی محمد سعید	-/۴
شہر آشوبِ قلق	مرتبہ قاضی عبدالودود	-/۱
دیوان شیر علی افسوس	مرتبہ ظہیر احسن	-/۱
اشتر و سوزن (مجموعۂ مضامین)	مصنفہ قاضی عبدالودود	۳/۸۰
کربل کتھا مصنفہ فضل علی فضلی	مرتبہ مالک رام و مختار الدین احمد	۷/۵۰